(مکمل و مدلل)

مجموعہ مسائل

حضرت مولانا رفعت قاسمی

استاد دارالعلوم دیوبند

مسائلِ مساجد ❁ مسائلِ شرک و بدعت ❁ مسائلِ آدابِ ملاقات

ملت خلیل

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اردو بازار لاہور فون: 7321118

Marfat.com

Marfat.com

مکمل و مدلّل

مسائل مساجد
مع
عیدگاہ

قرآن وسنت کی روشنی میں

حضرت مفتیان کرام دارلعلوم دیوبند کی تصدیق کے ساتھ

مؤلف:

مولانا محمد رفعت قاسمی

مدرس دارلعلوم دیوبند

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،
اُردو بازار، لاہور فون: 7321118

Marfat.com

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دینی و دیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کردی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔ (ادارہ)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	مسائل مساجد، شرک و بدعت و آداب و ملاقات
مؤلف	.....	مولانا محمد رفعت قاسمی
طبع اوّل	.....	2008ء
باہتمام	.....	وکیل احمد
تعداد	.....	1100
قیمت	.....	روپے

297.08
م 176
92010
6 جلد

ملنے کے پتے

مکتبہ العاصم بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ

اشرف بک ایجنسی راولپنڈی

اسلامی کتاب گھر خیابان سرسیّد راولپنڈی

مدنی کتب خانہ تبلیغی مرکز مانسہرہ

Marfat.com

DATA ENTRY

فہرست مضامین

مسائل مساجد

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
انتساب	11	مسجد کا چندہ عمومی کاموں میں خرچ کرنا	29
عرض مؤلف	12	پگڑی کی رقم مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا	29
آیت قرآنی مع ترجمہ وخلاصہ تفسیر	13	مسجد کا روپیہ تجارت کے لئے دینا	29
بعض مسائل متعلقہ آیت	14	مساجد کا روپیہ حکومت کو دینا	30
مساجد کی اہمیت وعظمت	15	مسجد کے لئے چندہ کر کے مدرسہ بنانا	30
جہاں مسجد کی ضرورت ہو وہاں بنانے کا اجر	16	مسجد ومدرسہ کے نام سے مشترک چندہ کرنا	30
مساجد کا قدرتی نظام	19	غیر مسلم سے مسجد کے لئے چندہ لینا	31
دنیوی اور دینی اصلاح	22	شراب کی آمدنی سے مسجد میں چندہ دینا	31
سالانہ تنظیم	22	خنزیر کے بالوں کے برش بنانے والوں کا.....	31
مسجد کس کو کہتے ہیں؟	23	مسجد میں چندہ کرنا	32
مسجد بنانا فرض ہے یا واجب	24	چندہ مسجد سے مٹھائی تقسیم کرنا	32
مسجد کا خرچ ذاتی پیسے سے ہو یا چندہ سے	24	مالی جرمانہ لینا اور مسجد میں صرف کرنا	33
نقصان شدہ شے کا ضمان مسجد میں دینا	25	مسجد کے لئے جبراً چندہ لینا	33
مسجد کے لئے حکومت سے امداد لینا	25	سودی قرض پر لیا روپیہ مسجد کے ضمان میں دینا	34
مسجد کا روپیہ مدرسہ میں خرچ کرنا	25	سود خور کے ترکہ کی رقم مسجد میں لگانا	34
مسجد میں شیعوں کا چندہ	26	ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں لگانا	34
کفر کی حالت کا روپیہ مسجد میں خرچ کرنا	26	چوری کی لکڑی اور حرام رقم سے بنائی گئی مسجد.....	35
بلیک کرنے والے کا روپیہ مسجد میں	27	پایا ہوا پیسہ مسجد میں لگانا	35
مخلوط آمدنی والے کا چندہ مسجد میں	28	قربانی کی کھال کی قیمت تعمیر مسجد میں	35
مسجد ومدرسہ کی رقم بطور قرض ایک.....	28	مسجد میں زکوٰۃ کی رقم حیلہ کر کے لگانا	36
فقیر کا مانگا ہوا پیسہ مسجد میں	28	برآمدہ کے لئے کئے ہوئے چندہ.....	36

Marfat.com

مضمون	صفحہ
سود پر رقم قرض لے کر مسجد میں لگانا	36
فلم ایکٹر کی آمدنی مسجد میں لگانا	37
مزار کے چندہ سے مسجد کے امام کی تنخواہ	37
تحفظ مسجد کے لئے مقدمہ کے.....	37
مسجد کی رقم سے کسی غریب کی مدد کرنا	38
بیعانہ کی رقم مسجد میں لگانا	38
مسجد کی آمدنی سے تنخواہ وضع کرنا	38
ایک وقف کی رقم دوسری جگہ خرچ کرنا	39
ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں خرچ کرنا	40
سود کا پیسہ مسجد کی روشنی وغیرہ میں خرچ کرنا	40
لاوارث کا مال مسجد میں لگانا	40
پٹے پر لی ہوئی زمین پر مسجد بنانا	41
غیر آباد میدان میں مسجد کا صرف سنگ.....	41
مشترکہ زمین میں مسجد بنانا	42
مسجد کی زمین پر قبضہ کرنا	42
مسجد کی زمین میں کرایہ دار کیلئے دکان بنانا	42
ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد کے لئے.....	42
زمین کے کچھ حصہ پر مسجد کی نیت کرنا	43
غیر مسلم کا مسجد تعمیر کرانا	43
غیر مسلم کا مسجد کے لئے زمین وقف کرنا	44
مقبوضہ سرکاری پلاٹ کا تبادلہ کرنا	45
مسجد کے وقف مکان کو بیچنا	45
مغصوبہ زمین پر مسجد بنانا	46
بلاضرورت مسجد کو منہدم کرنا	46
مسجد کی زمین کو امام نے اپنے نام کرالیا تو	46
مسجد کے لئے وقف شدہ زمین میں اسکول.....	46
طوائف کا زمین کو مسجد کے لئے وقف کرنا	47
جو جگہ مدرسہ کی نیت سے خریدی اس کو.....	47
مدرسہ کی عمارت پر مسجد بنانا	47
مسجد کے باہر افتادہ زمین پر دوکانیں بنانا	47
مصالح مسجد کے لئے دی گئی زمین فروخت کرنا	48
مسجد کے نام وقف زمین کو تبدیل کرنا	48
سرکاری زمین پر بغیر اجازت مسجد بنانا	48
افتادہ زمین پر مسجد بنانا	49
مدرسہ کے لئے مسجد کی زمین پر تعمیر کرنا	49
گھر کو مسجد بنانا	50
جب مالک کی اجازت سے اذان.....	50
مسجد کا نقشہ غیر مسلم سے تیار کرانا	51
غیر مسلم سے مسجد کی بنیاد رکھوانا	52
مسجد کی بنیاد رکھتے وقت کی دعاء	52
کیا مسجد کی بنیاد رکھتے ہی مسجد کا حکم ہوگا	52
مساجد کی حدود واضح ہونی چاہئیں	53
محلہ والوں کی ذمہ داری	54
حدود مسجد کا مطلب	55
سڑک کی توسیع میں مسجد کا دے دینا	56
سڑک پر مسجد کی ڈاٹ کا حکم	57
دو منزلہ مسجد کا حکم	57
مسجد کا تبادلہ کرنا	58
مسجد کا لینٹر پڑوسی کی دیوار پر ڈالنا	58
توسیع مسجد کے لئے پڑوسی کا مکان لینا	58
مسجد کی دیوار میں نقش ونگار کرنا	59
جوتے پہن کر جماعت خانہ میں داخل ہونا	60
دوران تعمیر مسجد میں جوتہ پہن کر جانا	60
معماروں کا مسجد میں گھٹنے کھولنا	60

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مسجد میں مینار کتنے ہوں؟	61
مسجد سے ملا کر اپنی تعمیر کرنا	61
مسجد کبیر کی تعریف	61
مسجد کا نام ''مسجد حرم'' رکھنا	62
''مسجد غرباء'' نام رکھنا	62
نام کھدوا کر مسجد پر پتھر لگوانا	62
مسجد میں اپنے نام کا پتھر لگوانا	62
مسجد کے صحن میں تعمیر کے بعد کنواں کھدوانا	63
مسجد تعمیر ہونے کے بعد تہہ خانہ بنانا	63
مسجد کے نیچے تہہ خانہ اور اوپر ہال بنانا	64
نیچے مدرسہ اوپر رہائش گاہ	65
نیچے دکان اوپر مسجد	65
مسجد سے متصل جگہ کو مسجد میں داخل کرنا	66
مسمار شدہ مسجد کے صحن میں دکانیں بنانا	66
مسجد کا نقشہ مکمل ہونے کے بعد نیچے.....	67
عارضی ضرورت کے لئے بنائی گئی مسجد کا حکم	67
مسجد ضرار کیا ہے؟	68
مسجد ضرار میں آگ کیوں لگوائی گئی؟	71
مسجد کی پرانی اینٹیں جوتے رکھنے کی جگہ.....	73
مسجد میں جوتے اتارنے کی جگہ سے اقتداء کرنا	74
ہوسٹل کے کمروں کو مسجد بنانا	74
بغیر اجازت مٹی لے کر مسجد میں لگانا	74
مسجد کو ہٹا کر راستہ کشادہ کرنا	75
مسجد کو منتقل کرنا	75
مسجد کو مدرسہ بنانا	75
نئی آبادی میں مسجد بنانا	76
بلاضرورت مسجد بنانا	76
خاندانی اعزاز کے لئے مسجد بنانا	76
قبلہ کیا ہے؟	76
قدیم قبلہ کا رُخ صحیح نہیں تو کیا کریں	78
مسجد کا قبلہ سے معمولی فرق ہونے کا حکم	79
غلط بنیاد پر مسجد کی تعمیر کا حکم	79
مسجد میں محراب بنانا	80
محراب بنانے سے مسجد کے گرنے کا خطرہ	81
کیا محراب داخل مسجد ہے؟	81
محراب کے بجائے صف اوّل میں نماز پڑھنا	81
محراب میں آفتاب کی تصویر بنانا	82
بڑی مسجد کی صفوف کو دائیں بائیں سے کم کرنا	82
مسجد کے بجائے مکان میں صف کا چھوٹی.....	83
امام کا مسجد کے وسط میں کھڑا ہونا	83
مسجد کی زمین میں مدرسہ کے لئے مکان بنانا	83
مسجد کی بچی ہوئی زمین پر درسگاہ بنانا	84
مدرسہ کے زیر تولید مسجد کا حکم	84
مدرسہ کا راستہ مسجد میں کو	85
مسجد کے دالان میں مدرسہ	85
مسجد کی آمدنی مدرسہ پر صرف کرنا	85
مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا	86
مسجد کی وقف زمین میں مدرسہ بنانا	86
ویران شدہ مسجد کی جگہ پر مدرسہ بنانا	86
مسجد میں امام کے لئے کمرہ بنانا	87
مسجد کی چھت پر امام کے لئے کمرہ بنانا	87
امام کا مع اہل وعیال احاطہ مسجد میں رہنا	87
امام کا کمرہ میں داخل مسجد کے لئے اوپر.....	88
امام کا مسجد میں پلنگ بچھا کر لیٹنا	88

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مسجد کی چیزوں کا امام ومؤذن کیلئے.....	88
امام کا مسجد میں تجارت کرنا	88
مسجد کا غلہ فروخت کرنے والا ضامن ہے	89
مسجد کے درخت کے پھول کا حکم	89
مسجد کی بلائی منزل پر سفراء کا قیام کرنا	89
مسجد میں داخل ہونے کی دعاء کہاں سے.....	89
مسجد میں آتے اور جاتے وقت سلام کرنا	90
تبلیغی نصاب مسجد کے مائک پر پڑھنا	91
مسجد میں پیشہ دینے والے کا اعلان کرنا	91
فیس دے کر اعلان کرانا	91
مسجد کے مائک پر چندہ دینے والے کا.....	92
مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا	92
مسجد کے مائک پر اعلان جب کہ اس کے.....	92
مائک پر مسجد کے اندر سے اعلان دینا	93
ایک سے زائد مسجدوں میں مائک پر اذان	93
مسجد کے مائک کا اذان کے علاوہ استعمال	93
مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سے وعظ سنانا	94
مسجد میں کرسی بچھا کر وعظ کرنا	94
جب شب برأت میں مسجد کے مائک پر.....	95
مسجد کی رقم سے بیڑی بھروانا	95
مسجد میں تولیہ وغیرہ رکھنا	95
مسجد کے اندر پائیدان رکھنا	96
مسجد میں اگلدان رکھنا	96
ماہ رمضان میں مسجد کو سجانا	96
دربارِ الٰہی میں دنیا کے کام	96
دنیا کی باتوں سے اجتناب	97
رحمت عالم ﷺ کی پیشگوئی اور امت کو.....	97

مضمون	صفحہ
مسجد میں بیٹھ کر مشورہ کرنا	99
مسجد میں نعت شریف پڑھنا	100
مسجد میں خرید وفروخت کرنا	100
خانہ کعبہ کی تصویر مسجد میں لگانا	101
مسجد نبوی ﷺ کے فوٹو کی طرف رخ.....	101
تصویر والی کتاب مسجد میں پڑھنا	102
مسجد میں مرحوم کے لئے ختم کرنا	102
سحری کے لئے مسجد کی چھت پر نکارہ بجانا	102
مسجد کی چھت پر چڑھ کر شکار کھیلنا	103
مسجد میں نہ جانے کی قسم کھانا	103
مسجد کی دیوار میں دکان کی الماری بنانا	103
مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم کرنا	104
کیا مسجد میں پہنچ کر پہلے بیٹھے	104
تحیۃ المسجد کا حکم	104
مسجد میں نماز جنازہ	105
جنازہ مسجد سے باہر اور مقتدی مسجد کے اندر	106
مساجد کے شہید کرنے پر سزا فوراً کیوں نہیں	106
مسجد پر قبضہ کے لئے گھر بنالینا	107
مسجد کا بیمہ کرانا	107
مسجد کے خادم کے ساتھ رعایت کرنا	107
کیا خادم مسجد کی اولاد کو وراثت کا حق ہے؟	108
مسجد میں حدیث لکھ کر لگانا	108
مساجد میں اشہار والے کیلنڈر وجنتری لگانا	109
غیر مسلم کے پاس مسجد کی امانت ضائع ہوگئی	110
مسجد میں چوری ہو تو کیا متولی پر ضمان ہوگا؟	110
مسجد کی امانت چوری ہوجائے تو ضمان کا حکم	111
مسجد کے حدود سے باہر صف وشامیانہ	111

Marfat.com

مضمون	صفحہ
طوائف کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز	111
فاحشہ کی چیز مسجد میں استعمال کرنا	111
تنخواہ لے کر مسجد میں تعلیم دینا	112
مسجد میں تعلیم کے حدود	112
مسجد کا قرآن پاک استعمال کرنا	113
مسجد کے قرآن کے پارے گھر لے جانا	113
مسجد کے قرآن طلبہ کو دینا	114
مسجد میں بغیر اجازت سرکاری بجلی استعمال کرنا	114
مساجد کی آمدنی محکمہ اوقاف سے چھپانا	115
مٹی کا تیل مسجد میں جلانا	115
مسجد میں چراغ کب تک جلے؟	116
مسجد کا تیل فروخت کرنا	116
مسجد کا تیل وغیرہ امام کو استعمال کرنا	117
مسجد کا تیل یا ڈھیلہ اپنے گھر لے جانا	117
مسجد کا سامان فروخت کرنا	117
مسجد کا پرانا سامان مدرسہ یا مسافر خانہ میں دینا	118
غیر آباد مسجد کو فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا	118
مصالح مسجد کی زمین فروخت کرنا	119
مسجد کی رقم سے وضو کا پانی گرم کرنا	119
مسجد کا گرم پانی بے نمازیوں کو استعمال کرنا	120
مسجد کا گرم پانی گھر لے جانا	120
مسجد کے ٹینک کا پانی گھر لے جانا	121
مسجد کا صحن دھوپ یا بارش میں اگر خالی رہے	121
مسجد میں چہل قدمی کرتے ہوئے وظیفہ پڑھنا	121
مسجد میں ریح خارج کرنا	122
مسجد کے سامنے سڑک پر باجہ وغیرہ بجانا	123
ناپاک کپڑا مسجد میں رکھنا	123
مسجد کے فرش کے قریب کپڑے دھونا	123
خارج مسجد بیع وشراء کرنا	124
مسجد میں تجارت کرنا	124
ٹوپ پہن کر مسجد میں جانا	124
مسجد میں درخت لگانا	124
مسجد کی ضرورت کے لئے صحن کے درخت کاٹنا	125
مسجد کو سجانا	125
دس محرم کو مٹھائی مسجد میں تقسیم کرنا	126
رجب کے کونڈے مسجد میں	126
قریب قریب مسجدوں میں اذان کا حکم	126
اذان کے بعد مسجد سے نکلنا	126
قریب قریب مساجد کا حکم	127
شاہی مساجد کو تفریح گاہ بنانا	127
تبلیغی جماعت کے لئے مسجد کی چیزوں کا.....	128
مسجد میں تبلیغی تعلیم کہاں کی جائے؟	128
مسجد کے حوض کی پیمائش کرنا	128
مسجد کی نئی تعمیر میں قدیم جماعت خانہ کی.....	128
حوض میں پیر وغیرہ دھونا	129
حوض کی جگہ کمرہ تعمیر کرنا	129
جماعت خانہ کے نیچے حوض بنانا	130
مسجد کی جگہ میں کار پارکنگ بنانا	130
مسجد پر حکومت کا قبضہ کرنا	130
مسجد شہید کر کے راستہ بنانا	131
کچھ راستہ مسجد میں لینا	131
نماز کے لئے عورتوں کا مسجد میں جانا	132
آواز والی گھڑی مسجد میں لگانا	133
نقشہ اوقات نماز دوسری مسجد میں منتقل کرنا	133

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مسجد کی جگہ بغیر کرایہ کے دینا	134
مسجد کے کمرے کرایہ پر دینا	134
مسجد کی زمین پر کھیلنا	134
مسجد کی سیڑھی وغیرہ استعمال کرنا	135
مسجد کا سامان کرایہ پر دینا	135
مسجد میں سونا	135
مسجد میں گندھا دھنی سے اجتناب	137
جس کے زخم سے بدبو آتی ہو اسکا مسجد میں آنا	137
کیا ناک کی بدبو والا مسجد میں آسکتا ہے؟	137
خارش اور جزامی کا مسجد میں آنا	139
غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا	139
مساجد میں چھوٹے بچوں کو لانا	139
مساجد کا دروازہ بند کرنا کیسا ہے؟	140
دریاء برد گاؤں کی مسجد کے سامان کا حکم	141
پرانی مسجد کے گر کر بہہ جانے کا اندیشہ ہو	141
مسجد کے پیسے سے مسجد کے لئے بالٹی خریدنا	141
مسجد کی آمدنی سے جنازہ کی چارپائی خریدنا	141
مسجد کے غسل خانہ وگزرگاہ میں دکانیں بنانا	142
غسل خانہ اور وضو خانہ کی چھت کا حکم	142
کیا مسجد کے صحن کا احترام ضروری ہے؟	142
مسجد کے متعلق بیت الخلاء بنانا	143
اگر غسل خانہ میں جانے کا راستہ مسجد میں سے ہو	143
مسجد کے پیسے سے بیت الخلاء بنانا	143
مسجد سے متصل بیت الخلاء	144
مسجد کی ضرورت کے لئے غسل خانوں.....	144
وضو خانہ کے پاس پیشاب خانہ بنانا	144
مسجد میں جو چیز دی جائے وہ کس کا حق ہے؟	145
مسجد کے پنکھے امام کے مکان میں لگانا	145
ایک مسجد کی چٹائی دوسری مسجد میں دینا	145
مسجد کی چیزوں کو عاریۃ دینا	145
مسجد کی جائیداد کو کم کرایہ پر لے کر زیادہ پر دینا	146
سودی کاروبار کے لئے مسجد کی دکان دینا	146
مسجد کو جان کے اندیشہ سے چھوڑنا	146
کیا مسجد کا جنگلہ سترہ کے حکم میں ہے؟	147
مسجد میں بجلی کا پنکھا لگانا	147
مسجد کی روشنی میں اپنا وظیفہ پڑھنا	148
مسجد کا پائپ دوسری مسجد میں دینا	148
مسجد کی آمدنی اس کی ضرورت سے.....	148
مسجد کے دالان کو دفتر بنانا	149
تعلیم دینے کے لئے عورتوں کا مسجد میں.....	149
مسجد کی آمدنی سے تعلیم دینا	149
مسجد میں نماز کے لئے جگہ روکنا	150
مسجد میں افطار کرنا	150
مسجد کی آمدنی سے افطار کرنا	151
مسجد کی آمدنی سے حافظ کو انعام دینا	151
مسجد میں ٹھہرنا اور پنکھا استعمال کرنا	151
مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا	152
مسجد کے صحن میں نماز با جماعت کا حکم	152
مسجد میں ایک دو صف چھوڑ کر امام کا کھڑا ہونا	153
مسجد میں ذکر جہری کرنا	153
مسجد میں دیواروں پر آیات قرآنی لکھنا	154
مسجد میں سیاسی تقریریں	154
مسجد میں کرسی وعظ کہنا	156
مسجد کے لئے مسجد میں چندہ کرنا	156

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قضاءنماز مسجد میں پڑھنا	157	مسجد میں آمد کا ثواب	180
مسجد میں قربانی کرنا	157	مسجد میں جانے کا مسنون طریقہ	181
مسجد میں دی ہوئی چیزوں کو نیلام کرنا	157	مسجد میں وقار واطمینان سے آئے	182
مسجد کا ملبہ نیلام کرنا	158	مسجد میں پیدل آئے	183
اپنے مکانات فروخت کرنا جس سے.....	158	مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرے	183
مسجد کی رقم سے دوسرے کے گھر کی.....	159	دربارِ الٰہی کی صفائی	184
مسجد کے عقد نکاح وقرآن خوانی کے.....	159	صفائی کا ثبوت قرآن سے	184
غیر مسلم کا سجدہ میں لوٹے یا افطاری دینا	160	مسجد کی صفائی کے فضائل	185
مسجد کے لوٹے ذاتی کام میں لینا	160	سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمتِ مسجد	185
مسجد کے فرش پر وضو کرنا	160	مسجد میں تھوکنا گناہ ہے	186
مسجد کے تعمیر ہونے کے بعد وضو کی جگہ بنانا	160	مسجد سے گندگی دور کرنا	186
مسجد پر بورڈ لگا کر کرایہ وصول کرنا	161	مسجد کو گندہ کرنے کی سزا	187
مخلوط مال سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم	161	جاروب کش نگاہ نبوی میں	188
یک جا ایک سو تیس مسائل	162	خدمتِ مسجد ایمان کی علامت ہے	189
مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نماز جنازہ	173	مسجد کی صفائی کا معاوضہ	189
مسجد میں قبریں شامل کرنا	174	خوشبو کی دھونی	190
مسجد کے روپیہ سے قبرستان کیلئے زمین خریدنا	174	مسجد کی صفائی برش سے کرنا	190
مسجد کے اطراف میں مسجد سے اونچا.....	175	وقف اور تولیت	191
احاطہ مسجد واقع قبرستان میں امام کیلئے.....	175	تولیت	191
پرانے قرستان کو مسجد بنانا	175	حق انتخاب	192
مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں رکھنا	176	متولی کے اوصاف	193
قبرستان کی خالی زمین کی آمدنی مسجد میں	176	متولی کے فرائض	193
غیر آباد مسجد میں میت دفن کرنا	177	موجودہ دور میں متولی	195
داخل مسجد میں مردے دفن کرنا	177	تولیت کے لئے شرائط	195
دربارِ الٰہی کے آداب	177	متولی کی غفلت	196
مسجد کی حاضری رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے	178	کتب موقوفہ	197
مسجد کی قربت	179	غیر پابند شرع کو متولی بنانا	197

مضمون	صفحہ
متولی کی ذمہ داریاں	199
متولی کا از خود اپنی تولیت رجسٹرڈ کرالینا	199
غیر مسلم کو مسجد کا متولی بنانا	200
بے نمازی کا متولی ہونا	200
کیا متولی خاندان وقف میں سے ہو؟	200
مسجد کی زائد آمدنی واقف کی اولاد پر	201
مسجد کی تولیت میں وراثت	201
متولی کا شرائط واقف کے خلاف عمل	202
متولی کے اختیارات	202
متولی کے عزل کے اسباب	202
کیا مسجد کا منتظم مسجد سے تنخواہ لے سکتا ہے؟	203
تبدیلی تولیت	203
بانی مسجد کون ہوگا؟	204
اپنے پیسے سے بنائی مسجد کو اپنی ملک سمجھنا	204
کیا متولی کو مسجد کی اشیاء کے استعمال کا.....	205
اگر متولی کی خیانت ثابت ہو جائے	205
متولی کا امام صاحب کو نوکر سمجھنا	206
متولی اور امام میں سلام وکلام نہ ہونا	206
کیا متولی مسجد کا روپیہ معاف کر سکتا ہے؟	207
متولی کا امام کو پیشگی تنخواہ دینا	207
کیا متولی وقف کو فروخت کر سکتے ہے؟	208
کیا متولی مسجد میں نماز پڑھنے سے عوام.....	209
مساجد میں نماز سے روکنا	209
مساجد کا ایک اور نظام عیدگاہ کے نام سے	212
اجتماع عیدین کی اہمیت	212
ملکی اور دینی کام	213
اشاعت وتبلیغ کا موقع	213
عیدگاہ اور مسجد میں کیا فرق ہے؟	214
مسجد کو عیدگاہ بنانا	214
رفع فساد کے لئے دوسری عیدگاہ بنانا	214
چھوٹی بستی میں عیدگاہ بنانا	216
کیا عیدگاہ بنانا ضروری ہے؟	216
عیدگاہ آبادی میں ہونے کی وجہ سے.....	216
رنجش کی وجہ سے دوسری عیدگاہ بنائی گئی.....	217
نام وری کے لئے عیدگاہ بنانا	217
قبرستان کی آمدنی عیدگاہ میں خرچ کرنا	218
ایک سے زائد جگہ عیدگاہ کی نماز	218
دو منزلہ عیدگاہ	219
عیدگاہ میں چھت ڈالنا اور غیر آباد میں.....	219
رہن شدہ زمین پر عیدگاہ بنانا	220
عیدگاہ شہید کر کے سکول بنانا	220
عیدگاہ کا تبادلہ کرنا	220
نمازِ عید کا عیدگاہ میں سنت ہونا	221
عیدگاہ کو مسجد بنانا	221
مسجد کا فرش ومنبر عیدگاہ میں لے جانا	222
احتجاجاً عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنا	223
عیدگاہ کی زمین میں مدرسہ بنانا	223
عیدگاہ میں دوبارہ جماعت کرنا	224
عیدگاہ میں امام صاحب کے لئے چندہ کرنا	224
عیدگاہ کے درخت کٹوا کر مسجد میں صرف کرنا	225
عیدگاہ میں نمازیوں کا انتظار کرنا	225
عیدگاہ سے متعلق مسائل	226
ماخذ ومراجع (کتاب تمت)	231

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

راقم الحروف اپنی اس کاوش ''مسائل مساجد وعیدگاہ'' کو اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے گھر بیت اللہ شریف سے انتساب کرنے کی سعات حاصل کررہا ہے جس کی طرف تمام مساجد کا رُخ ہوتا ہے۔

محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

۵/شوال المکرم۔ یکم جنوری ۲۰۰۱ء

Marfat.com

عرضِ مؤلّف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دینی احکام ومسائل پر احقر کی متعدد کتابیں شائع ہوچکی ہیں، اوروہ خواص وعوام میں مقبول بھی ہیں۔ اوراب الحمدللہ راقم الحروف کی سولہویں کتاب ''مسائل مساجد وعیدگاہ'' پیش ہے جس میں عیدگاہ ومساجد کے تقریباً تمام احکام ومسائل جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مثلاً قبضہ کی ہوئی زمین، قبرستان کی زمین اور منہدم شدہ مساجد کی زمین کے احکامات بھی آگئے ہیں، نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مساجد پر ناجائز قبضہ کرنا، ان کو ڈھانا، ان کو نقصان پہنچانا، یا ان کی جگہ پر کچھ اور تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مساجد کے متولی وصدر وممبر کون لوگ ہوسکتے ہیں اوران کے شرعی اختیارات کیا ہیں، ائمہ مساجد وخطیب حضرات کے حقوق وفرائض کیا ہیں، غرض یہ کہ مساجد اور مصالح مساجد وعیدگاہ سے متعلق تقریباً ایک ہزار مسائل کا مجموعہ محض فضلِ خداوندی اور فیضِ دارالعلوم اوراساتذہ ومفتیانِ کرام دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند کی توجہ کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کا سایۂ عاطفت تادیر صحت وعافیت کے ساتھ قائم رکھے اور سابقہ کتب کی طرح اس کتاب کو بھی قبول فرما کر زادِ آخرت بنائے اور آئندہ بھی کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین

قارئین کے اصرار کے باوجود کتاب کی کتابت وطباعت میں غیر معمولی تاخیر کی وجہ میرے بڑے بھائی محمد اسعد صدیقی کی اچانک موت ہے۔ جو مورخہ ۹/ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۳/ جون ۲۰۰۰ء کو دل کے دورہ کے سبب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ ناظرین سے بھائی صاحب مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

طالبِ دعاء

محمد رفعت قاسمی خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

مؤرخہ ۵/ شوال ۱۴۲۱ھ، یکم جنوری ۲۰۰۱ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انما یعمر مسٰجد اللّٰہ من امن باللّٰہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللّٰہ فعسیٰ اُولٰئک ان یکونوا من المھتدین O

وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے سو امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہوویں ہدایت والوں میں۔

خلاصہ تفسیر

یعنی مسجدوں کو آباد کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈریں سو ایسے لوگوں کے متعلق توقع ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔

مطلب یہ ہے کہ مساجد کی اصلی عمارت صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے احکامِ الٰہی کے پابند ہوں، اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور نماز اور زکوٰۃ کے پابند ہوں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، اس جگہ صرف اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان کا ذکر کیا گیا، رسولؐ پر ایمان کے ذکر کرنے کی اس لیے ضرورت نہ سمجھی گئی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی کوئی صورت بجز اس کے ہو ہی نہیں سکتی کہ رسول پر ایمان لائے، اور اس کے ذریعے جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئیں ان کو دل سے قبول کرے، اس لیے ایمان باللہ میں ایمان بالرسول فطری طور پر داخل ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابۂ کرامؓ سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان کیا چیز ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان یہ ہے کہ آدمی دل سے اس کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں، اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اس حدیث نے بتلا دیا کہ رسول پر ایمان لانا اللہ پر ایمان لانے میں داخل اور شامل ہے۔ (مظہری بحوالہ صحیحین)

بعض مسائل متعلقہ آیت

اور عمارتِ مسجد جس کے متعلق ان آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ مشرک، کافر نہیں کر سکتے بلکہ وہ صرف نیک صالح مسلمان ہی کا کام ہے، اس سے مراد مساجد کی تولیت اور انتظامی ذمہ داری ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی کافر کو کسی اسلامی وقف کا متولی اور منتظم بنانا جائز نہیں، باقی رہا ظاہری در و دیوار وغیرہ کی تعمیر سو اس میں کسی غیر مسلم سے بھی کام لیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

(تفسیر مراغی)

اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم ثواب سمجھ کر مسجد بنا دے یا مسجد بنانے کے لیے مسلمان کو چندہ دیدے تو اس کا قبول کر لینا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ اس سے کسی دینی یا دنیوی نقصان یا الزام کا یا آئندہ اس پر قبضہ کر لینے کا یا احسان جتلانے کا خطرہ نہ ہو۔ (ردالمختار، شامی، مراغی) اور اس آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ مساجد کی عمارت اور آبادی صرف نیک مسلمان ہی کا کام ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص مساجد کی حفاظت، صفائی اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا ہے، اور جو عبادت اور ذکر اللہ کے لیے یا علمِ دین اور قرآن پڑھنے پڑھانے کے لیے مسجد میں آتا جاتا ہے، اس کے یہ اعمال اس کے مومن کامل ہونے کی شہادت ہے۔

امام ترمذی اور ابنِ ماجہ سے بروایت ابوسعید خدریؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کی حاضری کا پابند ہے تو اس کے ایمان کی شہادت دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ انما یعمر مسٰجد اللہ من امن باللہ، اور صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح شام مسجد میں حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا ایک درجہ تیار فرما دیتے ہیں۔

اور حضرت سلمان فارسیؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں آیا وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا مہمان ہے اور میزبان پر حق ہے کہ مہمان کا اکرام کرے۔ (مظہری بحوالہ طبرانی، ابن جریر، بیہقی وغیرہ)

مفسر قرآن حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عمارتِ مسجد میں یہ بھی داخل ہے کہ مسجد کو ایسی چیزوں سے پاک کرے جن کے لیے مسجدیں نہیں بنائی گئیں، مثلاً خرید و

Marfat.com

فروخت، دنیا کی باتیں، کسی گم شدہ چیز کی تلاش، یا دنیا کی چیزوں کا لوگوں سے سوال، یا فضول قسم کے اشعار، جھگڑا، لڑائی اور شور وشغب وغیرہ۔ (مظہری) (معارف القرآن ص ۳۳۱ جلد ۴)

مساجد کی اہمیت وعظمت

جو عظیم ووسیع مقاصد نماز سے وابستہ ہیں ان کی تحصیل وتکمیل کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ نماز کا کوئی اجتماعی نظام ہو، اسلامی شریعت میں اس اجتماعی نظام کا ذریعہ مسجد اور جماعت کو بنایا گیا ہے، ذرا غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس امت کی دینی زندگی کی تشکیل وتنظیم اور تربیت وحفاظت میں مسجد اور جماعت کا کتنا بڑا دخل ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو جماعتی نظام کے ساتھ نماز ادا کرنے کی انتہائی تاکید فرمائی اور ترکِ جماعت پر سخت سے سخت وعیدیں سنائیں (جیسا کہ ناظرین عنقریب ہی پڑھیں گے) اور دوسری طرف آپ نے مساجد کی اہمیت پر زور دیا اور کعبۃ اللہ کے بعد بلکہ اسی کی نسبت سے ان کو بھی ''خدا کا گھر'' اور امت کا دینی مرکز بنایا اور ان کی برکات اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ان کی عظمت محبوبیت بیان فرما کر اُمت کو ترغیب دی کہ ان کے جسم خواہ کسی وقت کہیں ہوں لیکن ان کے دلوں اور ان کی روحوں کا رخ ہر وقت مسجد کی طرف رہے، اسی کے ساتھ آپ نے مسجد کے حقوق اور آداب بھی تعلیم فرمائے۔ اس سلسلہ کے آپ ﷺ کے چند ارشادات ذیل میں پڑھیئے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب البلاد الی اللہ مساجدھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقھا۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہروں اور بستیوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ان کی مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض اُن کے بازار اور منڈیاں ہیں۔ (صحیح مسلم)

تشریح انسان کی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک ملکوتی وروحانی، یہ نورانی اور لطیف پہلو ہے، اور دوسرا مادی وبہیمی جو ظلماتی اور کثیف پہلو ہے۔ ملکوتی وروحانی پہلو کا تقاضا اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا ذکر جیسے مقدس اشغال واعمال ہیں، انھیں سے اس پہلو کی تربیت وتکمیل ہوتی ہے اور انھیں کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ومحبت کا مستحق ہوتا ہے۔ اور ان مبارک اشغال واعمال کے خاص مراکز مسجدیں ہیں جو ذکر وعبادت سے معمور رہتی ہیں اور اس کی وجہ سے

ان کو ''بیت اللہ'' سے ایک خاص نسبت ہے۔اس لیے انسانی بستیوں اورآبادیوں میں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب یہ مسجدیں ہی ہیں۔ اور بازار اور منڈیاں اپنے اصل موضوع کے لحاظ سے انسانوں کے مادی وبہیمی تقاضوں اورنفسانی خواہشوں کے مراکز ہیں اوروہاں جاکرانسان عموماً خدا سے غافل ہوجاتے ہیں اوران کی فضا اس غفلت اورمنکرات ومعصیات کی کثرت کی وجہ سے ظلماتی اورمکدر رہتی ہے۔اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں انسانی آبادیوں کاسب سے زیادہ مبغوض حصہ ہیں۔

حدیث کی اصل روح اوراس کامنشاء یہ ہے کہ اہل ایمان کوچاہئے کہ وہ مسجدوں سے زیادہ سے زیادہ تعلق رکھیں اوران کو اپنامرکز بنائیں۔ اورمنڈیوں اوربازاروں میں صرف ضرورت سے جائیں اوران سے دل نہ لگائیں اوروہاں کی آلودگیوں سے مثلاً جھوٹ، فریب اوربددیانتی سے اپنی حفاظت کریں۔ان حدود کی پابندی کے ساتھ بازاروں سے تعلق رکھنے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ ایسے سوداگروں اورتاجروں کوخودرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی ہے جو اللہ کے احکام اوراصولِ دیانت وامانت کی پابندی کے ساتھ تجارتی کاروبارکریں، اوریہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ بیت الخلاء غلاظت اورگندگی کی جگہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ اصلاً سخت ناپسندیدہ مقام ہے لیکن ضرورت کے بقدراس سے بھی تعلق رکھا جاتا ہے، بلکہ وہاں کے آنے جانے میں اورقضاءحاجت میں اگربندہ اللہ تعالیٰ کے احکام اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وسنن کالحاظ رکھے توبہت کچھ ثواب بھی کماسکتا ہے۔

(معارف الحدیث ص ۱۷۱ جلد ۳ وحجۃ اللہ البالغہ ص ۳۰۲ ومظاہر حق جدید ص ۵۹۵ جلداول)

جہاں مسجد کی ضرورت ہووہاں بنانے کا اجر

مسجدیں خدا کا گھر اوراسلام کے ایک نہایت عظیم الشان فریضہ کی ادائیگی کامرکز ہیں، نماز پڑھنے کوتو آدمی جہاں چاہے پڑھ سکتا ہے، تمام روئے زمین اس امت کے لیے سجدہ گاہ ہے مگر جوخوبی، جواجروثواب اورمتعدد ومختلف مصالح وحکمتیں مسجد کے اندر باجماعت نماز ادا کرنے میں ہیں وہ کہیں اورنہیں۔اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدیں تعمیر کرنے کااجروثواب اوراس کے آداب وشرائط کابیان تفصیل سے فرمایاہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان میں ''جہاں ضرورت ہو'' کالفظ بڑھا کرایک بہت

Marfat.com

اہم چیز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مسجدیں تعمیر کرنے کا اجروثواب سن کر ہوسکتا ہے (بلکہ بارہا ہوچکا ہے) کہ ایک شخص کوشوق پیدا ہوجائے اور وہ ایک پہلے سے موجود مسجد کے برابر میں دوسری مسجد بنا کر کھڑی کردے تو یہ شوق کا بے محل مصرف ہے، مسجد ایسی جگہ بنائی جائے جہاں ضرورت ہو۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب ممالک فتح ہوئے اور مسجدیں بنانے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عمرؓ نے حکم جاری کردیا کہ ان لاینبوافی مدینة مسجدین یضار احدهما صاحبه[1] یعنی ایک شہر میں دو مسجدیں اس طرح نہ بنائیں کہ ایک سے دوسری کو نقصان پہنچے۔ یعنی دوسری مسجد اگر بنائی جائے تو اتنے فاصلہ سے بنائی جائے کہ پہلی مسجد کی جماعت پر اس سے کوئی اثر نہ پڑے۔ عن عثمانؓ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنى مسجدا يبتغى وجه الله بنى الله له بيتا فى الجنة۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کوئی مسجد بنائی اور اس سے وہ (صرف) خدا کی رضا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک (عظیم الشان)[2] محل تعمیر فرمادیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

وعن ابى ذررضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنى لله مسجداً قدرمفحص قطاة بنى الله له بيتا فى الجنة۔

(رواه البزاروالفظ له والطبرانى فى الصغير ورجاله ثقات وابن حبان فى صحيحه[3])

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ (کی رضا) کے لیے بٹیر کے گھونسلے کے برابر بھی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں شاندار محل تعمیر کردے گا۔ (بزار، طبرانی فی الصغیر، ابن حبان)

وعن عمربن الخطاب رضى الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من بنى الله مسجدا يذكر فيه بنى الله له بيتا فى الجنة۔ (رواہ ابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ)

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی جس میں اللہ کا ذکر (اس کی عبادت) ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک عالی شان محل تیار کردے گا۔ (ابن ماجہ، ابن حبان)

تشریح جو شخص اللہ کا گھر بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کا گھر بنادے گا اور ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی اپنی شان کے مطابق ہی بنائے گا۔ بندہ اپنی بساط کے بقدر بنائے گا اور احکم الحاکمین اپنے شانِ

Marfat.com

شایان[1]۔ لہٰذا اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ہر عمل کا ثواب دس گناہ ہوتا ہے تو ایک مسجد کے بدلے دس مکان کیوں نہیں فرمایا گیا۔

اور بٹیر کے گھونسلے کے برابر مسجد کا مطلب عام طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے یعنی چھوٹی سے چھوٹی مسجد بھی بنادی تب بھی وہ اس اجر وثواب کا مستحق ہوگا، لیکن اس ناچیز کے خیال میں اس کا مصداق وہ مسجدیں ہیں جو بہت سے لوگوں کی شرکت سے بنتی ہیں جن میں کوئی بے چارہ دس بیس ہی پیسوں سے شرکت کرتا ہے جس کے حصے میں صرف ایک دو اینٹ آتی ہے جو یقیناً بٹیر کے گھونسلے کے برابر ہوگی۔ گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ جس نے کم سے کم حصہ بھی لیا وہ بھی اجر وثواب کا مستحق ہے۔ چنانچہ ابنِ ماجہ اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت میں کمفحص قطاۃ اواصغر کے الفاظ ہیں یعنی بٹیر کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی۔

حضرت عمرؓ والی اس روایت کے الفاظ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسجدیں تلاش کر کے ایسی جگہوں پر بنائی جائیں جہاں واقعی ضرورت ہو اور مسجد آباد رہ سکے۔

وعن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان مما يلحق المومن من عمله وحسناته بعد موته علما علمه ونشره او ولداً صالحاً تركه اومصحفاً ورّثه اومسجداً بناه اوبيتاً لابن السبيل بناه اونهرا اجراه اوصدقة اخرجها من ماله فى صحة وحياته تلحقه من بعد موته۔ (رواہ ابن ماجۃ باسناد حسن واللفظ لہٗ وابن خزیمہ فی صحیحہ والبیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن اعمال اور نیکیوں کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے، ان میں سے وہ علم ہے جو دوسروں کو سکھایا اور پھیلایا ہو، یا نیک اولاد چھوڑی ہو، یا وہ قرآن مجید جو (اپنے رشتہ داروں یا اور لوگوں کے پڑھنے کے لیے) چھوڑا ہو، یا مسجد تعمیر کی ہو، یا مسافروں کے لیے کوئی مسافر خانہ تعمیر کیا ہو، کوئی نہر کھدوائی ہو، یا جو خیرات اس نے اپنی زندگی میں زمانۂ صحت میں اپنے مال میں سے نکال دی تھی، ان تمام اعمال کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہے گا۔ (ابن ماجہ بسند حسن صحیح ابن خزیمہ، بیہقی)

تشریح رسول اکرمؐ نے متعدد احادیث میں ایسے بہت سے اعمال بیان فرمائے ہیں جن کا اَجر

---

[1] تفسیر کشاف جلد اول ص ۱۰۸، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۴۵۹۔

[2] علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ''بیتاً'' میں تنوین تکثیر و تعظیم کے لیے ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۴۴۹)

[3] الترغیب ومجمع الزوائد جلد ۲، ص ۷ وتخریج العراقی علی الاحیاء جلد ۱، ص ۱۳۵)

انسان کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ تمام احادیث کے مجموعے سے ایسے اعمال کی مجموعی تعداد بعض علماء نے دس، بعض نے چودہ اور بعض نے کچھ اور کم وبیش بیان کی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسے اعمال کی تحدید کرنا مشکل ہے اور نہ احادیث کے الفاظ سے کوئی تحدید معلوم ہوتی ہے خود اس روایت کے الفاظ "ان مما یلحق" میں "من" تبعیضیہ اسی کو ظاہر کر رہا ہے کہ منجملہ اور اعمال کے چند یہ بھی ہیں۔

ایسے اعمال "صدقہ جاریہ" کہلاتے ہیں اور ہر وہ عمل اس میں شامل ہے جس کا فائدہ دیر پا ہو اور ایک عرصہ تک لوگ اس سے دینی یا دنیوی فائدے حاصل کرتے رہیں۔ (الترغیب ج ۱ ص ۳۸۴ تا ج ۱، ص ۳۸۷، معارف الحدیث ج ۳ ص ۱۸۱، نسائی شریف ج ۱ ص ۱۱۲ و مسلم ج ۱ ص ۲۰۱ و ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۴، مظاہرِ حق ص ۵۹۵ جلد ۱)

مساجد کا قدرتی نظام

جامع مسجد کا مرتبہ ظاہر ہے، ہفتہ میں ایک مرتبہ یہ ایک بڑی تعداد کو اپنے دامن میں لے کر یکجا کر دیتی ہے۔ اور محلّہ کی مسجد دن رات کے پانچ وقتوں میں اپنے محلّہ کے ایمان والوں سے پُر نور رہتی ہے۔ محلّہ کی مسجد میں جماعت کا جو اہتمام رہتا ہے شارع عام کی مسجد کو حاصل نہیں ہوتا، غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے اجتماع اکے التزام اور اس کے عظیم الشان ہونے میں بھی مرتبہ کی بلندی مضمر ہے۔[1]

(چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت میں افضل منہ اور ایک میں اوسع منہ کے الفاظ آئے ہیں۔)

(الترغیب وجمع الزوائد جلد ۲ ص ۷، وص ۸)

انفرادی طور پر نماز پڑھی جا سکتی ہے اور نفل نمازیں پڑھی جاتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضہ ہوا کہ فرض نمازوں کو اجتماعی شکل دی جائے اور پراگندہ ومنتشر افراد کی شیرازہ بندی کا مظاہرہ کیا جائے اور قرآن شریف نے تالیفِ قلوب کا جو احسان جتلایا ہے اس کا عملی طور پر بھی رات دن اعلان ہوتا رہے چنانچہ اس کے لیے ایک مستقل نظام قائم کیا۔ جس قدرتی نظام میں سارے مؤمنوں کو حتی الوسع یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم اس نظام کو "نظامِ مسجد" سے تعبیر کرتے ہیں، اس کی عظمتِ شان دلوں میں بٹھانے کے لیے ابتدائے آفرینش سے اس

Marfat.com

سلسلہ کو جاری فرمایا اور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ اس کو خوب مستحکم کر دیا گیا، جس کی تفصیل آئندہ آئے گی، آپ نے اس نظام کی بنیاد خود اپنے ہاتھوں رکھی اور حکم فرما دیا کہ ہر ہر محلّہ اور آبادی میں اس نظام کو پوری پختگی اور جرأت سے قائم کیا جائے کیونکہ اس میں دینی اور دنیوی، حسّی اور معنوی بے شمار فائدے ہیں۔

اس نظام میں جس کو ہم مسجد کہتے ہیں بہت عمدہ تدریجی ترقی ملحوظ رکھی گئی ہے، ہفتہ بھر ہر محلّہ اور آبادی اپنے محلّہ اور گاؤں کی مسجد میں جمع ہو کر پنج وقتہ نماز ادا کرتی ہے، پھر یہ پانچ وقت ہر ایک کے لیے متعین ہیں، کوئی اس کے خلاف کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تاکہ ایک ہی وقت میں پوری دنیا اپنی اپنی جگہ عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جس طرح دنیا میں کوئی شخص اکیلا نہیں آیا ہوا ہے اور نہ تنہائی کوئی کام انجام دے سکتا ہے بلکہ اپنی دنیاوی زندگی میں وہ اپنے بہت سے معین ومددگار اور حامیوں کا محتاج ہے، دوستوں، بھائیوں، بہی خواہوں اور بے شمار ساتھیوں کے تعلقات کے ساتھ خوشگوار زندگی جکڑی ہوئی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام میں بھی بندہ کو اپنے شرکاءِ کار، ہاتھ بٹانے والوں اور مدد کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ ایک خدا کے ماننے والے، ایک رسول کے امّتی، ایک کتاب مقدس کے قانون کے پابند، اور ایک دین کے پیروکار اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ایک پاک جگہ جمع ہوں اور ایک مقصد کی خاطر، عاجزی، تواضع اور ذلت ومسکنت کا اظہار کریں، اور پروردگارِ عالم سے حصولِ مقصد کے لیے دعاء اور مناجات کریں اور منظّم ہو کر شیطانِ رجیم کا مقابلہ کریں، کیونکہ اگر ہر ایک نے دوسرے کی پشت پناہی نہ کی، منظّم ہو کر صف بستہ نہ ہوئے تو دشمن کا لشکر منتشر اور پراگندہ اَفراد کو موقع پا کر شکست دے سکتا ہے۔

پھر یہ تنظیم کھوکھلی نہ ہو، بلکہ ہر پہلو اور ہر اعتبار سے مستحکم اور ٹھوس ہو، ظاہری اُجتماع کے ساتھ باطنی اجتماع بھی پختہ تر ہو۔ جسم کی صفوں کی درستی کے ساتھ دل کی صفوں کی درستی بھی ہو اور ظاہری پاکی وصفائی سے بڑھ کر باطن کی پاکی اور صفائی حاصل ہو، ایک ہی اصول کے سب پابند اور ایک ہی امیر یا امام کے سب تحت میں ہوں۔

چنانچہ اسلام نے اس کا ایسا ہی مستحکم نظام قائم کیا ہے، مسجد کے نام سے ایک خاص گھر بنا دیا گیا ہے جس میں کسی خاص شخص کی نہ ملکیت ہوتی ہے اور نہ اس کا شخصی قبضہ، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ

کا گھر کہلاتا ہے، اس میں سارے مسلمان برابر کے شریک ہیں۔ اجتماع کے خاص خاص وقت متعین کر دیئے گئے ہیں، تاکہ ایک ہی وقت میں دنیا کے سارے اراکینِ اسلام اپنی اپنی اس قدرتی اسمبلی میں جمع ہو جائیں۔ اور پھر کس طرح؟ کہ سب مل کر ایک امام کے پیچھے ایک ساتھ شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہو جائیں، اُٹھنے، بیٹھنے، کھڑے ہونے اور تمام حرکت وسکون میں اسی ایک کی پیروی کریں، نہ کوئی امام سے پہلے جھک سکتا ہے، نہ اُس سے پہلے قیام وقعود کر سکتا ہے، اور نہ کوئی ایسی حرکت کر سکتا ہے جو اس کے خلاف ہو، سب کے سب چاہے امیر ہوں چاہے غریب، بادشاہ ہوں یا کہ گدا، اسی کی متابعت کرتے ہیں، اور یکجائی اظہارِ بندگی کرتے ہیں۔ اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں، ورنہ کم سے کم یہ کہ وہ تو ہمیں ضرور دیکھ رہا ہے۔

پورے ہفتہ کے بعد ایک مخصوص دن پہنچا تو ایک قدم اور بڑھایا، محلّہ محلّہ، اور بستی بستی کے مسلمان نہا دھو کر حسبِ استطاعت خوشبو لگا کر اپنے اپنے گھروں سے نکلے، مسجد کا راستہ ایک عمدہ منظر پیش کر رہا ہے، سب ہر طرف سے آ کر ایک ہی گھر میں داخل ہو رہے ہیں، آج نسبتاً صاف ستھرے ہیں، چہروں پر وجاہت ہے اور چال میں وقار کی نمایاں جھلک، دیکھتے ہی دیکھتے مسجد بھر گئی، محلّہ کے سب مسلمان یکجا ہو گئے، سنتیں پڑھی گئیں، اور لوگ تسبیح وتہلیل اور تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو گئے۔

امام نکلا، مؤذن نے اذانِ ثانی پڑھ کر لوگوں کی توجہ امام کی طرف پھیر دی، وہ سامنے کھڑا تلقین کر رہا ہے اور سب ہمہ تن متوجہ ہو کر سن رہے ہیں۔ جب اس کی آواز میں تیزی پیدا ہوئی اور آنکھیں سرخ ہو گئیں تو پھر کتنے دل کانپ اُٹھے، کتنے جسموں پر لرزہ پڑ گیا، خشیتِ الٰہی اور محبت مولیٰ کی ملی جلی کیفیت نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا، خطبہ ختم ہوا، نماز ادا کی گئی مگر کس شان سے؟ کہ آج جب ایک فرد (امام) اللہ اکبر کہتا ہے تو سارے شہر کے مسلمان اللہ اکبر کہتے ہیں، وہ جب رکوع میں جھکا تو سب کے سب بے چون وچرا رکوع کے لیے جھک گئے اور جب وہ سجدے میں گرا تو سب کے سب اکٹھے سجدے میں گر پڑے۔ اور امیر وغریب کی تمیز اُٹھ گئی۔

دوسری طرف خوبی یہ ہے کہ ایک امام کی پیروی اس نظام کی روح ہے، لشکر اور فوج کو کمانڈر اور امیر کی اطاعت کی تعلیم دی جاتی ہے، ایک بگل پر اکٹھا ہونے کی مشق کرائی جاتی ہے، اس شعبہ پر لاکھوں، کروڑوں روپے پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں، مگر پھر بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ پورا نظم وضبط باقی رہ سکے گا، لیکن نظامِ مساجد میں امام کی پیروی کا یہ حال ہے کہ

Marfat.com

اس سے اس کو کوئی مَفَر نہیں، دس سال کی عمر سے لے کر موت تک اس کی مشق ہوتی ہے اور کمال یہ ہے کہ کسی دن ناغہ کا نام ہی نہیں، الا ماشاء اللہ۔

اس اجتماعی نظام سے بڑھ کر کوئی اور نظام ممکن بھی ہے؟ دنیا کا کوئی پولیٹیکل نظام اس قدرتی نظام مساجد کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا، جو بکھرے ہوئے انسانوں کو بتدریج جمع کر دیتا ہے اور منتشر افراد کی بات بات میں شیرازہ بندی کا کام انجام دیتا رہتا ہے، اس نظام میں کاہلی پر ہر دن ضرب کاری لگتی رہتی ہے، اور ہر پہلو سے یہ عالمی نظام ایک کو دوسرے سے جوڑ دیتا ہے۔

دنیوی اور دینی اصلاح

اس شان وشکوہ سے ہفتہ کی جو عبادت ادا کی گئی، اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے ماہرین اور دینی و دنیوی دورِ حیات کے تجربہ کار شریک تھے۔ رؤسا تجار، غرباء، فقراء، علماء، صوفیاء اور وہ لوگ بھی جوق در جوق تھے جن کو علم وفضل سے کوئی مَس نہیں۔

ہر ایک نے دوسرے کو عبرت وبصیرت کی آنکھوں سے دیکھا، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نقشہ کھینچ گیا، تاجروں اور رئیسوں کو مسلمانوں کی اقتصادی ومعاشی حالت کی طرف توجہ ہوئی، علماء کرام کو علمی اور دینی سُدھار کی فکر ہوئی صوفیاء کی نظر تزکیۂ قلوب کی طرف گئی۔ غریبوں میں محنت کی اُمنگ پیدا ہوئی، فقیروں کی خودداری میں جوش آیا، اَن پڑھ اور جاہلوں کے دلوں میں اشتیاق علوم نے کروٹ لی اور بے عملوں کا جذبہ اُبھرا۔

آپ نے غور کیا، یہ کون سا دن تھا، اور کون سی مسجد؟ جمعہ کا دن تھا اور جامع مسجد، جس کا یہ روح افزاء اور حیات بخش نظر آنکھوں کو ذخیرہ کر رہا تھا۔

یاایھاالذین اٰمنوا اذانودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الٰی ذکراللّٰہ وذروالبیع ذٰلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون۔ (جمعہ۔۲)

یہ قدرتی ہفتہ وار اجتماع ''نظام مساجد'' کے سلسلہ میں ہر ماہ چار مرتبہ ہوتا ہے، اور کبھی کبھی مہینہ میں پانچ مرتبہ بھی، اس اجتماع سے قوم وملک کو ہمیشہ فائدے پہنچتے رہے۔

سالانہ تنظیم

اس نظم وضبط کے ساتھ سال کے بارہ مہینے گزرتے ہیں، مگر ان میں دو مخصوص دن ذرا

9۲۶۱۵

اور امتیازی شان رکھتے ہیں، اور ان دنوں کا قدرتی اجتماع اور زیادہ مفید اور مہتم بالشان ہوتا ہے۔

اب اس کی ضرورت رہ گئی تھی کہ کوئی ایسی مسجد بھی ہوتی، جو ساری دنیا کے خداپرستوں کو یکجا کر دیتی، اور یہ نظام مساجد اس طرح عالمگیر ہونے کا دعویٰ کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نظام سے اس کمی کو بھی پورا کر دیا ہے، ان دو مخصوص دنوں میں ایک ایسا دن بھی ہر سال آتا ہے جو اس اہم کام کی انجام دہی کر دیتا ہے، یہ ذی الحجہ کا مہینہ اور سنتِ ابراھیمی کی یاد تازہ کرنے کا دن ہے۔

یہ بھی ایک مسجد ہی کا فیض وکرم ہے جس نے ساری دنیائے اسلام کے نمائندوں کو ایک تاریخ، ایک دن اور ایک شہر میں جمع کر دیا، اس مسجد کا نام مسجدِ حرام ہے جس کو بیت اللہ بھی کہتے ہیں۔

''اسلام کا نظامِ مساجد''

از حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مدظلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند

مساجد کی ایک عظمتِ شان یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ سفر سے جب واپس ہوتے تو سب سے پہلے مسجد ہی میں تشریف لاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے، وہاں لوگوں سے مل جُل کر گھر تشریف لے جاتے۔ آپ کے بعد صحابۂ کرامؓ کا واپسی سفر پر یہی دستور ہو گیا تھا کہ مسجد میں اُترتے، نماز ادا کرتے پھر منزلِ مقصود کی طرف چلتے، اب بھی مسلمانوں کے لیے یہی طریقہ مسنون ہے۔ (مسلم شریف ص ۲۴۸ جلد اول)

اعتکاف جو ایک سنت طریقہ ہے اور بیش قیمت فوائد پر مشتمل ہے اس کے لیے بھی مسجد شرط ہے۔

مسجد کس کو کہتے ہیں؟

مسئلہ مسجد ایسی جگہ، ایسی زمین اور ایسے مکان کا نام ہے جس کو کسی مسلمان نے اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت فرض نماز ادا کرنے کے لیے وقف کر دیا ہو۔ (فرضِ عین کی قید اس لیے ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھنے کی جگہ اور عیدگاہ اس تعریف میں شامل نہ ہو، کیونکہ دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ (رفعت قاسمی)

اس عمارت، تعمیر در و دیوار اور چھت یا چھپر کا ہونا شرط نہیں ہے۔

(طحطاوی ج ۲ ص ۵۳۶ و قاضی خاں ص ۷۱۲ جلد ۴)

Marfat.com

المسجد والمسجد۔ سجدہ گاہ۔ عبادت گاہ (ج) ساجد۔ المسجد الحرام۔ بیت اللہ شریف۔ المسجد الاقصیٰ۔ مسجد بیت المقدس۔ المسجدان مکہ ومدینہ کی مسجدیں۔ سجد (ن) سجوداً عبادت کے لیے زمین پر پیشانی کو رکھنا۔ السجادۃ۔ بہت سجدہ کرنے والا۔ السجادۃ والمسجدۃ۔ جائے نماز۔

(ص ۳۶۱ مصباح اللغات)

مسئلہ جگہ زیادہ ہو تو مسجد کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک عمارت والا، دوسرا خالی۔ عمارت والی جگہ میں بارش وسردی کے موسم میں نماز پڑھی جاتی ہے، جس کو ''مسجد شتوی'' اور جماعت خانہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ بلا عمارت کی جگہ میں گرمی کے موسم میں نماز پڑھی جاتی ہے جس کو ''مسجد صیفی'' اور صحن مسجد سے تعبیر کرتے ہیں، جس طرح بارش وسردی کے موسم میں جماعت خانہ (اندرونی) میں نماز باجماعت ہوتی ہے، اسی طرح گرمی کے موسم میں مسجد کے صحن میں نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے، اور یہ دونوں حصے مسجد میں شامل ہیں۔ (شامی ص ۱۷۱ جلد اول پر دونوں حصوں کو مسجد ہی کہا گیا ہے)

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۰ جلد ۲)

مسئلہ مسجد کے معنی لغت میں سجدہ گاہ کے ہیں اور اسلام کی اصطلاح میں مسجد اس جگہ کا نام ہے جو مسلمانوں کی نماز کے لیے وقف کر دی جائے۔

(آپ کے مسائل ص ۱۱۳ جلد ۳ و مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۴۴۱ جلد ۱)

مسجد بنانا فرض ہے یا واجب؟

مسئلہ ہر شہر وقصبہ وگاؤں میں مسجد کے لیے بقدرِ ضرورت زمین وقف کرنا تو وہاں کے مسلمانوں پر واجب علی الکفایہ ہے، باقی عمارت بنوانا فرض نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

(امداد الاحکام ص ۴۴۹ جلد ۱ و شامی ص ۱۰۳ جلد ۳)

مسجد کا خرچ ذاتی پیسے سے ہو یا چندہ سے؟

مسئلہ جبکہ بانی مسجد کی اَولاد اپنے ذاتی پیسہ سے مسجد کی ضروریات پوری کرتی اور انتظام درست رکھتی ہے اور کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہے تو دوسرے لوگوں کو دخل دینے اور انتظام سنبھالنے اور چندہ کر کے تعمیر وغیرہ وہاں بنانے کا حق نہیں، نہ کسی تصرف کا حق ہے، اگر کوئی انتظامی شکایت ہو تو متولی ومنتظم سے کہہ کر اس کا انتظام کرالیں۔ ہاں اگر ان کے پاس پیسہ نہ ہو تو

پھر ضروریاتِ مسجد کے لیے چندہ کرلیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۵ ج ۱۵)

نقصان شدہ شے کا ضمان مسجد میں دینا؟

مسئلہ جس نے جتنا نقصان کیا ہے اس کی قیمت وصول کرنے کا حق ہے، پھر اس قیمت کو اپنے کام میں لائے یا مسجد کے لیے دیدے درست ہے، اور یہ اس وقت ہے کہ اس کی مملوکہ چیز کا نقصان کیا ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۹ جلد ۱۲)

مسجد کے لیے حکومت سے امداد لینا؟

سوال حکومت کے دیئے ہوئے خزانہ سے رقم جو کہ لاٹری بورڈ کے ٹیکس اور ہر قسم کی حلال وحرام اور جائز وناجائز اشیاء کے ٹیکسوں پر مشتمل ہو، مساجد کی تعمیر وتوسیع یا مرمت کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب سرکار نے جب جائز اور ناجائز آمدنی کو مخلوط کردیا اور اس مخلوط آمدنی سے مسجد کے لیے رقم دی تو اس کو حرام نہیں کہا جائے گا، اس کو لینا اور مسجد میں صرف کرنا شرعاً درست ہے۔

چونکہ خلط استہلاک ہے (مل کر ہلاک کے حکم میں ہوگیا) جب حکومت نے جائز و ناجائز کو مخلوط کردیا اور اس پر قبضہ کرلیا تو حکومت اس کی مالک ہوگئی، اور حکومت نے جن سے غلط طریقہ پر لیا ہے ان کو ضمان دینا لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۳ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد کے لیے سرکار سے قرض (لون) لینا جس میں سود دینا پڑتا ہے، اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۷ جلد ۲)

مسجد کا روپیہ مدرسہ میں خرچ کرنا؟

مسئلہ مسجد کی آمدنی کا پیسہ مسجد ہی میں خرچ کرنا لازم ہے، مدرسہ وغیرہ کا تعمیر یا دیگر ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، جنہوں نے وہ پیسہ مدرسہ میں خرچ کیا وہ ذمہ دار ہیں۔ مسجد بھی خدا کی ہے اور مدرسہ بھی خدا کا ہے مگر ایک کی آمدنی دوسرے کی آمدنی میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے جس طرح کہ ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا جائز نہیں، ورنہ سب نظام گڑبڑ ہوجائے گا۔ لیکن اگر مدرسہ اصل ہو اور اس کے لیے ہی مسجد بنائی جائے، مسجد کے اخراجات مدرسہ سے پورے کیے

Marfat.com

جائیں گے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۵ جلد ۱۲)

مسجد میں شیعوں کا چندہ؟

مسئلہ اہلِ سنت والجماعت اور فرقۂ اثنا عشریہ کے عقائد میں بیّن فرق ہے، لہٰذا خالص دینی اور مذہبی معاملہ میں ان سے چندہ نہ لیا جائے، اگر وہ خود دینا چاہیں تو وہ کسی سُنّی مسلمان کو ہبہ کردے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے دیدے تو لے سکتے ہیں، اگر وہ شخص رقم دے چکا ہے، تو اگر واپس کرنا نامناسب ہو تو بادلِ ناخواستہ بیت الخلاء پیشاب خانہ، غسل خانہ میں استعمال کرلی جائے، یا پھر مسجد کا مکان بنانے میں استعمال کی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۹ جلد ۶)

کفر کی حالت کا روپیہ مسجد میں خرچ کرنا

سوال ایک نومسلم اسلام میں داخل ہوتے وقت اپنی دولت بھی ساتھ لیتے آئے، تو کیا اُس دولت کو مساجد وغیرہ میں خرچ کرسکتے ہیں؟

جواب بعض پیسے ایسے ہوتے ہیں کہ جو کسی بھی مذہب میں حلال وجائز نہیں ہوتے اور ان پر کسی مذہب میں ملکیتِ صحیحہ قائم نہیں ہوتی جیسے چوری کا پیسہ، ڈاکہ اور غصب کا پیسہ۔ ایسا پیسہ کفر کی حالت میں کمایا ہوا اگر کوئی مسلم اپنے ساتھ لائے تو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ اس کو اصل مالک کی ملک میں کسی مناسب انداز سے پہنچادیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو اور مالک ثواب پانے کا اہل ہو، مثلاً ''مسلمان ہو'' تو اس کو ثواب پہنچانے کی نیت سے صدقہ کردیں۔ اور اگر اس کا علم نہ ہوسکے کہ مالک مسلم ہے یا کافر تو ایسی صورت میں اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے صدقہ کرکے جلد سے جلد اپنی ملکیت سے نکال دے۔

بعض پیسے ایسے ہوتے ہیں کہ مسلمان کے لیے شرعاً حلال وجائز نہیں ہوتے اور غیر مسلم کے لیے حلال وجائز ہوتے ہیں اور غیر مسلم اس کا مالک بملک صحیح ہوجاتا ہے جیسے شراب کے کاروبار کا پیسہ، خنزیر کے کاروبار کا پیسہ، ایسا ان کے لیے جائز وحلال ہوتا ہے۔ اور اس پر مالک بملک صحیح ہوجاتے ہیں۔

اگر کفر کی حالت کا پیسہ لے کر مسلمان ہوجائیں تو اس کے صحیح مالک ہوگئے ہیں اور جس نیک کام میں چاہیں صرف کرسکتے ہیں، مسجد میں، مدرسہ میں ہر جگہ خرچ کرسکتے ہیں اور یہی حکم ان

کے گانے بجانے کے پیسہ کا بھی ہے، اس لیے کہ وہ اس کے صحیح مالک ہو گئے تھے اور وہ ان کے لیے حلال تھا، اور مسلمان ہونے کے بعد بھی قدیم مسلمان بھی وہ پیسہ ان سے لے سکتا ہے اور انھیں نیک کاموں میں خرچ کر سکتا ہے۔

(نظام الفتاویٰ ص ۳۳۳ جلد اول، بحوالہ شامی ص ۲۴۷ جلد ابذل، ص ۳۷ ج ۱)

بلیک کرنے والے کا روپیہ مسجد میں؟

سوال جو تاجر بلیک مارکیٹنگ کا کام کرتے ہیں وہ اگر مسجد میں چندہ دیں تو ان کے روپے مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب ملکیت تو اس صورت میں بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کو مسجد میں صرف کرنا بھی درست ہے، مگر خود یہ طریقہ ایسا ہے جس میں عزت کا بھی خطرہ ہے مال کا بھی خطرہ ہے۔

مسئلہ کوئی بدعتی مسجد میں چندہ دے تو اس کے روپے کو مسجد میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۹ جلد ۱۸)

مسئلہ سود کا روپیہ مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے، اگر چہ (سود خور) مرنے والا آ کر خواب میں بتلائے، تب بھی جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۷ ج ۱۵)

مسئلہ ناجائز آمدنی کا پیسہ مسجد میں لگانا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۳ ج ۱۵)

مسئلہ مالِ حرام مسجد میں لگانا ناجائز ہے، اگر حرام مال سے خرید کر زمین پر مسجد بنائی جائے تو اس میں نماز مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۸ ج ۱۰)

مسئلہ اگر حرام مال سے خرید کر بیع فسخ کر کے پھر حلال مال سے خرید کر مسجد بنائی جائے تو اس میں نماز درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۹ ج ۱۰)

مسئلہ ساہوکار کا روپیہ رقم اگر سود کی نہیں ہے تو مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۲ جلد ۱۲)

مسئلہ حرام پیشہ کرنے والا جب مسجد کے لیے روپیہ دے تو اس سے کہہ دیا جائے کہ حلال پیسہ مسجد کے لیے دو، حرام و مشتبہ مت دو، پھر بھی وہ شخص (دینے والا) کہے کہ میں حلال ہی پیسہ دے رہا ہوں، چونکہ وہ مسلمان ہے آخرت سے ڈرتا ہے، قرض لے کر بھی دے سکتا ہے، اس لیے اس کی بات تسلیم کر لیں گے اور جب تک دلیل شرعی سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ واقعی حرام ہی پیسہ

Marfat.com

دیا ہے، اس کا پیسہ لے سکتے ہیں اور مسجد میں لگا بھی سکتے ہیں۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۰۷ جلد ۱)

مخلوط آمدنی والے کا چندہ مسجد میں؟

سوال ایک شخص جس کی آمدنی جائز نہیں مگر اس کے پاس آمدنی کے ذرائع ایسے بھی ہیں جو بالکل حلال ہیں۔ کیا اس کا چندہ مسجد میں لیا جاسکتا ہے جبکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں اپنی پاک کمائی میں سے چندہ دے رہا ہوں کیونکہ مجھ کو معلوم ہے کہ حرام آمدنی کارِ خیر میں لگانا بڑا گناہ ہے؟

جواب ایسے شخص کا چندہ لینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۹۱ ج ۱)

مسجد و مدرسہ کی رقم بطورِ قرض ایک دوسرے میں صَرف کرنا؟

سوال ضرورت ہو تو مسجد کی رقم مدرسہ میں اور مدرسہ کی رقم مسجد میں بطور قرض لے کر استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب اگر قرض وصول ہونے پر اعتماد ہو، ضائع ہونے کا احتمال نہ ہو تو منتظمہ کمیٹی کے مشورہ سے درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۹۱ ج ۱)

فقیر کا مانگا ہوا پیسہ مسجد میں؟

مسئلہ بلاضرورت مانگنا گناہ ہے، لیکن جب فقیر نے پیسہ مانگا اور محلہ والوں نے بخوشی اس کو دیا تو وہ اب مالک ہوگیا اور اس نے جو کچھ مسجد میں دیا ہے وہ دینا صحیح ہے۔ اس مصلے پر (جو اس نے دیا ہے) نماز بلاشبہ جائز ہے، اور اس کو سمجھا دیا جائے کہ بلاضرورت مانگنا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۹۲ جلد اول)

مسئلہ مسجد میں بھیک مانگنا ممنوع ہے (یعنی داخلِ مسجد) ایسے لوگوں کو مسجد سے باہر خارجِ مسجد کھڑے ہونا چاہئے، اور مسجد میں مانگنے والوں کو دینا بھی نہیں چاہئے۔ لیکن اگر کسی ضرورت مند کی امداد کے لیے مسجد میں دوسرا آدمی اپیل کرے تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ کسی فقیر کو مسجد میں دینا یوں تو جائز ہے مگر اس سے مسجد میں مانگنے کی عادت پڑے گی، اس لیے مسجد سے باہر (خارجِ مسجد) دینا چاہئے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۴۲ جلد ۳)

مسجد کا چندہ عمومی کاموں میں خرچ کرنا؟

سوال چند حضرات نے مسجد کا چندہ جمع کیا تھا لیکن وہ عمومی کاموں میں خرچ کرنا چاہتے ہیں، اگر چہ حساب مع رسیدوں کے موجود ہے؟

جواب جس طرح چندہ جمع کیا گیا ہے (ان کو جمع کر کے یا گھروں پر جا کر) اس طرح ان سے اجازت لے لی جائے یا ان کا چندہ واپس کر دیا جائے، اور جب رسیدیں بھی موجود ہیں تو اس میں کیا مشکل ہے یا اعلان کر دیا جائے کہ اس چندہ کو فلاں کام میں خرچ کیا جس کو نامنظور ہو وہ اپنا چندہ واپس لے لے۔ اور یہ اعلان اس طرح کیا جائے کہ چندہ دینے والوں تک بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی نہ کسی طرح پہنچ جائے۔ مثلاً ایک اشتہار چھاپ کر تقسیم کر دیا جائے یا محلوں اور مساجد میں کہہ دیا جائے، غرض کہ اپنی وسعت کے مطابق اعلان کر دیں یا واپس کر دیں، اس سے زائد کی ذمہ داری نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۲ جلد ۱۲)

پگڑی کی رقم مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا؟

مسئلہ پگڑی کی رقم بظاہر کسی شرعی عقد سے حاصل نہیں ہوتی، لہٰذا اس کا استعمال مسجد میں درست نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

مسجد کا روپیہ تجارت کے لیے دینا؟

سوال مسجد کی رقم جو متولی کے پاس جمع تھی، اس نے ایک شخص کو تجارت کے لیے دے دی، اس شخص نے مسجد کا کوئی حصہ طے نہیں کیا، اس نے مسجد کی رقم واپس کرتے ہوئے مبلغ دو سو پچیس روپے زائد دیدیئے۔ یہ زائد رقم جو دی گئی اسے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب مسجد کی رقم متولی کے پاس امانت ہے کسی کو تجارت کے لیے دینے کا اُس کو حق نہیں، ہرگز کسی کو نہ دی جائے، جو رقم دی تھی وہ بطورِ قرض تھی، قرض میں یہ شرط کرنا کہ واپسی کے وقت اتنی رقم زائد لی جائے گی جائز نہیں، یہ سود ہے لیکن بغیر شرط کے اگر قرض لینے والا یہ کہہ کر قرض واپس کر دے کہ اتنی رقم تو قرض تھی یہ واجب الاداء ہے۔ اور اتنی رقم میں بلا کسی التزام کے اپنی طرف سے زائد دیتا ہوں تو یہ شرعاً درست ہے اور حدیثِ پاک سے ثابت ہے اس کا استعمال کرنا

درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۴ جلد ۱۲)

مساجد کا روپیہ حکومت کو دینا؟

مسئلہ مساجد کا روپیہ وقف کا روپیہ جو کہ امانت ہے، متولی کو مسجد کے علاوہ کسی جگہ بھی خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۸ جلد ۱۸)

مسئلہ مسجد کے فنڈ (چندہ) کا ذاتی استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے استعمال کرلیا تو اس کو چاہئے کہ توبہ استغفار کرے اور جو رقم اس نے استعمال کی ہے اس کا ضمان ادا کرے، محلہ والوں اور نمازیوں کی ذمہ داری ہے کہ اس شخص سے ضمان وصول کریں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۴۸ ج ۳)

مسجد کے لیے چندہ کر کے مدرسہ بنانا؟

مسئلہ مسجد کے لیے جو چندہ کیا جائے اس کو مدرسہ میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ مدرسہ کے لیے جو چندہ کیا جائے اس کو مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

جو جگہ نماز کے لیے مقرر (وقف) ہو جائے وہاں مدرسہ بنانا اور تعلیمی کام کے لیے اس جگہ کو متعین کر دینا جائز نہیں ہے۔ اس جگہ ایسے چھوٹے بچوں کو بھی تعلیم نہ دی جائے جو مسجد کا احترام باقی نہ رکھ سکیں۔

نیز زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قیمت چرمِ قربانی کو مدرسہ یا مسجد کی تعمیر میں دینا جائز نہیں ہے، وہ صرف غریبوں کا حق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۹ جلد ۱۸)

مسجد و مدرسہ کے نام سے مشترک چندہ کرنا؟

سوال ایک بستی والے مسجد اور مدرسہ کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں، جس کا چندہ ایک جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر چندہ یک جا کرلیا جائے اور چندہ دینے والوں سے کہہ دیا جائے کہ ہم مسجد و مدرسہ دونوں تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور چندہ دینے والا یہ کہہ دے کہ دونوں میں سے کسی میں استعمال کو لو تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ یا دونوں کا الگ الگ؟

جواب مسجد و مدرسہ دونوں کے لیے مشترکہ چندہ کرنا درست ہے۔ اور جب یہ اعلان کر دیا کہ دونوں کی تعمیر ہوگی اور دونوں کے لیے لوگ چندہ دے رہے ہیں تو پھر کیا تردّد ہے۔ علیحدہ علیحدہ

Marfat.com

کرنا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ پھر جو چندہ جس کے لیے وصول کیا اس کو اسی مصرف میں صرف کرنا چاہئے۔ ایک کا چندہ دوسرے مصرف میں صرف نہ کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۸ جلد ۱۸)

مسئلہ مسجد کے چندہ سے خارج مسجد آفس (دفتر) بنانا کہ اس میں مسجد کی انتظامیہ کی میٹنگ ہوا کرے، جائز ہے اگر اہلِ چندہ کی اجازت ہو تو۔ (آپ کے مسائل ص ۱۴۰ ج ۳)

غیر مسلم سے مسجد کے لیے چندہ لینا؟

سوال ہمارے یہاں ایک مسجد تیار ہو رہی ہے اس میں غیر مسلم چندہ دینا چاہتے ہیں، کیا غیر مسلموں کا روپیہ مسجد لگانا درست ہے؟

جواب اگر یہ احتمال نہ ہو کہ کل اہلِ اسلام پر احسان رکھیں گے اور نہ یہ احتمال ہو کہ اہلِ اسلام ان کے ممنون ہو کر ان کے مذہبی شعائر میں شرکت یا ان کی خاطر سے اپنے شعائر میں مداہنت کرنے لگیں گے۔ اس شرط سے قبول کر لینا جائز ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۶۸۸ جلد ۲ و فتاویٰ محمودیہ ص ۴۷۰ جلد ۱)

مسئلہ غیر مسلم کے چندہ دینے میں یہ اندیشہ نہ ہو کہ وہ اس کے نتیجہ میں کوئی غلط مقصد حاصل کرے گا تو لینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۵۶ جلد ۱۷)

مسئلہ غیر مسلم چندہ دینے والا اپنے اعتقاد کے اعتبار سے اسے قربت سمجھتا ہو تو اس کا چندہ لیا جا سکتا ہے، لیکن اگر یہ احتمال ہو کہ وہ آئندہ مسلمانوں پر احسان جتائے گا تو اس وقت بہتر یہ ہے کہ ان کا چندہ نہ لیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۲ جلد ۱۰ و فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۸ ج ۶ و ص ۱۶۸ ج ۱۵ و ص ۴۷۶ ج ۲ و نظام الفتاویٰ ص ۳۱۳ ج ۱)

مسئلہ مسجد کی تعمیر کے لیے راستہ کے کنارے کوئی صندوق لٹکا دیا گیا اور رہ گزر اس میں پیسے ڈالتے ہیں تو وہ پیسہ اس تعمیر میں لگانا درست ہے، خواہ ڈالنے والے مسلم ہوں یا غیر مسلم، سب کا پیسہ اس صورت میں لگا سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۷ ج ۱۸)

شراب کی آمدنی سے مسجد میں چندہ دینا؟

مسئلہ شراب کی آمدنی سے مسجد کے لیے چندہ قبول نہ کیا جائے، اگر جائز آمدنی سے مثلاً قرض لے کر دے تو درست ہے۔ نیز مخلوط آمدنی والا اگر حلال چیزوں کی آمدنی سے دے دے تو

Marfat.com

درست ہے اگر مخلوط آمدنی سے دے اور حلال غالب ہے تب بھی درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۵۵ ج ۱۷)

مسئلہ اگر مسجد شراب کی آمدنی سے بنائی گئی ہے تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، جو نمازیں وہاں پڑھی گئیں وہ کراہت کے ساتھ ادا ہوں گی، آئندہ احتیاط کی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۲ جلد ۱۰)

مسئلہ محض خنزیر (سُوَر) کے بالوں کے بُرش بنانے والوں کا پیسہ مسجد میں لگانا محض بُرش بنانے کی اجرت اس طرح کہ اتنی دیر کام کرو اس کا معاوضہ یہ ہوگا، درست ہے حرام نہیں، اس کا پیسہ مسجد میں بھی لگایا جاسکتا ہے، مگر فی نفسہٖ یہ معاملہ نہیں چاہئے اس لیے کہ سُوَر کے بال سے انتفاع امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۴۷ جلد ۱۵ و ص ۵۱۳ جلد اول)

مسجد میں چندہ کرنا؟

مسئلہ دینی ضرورت کے لیے مسجد میں چندہ کرنا (اور چندہ دینے والوں کو) مرحبا اور سبحان اللہ کہنا درست ہے، مگر نمازیوں کی نماز میں خلل وتشویش نہ ہونے پائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۴ جلد ۱۲)

مسئلہ مسجد میں دنیا کی باتیں جیسے خرید وفروخت کی باتیں، مقدمات کی باتیں، کھیت اور باغ کی باتیں، یہ سب دنیا کی باتیں ہیں۔ مسجد کی تعمیر یا امام وغیرہ کی تنخواہ کے لیے چندہ کرنا مسجد میں منع نہیں ہے، بشرطیکہ شور وشعب نہ ہو، جیسا کہ آج کل ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، غیرت دلاتے ہیں، کم چندہ دینے پر جھگڑتے ہیں، غرض کہ مسجد کا احترام ملحوظ نہیں رکھتے، یہ طریقہ منع ہے۔

ختم شریف کے لیے جو چندہ کیا جاتا ہے وہ اکثر زور دے کر لیا جاتا ہے اور اس میں زیادہ تر دکھاوا اور مقابلہ مدنظر ہوتا ہے، یہ بھی منع ہے۔ مسجد میں تلاوتِ قرآن، تسبیح، درود شریف، استغفار میں مشغول رہنا چاہئے اس طرح کہ نمازیوں کو تشویش نہ ہو، اگر مسجد میں مسائل کی تعلیم دی جائے تو یہ بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۴ جلد ۱)

چندۂ مسجد سے مٹھائی تقسیم کرنا؟

سوال مسجد کے چندہ سے مٹھائی تقسیم کرنا اور مٹھائی لینے والوں میں چندہ نہ دینے والے بھی

شامل ہوتے ہیں؟

جواب اگر چندہ دینے والوں کی اجازت ہے اور اس چندہ کا مصرف یہ بھی ہے تو یہ مٹھائی تقسیم کرنا شرعاً درست ہے ورنہ نہیں۔ اگر چندہ دینے والوں کی طرف سے نہ چندہ دینے والوں کو بھی اجازت ہے تو ان کو بھی مٹھائی کھانا جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۷ جلد ۶)

مسئلہ مٹھائی کی بچی ہوئی رقم چندہ دہندگان کی اجازت سے مسجد کے دوسرے مصرف میں خرچ کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۷ جلد ۶)

مالی جُرمانہ لینا اور مسجد میں صرف کرنا؟

سوال ایک برادری میں چند قوانین مقرر ہیں اور وہ ان کی خلاف ورزی سے سیاسۃً بطور جرمانہ کچھ رقم وصول کرتے ہیں، تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ رقمِ مذکورہ کو مصارفِ مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب مذہب معتمد علیہ یہ ہے کہ ایسا جرمانہ ناجائز ہے، اگر کچھ رقم بطورِ جرمانہ وصول کر لی ہے تو اس کی واپسی ضروری ہے، مسجد وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۳ جلد ۶ بحوالہ ردالمحتار ص ۳۷۵ جلد ۳)

مسجد کے لیے جبراً چندہ لینا؟

مسئلہ جبراً چندہ وصول کرنا ناجائز ہے، جو اپنی خوشی سے دے اس سے لے لیا جائے، جو نہ دے اُس پر جبر کرنا گنہ ہے۔ اور ایسے مال کا مسجد میں لگانا بھی ناجائز ہے، جبراً تو لینا جائز ہی نہیں ہے (جبراً اگر وصول کر لیا تو) جس قدر روپیہ لیا ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۰ جلد ۶ بحوالہ شامی ص ۶۸۸ جلد ۱)

مسئلہ زبردستی چندہ وصول کرنا بھی منع ہے، جن لوگوں سے زبردستی چندہ لیا گیا وہ اب معاف کر دیں اور خدا کے نام پر دیئے ہوئے پیسہ کو قبول کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں۔ اس مسجد میں آکر گناہوں سے توبہ کریں، اعمالِ قبیحہ سے باز آجائیں، نماز اس مسجد میں درست ہوگی۔ غیر مسلم سے تعمیر مسجد کے لیے چندہ مانگنا بڑی بے غیرتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۱ جلد ۱۸)

مسئلہ مسجد کے لیے چندہ دے کر واپس نہ لیا جائے جبکہ وہ چندہ سب کا مخلوط ہے اور اس

Marfat.com

کا سامان بھی خرید لیا گیا ہے، تو اب واپس لینے کا حق نہیں رہا اور نہ متولی کو واپس دینے کا حق ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۴ جلد ۱۰)

سودی قرض پر لیا روپیہ مسجد کے ضمان میں دینا؟

سوال ایک صاحب کے پاس مسجد کی امانت کا روپیہ جمع تھا، انہوں نے خرچ کر ڈالا، پھر ان امین صاحب نے ایک دوسرے شخص سے سودی قرض لے کے مسجد کی امانت کے روپے کو واپس کر دیا، تو کیا اس روپے کو مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب سود پر جو قرض لیا گیا ہے وہ قرض کا روپیہ حرام نہیں ہے، اس کو مسجد کے روپے کے ضمان میں دینا درست ہے۔ البتہ قرض کے ساتھ جو روپیہ سود کا دیا جائے گا اس کا دینا ناجائز ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۹ جلد ۱۸)

مسئلہ زید نے ایک مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بکر سے سو روپے قرض لے کر دیئے۔ بعد میں حرام کمائی سے اپنا قرض ادا کیا تو وہ رقم مسجد کے لیے حلال ہے کیونکہ جو روپیہ قرض لے کر دیا ہے وہ روپیہ تو جوئے یا سٹے یا حرام کمائی کا نہیں تھا، اس میں وہ حرام مؤثر نہیں ہوگا، اس کی حرمت مستقل علیحدہ ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۷ ج ۱۸)

سُود خور کے ترکہ کی رقم سے مسجد میں لگانا؟

مسئلہ والدین کے ترکہ سے جو حلال روپیہ ملا ہے اگر وہ روپیہ مسجد میں دے تو اس کا مسجد میں صرف کرنا شرعاً درست ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۹ جلد ۱۸)

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں لگانا؟

سوال ہمارے یہاں دو مسجدیں ہیں ایک غریب، دوسری امیر۔ امیر مسجد میں برسوں سے کوئی ضروری کام تعمیری بھی نہیں، غریب مسجد کا پلاسٹر بھی ہونا باقی ہے اور فرش بھی۔ تو کیا امیر مسجد کا روپیہ غریب مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

جواب اگر وہ روپیہ چندہ کا ہے تو چندہ دینے والوں کی رائے و اجازت سے غریب مسجد میں صرف کرنا شرعاً درست ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۷ جلد ۱۸)

Marfat.com

چوری کی لکڑی اور حرام رقم سے بنائی گئی مسجد کا حکم

مسئلہ چوری کے مال واسباب اور ناجائز رقوم سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم یہ ہے کہ اس میں نماز نہ پڑھی جائے، لیکن اس کو بے حرمتی سے بچایا جائے، اس میں حیض والی عورت اور ناپاک کا داخل ہونا جائز نہیں ہے، اس کو محفوظ کر دیا جائے، اسے بیچنا بھی درست نہیں، اگر زمین چوری کی اور غصب شدہ نہیں ہے، جائز طریقہ سے حاصل کی گئی ہے تو ناجائز عمارت دور کر کے مالِ حلال سے دوسری عمارت بنالی جائے تو قابل انتفاع ہو سکتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۶ جلد ۱۰ بحوالہ منیۃ المساجد ص ۲۶ و کبیری ص ۵۷۱)

مسئلہ اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ یہ سیمنٹ چوری کا ہے تو اس کا خریدنا اور مسجد کی تعمیر میں لگانا (خواہ) غسل خانہ وغیرہ میں لگانا ہو، جائز نہیں ہے، چور کی اس پر ملکیت بھی حاصل نہیں، پھر اس کو خریدنا ہی بے محل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر میں پاک مال لگایا جائے وہ پاک ہی کو قبول کرتا ہے، ناپاک (حرام) مال نہ لگایا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۸ جلد ۱۵)

پایا ہوا پیسہ مسجد میں لگانا؟

مسئلہ پایا ہوا روپیہ وہ لقطہ کے حکم میں ہے، مالک کو تلاش کر کے اس کو دیا جائے، اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو مایوس ہونے کے بعد غریب کو صدقہ کر دیا جائے، مسجد میں نہ دیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۷ جلد ۱۵)

قربانی کی کھال کی قیمت تعمیرِ مسجد میں؟

مسئلہ اگر آپ نے قربانی کی کھالیں متولی مسجد کی مِلک کر دیں، پھر ان کو فروخت کر کے متولی نے مسجد کی تعمیر میں صرف کر دیا تو درست ہے۔ اور اگر بغیر تملیک کے ان کو فروخت کر کے قیمت تعمیر میں خرچ کی گئی تو یہ صورت ناجائز ہوئی۔ ایسی صورت میں ان قیمتوں کا صدقہ کرنا ضروری ہے (کیونکہ) قربانی کی کھال کو اگر فروخت کر دیا جائے تو قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس قیمت کو مسجد میں صرف کرنا درست نہیں ہوتا، ہاں اگر صاحبِ قربانی خود فروخت نہ کرے بلکہ کسی دوسرے کو مالک بنا دے تو وہ فروخت کر کے

جہاں چاہے قیمت کو صرف کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۳۱ جلد ۴) (تفصیل دیکھیے مسائل قربانی)

مسجد میں زکوٰۃ کی رقم حیلہ کر کے لگانا؟

مسئلہ مسجد کی تعمیر میں یا امام ومؤذن ومسجد کے خدام کی تنخواہوں میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں ہے، اس لیے مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم ہرگز استعمال نہ کی جائے، حیلہ کر کے بھی نہ لینا چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۴ جلد ۶)

برآمدہ کے لیے کیے ہوئے چندہ سے کرایہ کی دوکانیں بنانا؟

مسئلہ جس مقصد کے لیے چندہ لیا گیا اور دینے والوں نے دیا ہے، اسی مقصد میں وہ روپیہ خرچ کیا جائے، دوسرے مقصد میں اس کے خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا اس روپیہ سے برآمدہ ہی بنوایا جائے، اور دوکان یا کسی اور کام میں یہ روپیہ خرچ کرنا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۳ جلد ۱۲)

مسئلہ اگر چندہ دینے والوں سے چندہ وضوخانہ کے لیے جمع کیا گیا ہے اور چندہ دینے والوں نے اس ہی مقصد کے لیے چندہ دیا ہے تو ذمہ داران کے لیے اس کا کسی دوسرے کام میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، (اگر خرچہ کر دیا ہے تو) ان کے ذمہ ضمان واجب ہے، اور جو لوگ اپنا چندہ واپس مانگ رہے ہیں ان کو واپس مانگنے کا حق ہے اور ذمہ داران کو واپس کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۴ ج ۱۲)

سود پر رقم قرض لے کر مسجد میں لگانا؟

مسئلہ جو رقم سود پر قرض لی گئی ہے وہ رقم حرام نہیں ہے، اس کا مسجد کی تعمیر میں لگانا بھی درست ہے، لیکن سود پر رقم لینا سود دینا گناہ ہے، اس سے باز آنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۲ ج ۱۲)

مسئلہ کسی مسجد کے منتظمین اگر سودی قرض لے کر مسجد کی تعمیر میں لگائیں تو گنہگار ہوں گے اور اس کا سود مسجد کے پیسے سے دیں گے تو گنہگار بھی ہوں گے اور ان پر ضمان بھی عائد ہوگا۔ اس لیے اہلِ خیر حضرات کو دل کھول کر پاک کمائی سے تعمیر مسجد میں حصہ لینا چاہیے۔

(نظام الفتاویٰ ص ۳۲۳ جلد ۱)

Marfat.com

فِلم ایکٹر کی آمدنی مسجد میں لگانا؟

مسئلہ ناجائز آمدنی کا پیسہ نہ مسجد کیلئے قبول کیا جائے اور نہ مدرسہ کے لیے، اس کا غرباء پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ جو غریب بالغ لڑکے، یا غریب آدمی کے نابالغ لڑکے مدرسہ میں پڑھتے ہیں، وہ اس کا مصرف ہیں۔ نیز ایسے لوگوں کے پاس اراکینِ مدرسہ چندہ لینے کے لیے بالکل نہ جائیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۸ جلد ۱۲)

مسئلہ حرام اور مشتبہ مال سے مسجد بنانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۹ جلد ۶)

مزار کے چندہ سے مسجد کے امام کی تنخواہ

سوال ایک مزار ہے اور اس کی احاطہ میں مسجد بھی ہے، لوگ آتے جاتے مزار کے سامنے جو صندوق رکھا ہے، اس میں روپے ڈالتے ہیں، نیز غیر مسلم حضرات بھی، کس کی کیا نیت ہے معلوم نہیں، تو کیا مسجد کے امام و مؤذن کی تنخواہ اس سے دینا درست ہے؟

جواب ظاہر تو یہ ہے کہ روپیہ مسجد و مزار کے تحفظ اور ضروریات کے لیے اس میں ڈالتے ہیں، پس یہ روپیہ دونوں ہی ضروریات میں صرف کرنا درست ہے، بلکہ اگر وہاں پر ایک مکتب بھی قائم کر دیا جائے تو مناسب ہوگا، تاکہ مسجد بھی آباد رہے اور صاحب مزار کو بھی ثواب ملتا رہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۳ جلد ۱۸)

مسئلہ زائرین جو پیسہ خادمِ مزار کو بسلسلہ خدمت و تعلق صاحب مزار دیتے ہیں وہ خدام مزار کا ہے، اس کو جبراً مدرسہ کے واسطے لینے کا کسی کو حق نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۱ جلد ۱۵)

تحفظ مسجد کے لیے مقدمہ کے مصارف مسجد کی رقم سے؟

مسئلہ مسجد کی وقف شدہ زمین میں زبردستی مدرسہ بنانے کا حق نہیں، اگرچہ دینی مدرسہ بنانا اور دینی تعلیم کو عام کرنا بڑے اجر و ثواب کی چیز ہے، مگر ناحق طریقہ کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے، اس کے لیے متولی سے لڑنا اور تولیت سے الگ کرنا اور مقدمہ لڑنا بہت مذموم اور گناہ ہے۔

اگر اس مقدمہ کی کامیابی میں مسجد کا تحفظ ہے اور اس کی جائیداد کا تحفظ ہے تو متولی کو اس میں مسجد کا روپیہ (ضرورت کے مطابق ہی) خرچ کرنا درست ہے کہ یہ درحقیقت مسجد ہی کے

Marfat.com

لیے ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۵ جلد ۱۸)

مسجد کی رقم سے کسی غریب کی مدد کرنا؟

سوال جن مساجد کے پاس کافی روپیہ جمع ہے، وہ غرباء کو قرض دے کران کی حالت سُدھار سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب اس کی اجازت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۳ جلد ۱۸)

بَیعانہ کی رقم مسجد میں لگانا؟

سوال ایک شخص نے متولی سے مسجد کے مکان کا سودا کیا اور کچھ رقم پیشگی بطور بیعانہ کے متولی کو دے دی، اور اس شخص کے پاس روپیہ کا انتظام نہ ہوسکا اور متولی مسجد نے وہ مکان دوسرے کو فروخت کر دیا۔ اب متولی اس شخص کے وعدہ خلافی کے باعث وہ پیشگی کی رقم واپس نہیں کرتا، تو کیا وہ روپیہ مسجد کے مصرف میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب اگر کسی وجہ سے بیع کا معاملہ بائع اور مشتری (بیچنے اور خریدنے والے) پورا نہ کرسکیں تو بیعانہ کا واپس کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس کا رکھ لینا ہرگز جائز نہیں ہے لہٰذا متولی کے ذمہ لازم ہے کہ وہ روپیہ جو پیشگی لیا تھا اس شخص کو واپس کردے، ایسے روپیہ کو مسجد میں صرف کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۶ جلد ۶)

مسجد کی آمدنی سے تنخواہ وضع کرنا؟

سوال مسجد کا ملازم اگر وہ مسجد کے کام سے غیر حاضر رہے تو ان غیر حاضر ایام یا اوقات کی تنخواہ مسجد کے سرمایہ سے لینے کا حق اس کو ہے یا نہیں؟ یا منتظمہ کو ایسے غیر حاضر ایام کی تنخواہ دینے کا اختیار ہے یا نہیں؟

جواب منتظمہ کمیٹی کو لازم ہے کہ اس کے لیے چھٹی کا ضابطہ تجویز کردے کہ مثلاً ایک ماہ میں ایک روز یا دو روز یا سال بھر میں پندرہ روز یا ایک ماہ میں (حالات کے مناسب) تم رخصت لے سکتے ہو، اس کے علاوہ تم غیر حاضر رہے تو تنخواہ وضع ہوگی، مسجد کا روپیہ بے محل خرچ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۷ جلد ۱۵)

مسئلہ اگر شروع ملازمت میں امام (وغیرہ) نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ایام رخصت کی تنخواہ بھی لوں گا یا کمیٹی مسجد نے طے کر رکھا ہے تو بلاتکلف وبلاخدشہ رخصت کے ایام کی تنخواہ لینا دینا جائز رہے گا، اور اگر یہ سب باتیں نہ ہوں تو عرفِ عام میں جتنے دنوں کی رخصت میں تنخواہ دینے کا دستور ہو تو صرف اتنے دنوں کی تنخواہ دینا درست رہے گا اور اس سے زیادہ اراکین مسجد کی صواب دید پر موقوف رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۰۲ ج ۱)

ایک وقف کی رقم دوسری جگہ خرچ کرنا؟

سوال یہاں پر الگ الگ اوقاف ہیں لیکن چند آدمیوں نے مل کر تقریباً دس دن مسجدوں کے اَوقاف اکٹھے ایک جگہ کر کے ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کرنے لگے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب واقف نے جو جائیداد جس مسجد کے لیے جداگانہ وقف کی ہے اس کی آمدنی اسی مسجد میں صرف کی جائے دوسری مسجد میں صرف نہ کی جائے۔

مسئلہ جب ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں تو پھر مسجد کی آمدنی اسکول میں خرچ کرنا کیسے جائز ہوگا۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں وہ گنہگار ہیں، ان کے ذمہ ضمان لازم ہے، ایسے لوگوں کو اوقاف کا منتظم بنانا بھی درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۶ جلد ۱۵ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۵ جلد ۲)

مسئلہ مساجد کی وقف رقم یتیم خانہ میں بطور وقف نہیں دے سکتے۔ ایک وقف کے روپے دوسرے وقف میں استعمال کرنے جائز نہیں، ممنوع ہیں۔ درمختار میں ہے کہ دو شخص علیحدہ علیحدہ مسجد بنائیں یا ایک ہی شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں کے لیے جُدا جُدا (الگ الگ) وقف کیے تو قاضی کو حق نہیں ہے کہ ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف پر خرچ کرے۔

(درمختار مع شامی ص ۵۱۵ جلد ۳)

ہاں اگر واقف نے وقف نامہ میں تحریر کیا ہے کہ ضرورت سے زائد آمدنی سے ضرورت کے وقت غریب حاجتمند وقفوں میں امداد کریں اور کارِ خیر میں خرچ کریں تو واقف کی شرط کے مطابق وقف نامہ جو تحریر ہے اُس کے مطابق وقف کی امداد کرنا اور کارِ خیر میں خرچ کرنا صحیح ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۵ جلد ۲)

Marfat.com

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں صرف کرنا؟

مسئلہ ایک مسجد کے لیے مخصوص طور پر جو وقف ہو، اس کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے لیکن مسجد کی آبادی کے لیے مسجد سے متعلق مدرسہ دینی قائم کرنا شرعاً درست ہے کہ یہ بھی مصالح مسجد میں سے ہے، دنیوی تعلیم مصالح مسجد میں سے نہیں، اس میں خرچ کرنا درست نہیں۔ دینی تعلیم خواہ قرآنِ کریم کی تعلیم ہو خواہ مسائل شرعیہ کی تعلیم ہو، اور پھر چاہے عربی زبان میں ہو چاہے اردو میں چاہے گجراتی زبان میں ہو سب کا ایک ہی حکم ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۶ جلد ۱۰)

سُود کا پیسہ مسجد کی روشنی وغیرہ میں خرچ کرنا؟

مسئلہ ناجائز آمدنی کا پیسہ مسجد میں لگانا درست نہیں، اگر بجلی کی فٹنگ اور پنکھے میں ناجائز پیسہ لگایا گیا ہے تو جس نے لگایا ہے وہ پنکھا یہاں سے لے جائے اور حلال کمائی سے لگایا جائے، بجلی کی فٹنگ میں تار، میٹر، بلب جو کچھ بھی وہاں موجود ہے اس کو نکال کر جائز آمدنی سے لگایا جائے اور اگر ایسا کرنے میں فتنہ ہو تو مجبوراً یہ صورت کر لی جائے کہ جتنا پیسہ اس میں خرچ ہوا ہے اور وہ پیسہ سود کا تھا تو اتنا پیسہ اصل مالک کو (جس سے سود لیا تھا) اسی کو واپس کر دیا جائے، اگر اصل مالک معلوم نہ ہو تو اتنا پیسہ غریبوں کو صدقہ کر دیا جائے، لیکن پہلے اس کی تحقیق بھی کر لی جائے کہ اس میں سودی رقم صرف کی گئی ہے (یا نہیں؟) اور جو نمازیں اس روشنی و ہوا میں پڑھی گئی ہیں وہ درست ہو گئیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۶ جلد ۱۲)

لاوراث کا مال مسجد میں لگانا؟

مسئلہ لاوارث کچھ روپیہ وغیرہ چھوڑ کر مرا اور کوئی اس کا وارث بھی نہیں ہے کہ جس پر تقسیم کیا جائے اور نہ مرنے والے نے اپنے مال سے متعلق کو وصیت کی اور نہ اس کا دُور نزدیک کا کوئی وارث ہے تو موجودہ حالت میں اس کے ترکہ کو مدرسہ یا مسجد میں صرف کیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۱ جلد ۱۲ بحوالہ درمختار ص ۴۸۸ جلد ۵ و شامی ص ۸۹ جلد ۲)

مسئلہ لاوارث شخص مر گیا، اسکے کفن دفن کے لیے چندہ کیا گیا، بعد کفن دفن جو کچھ چندہ بچ گیا

Marfat.com

اسکو مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں چندہ دینے والوں کی اجازت سے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۹ جلد ۱۲)

پٹے پر لی ہوئی زمین پر مسجد بنانا؟

مسئلہ جب کہ ننانوے سال کے پٹے کی زمین پر مسجدِ تعمیر کی گئی ہے، حکومت سے خریدی نہیں ہے، نہ حکومت نے مسلمانوں کو دی ہے کہ اسے وقف کر کے مسجد شرعی بنا لیتے، اور حکومت کو حق حاصل ہے کہ جب چاہے واپس لے لے تو یہ شرعی مسجد نہیں ہے، (بلکہ) عبادت خانہ ہے، جماعت کا ثواب ملے گا، البتہ مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۷ جلد ۶ بحوالہ درمختار ص ۵۰۴ جلد ۳)

(لیکن چونکہ مجبوری ہے بغیر پٹے کے زمین ملتی نہیں تو اس لیے ثواب کی امید رکھنی چاہئے)

مسئلہ شرعی مسجد کے تحقیق کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جگہ ہمیشہ کے لیے مسجد پر وقف ہو، اگر وہ جگہ کچھ مدت کے لیے پٹہ پر لی (یا کرایہ پر لی) گئی ہے (یا مالک کی اجازت کے بغیر زمین پر غاصبانہ قبضہ کر کے مسجد بنالی ہے) تو وہ شرعی مسجد نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۸ جلد ۶ بحوالہ عالمگیری ص ۲۳۸ جلد ۳ وہدایہ اولین ص ۶۲۴ کتاب الوقف وکفایت المفتی ص ۴۲ جلد ۷)

غیر آباد میدان میں مسجد کا صرف سنگِ بنیاد رکھا؟

مسئلہ غیر آباد میدان اور جنگل وبیابان میں مسلم آبادی قائم کرنے اور مسلمانوں کو وہاں بسانے کی غرض سے وسیع قطعۂ زمین خریدا گیا اور مسجد ومدرسہ قائم کرنے کی غرض سے جگہ بھی متعین کر دی گئی اور مکانات ورہائش گاہوں کی تعمیرات کا کام بھی شروع ہونے والا تھا اس لیے تبرکاً مسجد کے سنگ بنیاد کی رسم ادا کی، اور اس کو دس سال کا عرصہ گزر جاتا ہے مگر رہائش گاہیں بنانے اور مسلمانوں کو وہاں بسانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور نہ اس کی توقع ہے ان حالات میں صرف سنگِ بنیاد رکھنے پر جبکہ وہاں نہ اذان ہوئی اور نہ نماز پڑھی گئی اور نہ مسجد بننے اور اس کے آباد ہونے کے آثار وقرائن پائے جاتے ہیں، نہ قرب وجوار میں چھوٹی بڑی کوئی مسلم آبادی ہے، نہ اس کی مسلمانوں کو حاجت ہے، لہٰذا شرعی مسجد کے احکام (اس سنگِ بنیاد پر) جاری نہ ہوں گے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۷ جلد ۶ بحوالہ عالمگیری ص ۲۱۴ ج ۶ کتاب الکراہیہ)

Marfat.com

مشترکہ زمین میں مسجد بنانا؟

مسئلہ اگر مشترکہ زمین مین سب مالکوں کی اجازت سے مسجد بنائی گئی تو نماز جائز ہے، اور یہ کوشش کرنا کہ کسی ایک مسجد میں نماز نہ ہو، گناہ ہے، اور اگر نئی مسجد سب مالکوں کی اجازت کے بغیر بنی ہے تو جب تک سب مالک اجازت نہ دیں، اس میں نماز نہ پڑھی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۶ جلد ۶)

مسجد کی زمین پر قبضہ کرنا؟

مسئلہ اگر وہ جگہ مسجد کے لیے وقف ہے تو اس پر مالکانہ قبضہ اور غصب حرام ہے، اس قبضہ کو ہٹا کر مسجد کے قبضہ میں دینا ضروری ہے، پھر اس کی چہار دیواری بنا کر حسب مصالح مسجد کے کام میں لائیں تا کہ آئندہ ایسی نوبت نہ آئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۲ جلد ۱۲)

مسجد کی زمین میں کرایہ دار کے لیے دوکان بنانا؟

سوال ایک جگہ مسجد کی ہے اس میں کوئی دوسرا شخص دوکان بنالے اور مسجد کو سالانہ کچھ رقم مقرر کردے بعد وصولی رقم دوکان مسجد کی ہوجائے گی، کیا یہ درست ہے؟

جواب اس کی صورت اس طرح کرلی جائے کہ مسجد کی زمین اس شخص کو کرایہ پر دیدی جائے اور کرایہ پیشگی لے کر اس سے دوکان بنوادی جائے اور جب دوکان مکمل ہوجائے تو وہ کرایہ دار کے حوالہ کردی جائے، اس طرح وہ دوکان مسجد کی ہوجائے گی اور کرایہ دار کو اتنی مدت استعمال کا حق ہوگا جس کا وہ کرایہ پیشگی ادا کرچکا ہے۔ (کرایہ دار مناسب ہو تو دکان کی توسیع بھی کرسکتے ہیں)

یہ بھی درست ہے کہ خالی زمین دے دی جائے جس کا کرایہ مسجد کو وہ ادا کرتا ہے اور کرایہ دار خود اس میں تعمیر کرلے، پھر جب مدت کرایہ داری ختم ہوجائے تو اپنی تعمیر ہٹالے، زمین مسجد کو دے دے، یا بعینہٖ تعمیر ہی مسجد کو دے دے۔ (جو خرچہ تعمیر میں ہوا وہ مسجد سے وصول کرلے)۔ خالی زمین کرایہ پر دیتے وقت یہ شرط نہ کی جائے کہ اس زمین کا کرایہ یہ ہے کہ اس پر دوکان تعمیر کرے اتنی مدت بعد وہ تعمیر مسجد کو دیدے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۴ جلد ۱۲)

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد کے لیے قرض دینا؟

سوال ہمارے گاؤں کے مساجد کے ٹرسٹ الگ الگ ہیں۔ ایک مسجد میں بالکل پیسہ نہیں ہے

Marfat.com

تو کیا دوسری مسجد کے وقف سے اس کا خرچ چلا سکتے ہیں یا قرض لے سکتے ہیں؟

جواب متولی باہمی مشورہ سے ایک وقف سے دوسرے وقف کو بطورِ قرض حسبِ ضرورت رقم دے سکتے ہیں، پھر اس کی واپسی ضروری ہے، اور یہ اس وقت ہے جبکہ متولی مشترک ہو۔ یا کوئی منتظمہ کمیٹی مشترک ہو، وہ سب اَوقاف کا انتظام کرتی ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۳ جلد ۱۸ بحوالہ ردالمختار ص ۵۷ جلد ۲)

زمین کے کچھ حصہ پر مسجد کی نیت کرنا؟

سوال ایک شخص نے اپنی زمین کے کچھ حصہ پر مسجد کی نیت کی اور عبادت خانہ کی صورت میں احاطہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی، مگر اس کا دروازہ اپنی طرف ہی رکھا، ابھی کوئی راستہ الگ نہیں کیا تو شرعاً مسجد ہوگی یا نہیں؟

جواب اگر وہاں لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دے دی اور اذان و جماعت ہونے لگی اور آنے، جانے کا ایسا راستہ موجود ہے کہ رکاوٹ نہیں تو وہ شرعاً مسجد بن گئی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۴ جلد ۱۸ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۲ جلد)

مسئلہ وقفِ تام ہو جانے اس کو منسوخ کرنے کا حق نہیں، نہ اس میں کسی قسم کے مالکانہ تصرف کا حق رہا، یعنی واقف نہ اس کو بیچ سکتا ہے اور نہ اس کو ہبہ کر سکتا ہے، نہ اس کی وصیت کر سکتا ہے، نہ اس کو رہن رکھ سکتا ہے۔

(یعنی وقف لوجہ اللہ کرنے کے بعد واقف اس چیز کا مالک نہیں رہا، اس لیے اس کے اختیارات ختم ہو گئے ہیں۔ (رفعت قاسمی غفرلہٗ)

غیر مسلم کا مسجد تعمیر کرانا؟

سوال ایک غیر مسلم کارخانہ دار نے کارخانہ میں مسجد تعمیر کروائی، مسلمان چھ سات سال تک اس میں نماز ادا کرتے رہے، پھر غیر مسلم مالک نے کارخانہ کو مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دیا، اس کے بعد بھی ساتھ آٹھ سال تک اس میں نماز با جماعت ادا کی جاتی رہی، لیکن اب مسلمان کارخانہ دار کہتا ہے کہ میں مسجد یہاں سے ہٹا کر دوسرے کنارے پر بناؤں گا اور یہاں پر ذاتی عمارت بنانا چاہتا ہوں، کیا اس کا یہ اقدام درست ہے؟

جواب غیر مسلم اگر ثواب کا کام سمجھ کر وقف کرے تو اس کا وقف صحیح ہے، یہاں پر بھی ظاہر یہی ہے کہ اس نے نیکی سمجھ کر ہی یہ مسجد تعمیر کروائی ہے، لہٰذا مسجد شرعی بن گئی، اب مسلمان کارخانہ دار کو اسے ہٹانا جائز نہیں ہے۔ اگر غیر مسلم کا وقف صحیح تسلیم نہ کیا جائے تو بھی مسلمان کارخانہ دار کے سامنے سات آٹھ ماہ مسلسل اس جگہ نماز جماعت ہوتی رہی اور وہ خاموش رہا، یہ خاموشی بھی دلیلِ رضا ہے، لہٰذا خود اس کی رضاء سے بھی یہ شرعی مسجد قرار پائی، اب اس کو ہٹانا جائز نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۵۲ جلد ۶)

(اگر کارخانہ میں نماز کے لیے ویسے ہی کوئی جگہ الگ کر دی جیسا کہ گھروں میں عام طور پر نماز کے لیے الگ کوئی جگہ چبوترہ وغیرہ بنالیا کرتے ہیں، باقاعدہ مسجد کی نیت نہیں ہوتی، پھر تو مالک کو ملکیت پہنچتی ہے، اس کو اختیار ہے کہ وہ جگہ نماز کے لیے باقی رکھے یا ختم کر دے یا دوسری کوئی جگہ الگ بنائے۔ (رفعت)

مسئلہ اگر کافر ثواب کی نیت سے مسجد تعمیر کرائے تو جائز ہے، البتہ اگر اس عمل کی وجہ سے مسلمانوں پر کفار کا افتخار و اظہار منت کا اندیشہ ہو تو ان کے اس عمل کو قبول کرنا جائز نہ ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۴۰ جلد ۶)

غیر مسلم کا مسجد کے لیے زمین وقف کرنا؟

مسئلہ اگر غیر مسلم کے نزدیک مسجد بنانا نیک کام ہے اس لیے اس نے چندہ دیا یا زمین وقف کی ہے تو درست ہے، وہاں مسجد بنالی جائے اور وہ پیسہ بھی مسجد میں لگا دیا جائے، شامی میں وقفِ غیر مسلم کی بحث موجود ہے جس کا حاصل وہی ہے جو یہاں پر لکھا گیا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۵ ج ۱۲)

مقبوضہ سرکاری زمین پر مسجد؟

سوال عرصہ دراز سے ایک سرکاری زمین پر ایک خاندان قابض ہے، مگر سالانہ کرایہ سرکار کو ادا کرتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے اس خاندان نے اسی زمین کا کچھ حصہ برائے مکتب و مسجد وقف کر دیا ہے، حکومت نے اعتراض کیا مگر جب مسجد کا نام سنا تو اجازت دیدی اور زمین کی ایک حد مقرر کر دی۔ اب مسجد بن گئی اور چھ سال سے نماز ہو رہی ہے، تو کیا یہ مسجد شرعی ہے؟

Marfat.com

جواب یہ سب زمین مِلک سرکار تھی، جن لوگوں کے تصرف میں تھی، ان کی مملوک نہیں تھی، وہ اس کا کرایہ ادا کرتے تھے، ان کو وقف کرنے اور مسجد ومکتب بنانے کا حق نہیں تھا، لیکن جب سرکار کی طرف سے مکتب ومسجد بنانے کی اجازت ہے، پھر سرکار اس کو خالی نہ کرائے گی اور نہ کرایہ وصول کرے گی، تو اس اجازت کے بعد حسبِ صوابدید مصلحتِ مسجد ومکتب کے لیے جگہ متعین کرکے تعمیر درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۴ ج ۱۸)

مسجد کے پلاٹ کا تبادلہ کرنا؟

سوال ایک شخص نے مسجد سے دور ایک مکان کی جگہ (پلاٹ) وقف کی ہے اور وقف کرنے والا صاحبِ خیر وفات پا گیا، اس وقف شدہ پلاٹ کو جو مسجد سے دور ہے اس کے بدلہ میں مسجد کے قریب کوئی مکان مل جائے تو اس طرح مکان کا بدلنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب واقف نے اگر استبدال کی اجازت دی ہو تب تو بدلنا بلا تکلف جائز ہے، اور اگر واقف نے استبدال کے متعلق کوئی وضاحت نہ کی ہو تو متولیانِ مسجد کا استبدال سے کیا مقصد ہے؟ اگر موجودہ جگہ سے مسجد کے لیے آمدنی ہوتی ہو اور متولیانِ مسجد زائد آمدنی کے لیے جگہ بدلنا چاہتے ہوں تب تو بدلنا جائز نہیں ہے، اور اگر اس خالی پلاٹ سے فی الحال کوئی آمدنی نہ ہو اور استبدال صرف مسجد کے مفاد کے لیے ہو مثلاً مسجد کے قریب جگہ ہوگی تو وسیع مسجد بنا سکیں گے یا وہ جگہ محفوظ رکھیں گے اور آئندہ توسیع کے کام آسکے گی یا اس جگہ سے متعلق وضوخانہ، پیشاب خانہ یا امام صاحب کا کمرہ بنانا مقصود ہو تو استبدال کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۴ ج ۱۰ و فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۲ جلد ۱۸)

مسجد کے وقف مکان کو بیچنا؟

مسئلہ جو مکان مسجد کے لیے وقف ہو، اس کو فروخت کرنے کے لیے سنّی سینٹرل وقف بورڈ کی اجازت کافی نہیں۔ وقف شدہ مکان کی بیع کا حق نہیں ہے۔ (اگر متولی نے وقف بورڈ سے اجازت لے کر بیچ دیا تو متولی صاحب سے مطالبہ کیا جائے کہ اس کو کیوں فروخت کیا، یہ تو فروخت کے قابل نہیں ہے اور بیع کو فسخ کرکے حسبِ سابق مکان کو وقف کر دیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۲ جلد ۱۵)

Marfat.com

مغصوبہ زمین پر مسجد بنانا؟

مسئلہ دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت مالک کے مسجد بنانا جائز نہیں ہے اور اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نیز دوسرے کی زمین پر مسجد کے لیے دوکان بنانا اور اس کی آمدنی کو مسجد میں خرچ کرنا بھی ناجائز ہے، خواہ مسلم کی زمین ہو یا غیر مسلم کی، بلکہ غیر مسلم کی زمین میں بغیر اجازت تصرف کرنا اور بھی زیادہ گناہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۸ جلد ۶)

بلاضرورت مسجد کو منہدم کرنا؟

مسئلہ جو مسجد کہ شرعاً مسجد بن چکی ہو اس کو بلاضرورت شدیدہ مثلاً جگہ کی تنگی و کہنگی کی وجہ سے توڑ کر از سرِ نو تعمیر کرنا جائز ہے، لیکن ویران کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے۔

اگر متولی نے واقعی اغراضِ دنیویہ کی وجہ سے دوسری مسجد بنوائی ہے اور پہلی مسجد کو ویران کرنا مقصود تھا اور للّٰہیت مقصود نہ تھی تو یہ مسجد ضرار کے ساتھ لاحق ہے البتہ اگر وہ مسجد حلال مال سے بنائی گئی ہے اور شرعی طور پر وقف ہو چکی ہے تو نماز پڑھنا اس میں درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۶ جلد ۶ و ص ۲۸۰ جلد ۱۲)

مسئلہ دوسری مسجد جبکہ ضرورت کی وجہ سے بنائی گئی ہے اور مالکِ زمین نے بخوشی وہ جگہ مسجد کے لیے دے دی اور اس پر باقاعدہ نماز و جماعت ہونے لگی اور مالکِ اصلی کا مالکانہ قبضہ اس پر نہیں رہا تو وہ شرعی مسجد بن گئی وہ مسجدِ ضرار کے حکم میں داخل نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۸ جلد ۶)

مسجد کی زمین کو امام نے اپنے نام کرالیا تو؟

مسئلہ اگر وہ زمین وقف ہے تو اس پر کسی کا مالکانہ قبضہ جائز نہیں، بلکہ غصب ہے، امام کے ذمہ ضروری ہے کہ فوراً یہ مالکانہ قبضہ اُٹھالیں اور زمین مسجد کے نام کردیں، ورنہ آخرت میں بازپُرس ہوگی اور (ایسے) امام صاحب کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی اور وہ امامت سے الگ کیے جانے کے قابل ہوں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۱ جلد ۱۵)

مسجد کے لیے وقف شدہ زمین میں اسکول یا قبرستان بنانا؟

سوال ایک شخص نے اپنی زمین مسجد کے نام ہبہ کردی، اس کی زندگی میں جامع مسجد بنادی گئی،

باقی حصہ اسی وقت سے بطور صحن کے استعمال ہوتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کے انتقال کے بعد اس صحن کو اسکول یا قبرستان کے لیے وارثین بانی مسجد یا متولی یا نمازیوں کے لیے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب ناجائز ہے، جس کام کے لیے واقف نے وہ قطعہ زمین وقف کیا ہے اس کے خلاف استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اس کو اور دیگر نمازیان وغیرہ کسی کو بھی شرعاً یہ حق نہیں ہے کہ واقف کی غرض کے خلاف کسی دوسرے کام میں اس وقف کو صرف کریں یا منتقل کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۰ جلد ۶)

طوائف کا زمین کو مسجد کے لیے وقف کرنا؟

مسئلہ اگر وہ زمین حرام آمدنی کی اور فعل حرام کے عوض کی نہیں ہے تو اس کا وقف کرنا اور اس کی آمدنی کو مسجد میں صرف کرنا شرعاً درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۲ ج ۱۵، کفایت المفتی ص ۸۷ ج ۷)

جو جگہ مدرسہ کی نیت سے خریدی اس کو مسجد کے لیے وقف کرنا؟

مسئلہ مدرسہ یا انجمن کی نیت سے خریدنے کے بعد بھی وہ جگہ خریدار کی مِلک میں ہے، محض نیت سے مدرسہ یا انجمن پر وقف نہیں ہوئی، اب اگر اس (خریدار مالک) کے نزدیک مسجد کے لیے وقف کرنا زیادہ مفید ہو تو مسجد کے لیے وقف کر دینے کا اس کو حق ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۳۵ جلد ۱۵)

مدرسہ کی عمارت پر مسجد بنانا؟

سوال ایک شخص نے مدرسہ کی عمارت میں اوپر کی منزل پر مسجد بنوائی ہے کہ محلّہ کی مسجد میں لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ طلباء شور و پکار کرتے ہیں، کیا یہ شرعاً مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟

جواب یہ شرعی مسجد نہیں ہے جبکہ تحتانی (نیچے کی) منزل مدرسہ کی ہے۔ یہاں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ہوگا، مگر نماز ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۹ ج ۱۵)

مسجد کے باہر افتادہ زمین پر دوکانیں بنانا؟

مسئلہ مسجد کے قریب کچھ جگہ عامۂ مصالح مسجد کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے، ایسا ہی حال اس

Marfat.com

جگہ کا معلوم ہوتا ہے (کہ مسجد کے باہر کنواں وغیرہ تھا) خاص کر جب کوئی اس کی ملکیت کا مدعی بھی نہیں، تو ایسی حالت میں اس جگہ پر مصالح مسجد کے لیے متفقہ رائے سے دوکانیں وغیرہ بنا دینا شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۸ جلد ۱۷)

مسئلہ مسجد کی زمین امام یا مؤذن کی تنخواہ میں بونے کے لیے دینا، اس معاملہ پر امام یا مؤذن رضامند ہو جائیں اور مسجد کو نقصان نہ ہو تو بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۰ ج ۱۷)

مصالح مسجد کے لیے دی گئی زمین کو فروخت کرنا؟

مسئلہ جو زمین (مسجد کے لیے) وقف کر دی گئی ہے، اس کو فروخت کرنے کا حق نہیں، نہ متولی کو نہ واقف کو، نہ واقف کے ورثاء کو، جو زمین مصالح مسجد کے لیے دی گئی اس کو تعمیرِ مسجد کے لیے متولّی واقف، (واقف نہ ہو تو اس کے ورثاء) اور اہلِ محلّہ سب باہمی مشورہ سے فروخت کرنا چاہیں تو اس کی اجازت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۰ جلد ۱۸ بحوالہ درمختار ص ۳۶۷ جلد ۳)

مسجد کے نام وقف زمین کو تبدیل کرنا؟

سوال ایک زمین مسجد کے نام وقف ہے جو مسجد سے الگ کچھ فاصلہ پر ہے، مسجد کو اس سے فائدہ کی کوئی صورت نہیں ہے، ایک صاحب کو مکان بنانے کے لیے اس زمین کی ضرورت ہے اور وہ صاحب، زراعت والی زمین اس کے بدلہ میں دوگنی مسجد کو دے رہے ہیں، اس سے مسجد کی آمدنی بڑھ جائے گی تو یہ تبدیلی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز زائد زمین لینا سُود تو نہیں؟

جواب اگر اس زمین سے مسجد کو نفع حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں تو تبدیل کرنا اور نفع والی زمین مسجد کے لیے حاصل کرنا درست ہے، اس زمین کے زائد ہونے کی وجہ سے سُود نہیں ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۴۶ جلد ۱۸)

سرکاری زمین پر بغیر اجازت مسجد بنانا؟

سوال ہمارا مکان لَب سڑک ہے، اس کے سامنے ہمارا صحن ہے جو کہ گورنمنٹ کی زمین کہی جاتی ہے اور نشاندہی کی وجہ سے حکومت کی زمین کہی جاتی ہے، اس زمین پر ہم نے مسجد کی بنیاد ڈالدی ہے جو ابھی تک چبوترہ کی شکل میں ہے جس میں پانچوں وقت نماز باجماعت ہو رہی ہے، تو اس زمین کو مسجد بنانا کیسا ہے؟

Marfat.com

جواب جبکہ وہ زمین حکومت کی مِلک ہے اوراس کی حدود میں ہے تو مسجد بنانے کے لیے گورنمنٹ سے باقاعدہ اجازت حاصل کرلی جائے، بلااجازت مسجد بنانے میں خطرہ واندیشہ ہے، شرعاً بھی، قانوناً بھی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۷ جلد ۱۰)

مسئلہ بحالتِ موجودہ (سرکاری زمین پر بغیراجازت کے مسجد بنالی گئی تو اجازت حاصل کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ) اس عبادت گاہ کا احترام مسجد ہی کی طرح کیا جائے گا اوراس میں کوئی کام خلافِ احترام مسجد نہ کیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں نماز پڑھنے کا ثواب بھی مسجد ہی کا ملے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۹ جلد ۱۰)

مسئلہ غصب شدہ جگہ پر مسجد تو نہیں بن سکتی ہے، جب تک مالک سے اس کی اجازت نہ لے لی جائے، نیز حکومت کے کسی دفتر یا ادارہ پر قبضہ کرکے اس کو مسجد میں شامل کرنا بھی (یعنی مسجد بنادینا) غصب ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۳۴ ج ۳)

مسئلہ بلااجازت غیرمسلم کی جگہ پر مسجد ومدرسہ بنانا صحیح نہیں، اگر بنالیا تو اس غیرمسلم (مالک) کو حق ہے کہ اپنی زمین سے مسجد اور مدرسہ اٹھادے، اگر مسلمان مسجد و مدرسہ کو باقی رکھنا چاہتے ہیں تو غیرمسلم کو اس کی قیمت دے کر رضامندی سے خرید لیں۔
(آپ کے مسائل ص ۱۳۴ جلد ۳ ونظام الفتاویٰ ص ۳۱۱ جلد ۱)

افتادہ زمین پر مسجد بنانا؟

سوال ایک تالاب دھوبیوں کو الاٹ کیا گیا، تالاب کے پاس کچھ افتادہ زمین ہے، ہم نے اس پر چھت ڈال رکھی ہے اور پانچوں وقت کی نماز اس میں پڑھتے ہیں، حکومت کے کاغذات میں بھی یہ جگہ مسجد ہی لکھی ہے، کچھ لوگ اس کو ناجائز بتلاتے ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب اگر وہ زمین کسی شخص کی مِلک نہیں بلکہ افتادہ مِلک سرکار ہے۔ اور سب کی اجازت اور رضامندی سے وہاں پر اذان وجماعت ہورہی ہے اور سرکار نے اس کو مسجد تسلیم کرلیا ہے تو اس زمین کو غصب کہنا درست نہیں۔ جو شخص اس کے مسجد ہونے میں رکاوٹ ڈالتا ہے وہ غلطی پر ہے، اس کو ایسا کرنا نہیں چاہئے، مسلمان وہاں باقاعدہ مسجد بنالیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۱ جلد ۱۸)

مدرسہ کے لیے مسجد کی زمین پر تعمیر کرنا؟

سوال کیا مسجد کی زمین پر مسجد کے روپے سے تعمیر کرکے بلاکسی معاوضہ کے مدرسہ کے

Marfat.com

تصرف میں لینا جائز ہے؟

جواب مسجد کی زمین پر مسجد کے روپے سے عمارت تعمیر کر کے بلا کسی معاوضہ کے مدرسہ کے تصرف میں لانا جائز نہیں، مدرسہ کے فنڈ سے جُداگانہ تعمیر کی جائے، مسجد کی زمین پر تعمیر کرنا ہو تو مشورہ کے بعد اس کا کرایہ مقرر کر کے تعمیر کریں، زمین مسجد کی رہے اور تعمیر مدرسہ کی رہے، اور زمین کا کرایہ مدرسہ کی طرف سے مسجد کو دیا جائے یا تعمیر بھی مسجد کے روپے سے ہو تو پھر وہ تعمیر بھی مسجد ہی کی ہوگی اور مدرسہ کرایہ دیتا رہے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۷ جلد ۴)

گھر کو مسجد بنا دینا؟

سوال زید نے اپنے ذاتی مکان کے بارے میں عام مسلمانوں کے روبرو عدالت میں اقرار نامہ بنوا کر دیا ہے کہ اس وقت سے ہمیشہ کے لیے عام طور پر میرے مکان کے اندر باجماعت نماز پنج وقتہ پڑھنے کا حق ہے اور میری بیوی جب تک زندہ ہے مکان کے اس کونہ میں رہے گی، بقیہ تمام مکان پر کل مسلمانوں کا حق رہے گا۔ چنانچہ عام مسلمان پنج وقتہ نماز اس مکان میں جا کر ادا کرتے رہے۔ زید کے انتقال کے بعد اس کی بیوی اور اس کے بعض اعزّاء نماز پڑھنے میں حائل ہیں اور اس کو اپنا مکان بنا کر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ کیا حکم ہے؟

جواب زید نے بحالتِ صحت وتندرستی اس مکان کو مسجد بنا دیا اور اس کا راستہ بھی الگ کر کے اس سے اپنا قبضہ ہٹا لیا اور عام مسلمانوں کو اجازت دے دی، اور انہوں نے باقاعدہ اس میں اذان و جماعت شروع کر دی تو شرعاً وہ مسجد بن گئی۔ اب زید کی بیوی یا کسی کا اس پر حق نہیں رہا، جو دعویٰ کرے وہ لغو اور باطل ہے، اگر مرض الموت کی حالت میں اس مکان کو مسجد بنا لیا تو وہ وصیت کے حکم میں ہے اور ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی اور دو تہائی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۴ جلد ۶ بحوالہ عالمگیری ص ۴۲۸ جلد ۴)

مسئلہ مسجد کسی کی مِلک نہیں ہوتی (جو محلّہ والے محلّہ کی مسجد کو اپنی ملکیت سمجھتے ہوں تو) اور کسی کے سمجھنے سے اس میں کچھ تغیر نہیں ہوتا، پس نماز اس میں صحیح ہے اور ثواب مسجد کا حاصل ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۹ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۱۰ ج ۳)

جب مالک کی اجازت سے اذان و جماعت ہونے لگے تو وہ مسجد بن گئی

سوال زید کی مملوکہ زمین میں باجازتِ زید عام قوم نے اپنے چندہ سے مسجد کی تعمیر کرا دی،

Marfat.com

چند سال تک اس میں نماز باجماعت ہوتی رہی، اب زید کہتا ہے کہ میں نے وقف نہیں کیا، خواہ میں کسی کو نماز پڑھنے دوں یا نہ پڑھنے دوں اور مسجد کو بند کردوں۔ کیا اس کو نمازیوں کو مسجد کے اندر نماز پڑھنے یا روکنے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب جب زید کی اجازت سے مسجد بنائی گئی ہے اور اس میں نماز جماعت کے ساتھ ہوتی رہی اور پھر بھی زید نے منع نہیں کیا تو شرعاً وہ مسجد بن گئی، اب زید کو حق نہیں کہ وہ کسی کو نماز پڑھنے سے روکے یا اس کو بند کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۷۰ ج ۶ بحوالہ ردالمحتار ص ۶۸۶ جلد ۱)

مسئلہ جب کہ مسجد بنائی اور زبانی وقف کر کے لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دے دی اور وہاں اذان و جماعت ہونے لگی اور اپنی ملک سے اس مسجد کا راستہ وغیرہ الگ کر دیا تو وہ بالاتفاق شرعی مسجد بن گئی، اگرچہ تحریرِ وقف نامہ کی نوبت نہ آئی ہو، وہاں نماز دوسری مسجدوں کی طرح بلا تامّل درست ہے، واقف کے ورثاء کو اس میں کوئی ایسا تصرف درست نہیں جو وقف کے خلاف ہو، اور بطور وراثت مِلک کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۳ جلد ۱۰)

مسئلہ کسی جگہ کے مسجد ہونے کے لیے یہ باتیں ضروری ہیں:

۱ واقف نے جو صحیح طور پر زمین کا مالک تھا اور وقف کرنے کا شرعی اختیار رکھتا تھا اس کو مسجد کیلئے وقف کیا ہو خواہ وہ زمین عمارت سے خالی ہو یا عمارت ہو۔

۲ اس کو اپنی مِلک سے ایسی طرح پر علیحدہ کر دیا ہو کہ کسی دوسرے شخص کا یا واقف کا کوئی حق متعلق نہ رہے۔

۳ وقف کر کے اس کو متولّی کے سپرد کر دیا ہو یا واقف کی اجازت سے اس میں ایک مرتبہ بھی نمازِ جماعت ہوگئی ہو۔ جس زمین یا عمارت میں یہ باتیں متحقق ہو جائیں وہ مسجد ہو جائے گی۔ ان میں سے پہلی بات یعنی مسجدیت کے لیے واقف کرنا وقف کی نیت سے متعلق ہے، اگر نیت کی تصریح موجود ہو جب تو کوئی اشکال نہیں، لیکن اگر تصریح نہ ہو تو پھر قرائن سے اس کی نوعیت متعین کی جاسکتی ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۵۲ جلد ۳)

مسجد کا نقشہ غیر مسلم سے تیار کرانا؟

مسئلہ مساجد سے متعلق جو خدمات ہوں، وہ مسلمان سے لینا بہتر ہیں، خاص کر جب اندیشہ ہو کہ اگر غیر مسلم سے خدمات لی گئیں تو وہ آئندہ مسلمانوں پر احسان جتائیں گے، یا کوئی دینی

مفسدہ ہو، چنانچہ مساجد کے لیے کفار کے چندہ کے سلسلہ میں یہ ہے کہ غیر مسلم چندہ دینے والا اپنے اعتقاد کے اعتبار سے چندہ دینے کو قربت سمجھتا ہو تو اس کا چندہ لیا جاسکتا ہے، لیکن اگر یہ احتمال ہو کہ وہ آئندہ مسلمانوں پر احسان جتائے گا تو اس وقت بہتر یہ ہے کہ ان کا چندہ نہ لیا جائے۔

لیکن صورت مسئولہ میں جب کہ مسلمان آرکیٹکٹ (ماہرِ تعمیرات) استطاعت سے زائد حق المحنت طلب کر رہا ہے اور غیر مسلم مناسب اجرت پر کام کرنے پر تیار ہے تو چونکہ غیر مسلم کو اجرت دے کر اس سے کام لیا جارہا ہے تو وہ بمنزلہ ایک ملازم کے ہوا جس سے یہ احتمال ختم ہو جاتا ہے کہ وہ آئندہ مسلمانوں پر احسان جتائے گا، ان حالات میں غیر مسلم ماہرِ تعمیرات سے نقشہ وغیرہ کی خدمت لی جاسکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۲ جلد ۱۰ بحوالہ امداد الفتاویٰ ص ۲۹۰ جلد ۲)

غیر مسلم سے مسجد کی بنیاد رکھوانا؟

مسئلہ غیر مسلم اگر معمار ہو یا انجینئر ہو اور سمت سے خوب واقف ہو اور اسلام کی تقریب یا اعزاز کی نیت ہو، اس سے بنیاد مسجد کی رکھوانا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۲ جلد ۱۸)

مسجد کی بنیاد رکھتے وقت کی دُعاء

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۶ جلد ۱)

(لیکن مناسب یہ ہی ہے کہ مسلمان متقی پرہیزگار ہی مسجد کی بنیاد رکھیں، یعنی مسجد کی نیو کھود کر پہلی اینٹ جو رکھیں وہ اس کے اہل ہوں، اور یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاءِ قرآنی جو کہ خانۂ کعبہ تعمیر کرتے ہوئے پڑھتے رہے، زبان سے ادا کریں۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

کیا مسجد کی بنیاد رکھتے ہی مسجد کا حکم ہوگا؟

سوال مسجد کی پوری عمارت تعمیر ہونے کے بعد مسجد کہا جائے گا یا صرف بنیاد کا پڑنا ہی کافی ہے، اگر بنیاد ہی کافی ہے تو ایسی مساجد میں جن کی صرف بنیاد ہی پڑی ہو، اس میں وضوء کرنا، غسل کرنا، جانوروں کو چَرانا یا معماروں کا بیڑی سگریٹ پینا کیسا ہے؟

جواب جس کی وہ زمین ہے اگر اس نے مسجد بنانے سے پہلے لوگوں کو وہاں اذان، نماز، جماعت کی اجازت دے دی اور یہ نیت کر لی کہ یہاں ہمیشہ اذان، نماز، جماعت ہوا کرے گی اور اس کو مسجد قرار دے دیا تو وہ شرعی مسجد بن گئی، اب جو چیزیں مسجد میں منع ہیں وہاں بھی منع ہیں، مسجد

Marfat.com

کا پورا احترام لازم ہے۔ (عالمگیری ص ۳۳۸ جلد ۳)

اور اگر ایسا نہیں کیا ہے بلکہ نیت یہ ہے کہ تعمیر مکمل ہونے کے بعد اذان، نماز، جماعت شروع کی جائے گی اور اسی وقت اس کو مسجد قرار دیا جائے گا تو اس پر مسجد کا حکم تکمیل عمارت کے بعد جاری ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۹۸ جلد اول، وآپ کے مسائل ص ۱۵۵ جلد ۳)

مساجد کی حدود واضح ہونی چاہئیں

بعض مساجد میں تو ضروریاتِ مسجد والا حصہ اصل مسجد سے بالکل الگ اور ممتاز ہوتا ہے جس کی پہچان مشکل نہیں ہوتی، لیکن بعض مساجد میں یہ حصہ اصل مسجد سے اس طرح متصل (ملا ہوا) ہوتا ہے کہ ہر شخص اسے نہیں پہچان سکتا جب تک بانی مسجد صراحۃً نہ بتائے کہ یہ حصہ مسجد نہیں ہے اسوقت تک اس کا پتہ نہیں چلتا۔

لہٰذا جب کسی شخص کا کسی مسجد میں اعتکاف کرنے کا ارادہ ہو تو اسے سب سے پہلے کام یہ کرنا چاہئے کہ مسجد کے بانی یا اس کے متولی سے مسجد کی ٹھیک ٹھیک حدود معلوم کرے، اور مسجد والوں کو بھی چاہئے کہ وہ مسجد کی حدود کو حتی الامکان واضح اور ممتاز رکھیں، اور بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں ایک نقشہ مرتب کر کے لٹکا دیا جائے، جس میں حدود واضح کر دی گئی ہوں، ورنہ کم از کم بیسویں روزے کو جب معتکفین حضرات مسجد میں جمع ہو جائیں تو انھیں زبانی طور پر سمجھا دیا جائے کہ مسجد کی حدود کہاں سے کہاں تک ہیں۔

جن مسجدوں میں وضوخانے اصل مسجد سے بالکل متصل ہوتے ہیں، وہاں عام طور سے لوگ وضوخانوں کو بھی مسجد کا حصہ سمجھتے ہیں اور اعتکاف کی حالت میں وہاں پر بے کھٹکے آتے جاتے رہتے ہیں، خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، وضوخانے مسجد کا حصہ نہیں ہوتے، اور معتکف کے لیے وہاں شرعی ضرورت کے بغیر جانا جائز نہیں ہے، لہٰذا اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے منتظمین مسجد کی مدد سے واضح طور پر یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ مسجد کی حدود کہاں ختم ہو گئی ہیں اور وضوخانے کی حدود کہاں سے شروع ہوئی ہیں۔ اسی طرح مسجد کی سیڑھیاں جن پر چڑھ کر لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہیں وہ بھی عموماً مسجد سے خارج ہوتی ہیں، اس لیے معتکف کو شرعی ضرورت کے بغیر وہاں جانا بھی جائز نہیں ہے۔ بعض مساجد کے صحن میں جو حوض بنا ہوتا ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے لہٰذا اس کے بارے میں بھی یہ معلوم کرنا ضروری

Marfat.com

ہے کہ حوض کے قریب مسجد کی حدود کہاں تک ہیں؟ اور حوض کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں؟

جن مساجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی جگہ الگ بنی ہوتی ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہے، معتکف کو وہاں جانا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض مساجد میں امام کی رہائش کے لیے مسجد کے ساتھ ہی کمرہ بنا ہوتا ہے، یہ کمرہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے، اس میں معتکف کو جانا جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں میں ایسا کمرہ امام کی رہائش کے لیے تو نہیں ہوتا، لیکن امام کی تنہائی کی ضروریات کے لیے بنایا جاتا ہے، اس کمرہ کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو اس وقت تک اسے مسجد نہیں سمجھا جائے گا۔ اور معتکف کو اس میں بھی جانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر بانی مسجد نے اس کے مسجد ہونے کی نیت کر لی ہو تو پھر معتکف اس میں جا سکتا ہے۔

بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ بچوں کو پڑھانے کے لیے جگہ بنائی جاتی ہے، اس جگہ کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو اس وقت تک معتکف کے لیے اس میں جانا جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں میں مسجد کی دریاں، صفیں، چٹائیاں اور دیگر سامان رکھنے کے لیے الگ کمرہ یا کوئی جگہ بنائی جاتی ہے، اس جگہ کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک بنانے والے (بانیٔ) مسجد نے اسے مسجد قرار نہ دیا ہو، یہ جگہ مسجد نہیں ہے اور معتکف اس میں نہیں جا سکتا۔

اس تفصیل سے واضح ہوا ہوگا کہ اعتکاف کرنے کے لیے مسجد کی حدود کو معیّن کرنا کس قدر ضروری ہے، لہٰذا معتکف کو اعتکاف شروع کرنے سے پہلے منتظمین مسجد سے حدودِ مسجد کو اچھی طرح معیّن کرا لیں، پھر جب مسجد کی حدود معلوم ہو جائیں تو اس کے بعد اعتکاف کے دَوران شرعی ضرورت کے بغیر ان حدود سے ایک لمحے کے لیے بھی باہر نہ نکلیں، ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(احکام اعتکاف ص ۳۵ از مولانا محمد تقی عثمانی پاکستان)

محلّہ والوں کی ذمّہ داری

۱ ہر محلے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے سے یہ تحقیق کریں کہ ہماری مسجد میں کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھ رہا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی آدمی نہ بیٹھ رہا ہو تو فکر کر کے کسی کو بٹھائیں۔

۲ لیکن کسی شخص کو اُجرت دے کر اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں، کیونکہ عبادت کے لیے

Marfat.com

اُجرت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔ (شامی)

۳ اگر محلے والوں میں سے کوئی شخص بھی کسی مجبوری کی وجہ سے اعتکاف میں بیٹھنے کے لیے تیار نہ ہو تو کسی دوسرے محلے کے آدمی کو اپنی مسجد میں اعتکاف کرنے کے لیے تیار کرلیں۔ دوسرے محلے کے آدمی کے بیٹھنے سے بھی اس محلے والوں کی سنت انشاء اللہ ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۵۱۲ جلد۶)

اعتکاف کا رکن اعظم یہ ہے کہ انسان اعتکاف کے دوران مسجد کی حدود میں رہے، اور حوائجِ ضروریہ کے سوا (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) ایک لمحے کے لیے بھی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلے کیونکہ اگر معتکف ایک لمحے کے لیے بھی شرعی ضرورت کے بغیر حدودِ مسجد سے باہر چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (احکامِ اعتکاف ص۳۳ از مولانا محمد تقی عثمانی)

حُدودِ مسجد کا مطلب

بہت سے لوگ حدودِ مسجد کا مطلب نہیں سمجھتے، اور اس بناء پر ان کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے گا کہ حدودِ مسجد کا مطلب کیا ہے؟

عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطے کو مسجد ہی کہتے ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے یہ پورا احاطہ مسجد ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ شرعاً صرف وہ حصہ مسجد ہوتا ہے جسے بانی مسجد نے مسجد قرار دے کر وقف کیا ہو۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین کے کسی حصے کا مسجد ہونا اور چیز ہے اور مسجد کی ضروریات کے لیے وقف ہونا اور چیز شرعاً مسجد صرف اتنے حصے کو کہا جائے گا جسے بنانے والے نے مسجد قرار دیا ہو یعنی نماز پڑھنے کے سوا اس سے کچھ مقصود نہ ہو، لیکن تقریباً ہر مسجد میں کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو شرعاً مسجد نہیں ہوتا، لیکن مسجد کی ضروریات کے لیے وقف ہوتا ہے، مثلاً وضو خانہ، غسل خانہ، استنجاء کی جگہ، نمازِ جنازہ پڑھنے کی جگہ، امام کا کمرہ، گودام، پانی گرم کرنے کی جگہ وغیرہ، اس حصے پر شرعاً مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے، چنانچہ ان حصوں میں جنابت (ناپاکی) کی حالت میں جانا بھی جائز ہے، جبکہ اصل مسجد میں ناپاک کا داخل ہونا جائز نہیں، اس ضروریات والے حصے میں معتکف کا جانا بالکل جائز نہیں ہے، بلکہ اگر معتکف اس حصے میں شرعی عذر کے بغیر ایک لمحے کے لیے بھی چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (احکامِ اعتکاف از مولانا محمد تقی عثمانی ص۳۳)

Marfat.com

مسئلہ حدِ مسجد وہ جگہ ہے جس کو نماز کے لیے متعین کر دیا گیا ہو، وہاں بلا غسل جانا منع ہے، وضو کی جگہ عام طور پر خارجِ مسجد ہوتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۱ جلد ۱۵)

مسجد کے فرش (صحن) پر پیر رکھتے ہی اعتکاف کی نیت مناسب ہے۔

سڑک کی توسیع میں مسجد کا دے دینا؟

سوال ہمارے یہاں لبِ سڑک مسجد تعمیر شدہ ہے، یہاں کی سرکار اس سڑک کو کشادہ کرنا چاہتی ہے جس کے تحت سڑک میں آدھی مسجد چلی جائے گی اور آدھی باقی رہ جائے گی۔ یہاں کے ایک غیر مسلم سیٹھ صاحب نے بھی یہ مشورہ دیا ہے کہ مسجد کے شمال میں ہماری جگہ ہے، جتنی جگہ مسجد کی جاتی ہے وہ روڈ (سڑک) میں دے دو اور اتنی جگہ میں (تم کو مسجد کے لیے) شمال کی جانب دیتا ہوں، تم لوگ شمال کی جانب مسجد کو کشادہ کر لو۔

یہ بات بھی مدِ نظر رہے کہ حکومت معلوم نہیں بعد میں کس طرح سے پیش آئے؟

جواب جو جگہ ایک دفعہ شرعی مسجد بنا دی گئی وہ ساری عمر کے لیے مسجد ہو گئی، اس کو فروخت کرنا یا اس کا تبادلہ کرنا یا اس کا کوئی اور مکان، دوکان، مدرسہ، مسافر خانہ وغیرہ بنانا وہاں کھیتی کرنا، مُردے دفن کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر مسجد کا کچھ حصہ حکومت (زبردستی جبراً) لینا چاہتی ہے تو اس سے بیع وغیرہ کا معاملہ نہ کیا جائے اور نہ اس سے لڑائی کی جائے، نہ اشتعال انگیزی کی جائے اور نہ سیٹھ صاحب سے تبادلہ کی بات کی جائے۔ جب حکومت اپنی منشاء کے مطابق جگہ لے لے اور سیٹھ صاحب اپنی زمین توسیع کے لیے دے دیں اور وہ اس کو کارِ خیر سمجھ کر دیں تو اس کو لے کر مسجد میں شامل کر لیں، بحالتِ مجبوری یہی صورت مناسب ہے۔ درّ مختار اور بحر وغیرہ میں غیر مسلم کے وقف کی بحث بھی مذکور ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۷ جلد ۱۸ باب احکام المساجد)

مسئلہ حتی الامکان مسجد کو اپنی حالت پر برقرار رکھنے کی سعی بلیغ کی جائے اور محفوظ کر دی جائے کہ بے ادبی سے مصئون اور محفوظ رہے، اگر سامان ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اُسے دوسری مسجد کے لیے ہٹا لیا جائے، اور اگر عمارت توڑ دیئے جانے کا یقین ہو تو اُسے بھی توڑ کر دوسری مسجد (قریب) کے لیے رکھ لیا جائے اور اصل جگہ محصور کر لی جائے تا کہ بے حرمتی سے محفوظ رہ سکے۔ اگر مسجد کی زمین کو حکومت کسی حال میں بھی باقی رکھنا نہیں چاہتی تو اگرچہ بصورتِ مجبوری ان کے ہاتھ فروخت کر دینے کی گنجائش ہے (اس بات کے مجاز اصل واقف یا اس کے ورثاء ہیں،

Marfat.com

اور اگر وارث معلوم نہ ہوں تو اہلِ محلّہ ہیں) مگر اس صورت میں مسجد فروخت کرنے کی مثال قائم ہو جائے گی، اور دوسری جگہ کی حکومتیں اور دوسری قومیں اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گی۔ لہٰذا اگر نقصان قابلِ برداشت ہو تو فروخت نہ کرنا بہتر اور قرینِ مصلحت ہے۔ بحالتِ مجبوری اس کو منظور کیا جاسکتا ہے کہ حکومت اس جگہ کے عوض دوسری مسجد بنوادے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۳ جلد ۲، فتاویٰ خیریہ ص ۱۶۴ جلد اول وشامی ص ۵۱۳ جلد ۳ وص ۵۱۹ ج ۳ تفصیل دیکھئے جامع صغیر ص ۱۰۹ جلد اول)

سڑک پر مسجد کی ڈاٹ کا حکم

سوال مسجد تنگ ہونے کی وجہ سے نمازیوں کے واسطے خارج سڑک پر ڈاٹ لگانا جائز ہے جبکہ چونگی اجازت دیدے، صرف ڈاٹ لگا کر نماز پڑھنے کی اور زمین (سڑک) چونگی ہی کی مِلک ہے اور راہگیروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، کیونکہ ڈاٹ زمین سے بارہ چودہ فٹ بلند ہوگی تو کیا نماز اس ڈاٹ پر جائز ہوگی اور جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب سڑک پر ڈاٹ لگا کر نماز پڑھنا شرعاً درست ہے اور جب کہ مسجد کے صحن کے ساتھ یہ ڈاٹ متصل (ملی ہوئی) ہو اور صفوفِ مسجد وہاں تک متصل ہیں تو جماعت کا ثواب بھی ملے گی۔ لیکن یہ ڈاٹ مسجدِ شرعی کے حکم میں نہ ہوگی کیونکہ مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک کسی کی مِلک نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہوتی ہے اور یہاں پر ڈاٹ کے نیچے سڑک ہے جو کہ سرکاری چنگی کی مِلک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۳ ج ۶)

دومنزلہ مسجد کا حکم

الجواب دومنزلہ مسجد بنا کر عام طور پر نیچے کا حصہ بے کار کر دیا جاتا ہے، معمولی سی گرمی کو بہانہ بنالیا جاتا ہے صرف اوپر کے حصہ میں نماز ہوتی ہے، حالانکہ اصل مسجد نیچے کا حصہ ہے اور مسجد کی چھت پر بلاضرورت چڑھنا مکروہ بھی ہے، اس لیے ایسے حالات میں دومنزلہ مسجد بنانا مناسب نہیں ہے۔ ہاں اگر ہمیشہ ہی مسجد کے نیچے کے حصے میں جماعت ہو اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے مقتدی چھت پر کھڑے ہو جائیں تو شرعاً یہ جائز ہے اور اس سہولت کے لیے دومنزلہ مسجد بنانے یا مسجد کی چھت پر سائبان ڈالنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۴ جلد ۶ بحوالہ ردالمحتار ص ۶۸۶ جلد ۱ وتفصیل فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۰ جلد ۴)

مسئلہ مسجد کی چھت پر نماز مکروہ ہونا اس صورت میں ہے جب کہ چھت پر محلّہ والے نماز کے لیے جگہ نہ بنائیں اور اس کو خالی چھت ہی قرار دیں اور جب چھت پر دوسری منزل بنادی گئی تو اب یہ خالی چھت کے حکم میں نہیں رہی۔ (امدادالاحکام ص ۴۴۰ ج ۱)

مسجد کا تبادلہ کرنا؟

مسئلہ اپنی طرف سے مسجد کی زمین کا تبادلہ یا بیعنامہ کا معاملہ (ازخود) نہ کیا جائے اور اگر وہ زمین نہ چھوڑیں اور دوسری جگہ آپ کے مناسب زمین دیں یا قیمت دیں تو مجبوراً لے کر دوسری جگہ مسجد بنالیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۵ جلد ۱۲)

مسجد کا لینٹر پڑوسی کی دیوار پر ڈالنا؟

مسئلہ مسجد خدا کا گھر ہے اس میں کسی دوسرے کی زمین، بغیر مالک کی اجازت کے شامل کرلینا یا اس کی دیوار پر مسجد کا گاٹر یا لینٹر وغیرہ رکھنا یا مسجد میں کوئی ایسا روشندان کھولنا کہ جس سے دوسرے کے مکان کی بے پردگی ہو شرعاً یہ جائز نہیں، یہ حق تلفی ہے، گناہ ہے، اگر مسجد میں کسی زمین کی ضرورت ہو تو قیمت دے کر خریدی جائے، اگر کسی کی دیوار کا کوئی حصہ مسجد میں لیا گیا ہو تو اس کی قیمت ادا کی جائے، اگر بے پردگی ہو کسی کی تو اس کا انتظام کیا جائے، اور جس کی حق تلفی کی گئی اس سے معذرت بھی کی جائے، ورنہ آخرت کی باز پُرس سے نجات نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۶ جلد ۲)

مسئلہ مسجد کی دیواریں کسی مکان یا دوکان کی دیوار سے مشترک بھی نہ ہوں اگرچہ وہ مکان یا دوکان اس مسجد پر وقف ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۰ جلد ۲)

توسیع مسجد کے لیے پڑوسی کا مکان لینا؟

مسئلہ جو زمین خرید کر وقف نہیں کی وہ مسجد کی نہیں، اس میں مالک کو تصرف کا اختیار ہے، لیکن اگر مسجد میں تنگی ہو اور اس کو بڑھانے کی ضرورت ہو تو مالک سے قیمتاً لے لی جائے، اگر مالک فروخت کرنے پر رضامند ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۸ جلد ۱۰ بحوالہ ردالمحتار ص ۳۶۷ جلد ۳)

(یعنی زبردستی حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

Marfat.com

مسجد کی دیوار میں نقش ونگار کرنا؟

مسئلہ قبلہ کی دیوار کے علاوہ مسجد میں نقش ونگار کرنا درست ہے لیکن وقف مال سے درست نہیں ہے، لیکن زیادہ تکلفات کرنا (پھر بھی) مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۳ جلد ۶ بحوالہ کبیری ص ۵۷۱ ومجمع الانہر ص ۱۲۷ جلد ۱ وبحر الرائق ص ۳۷ جلد ۲)

مسئلہ درمختار وشامی ص ۴۴۲ جلد اول کی عبارت سے معلوم ہوا کہ مسجد میں علاوہ محراب کے دوسری حصوں چھت وغیرہ میں نقش ونگار کرنا اپنے حلال روپیہ سے جائز ہے لیکن محراب میں یعنی جانب قبلہ کی دیوار میں ایسے نقش ونگار کرنا جس سے نمازیوں کی توجہ منتشر ہو مکروہ ہے، اس طرح زیادہ تکلف کے بعد باریک باریک نقوش اور بیل بوٹے نکلوانا بھی مکروہ ہے اور مالِ وقف سے تو ان چیزوں میں سے کچھ بھی جائز نہیں ہے۔

جو چیز تعمیر کو پختہ اور مستحکم کرنے والی ہو وہ حسب ضرورت مالِ وقف سے جائز ہے، باقی زیبائشی کام میں وقف مال خرچ کرنا حرام ہے۔ اگر متولی مالِ وقف کو زیبائش کے کام میں صرف کرے گا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ البتہ اگر مالِ وقف زیادہ جمع ہو جائے اور مسجد کو عمارت کی ضرورت نہ ہو بلکہ ضروریاتِ مسجد سے وہ روپیہ قطعاً زائد ہو اور متولی کو قوی اندیشہ ہو کہ اس روپیہ کی حفاظت کسی طرح نہیں ہو سکتی اور دوسرے ظالم لوگ اس روپیہ پر قبضہ کر کے اپنی ضروریات میں صرف کر لیں گے تو پھر ایسی مجبوری کے وقت اس روپیہ کو مسجد کے زیبائشی کام میں بھی صرف کرنا درست ہے۔ (مسجد کی دیواروں پر ایسے شیشے کے بیل بوٹے تیار کرانا جس میں چہرہ اور عکس نظر آتا ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ شیشے (کے بیل بوٹے وغیرہ) لگانا زیبائش ہی کے لیے ہے، عمارت کے لیے نہیں۔ اگر نمازی کی تصویر ان شیشوں میں نظر آتی ہے تو اس میں اور بھی تصویر پرستی کی مشابہت ہے۔

ایسی مسجد میں (جس کے نقش ونگار میں آئینہ لگا ہو اور تصویر نظر آتی ہو) نماز جائز ہے نمازی کو چاہیے کہ نظر نیچی رکھے تاکہ خشوع حاصل ہو اور دھیان نہ بٹنے پائے ورنہ اگر اس طرف توجہ کی اور خشوع نہ رہا تو نماز مکروہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۰ جلد ۶ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۰ جلد ۲ بحوالہ ابن ماجہ ص ۲۴۵ جلد اول وشامی ص ۶۰۷ جلد اول وکفایت المفتی ص ۱۴۰ جلد ۳ وکتاب الفقہ ص ۴۵۷ جلد اول وحسن الفتاویٰ ص ۴۵۹ جلد ۶)

Marfat.com

جُوتے پہن کر جماعت خانہ میں داخل ہونا؟

مسئلہ مسجد کی عمارت منہدم کرنے کے بعد (یعنی پُرانی تعمیر کو توڑ کر نئی تعمیر کے وقت) مسجد کی جگہ کا احترام ویسا ہی ضروری ہے جیسے پہلے تھا، جوتے اور چپّل اگر نئے اور پاک ہوں تو مضائقہ نہیں، لیکن ادب کے مقام پر جوتے اُتار دینا ادب کا مقتضیٰ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۱۱ جلد ۶ و آپ کے مسائل ص ۱۳۸ جلد ۳)

مسئلہ بعض جگہ جوتے رکھنے کیلئے مسجد میں لکڑی کا بکس نہیں ہوتا، اگر جوتے خشک ہوں (ناپاکی لگی ہوئی نہ ہو) تو مسجد ناپاک نہیں ہوتی۔ (آپکے مسائل ص ۱۳۸ جلد ۳ و کفایت المفتی ص ۱۵۰ جلد)

دَورانِ تعمیر مسجد میں جوتہ پہن کر جانا؟

مسئلہ محض وقف کرنے والے کی نیت کرنے اور صحن و دالان کی جگہ متعین کر لینے سے مسجد کے احکام جاری نہیں ہو جاتے کیونکہ صرف اتنی بات سے مسجدیت تام نہیں ہو جاتی بلکہ جب مسجد میں اذان و جماعت ہونے لگے تب مسجدیت تام ہو کر اس پر پورے احکام جاری ہوتے ہیں۔

پس دَورانِ تعمیر وہاں مسجد کا ملبہ اینٹ گارہ وغیرہ پڑا ہو، تعمیر ہو رہی ہو، معمار و مزدور آ جا رہے ہوں تو اس کا حکم اور ہے اور جب وہاں نماز و جماعت ہو رہی ہو اس کا حکم اَور ہے۔ جتنا حصہ نماز و جماعت کے لیے متعین کر دیا گیا ہے اور وہاں نماز و جماعت ہونے لگی ہے اس پر پورے مسجد کے احکام جاری ہوں گے، وہاں جوتہ پہن کر جانا بھی احترام کے خلاف ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۷ ج ۱۸ بحوالہ عالمگیری ص ۹۳ ج ۴)

معماروں کا مسجد میں گھٹنے کھولنا؟

سوال مسجد کے اندر تعمیر کے دوران معماروں کو حقّہ پینا اور گھٹنے کھلے رکھنا کیسا ہے؟

جواب گھٹنے کھلے رکھنا کسی کے سامنے خارجِ مسجد بھی منع ہے چہ جائے کہ مسجد میں، متولّی کو چاہئے کہ ایسے معماروں اور مزدوروں کو ہدایت کرے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ مسجد میں حقہ پینے سے بھی ان کو روکا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۱ جلد ۱۵)

Marfat.com

مسجد میں مینار کتنے ہوں؟

مسئلہ مینار کے متعلق شریعت کی طرف سے کوئی تحدید و تعیین نہیں، البتہ مسجد کی ہیئت ایسی ہونی چاہئے کہ دیکھنے والے پہچان لیں کہ یہ مسجد ہے۔ عامۃً دو مینار بنانے کا معمول ہے، کسی مسجد میں چار اور کسی میں اس سے زائد بھی ہیں، مگر یہ سب کسی شرعی امر کی وجہ سے نہیں، نہ ممانعت ہے، البتہ بلاوجہ پیسہ خرچ نہ کیا جائے، خاص کر وقف کا پیسہ، کہ اس میں بہت احتیاط ضروری ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۵ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد کے اندر محراب میں طاق بنانا عورتوں کے بھرنے کی غرض سے مسجد کی ضرورت میں داخل نہیں، گنبد، مینار، محراب کی اگر ضرورت ہو تو ان کا بنانا شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۹ جلد ۱۰ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۱۹ جلد ۶ و ابوداؤد شریف ص ۸۴ جلد ۱ و فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱۵ جلد ۶ کتاب الکراہیۃ)

مسجد سے ملا کر اپنی تعمیر کرنا؟

سوال مسجد سے آگے کی سمت یا بازو میں مسجد سے متصل ایک شخص کی زمین ہے وہ اپنی زمین میں عمارت بنا رہا ہے، اگرچہ وہ زمین اسی کی ملکیت میں ہے مگر وہ مسجد کی عمارت یعنی دیوار سے ہی تعمیر شروع کر رہا ہے لیکن قانون کے اعتبار سے اس کو کم از کم تین فٹ جگہ چھوڑ کر عمارت بنانا چاہئے (کیونکہ مسجد کے روشندان اور پرنالے اسی جگہ پر گرتے ہیں) لیکن وہ شخص اس کے لیے رضامند نہیں ہے تو کیا قانون کے اعتبار سے اس کو نوٹس دے کر روکا جا سکتا ہے تحفظ مسجد کے لیے؟

جواب مسجد کی چھت کا پانی گرنے کے لیے جگہ کا چھوڑنا مسجد کا حق ہے، لہٰذا تحفظِ مسجد کے لیے بھی اس کو روکنے کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۷ جلد ۱۵)

مسجدِ کبیر کی تعریف

مسئلہ چالیس ذراع لمبی چالیس ذراع چوڑی، ایک قول میں ساٹھ ذراع ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۸ جلد ۱۰ بحوالہ درمختار ص ۲۰۶ جلد اول)

مسئلہ جو مسجد چالیس گز (شرعی) لمبی اور اتنی ہی چوڑی ہو وہ مسجدِ کبیر ہے، اور جو اس سے چھوٹی ہو وہ مسجدِ صغیر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۲ جلد ۱۵ و امداد الاحکام صفحہ ۴۴۴ جلد اول)

Marfat.com

مسجد کا نام ''مسجدِ حرم'' رکھنا؟

سوال کیا کسی مسجد کا نام ''مسجد حرم'' رکھ سکتے ہیں کیونکہ یہ نام خانۂ کعبہ کا ہے؟

جواب غلام احمد قادیانی نے یہی تلبیس کی تھی کہ اپنا نام نبی کریمؐ کا نام تجویز کیا، اپنی بیوی کا نام ام المؤمنینؓ کا نام تجویز کیا اور اپنی مسجد کا نام سَرورِ دوعالمؐ کی مسجد کا نام تجویز کیا، اپنے قبرستان کا نام مدینہ پاک کے قبرستان کا نام تجویز کیا، اس طرح اس نے اپنی امت کو حضرت خاتم النبیینؐ کی اُمّت سے بے نیاز و بے تعلق بنانے کی کوشش کی۔

اپنی مسجد کا نام آپ حضرات بھی مسجدِ حرم نہ رکھیں کہ عام مسلمانوں کو اس سے دھوکہ لگتا ہے، اگرچہ آپ حضرات کی نیت تلبیس کی نہ ہوتا ہم دھوکہ اور مغالطہ سے بچنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۷ جلد ۱۸)

''مسجدِ غرباء'' نام رکھنا؟

مسئلہ تعارف کی غرض سے نام رکھا جاتا ہے، لہٰذا اس وجہ سے کہ اس جگہ کے اکثر لوگ غریب ہیں، یا غرباء نے مسجد کی تعمیر کرائی ہے اور غریب لوگوں کی مسجد ہے، ''مسجدِ غرباء'' نام رکھنے میں شرعی قباحت نہیں ہے، ایسا نام رکھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۲ جلد ۶)

نام کھدوا کر مسجد پر پتھر لگوانا؟

سوال مرنے والے کی طرف سے مسجد بنوا کر اس کے نام کا پتھر کھدوا کر لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ایصالِ ثواب کے لیے مسجد بنوا دینا اور ایسی نیت سے پتھر پر نام کھدوا کر لگانا کہ دوسروں کو اس قسم کے کاموں کی رغبت ہو یا کوئی شخص اس پتھر کو دیکھ کر میّت کے لیے خصوصیت سے ایصالِ ثواب کرے تو درست ہے اور شہرت کی بناء پر نام کھدوانا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۱۴ جلد ۱)

مسجد میں اپنے نام کا پتھر لگوانا؟

سوال ایک جامع مسجد تعمیر ہو رہی ہے عوامی چندہ سے، ایک شخص جو چندہ کی فراہمی اور دیگر کاموں میں زیادہ حصہ لیتا ہے وہ پتھر پر تاریخ سنگِ بنیاد اور اپنا ذاتی نام کھدوا کر دیوار میں

Marfat.com

نصب کرنا چاہتا ہے، سب لوگ ناراض ہیں، کیا اس پتھر کو اس شخص کے نام کے ساتھ نصب کریں یا نہیں؟

جواب اگر مسجد والے ان صاحب کو مسجد کا متولی و مہتمم قرار دے لیں اور ان کے انتظام واہتمام سے مسجد کا کام انجام پائے تو اس پتھر پر اس طرح سے عبارت لکھدی جائے کہ اس مسجد کی تعمیر فلاں صاحب کے انتظام واہتمام سے ہوئی تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ لیکن خود ان صاحب کا مطالبہ کرنا کہ میرا نام پتھر پر کھدوا کر لگایا جائے اخلاص کے خلاف ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے وہ اپنی ناموری کے خواہش مند ہیں، یہ خواہش نہایت غلط ہے، ثواب کو ختم کرنے والی ہے، دنیا میں ایسے شخص کی شہرت وتعریف ہو جائے گی مگر آخرت میں عمل خالص کے ثواب سے محروم رہے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۲ جلد ۱۸)

مسجد کے صحن میں تعمیر کے بعد کنواں کھدوانا؟

مسئلہ جو جگہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد بنا کر وقف کر دی گئی ہے اس جگہ کو مستقلاً کسی دوسرے کام میں لانا غرض واقف کے خلاف ہے، ایسی جگہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے اس کا احترام لازم ہوتا ہے، اگر اس جگہ (تعمیر ہونے کے عرصہ بعد جب کہ واقف بھی مر چکا ہے) کنواں بنایا جائے گا تو وہ ہمیشہ کے لیے غیر صلاۃ (نماز کے علاوہ) کے کام میں محبوس رہے گی، حالانکہ وہ نماز کے لیے محبوس کی گئی تھی، نیز وہاں پانی لینے کے لیے پاک اور ناپاک سب جائیں گے۔ اور عامۃً کنویں پر شور وشعب ہوتا ہے، پانی لینے میں نزاع ہوتا ہے۔ بسا اوقات پانی لینے والے عوام کے پیر اور برتن میل کچیل میں ملوث ہوتے ہیں، یہ امور احترام مسجد کے خلاف اور ممنوع ہے، نیز اس مسجد میں تنگی ہوگی اور صفوف میں تفریق۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰۲ جلد اول)

مسجد تعمیر ہونے کے بعد تہہ خانہ بنانا؟

مسئلہ مسجد کی تعمیر کے وقت تہہ خانہ نہیں بنایا گیا تو بعد میں مسجد کے نیچے تہہ خانہ بنانا جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۹ جلد ۶ بحوالہ درمختار ص ۵۷۲ جلد ۳ وطحطاوی ص ۵۳۷ جلد ۲)

مسئلہ مسجد کے گر جانے کا اندیشہ ہو تو از سرِ نو تعمیر کر لی جائے، جو جگہ نماز کے لیے متعین ہے وہ شرعی مسجد ہے، اب کرسی زمین کو اونچا کر کے اس کے نیچے دوکان بنا کر کرایہ پر دینا درست نہیں

ہے، احترامِ مسجد کے خلاف ہے۔ کرایہ دار دوکان میں اپنے کام کرے گا جن کی مسجد میں اجازت نہیں اور مسجد کو کرایہ پر دینا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۰ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد بالائی منزل کو قرار دینا اور نیچے کے حصہ میں دُکانیں بنالینا کہ اوپر نماز ہوتی رہے، نیچے خرید وفروخت بازاری کام ہوتا رہے، احترامِ مسجد کے خلاف ہے، اوپر نیچے سب جگہ مسجد ہی ہونا چاہئے کسی حصہ مسجد کو آمدنی کا ذریعہ بنالینا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۵ جلد ۱۷)

مسئلہ جس حصۂ زمین کو شرعی مسجد بنایا جائے یعنی نماز کے لیے متعین ومخصوص کیا جائے وہ بالائی وتحتانی (نیچے اوپر تحت الثریٰ سے لے کر ثریا تک) سب ہی جگہ مسجد ہوجاتی ہے، اس طرح اس سے حق العبد منقطع ہوجاتا ہے۔ نیچے دوکان کرایہ پر چلے، اوپر مسجد ہو یہ ٹھیک نہیں، جب کہ نیچے کا حصہ بھی مسجد ہوگا تو وہاں خرید وفروخت اور تمام لوازمِ بیع کا صدور ہوگا، گفتگو میں بھی احترامِ مسجد باقی نہ رہے گا پاک وناپاک ہر قسم کا آدمی بھی آئے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۲ جلد ۱۸)

مسجد کے نیچے تہہ خانہ اور اوپر ہال بنانا؟

سوال ہمارے یہاں پر سو سال پُرانی جامع مسجد منہدم کرکے ازسرِ نو تعمیر کی گئی ہے، مسجد کے نیچے تہہ خانہ اور مسجد کے اوپر وسیع ہال تعمیر کیا گیا۔ تہہ خانہ کو نماز جماعت کے لیے اور مسجد کی بالائی منزل کو مدرسہ کے لیے اور تقریبات شادی بیاہ، عقیقہ وغیرہ کے مواقع پر کھانا کھلانا اور باراتیوں کو ٹھہرانے کے لیے۔ نیز دیگر کاموں کے لیے بھی استعمال کیا جائے گا اور کرایہ بھی وصول کیا جائے گا تاکہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ حکم شرعی سے مطلع فرمائیں؟

جواب جس جگہ کو مسجد بنائی جائے وہ نیچے اوپر سب مسجد ہی ہوتی ہے، وہاں کوئی ایسا کام جو مسجد کے احترام کے خلاف ہو وہ ممنوع ہے۔ مسجد کے بالائی حصے یا نیچے کے حصے کسی جگہ سے بھی حق العبد متعلق نہیں ہونا چاہئے۔

ہال تقریبات کے لیے بنانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام اہلِ تقریبات کو اس کے استعمال کا حق ہو اور اس میں وہ کام بھی ہوں جن سے مسجد کو بچانا لازم ہے، اس لیے اس کی اجازت نہیں، تہہ خانہ مسجد کا سامان چٹائی وغیرہ رکھنے کے لیے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ احترامِ مسجد کے خلاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۹ ج ۱۷)

مسئلہ مسجد کے اوپر مدرسہ کی تعمیر کرنا بوقتِ ضرورتِ شدیدہ گنجائش معلوم ہوتی ہے مگر یہ

Marfat.com

اجازت اس صورت میں ہے کہ ابتداء ہی سے مسجد کے اوپر یا نیچے مدرسہ بنانے کا ارادہ ہو، اگر ابتداءً ارادہ نہ تھا بلکہ مسجد کی حدود متعین کر کے اس رقبہ کے بارے میں زبان سے کہہ دیا کہ یہ مسجد ہے اس کے بعد اوپر مدرسہ بنانے کا ارادہ ہوا تو جائز نہیں۔

(احسن المسائل ص ۴۴۳ جلد ۶ و عالمگیری ص ۴۵۵ جلد ۲)

نیچے مدرسہ اوپر مسجد

مسئلہ شرعی مسجد کی شان یہ ہوتی ہے کہ نیچے کی منزل اور اوپر کی منزل مسجد رہے۔ یہ صورت کہ نیچے کی منزل مدرسہ قرار دیا جائے اور اوپر کی منزل مسجد رہے اور لکڑی کی سیڑھی لگا کر اوپر جا کر نماز اداء کی جائے شرعاً درست نہیں ہے۔ شامی اور بحر میں یہ مسئلہ صاف صاف موجود ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۲ جلد ۱۷)

نیچے مسجد اوپر رہائش گاہ

سوال ہمارے یہاں اہلِ خیر حضرات نے اپنی جگہ پر مسجد قائم کی ہے اور مسجد کے اوپر رہائش گاہ بھی ہے، سب لوگ رہتے بھی ہیں، کیا وہ مسجد کے حکم میں مانی جائے گی؟ وہاں پر جماعتِ ثانیہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب جب تک وقف کر کے اس سے ملکیت کے حق کو ختم کر کے اس کا راستہ ہی الگ نہ کر دیا جائے اور اس میں سب لوگوں کو آنے اور نماز پڑھنے کا پورا اختیار نہ دے دیا جائے وہ شرعی مسجد نہیں ہوگی۔

اوپر کے حصہ میں خود مالکانہ حیثیت سے رہیں اور نیچے کے حصہ میں اذان و جماعت ہونے لگے، اتنی بات اس کے مسجد ہونے کے لیے کافی نہیں، وہاں جماعتِ ثانیہ کی اجازت ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۸ جلد ۱۸)

نیچے دوکان اوپر مسجد؟

سوال زید اپنی زمین پر چند دوکانیں بنوا کر اوپر منزل پر مسجد تعمیر کرواتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے مسجد کو اوپر والی منزل میں تجویز کیا ہے اور یہ کہ میں نے پہلے ہی نیت کر لی تھی کہ نچلی دوکانیں میری ملکیت ہوں گی اور اوپر مسجد وقف؟

Marfat.com

جواب صورتِ مسئولہ میں یہ مسجد شرعی نہیں ہوئی، اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا۔

اگر یہ زمین پہلے سے مسجد کے لیے وقف تھی، زید کی ملکیت نہیں تھی تو زید کو ان دوکانوں کا کرایہ اپنے کام میں لگانا ہرگز جائز نہیں ہے، مسجد پر صرف کرنا واجب ہے، اور یہ دوکانیں مسجد ہی کی ہوں گی اور مسجد شرعی مسجد ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۳ ج ۱۰ بحوالہ عالمگیری ص ۴۵۵ جلد ۲، درمختار ص ۳۷۰ جلد ۳ وکفایت المفتی ص ۱۶۱ جلد ۳)

مسجد سے متصل جگہ کو مسجد میں داخل کرنا؟

سوال مسجد سے ملی جلی شروع سے بنامِ مدرسہ الگ سے ایک جگہ متعین ہے، کیا اس جگہ کو مسجد میں شامل کر کے مدرسہ چلایا جاسکتا ہے؟ بعض مرتبہ نمازیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ جگہ میں امام کی اقتداء میں نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب اگر وہ جگہ کسی کی مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے مسجد میں شامل کرنا درست ہے، اگر جداگانہ (وقف) ہے مدرسہ کے لیے، تو اس کو مسجد میں شامل نہ کیا جائے، اگر مسجد کے لیے وقف ہے تو آپس کے مشورہ سے حسبِ ضرورت مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ مجمع زیادہ ہونے کے وقت اگر وہاں تک صفوف متصل ہیں تو امام کی اقتداء میں وہاں نماز درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۰ جلد ۱۰)

مِسمار شدہ مسجد کے صحن میں دُوکانیں بنانا؟

سوال ہمارے یہاں ایک مسجد تھی جو بالکل مسمار ہو چکی ہے، اگر مسمار شدہ مسجد کی جگہ صحن کو دوکانوں میں شامل کر کے ان کی چھت پر جدید مسجد تعمیر کرادی جائے تاکہ نماز پڑھی جاسکے اور مسجد کی جگہ محفوظ ہو جائے ورنہ اس جگہ پر غاصبانہ قبضہ کا احتمال ہے کیونکہ اس وقت مسمار شدہ مسجد کی جگہ پر غلاظت اکٹھی ہو رہی ہے۔

جواب جو جگہ ایک دفعہ وقف کر کے نماز کے لیے مسجد بنادی گئی وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہو جاتی ہے، اس کو کسی دوسرے کام میں لانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اس قاعدۂ کلیہ کے ماتحت اس جگہ کو محفوظ رکھنا اور اپنے مکان کی حد تک نماز کے لیے آباد رکھنا ضروری ہے اور دوکانیں بنانا جو اصل مسجد

کا حصہ تھا اس کو دُکانوں کی صورت میں تعمیر کر دیا جائے اور چھت پر مسجد رہے، درست نہیں۔ قانون تحفظ اَوقاف کے ماتحت اس جگہ کو محفوظ کرنے اور نماز کے لیے مخصوص کرنے کی پوری کوشش کی جائے، خواہ اس صورت سے ہی کیوں نہ ہو کہ وہاں چہار دیواری بنا کر تالا ڈال دیا جائے اور جب نماز پڑھنے کا موقع وہاں ملے قفل کھول کر نماز ادا کی جائے، اگر پوری کوشش کے باوجود تحفظ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو، اس پر غاصبانہ قبضہ ہو کر وقف کے برباد و باطل ہو جانے کا ظن غالب ہو تو مجبوراً سوال میں درج شدہ صورت کو بھی گوارہ کیا جا سکتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۰ جلد ۱۲)

مسجد کا نقشہ مکمل ہونے کے بعد نیچے دُوکان بنانا؟

مسئلہ جب نقشہ کے مطابق مسجد کی تعمیر کا کھدائی کا کام شروع ہو گیا ہے، اور ایک وقت کی نماز بھی باجماعت پڑھی گئی تو وہ جگہ نقشہ کے مطابق مسجد ہو گئی، اب اس کا کوئی حصہ خارج نہیں ہو سکتا، مسجد میں پانی آجانے کا اندیشہ ہے تو اس بناء پر کرسی بلند کی جا سکتی ہے، لیکن نیچے کے حصہ میں (مسجد کا نقشہ مکمل ہونے کے بعد) گودام یا دوکان بنا کر کرایہ پر دینا جائز نہ ہوگا، اگر کام شروع ہونے سے پہلے پلان میں نیچے کا حصہ خارج مسجد ہوتا اور دوکان بنائی جاتی تو اس صورت میں اس کی گنجائش تھی، اب اس کی گنجائش نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۱ جلد ۶)

مسئلہ مسجد کی ابتدائی تعمیر کے وقت بانی مسجد نے نیت کر کے اس کے نقشہ میں دوکانیں، کمرے بھی شامل کیے ہوں اور مسجد کے مفاد کے لیے وقف ہوں تو بنا سکتے ہیں، اور یہ شرعی مسجد سے خارج رہیں گے۔ اس جگہ حائضہ اور ناپاک جا سکے گا۔ (ص ۵۱۲ جلد ۳)

مگر جب ایک بار مسجد بن گئی اور ابتدائی تعمیر کے وقت نیچے دوکان اور اوپر کے حصہ میں کمرے شامل نہ ہوں تو مسجد کے اُوپر کا حصہ آسمان تک اور نیچے کا حصہ تحت الثریٰ تک مسجد کے اور اسی کے حکم میں ہو چکا، اب اس کا کوئی حصہ (کوئی جزو) مسجد سے خارج نہیں کیا جا سکتا، اور اس جگہ مسجد کی آمدنی کے لیے دوکان و کمرے نہیں بنا سکتے؛ اور اس جگہ کا احترام مسجد جیسا ہے۔ حائضہ و جنبی (ناپاک) کا وہاں جانا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۳ جلد ۳ و جدید فقہی مسائل ص ۷۶)

عارضی ضرورت کے لیے بنائی گئی مسجد کا حکم

سوال پرانی مسجد کو توڑ کر نئی مسجد بنانے کا ارادہ کیا ہے، جب تک نماز پڑھنے کے لیے عارضی

Marfat.com

طور پر مسجد کے احاطہ سے باہر ایک مسجد بنائی گئی ہے جس کو پختہ مسجد کے تیار ہونے پر توڑ دیا جائے گا، تو عارضی مسجد کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر وہاں عارضی طور پر مسجد تیار ہونے تک نماز کا انتظام کرلیا گیا ہے اس کو وقف کر کے مسجد نہیں بنایا گیا تو وہ شرعی مسجد نہیں بنی، اس کا حکم وہ نہیں جو شرعی مسجد کا ہوتا ہے، اس کا حال ایسا ہی ہے جیسے مکان میں کسی جگہ نماز پڑھتے ہوں کہ وہ ہمیشہ کے لیے مسجد نہیں۔ نیز عیدگاہ میں مسجد کے سب احکام جاری نہیں ہوتے، جب عارضی مسجد میں نماز پڑھنا موقوف کر دیا جائے تو مالک کو اپنی مِلک میں تصرف کا اختیار ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۰ جلد ۱۸ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۵ جلد ۲)

مسجد ضرار کیا ہے؟

منافقین کی ایک سازش کا واقعہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص ابو عامر نامی زمانۂ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا، اور ابو عامر راہب کے نام سے مشہور تھا، یہ وہی شخص ہے جسکے لڑکے حضرت حنظلہؓ مشہور صحابی ہیں، جن کی لاش کو فرشتوں نے غسل دیا، اس لیے غسیل ملائکہ کے نام سے معروف ہوئے، مگر ان کا باپ ابو عامر راہب اپنی گمراہی اور نصرانیت پر تاحیات قائم رہا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ابو عامر راہب حاضرِ خدمت ہوا اور اسلام پر اعتراضات کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر بھی اس بدنصیب کو اطمینان نہ ہوا، بلکہ یہ کہا کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو وہ مردود اور احباب و اقارب سے دور ہو کر مسافرت میں مرے۔ اور کہا کہ آپ کے مقابلہ میں جو بھی دشمن آئے گا میں اس کی مدد کروں گا۔ چنانچہ غزوۂ حنین تک تمام غزوات میں مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ قتال میں شرکت کی، جب ہوازن کا بڑا اور قوی قبیلہ بھی شکست کھا گیا تو یہ مایوس ہو کر ملکِ شام بھاگ گیا، کیونکہ یہی ملک نصرانیوں کا مرکز تھا، وہیں جا کر اپنے احباب و اقارب سے دور مر گیا جو دعاء کی تھی وہ اس کے سامنے آ گئی۔ جب کسی شخص کی رسوائی مقدر ہوتی ہے تو وہ ایسے ہی کام کیا کرتا ہے، خود ہی اپنی دعاء سے ذلیل و خوار ہوا۔ مگر جب تک زندہ رہا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں لگا رہا۔

چنانچہ قیصر مَلِک روم کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے لشکر سے مدینہ پر چڑھائی کر دے، اور مسلمانوں کو یہاں سے نکال دے۔

Marfat.com

اسی سازش کا ایک معاملہ یہ پیش آیا کہ اس نے منافقین مدینہ کی جن کے ساتھ اس کا ساز باز تھا لکھا کہ میں اس کی کوشش کر رہا ہوں کہ قیصر مدینہ پر چڑھائی کرے، مگر تم لوگوں کی کوئی اجتماعی طاقت ہونی چاہئے جو اس وقت قیصر کی مدد کرے، اس کی صورت یہ ہے کہ تم مدینہ ہی میں ایک مکان بناؤ، اور یہ ظاہر کرو کہ ہم مسجد بنا رہے ہیں تا کہ مسلمانوں کو شبہ نہ ہو، پھر اس مکان میں تم اپنے لوگوں کو جمع کرو، اور جس قدر اسلحہ اور سامان جمع کر سکتے ہو وہ بھی کرو، یہاں مسلمانوں کے خلاف آپس کے مشورہ سے معاملات طے کیا کرو۔

اس کے مشورے پر بارہ منافقین نے مدینہ طیبہ کے محلّہ قباء میں جہاں اول ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اور ایک مسجد بنائی تھی، وہیں ایک دوسری مسجد کی بنیاد رکھی، ان منافقین کے نام بھی ابن اسحاق وغیرہ نے نقل کئے ہیں، پھر مسلمانوں کو فریب دینے اور دھوکے میں رکھنے کے لیے یہ ارادہ کیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نماز اس جگہ پڑھوا دیں تا کہ سب مسلمان مطمئن ہو جائیں کہ یہ بھی ایک مسجد ہے جیسا کہ اس سے پہلے ایک مسجد یہاں بن چکی ہے۔

ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قباء کی موجودہ مسجد بہت سے لوگوں سے دور ہے، ضعیف، بیمار آدمیوں کو وہاں تک پہنچنا مشکل ہے، اور خود مسجدِ قباء اتنی وسیع بھی نہیں کہ پوری بستی کے لوگ اس میں سما سکیں، اس لیے ہم نے ایک دوسری مسجد اس کام کے لیے بنائی ہے تا کہ ضعیف مسلمانوں کو فائدہ پہنچے، آپ اس مسجد میں ایک نماز پڑھ لیں تا کہ برکت ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ تبوک کی تیاری میں مشغول تھے، آپؐ نے یہ وعدہ کر لیا کہ اس وقت تو ہمیں سفر درپیش ہے، واپسی کے بعد ہم اس میں نماز پڑھ لیں گے، لیکن غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت جب کہ آپؐ مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام پر فروکش ہوئے تو آیاتِ مذکورہ آپؐ پر نازل ہوئیں جن میں ان منافقین کی سازش کھول دی گئی تھی، آیاتِ کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب جن میں عامر بن سکن اور وحشی قاتل حمزہؓ وغیرہ شریک تھے، ان کو حکم دیا کہ ابھی جا کر اس مسجد کو ڈھا دو، اور اس میں آگ لگا دو، یہ سب حضراتؓ اسی وقت گئے اور حکم کی تعمیل کر کے اس کی عمارت کو ڈھا کر زمین برابر کر دی، یہ تمام واقعہ تفسیر قرطبی اور مظہری کی بیان کی ہوئی روایات سے اَخذ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

تفسیر مظہری میں محمد بن یوسف صالحی کے حوالہ سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء سے مدینہ منورہ میں پہنچ گئے تو مسجدِ ضرار کی جگہ خالی پڑی تھی، آپؐ نے عاصم ابن عدیؓ کو اس کی اجازت دی کہ وہ اس جگہ میں اپنا گھر بنالیں، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس جگہ کے متعلق قرآنِ کریم کی یہ آیات نازل ہوچکی ہیں میں تو اس منحوس جگہ میں گھر بنانا پسند نہیں کرتا، البتہ ثابت بن اقرمؓ ضرورتمند ہیں ان کے پاس کوئی گھر نہیں، ان کو اجازت دے دیجئے کہ وہ یہاں مکان بنالیں، ان کے مشورہ کے مطابق آپؐ نے یہ جگہ ثابت بن اقرمؓ کو دے دی، مگر ہوا یہ کہ جب سے ثابتؓ اس مکان میں مقیم ہوئے تو ان کے کوئی بچہ نہیں ہوا یا زندہ نہیں رہا۔

اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ انسان تو کیا اس جگہ میں کوئی مرغی بھی انڈے بچے دینے کے قابل نہ رہی، کوئی کبوتر اور جانور بھی اس میں پھلا پھولا نہیں، چنانچہ اس کے بعد سے یہ جگہ آج تک مسجدِ قباء کے کچھ فاصلے پر ویران پڑی ہے۔

واقعہ کی تفصیل سننے کے بعد آیاتِ مذکورہ کے متن کو دیکھئے، پہلی آیت میں فرمایا والذین اتخذوا مسجداً، یعنی جس طرح اوپر دوسرے منافقین کے عذاب اور ذلت ورسوائی کا ذکر ہوا ہے یہ منافقین بھی ان میں شامل ہیں جنہوں نے مسجد کا نام رکھ کر ایک ایسی عمارت بنائی جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا۔

اس آیت میں مسجدِ مذکور کے بنانے کی تین غرضیں ذکر کی گئی ہیں، اول ضراراً یعنی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے، لفظ ''ضرر'' اور ''ضرار'' دونوں عربی زبان میں نقصان پہنچانے کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں، بعض حضرات نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ ''ضرر'' تو اس نقصان کو کہا جاتا ہے جس میں اس کے کرنے والے کا اپنا تو فائدہ ہو، دوسروں کو نقصان پہنچے۔ اور ''ضرار'' دوسروں کو نقصان پہنچانا ہے جس میں اس پہنچانے والے کا اپنا کوئی فائدہ بھی نہیں، چونکہ اس مسجد کا انجام یہی ہونے والا تھا کہ بنانے والوں کو اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچے، اس لیے یہاں لفظ ضرار استعمال کیا گیا،

دوسری غرض اس مسجد کی تفریقاً بین المؤمنین بتلائی گئی ہے، یعنی ان کا مقصد اس مسجد کے بنانے سے یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی جماعت کے دو ٹکڑے ہوجاویں، ایک ٹکڑا اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کا الگ ہوجائے، اور یہ کہ قدیم مسجد قباء کے نمازی گھٹ جائیں اور کچھ لوگ

Marfat.com

یہاں نماز پڑھا کریں۔

تیسری غرض ارصاداً لمن حارب اللہ بتلائی گئی، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس مسجد سے یہ کام بھی لینا تھا کہ یہاں اللہ اور رسولؐ کے دشمنوں کو پناہ ملے اور وہ یہاں مسلمانوں کے خلاف سازش کیا کریں۔

مسجد ضرار میں آگ کیوں لگوائی؟

اس مجموعہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ جس مسجد کو قرآنِ کریم نے مسجد ضرار قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو ڈھایا گیا اور آگ لگائی گئی، درحقیقت نہ وہ مسجد تھی، نہ اس کا مقصد نماز پڑھنے کیلئے تھا بلکہ مقاصد وہ تین تھے جن کا ذکر اوپر آیا ہے، اس سے معلوم ہوگیا کہ آج کل اگر کسی مسجد کے مقابلہ میں اسکے قریب کوئی دوسری مسجد کچھ مسلمان بنالیں اور بنانے کا مقصد یہی باہمی تفرقہ اور پہلی مسجد کی جماعت توڑنا وغیرہ اغراضِ فاسدہ ہوں، تو اگرچہ ایسی مسجد بنانے والے کو ثواب تو نہ ملے گا بلکہ تفریق بین المؤمنین کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، لیکن باایں ہمہ اس جگہ کو شرعی حیثیت سے مسجد ہی کہا جائیگا، اور تمام آداب اور احکام مساجد کے اس پر جاری ہوں گے، اس کا ڈھانا، آگ لگانا جائز نہیں ہوگا، اور جو لوگ اس میں نماز پڑھیں گے ان کی نماز بھی اداء ہوجائے گی، اگرچہ ایسا کرنا فی نفسہٖ گناہ رہے گا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس طرح ریاء ونمود کے لیے یا ضد وعناد کی وجہ سے جو مسلمان کوئی مسجد بنالے، اگرچہ بنانے والے کو مسجد کا ثواب نہ ملے گا بلکہ گناہ ہوگا، مگر اس کو اصطلاح قرآن والی مسجدِ ضرار نہیں کہا جائے گا، بعض لوگ جو اس طرح کی مسجد کو مسجد ضرار کہہ دیتے ہیں یہ درست نہیں، البتہ اس کو مسجدِ ضرار کے مشابہ کہہ سکتے ہیں، اس لیے اس کے بنانے کو روکا بھی جاسکتا ہے، جیسا کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے ایک فرمان جاری فرمایا تھا جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد نہ بنائی جائے جس سے پہلی مسجد کی جماعت اور رونق متأثر ہو۔ (تفسیر کشاف)

اس مسجد ضرار کے متعلق دوسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے لاتقم فیہ ابداً، اس میں قیام سے مراد نماز کے لیے قیام ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ اس نام کی مسجد میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

Marfat.com

مسئلہ اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی اگر کوئی نئی مسجد پہلی مسجد کے متصل بلا کسی ضرورت کے محض ریاء ونمود کے لیے یا ضد وعناد کی وجہ سے بنائی جائے تو اس میں نماز بہتر نہیں، اگر چہ نماز ہو جاتی ہے۔

اسی آیت میں آپ ﷺ کو یہ بھی ہدایت دی گئی کہ آپ ﷺ کا نماز پڑھنا اسی مسجد میں درست ہے جس کی بنیاد اوّل ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اور اس میں ایسے لوگ نماز پڑھتے ہیں جن کو پاکی اور طہارت میں پوری احتیاط محبوب ہے، اور اللہ بھی ایسے مطہرین کو پسند کرتا ہے۔

سیاقِ آیت سے ظاہر یہ ہے کہ مراد اس سے مسجد قباء ہے، جس میں اُس وقت رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اور بعض روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، (کمارواہ ابن مردویہ عن ابن عباس وعمروبن شیبة عن سهل الانصاری وابن خزیمة فی صحیحه عن عویمر ابن ساعدہ ازمظهری)

اور بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ اس سے مراد مسجدِ نبویؐ ہے وہ اس کے منافی نہیں، کیونکہ مسجدِ نبویؐ جس کی بنیاد وحی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی، ظاہر ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ یا برابر مطہر کون ہو سکتا ہے، اس لیے وہ بھی اس کی مصداق ضرور ہے،

(کمارواہ الترمذی وصححه عن ابی سعید الخدریؓ مرفوعاً ازقرطبی)

فیه رجال یحبون ان یتطهروا، آیتِ مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے لیے اس مسجد کو احق قرار دیا، جس کی بنیاد اول سے تقویٰ پر رکھی گئی جس کے مفہوم میں مسجدِ قباء اور مسجدِ نبویؐ دونوں داخل ہیں، اس مسجد کی ایک فضیلت یہ بھی بتلائی گئی کہ اس مسجد کے نمازی ایسے لوگ ہیں جو طہارت کا بہت زیادہ خیال اور اہتمام کرتے ہیں، طہارت کے مفہوم میں اس جگہ عام نجاسات اور گندگیوں سے پاکی بھی داخل ہے، اور معاصی اور خلاقِ رذیلہ سے پاکی بھی۔ مسجدِ قباء اور مسجدِ نبویؐ کے نمازی عموماً ان سب اوصاف کے ساتھ متصف تھے۔

فائدہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مسجد کی فضیلت کا اصل مدار تو اس پر ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کے لیے بنائی گئی ہو، اس میں کسی ریاء اور نام ونمود کا یا کسی اور غرضِ فاسد کا کوئی دخل نہ ہو، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازیوں کے نیک، صالح، عالم، عابد ہونے سے بھی مسجد کی فضیلت بڑھ جاتی ہے، جس مسجد کے نمازی عام طور پر علماء، صلحاء، تقویٰ شعار ہوں اس میں نماز ادا کرنے

Marfat.com

کی فضلیت زیادہ ہے۔

تیسری اور چوتھی آیت میں اس مسجد مقبول کے مقابلہ میں منافقین کی بنائی ہوئی مسجد ضرار کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دریا کے کنارے بعض اوقات پانی زمین کے حصہ کو اندر سے کھالیتا ہے اور اوپر زمین کی سطح ہموار نظر آتی ہے، اس پر اگر کوئی تعمیر کرے تو ظاہر ہے کہ وہ فوراً گر جائے گی، اسی طرح اس مسجد ضرار کی بنیاد ناپائیدار تھی، اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ گر پڑی، اور جہنم کی آگ میں گئی، جہنم کی آگ میں جانا مجازی معنیٰ کے لیے بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے بنانے والوں کے لیے اس نے جہنم کا راستہ ہموار کردیا، اور بعض حضرات نے اس کو حقیقت پر بھی محمول کیا ہے کہ حقیقۃً جب یہ مسجد گرائی گئی ہے تو جہنم میں گئی۔ واللہ اعلم۔

آگے فرمایا کہ ان کی یہ تعمیر ہمیشہ ان کے شک اور نفاق کو بڑھاتی ہی رہے گی، جب تک کہ ان کے قلوب قطع نہ ہوجائیں یعنی جب تک ان کی زندگی ختم نہ ہوجائے ان کا شک ونفاق اور حسد وغیظ بڑھتا ہی رہے گا۔ (معارف القرآن ص ۴۶۱ ج ۴ تا ص ۴۶۵ ج ۴)

مسئلہ مسجد ضرار جس کی قرآنِ کریم میں مذمت ہے وہ ہے جس کی بنیاد سے مسجدیت مقصود نہ ہو، اور جس کی بناء سے مسجدیت مقصود ہو وہ مسجد ہے، گو فسادِ نیت کی وجہ سے ثواب کم ہو۔

(امداد الاحکام ص ۴۶۱ جلد ۱)

مسجد کی پُرانی اینٹیں جُوتے رکھنے کی جگہ لگانا؟

سوال ایک چھوٹی مسجد کو شہید کرکے بڑی بنائی گئی، اس کا صحن کا فرش پتھر کا تھا، اب وہ پتھر جوتے اتارنے کی جگہ پر لگادیا گیا ہے۔ اب لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جس پتھر پر سجدہ ہوتا تھا، آج وہ پتھر جوتے اتارنے کی جگہ لگادیا ہے جس سے بے حرمتی ہوتی ہے کیا اس پر جوتے اتارنا درست ہے یا نہیں؟

جواب وہ پتھر ایسی جگہ نہ لگائے جاتے تو بہتر ہوتا جہاں جوتے نکالے اور رکھے جاتے ہیں کیونکہ یہ خلافِ تعظیم ہے۔ تاہم اب جبکہ ان پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو ان کا وہ حکم نہیں جو مسجد کے فرش میں لگے ہوئے کا تھا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۲ جلد ۱۸ بحوالہ عالمگیری ص ۹۵ ج ۴ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۶ جلد ۳ ودر مختار مع الشامی ص ۱۶۵ جلد ۱)

Marfat.com

مسجد میں جُوتے اتارنے کی جگہ سے اقتداء کرنا؟

مسئلہ جوتے اتارنے کی جگہ طریقِ عام سے خارج مسجد ہے، اس کے محض راستہ ہونے کی وجہ سے تو یہ اقتداء سے مانع نہیں ہے، لیکن یہ (جوتے اتارنے کی) جگہ مسجد نہیں ہے، خارجِ مسجد ہے، اور خارجِ مسجد بقدر چار صفوں کے جگہ کا خالی رہنا بھی اقتداء سے مانع ہے، پس اس کا انتظام کیا جائے کہ اس خالی جگہ میں تین چار مقتدی کھڑے ہو جایا کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۸ ج ۱۵ بحوالہ شامی ص ۳۹۳)

مسئلہ مسجد میں قصداً جوتے تبدیل کرنا سخت گناہ ہے۔ اور جو چپل بے کار پڑے ہوں اور انکا مصرف پھینکنے کے سوا کوئی نہ ہو، انکو پہن لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (آپکے مسائل ص ۱۵۲ جلد ۳)

مسئلہ جوتہ میں اگر نجاست لگی نہ ہو تو مسجد کے اندر رکھ دینا جائز ہے، اور اگر چوری کا خوف نہ ہو تو مسجد سے باہر رکھنا اَولیٰ (بہتر) ہے۔ اور اگر ناپاکی لگی ہو تو بغیر دُور کیے ہوئے جوتہ کو مسجد (داخلِ مسجد) میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ (امداد الاحکام ص ۴۴۴ جلد ۱)

ہوسٹل کے کمروں کی مسجد بنانا؟

سوال ایک ہوسٹل میں ساڑھے تین سو لڑکے رہتے ہیں اس کے اندر چار پانچ کمروں کو توڑ کر ایک مسجد بنالی گئی جس کو باقاعدہ مسجد جیسی شکل وصورت نہیں دی، مذکورہ مسجد میں باقاعدہ نمازِ پنجگانہ باجماعت ہوتی ہے، امام ومؤذن کا مکمل انتظام ہے، اور اس میں جمعہ بھی ہوتا ہے، تو کیا اس مسجد کے لیے بھی وہی حکم ہوگا جو کہ دیگر مساجد کے لیے ہے؟

جواب اس جگہ پر مسجد شرعی کے احکام جاری نہیں ہوں گے، یہاں جماعتِ ثانیہ بھی منع نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۲ جلد ۱۵)

مسئلہ بلڈنگ میں جو کمرہ نماز کیلئے مخصوص کر دیا گیا ہو، اسکا حکم مسجد کا نہیں اور نہ اسمیں مسجد کا ثواب ملے گا۔ (جماعت کا ثواب تو ملے گا اگر جماعت کی جائے)۔ (آپکے مسائل ص ۱۳۸ جلد ۳)

بغیر اجازت مٹی لے کر مسجد میں لگانا؟

مسئلہ غیر مسلم کی (یا مسلم کی) زمین سے بغیر اجازت کے مٹی لینا اور مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے۔ ایسا کرنے والے لوگ ظالم اور گنہگار ہیں، اللہ تعالیٰ کے گھر میں پاک مال لگایا جائے، حرام

Marfat.com

مال اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہے، ان لوگوں کو (جنھوں نے بغیر اجازت مٹی وغیرہ استعمال کی) اس حرکت سے باز آنا چاہئے اور جس قدر مٹی لی ہے وہ واپس کردیں یا پھر اصل مالک سے اس کو خرید لیں اور قیمت ادا کریں، تب مسجد میں لگائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۱ ج ۱۲)

مسجد کو ہٹا کر راستہ کشادہ کرنا؟

سوال ہمارے یہاں کارپوریشن کے ذمہ داروں کا خیال ہے کہ جو مسجد راستہ میں آتی ہے اس کی متبادل جگہ اپنے سرمایہ سے خرید کر ہمارے نقشہ کے مطابق مسجد تعمیر کردیتے ہیں، کہ آپ اس میں نماز پڑھیئے، ہم مذکورہ مسجد جو راستہ میں پڑتی ہے اس کو توڑ کر راستہ بنائیں گے، تو کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

جواب مسجدیں سب اللہ کی ہیں نہ کسی کو ان کو گرانے کا حق ہے اور نہ بدلنے کا حق ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۱ جلد ۱۵)

مسجد کو منتقل کرنا؟

مسئلہ جو ایک دفعہ مسجدِ شرعی بنادی جائے وہ ہمیشہ کے لیے مسجد رہتی ہے، اب اس کو وہاں سے منتقل کرنا یا اس جگہ کو مکتب کے لیے مخصوص کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، مسجد کو بدستور مسجد ہی رکھا جائے اور اس میں اذان و جماعت کا بھی اہتمام رہے، جس طرح سے اب تک حفاظت رہی ہے اسی طریقہ سے آئندہ بھی حفاظت کی جائے۔ مسجد نَو نہ قیمتاً دینا درست ہے نہ کسی مکان یا زمین کے عوض دینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۶ جلد ۱۵ و احسن الفتاویٰ ص ۴۵۱ جلد ۶)

مسجد کو مدرسہ بنانا؟

مسئلہ جو جگہ جب کہ وہ شرعی مسجد بن گئی اور وہاں پر اذان و جماعت ہو رہی ہے تو اب مصالح مذکورہ (کہ مسجد کے قریب غیر مسلموں نے مندر بنالیا ہے، اس لیے اس مسجد کو ایک مدرسہ میں تبدیل کردیا جائے اور اس سے ہٹ کر اسی نام سے ایک نئی مسجد بنادی جائے) کی وجہ سے اس کو مدرسہ بنانا اور وہاں سے مسجد ہٹا کر اسی کے نام سے دوسری جگہ منتقل کردینا ہرگز جائز نہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہے۔ اذان و جماعت کے ساتھ اس کو آباد رکھا جائے۔ مندر یا کوئی بھی عمارت

Marfat.com

قریب ہونے سے نماز میں خلل نہیں آئے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۴ جلد ۱۵)

مسئلہ اگر مسجد کی ضرورت ہو تو عاشورہ خانہ کو مسجد بنالینا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۳ جلد ۱۵)

نئی آبادی میں مسجد بنانا؟

مسئلہ مسجد مسلمانوں کی اہم ضرورت ہے، جہاں آباد ہوں گے مسجد کا اہتمام کرینگے اور کرنا بھی چاہئے، اس نو آباد محلّہ میں ضرورت ہو تو وہاں بھی مسجد بنالی جائے، مگر اس کو آباد رکھنے کی فکر و کوشش بھی لازم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مسجد تو جوش میں بنالیں اور آباد نہ رکھ سکیں، اس لیے تبلیغ کر کے مسلمانوں کو نمازی بنانا زیادہ ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۱ جلد ۱۵)

بلاضرورت مسجد بنانا؟

مسئلہ مسجد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بنانا بہت اَجر و ثواب کا کام ہے، آپس کی ناراضگی کی وجہ سے یا ایک مسجد کو ویران کرنے کے لیے دوسری مسجد بنانا شرعاً مذموم اور ناپسند ہے، لیکن اگر مسجد بنالی گئی اور وقف کر دی گئی تو اس کو بھی آباد رکھنے کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۸ جلد ۱۸)

مسئلہ اگر مسجد قدیم کو نقصان پہنچانے کے لیے عداوت کی وجہ سے دوسری مسجد بنالی جائے تو اس سے ثواب نہیں ملے گا۔ ایسا کرنا شرعاً قبیح ہے۔ لیکن اگر شرعی طور پر وقف کر کے مسجد بنادی گئی تو اس کو آباد کرنا ضروری ہے، اس کو مسجدِ ضرار کہہ کر منہدم کرنا جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۹ جلد ۱۸)

خاندانی اعزاز کے لیے مسجد بنانا؟

مسئلہ مسجد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بنائے تو اَجرِ عظیم ہے، کسی دوسری غرض کے لیے بنائی جائے تو وہ مقبول نہیں۔ اس طرح پر ایسی جگہ بنانا جس سے قدیم مسجد کو ضرر پہنچے ممنوع ہے، نیز جس مسجد کے ذمہ قرض ہے اس کی ادائیگی کی فکر مقدم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۴ جلد ۱۵)

قبلہ کیا ہے؟

دوسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کو تسلی دی گئی ہے کہ

Marfat.com

مشرکینِ مکہ نے اگرچہ آپ ﷺ کو مکہ اور بیت اللہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا، اور مدینہ پہنچ کر ابتدائی زمانہ میں سولہ سترہ مہینہ تک آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، لیکن اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں، نہ آپ کے لیے غمگین ہونے کی وجہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کسی خاص سمت میں نہیں وہ ہر جگہ ہے، اس کے لیے مشرق و مغرب یکساں ہیں، کعبہ کو قبلہ نماز بنائیں یا بیت المقدس کو، دونوں میں کوئی ذاتی خصوصیت نہیں، بلکہ امرِ الٰہی کی تعمیل ہی دونوں جگہ سببِ فضیلت ہے۔

دادِ حق را قابلیت شرط نیست　　بلکہ شرطِ قابلیت دادہ ست

اس لیے جب کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم تھا اُس میں فضیلت تھی، اور جب بیت المقدس کا استقبال کرنے کا حکم ہو گیا تو اس میں فضیلت ہے، آپؐ دلگیر نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کی توجہ دونوں حالتوں میں یکساں ہے، جب کہ بندہ اس کے حکم کی تعمیل کر رہا ہو۔

چند مہینوں کے لیے بیت المقدس کو قبلہ قرار دینے کا حکم دے کر عملاً اور آپؐ نے قولاً اس بات کو واضح کر دیا کہ کسی خاص مکان یا سمت کو قبلہ قرار دینا اس وجہ سے نہیں کہ معاذ اللہ، خدا تعالیٰ اس مکان یا اس سمت میں ہے۔ دوسری جگہ میں نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر سمت میں یکساں توجہ کے ساتھ موجود ہے، کسی خاص سمت کو قبلہ عالَم قرار دینا، دوسری حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی توجہ کسی خاص سمت یا جگہ کے ساتھ مقیّد نہیں تو اب عمل کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ ہر شخص کو اختیار دے دیا جائے کہ جس طرف چاہے رُخ کر کے نماز پڑھے، دوسرے یہ کہ سب کے لیے کوئی خاص سمت و جہت معین کر دی جائے، ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں ایک تشتت و افتراق کا منظر سامنے آئے گا کہ دس آدمی نماز پڑھ رہے ہیں، اور ہر ایک کا رُخ الگ الگ، اور ہر ایک کا قبلہ جُدا جُدا ہے، اور دوسری صورت میں تنظیم و اتحاد کا عملی سبق ملتا ہے، ان حکمتوں کی بناء پر سارے عالَم کا قبلہ ایک ہی چیز کو بنانا زیادہ مناسب ہے، اب وہ بیت المقدس ہو یا کعبہ، دونوں متبرک و مقدس مقامات ہیں۔ ہر قوم اور ہر زمانہ کے مناسب اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام آتے ہیں۔ ایک زمانے تک بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا، پھر آنحضرتؐ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دلی خواہش کے مطابق اس حکم کو منسوخ کر کے کعبہ کو قبلۂ عالم بنا دیا گیا، ارشاد ہوا:

قد نریٰ تقلب وجهك فی السمآء فلنولینك قبلة ترضٰها فول وجهك شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطرہٗ۔

Marfat.com

تشریح ''یعنی کعبہ کو قبلہ بنا دینے کی دلی رغبت کی وجہ سے بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھتے ہیں کہ شاید فرشتہ حکم لے آئے۔ ہم یہ سب دیکھ رہے ہیں، اس لیے اب ہم آپ ﷺ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کو آپ ﷺ چاہتے ہیں، اس لیے اب سے آپؐ اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کریں، اور یہ حکم کچھ آپؐ ہی کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ تمام اُمت کے لیے یہی حکم دیدیا گیا، کہ تم جہاں کہیں بھی موجود ہو یہاں تک کہ خود بیت المقدس کے اندر بھی ہو تو نماز میں اپنا رُخ مسجد حرام کی طرف کیا کرو۔''

الغرض آیتِ مذکورہ وللّٰہ المشرق والمغرب نے استقبالِ قبلہ کی پوری حقیقت کو واضح کر دیا کہ اس کا منشاء بیت اللہ یا بیت المقدس کی معاذ اللہ پرستش نہیں، اور نہ ان دونوں مکانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک مخصوص ہے بلکہ اس کی ذات سارے عالم پر محیط اور ہر سمت میں اس کی توجہ یکساں ہے، پھر جو کسی خاص مکان یا سمت کو مخصوص کیا جاتا ہے اس میں دوسری حکمتیں ہیں۔ (معارف القرآن ص ۲۴۵ جلد ۱، سورۂ بقرہ)

قدیم مسجد کا رُخ صحیح نہیں تو کیا کریں؟

سوال پُرانی مسجد پر لینٹر ڈلوانے کا پروگرام ہے، مسجد کو جب ناپا گیا (پیمائش کی گئی) تو اس کے اندر تقریباً چھ فٹ کا فرق نکلا، بالکل قبلہ رُخ نہیں تھی، مسجد کو قبلہ رخ بنانے کے لیے مسجد کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کرائی جائے یا اسی صورت میں باقی رکھ کر لینٹر ڈلوالیا جائے؟

جواب نماز تو اتنے فرق سے بھی اداء ہو جاتی ہے تاہم اس فرق کو نکالنے اور صفوف کا رُخ صحیح کرنے کے لیے صفوف کے نشانات کو صحیح کر دینا بھی کافی ہے تاکہ نشانات پر نماز ادا کی جا سکے۔ تمام مسجد کو گرانے اور شہید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۲ جلد ۱۸ و امداد الاحکام ص ۴۴۵ جلد ۱)

مسئلہ اگر معمولی قبلہ رُخ میں فرق ہو تب بھی مسجد کو نہ گرایا جائے۔ سمتِ قبلہ میں توسع ہے۔ موسم سردی اور گرمی میں جہاں جہاں سورج غروب ہوتا ہے ان دونوں جگہوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بھی نماز اداء ہو جاتی ہے۔ اب تفرقہ پیدا نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۱ جلد ۱۸)

مسئلہ سمت معلوم کرنے کی بہت سی علامات فقہاء نے لکھی ہیں، قطب بھی ایک دلیل ہے، پس اگر سردی و گرمی میں جس جگہ آفتاب غروب ہوتا ہے، اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے

Marfat.com

تو نماز صحیح ہو جائے گی، یعنی دونوں موسموں کے جائے غروب کے درمیان کا حصہ جہت کعبہ ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۳ جلد ۱۵)

مسئلہ اب قطب نما کے ذریعہ وہاں صفوں کے نشانات صحیح رُخ پر لگا دیئے جائیں اور ان نشانوں کے موافق جماعت کھڑی کر کے نماز پڑھا کریں، تمام مسجد کو توڑنے کی ضرورت نہیں ہے اور جو نمازیں اب تک پڑھی گئی ہیں، ان کا اعادہ لازم نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۲ جلد ۱۲)

(پہلے زمانہ میں قبلہ کا رُخ معلوم کرنے کے آج کل کی طرح سہولیات نہیں تھیں، اگر کہیں پر قدیم مسجد شہید کر کے نئی مسجد تعمیر کی جا رہی ہو تو رخ کو صحیح کر لیا جائے۔ تھوڑے بہت رخ کو صحیح کرنے کے لیے باقاعدہ مسجد کو شہید نہ کیا جائے کیونکہ حضرت مفتی صاحب جو مشورہ دیتے ہیں اس پر عمل کر لیا جائے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسجد کا قبلہ سے معمولی فرق کا حکم

سوال ہمارے یہاں ایک مسجد ہے جس کی لمبائی ساڑھے نو گز ہے، چوڑائی پونے چار گز ہے، جس میں یہ مسجد قبلہ رُخ سے تین ہاتھ ہٹی ہوئی ہے، اُتّر کی طرف دیوار کو جب پچھم تین ہاتھ لی جائے تب اس کا رُخ صحیح ہوگا اور جہت میں سے دکھن قبلہ رُخ زیادہ ہٹائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب معمولی فرق سے نماز خراب نہیں ہوگی، البتہ اگر بجائے مغرب کے شمال یا جنوب کا رُخ ہو جائے تو نماز نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۱ جلد ۱۸)

مسئلہ جس مقام پر زمانۂ قدیم کی مساجد نہ ہوں اور قواعدِ شرعیہ کے موافق قبلہ کا رُخ معین کرنے والے مسلمان بھی نہ ہوں، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھ کر بھی واقف کار مسلمان رُخ متعین نہ کر سکتے ہوں اور آلاتِ رصدیہ کے ذریعہ قلب کو اطمینان ہو جائے تو اسی طرح رُخ معین کر کے اسکے موافق نماز ادا کرتے رہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۹ جلد ۱۲ و کفایت المفتی ص ۱۳۲ جلد ۳)

غلط بنیاد پر مسجد کی تعمیر کا حکم

سوال ایک پُرانی مسجد کی جدید تعمیر کے وقت میں قطب نما سے دیکھا گیا تو آٹھ فٹ کا فرق قبلہ میں آ رہا ہے، کیا ایسی صورت میں سابقہ بنیاد پر جدید تعمیر کر لی جائے یا قطب نما سے قبلہ درست کرنا ضروری ہے؟

نیز کتنے فٹ کے فرق سے انحراف سمجھا جائے گا اور نماز درست نہ ہوگی؟ فٹ کی تعیین فرمائیں؟

جواب ۱ دیدہ ودانستہ انحراف کے ساتھ تعمیر ہرگز نہ کی جائے، ہوسکتا ہے کہ ابتداءً سابقہ مسجد بنانے کے وقت پورا لحاظ قبلہ کا نہ ہوسکا ہو، کوئی ذریعہ اسوقت صحیح علم کا نہ ہو۔ اب جبکہ صحیح علم کا ذریعہ موجود ہے اور دیگر مساجد کو بھی دیکھ لیا جائے۔ قطب نما سے بھی اندازہ کرلیا جائے تب تعمیر کی جائے۔

۲ قصداً بالکل انحراف نہ کیا جائے، صحیح علم نہ ہونے کی صورت میں شمال وجنوب کی قوس بنا کر نصف قوس تک انحراف ہوگیا تو بھی نماز کو درست کہا جائے گا، مسجد بڑی اور چھوٹی ہونے سے اس انحراف میں بھی فرق ہوسکتا ہے۔ فٹ کی تعیین دشوار ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۰ جلد ۱۸)

مسئلہ نماز کی صفوں میں ٹیڑھاپن کمرہ کی وجہ سے ہو، نہ کہ قبلہ کی وجہ سے تو اس میں نماز اداء کرنا بلاشبہ درست ہے، اگرچہ صفیں ٹیڑھی ہوں گی مگر رُخ صحیح ہوگا، اس لیے کہ یہ ٹیڑھاپن کمرہ کی تعمیر کے لحاظ سے ہے، قبلہ رُخ کے لحاظ سے نہیں، سو اس میں مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۹ جلد ۱۲)

مسجد میں محراب بنانا؟

سوال مسجدوں میں جو محراب بنائے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب کتبِ فقہ میں عبارات مختلف ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پُرنور ﷺ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ سے محراب کا ثبوت ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانہ سے اس کا رواج شروع ہوا ہے، اسی طرح کتبِ تاریخ سے بھی مختلف اقوال ظاہر ہوتے ہیں، فقہاء محراب میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانے کو مکروہ لکھتے ہیں لیکن نفسِ محراب بنانے کو مکروہ نہیں لکھتے ہیں، بلکہ محراب سے باہر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے اور محراب میں سجدہ کرنے کو بھی جائز لکھتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس محراب کے دوسرے احکام کو بھی ذکر فرماتے ہیں، اس مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں محراب بنانا جائز ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۲ جلد ۶ بحوالہ کبیری ص ۳۴۸ و بحر ص ۴۵۹، جلد ۲)

Marfat.com

مسئلہ قبلہ کی دیوار میں بالکل درمیان میں جو محراب نما بنایا جاتا ہے محراب سے وہ مراد ہوتا ہے تا کہ امام کے درمیان دونوں طرف صفوں کی مقدار برابر رہے۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۲۱ جلد ۱)

مسئلہ امام کے قدم (ایڑیاں) باہر درسے ہوں گے تو کراہت نہ رہے گی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۸ جلد ۴)

محراب بنانے سے مسجد کے گرنے کا خطرہ؟

سوال کسی مسجد کو وسعت دینے کی وجہ سے محراب اگر درمیان میں نہ رہ پائے اور دیوار توڑ کر محراب درمیان میں بنانے سے اگر مسجد کے گر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب اگر دیوار توڑ کر درمیان میں محراب بنانا مسجد کے گر جانے کے خطرہ سے دشوار ہے تو بغیر محراب بنائے ہی امام درمیان میں کھڑا ہو جایا کرے، اس طرح کہ دونوں طرف مقتدی برابر ہوں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲ جلد ۱۷)

کیا محراب داخل مسجد ہے؟

سوال کیا مسجد کی محراب شامل مسجد ہے یا نہیں؟ اور لوگوں کی کثرت کے وقت امام محراب کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب محراب تو داخلِ مسجد ہے مگر اس کے باوجود امام کو اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ اس کے پیر پورے خارج ہوں یا کچھ حصہ خارجِ محراب ہو اگر چہ داخل محراب کھڑے ہو کر نماز پڑھانے سے بھی نماز ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۸ جلد ۱۸)

محراب کے بجائے صفِ اوّل میں نماز پڑھانا؟

سوال ایک مسجد کے اندر کا صحن تین صفوں کا ہے اور امام صاحب کے پاس محراب تک پنکھے کی ہوا نہیں پہنچتی تو کیا امام صاحب صفِ اول میں کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکتے ہیں؟

جواب اگر مقتدیوں کو تنگی نہ ہو، سب مسجد میں سما جائیں تو بجائے محراب کے صفِ اول میں محراب کی سیدھ میں امام کھڑے ہو جائے، تب بھی مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۳ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد کی سابقہ محراب کو بھی وسعت کے لحاظ سے منتقل کر سکتے ہیں (مسجد کی توسیع کیوقت)

Marfat.com

محراب بیچ میں ہونی چاہیے، تاکہ دونوں طرف کی صف برابر رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۰ جلد ۱۸)

محراب میں آفتاب کی تصویر بنانا؟

مسئلہ محراب میں نقش ونگار اور آفتاب کی تصویر (فوٹو) بنانا منع اور مکروہ ہے، اس سے نمازی کے خشوع وخضوع میں خلل آتا ہے، لیکن آفتاب کی تصویر کے سامنے کھڑے رہ کر نماز پڑھنے کو آفتاب پرستی کے مشابہ ومماثل قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

تصویر غیر ذی روح کی ہو تو مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اس کی عبادت نہیں کی جاتی، (اگر کسی مسجد کی محراب میں آفتاب کی تصویر بنی ہوئی ہے تو) اس تصویر کے سامنے نماز پڑھنے سے پرستش اور مشابہت کا حکم عائد نہیں ہوگا مگر خشوع وخضوع میں خلل انداز ہونے کی وجہ سے ایسی تصاویر کا نمازی کے سامنے ہونا ممنوع اور مکروہ ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۰ جلد ۲ بحوالہ شامی ص ۶۰۷ جلد ۱)

بڑی مسجد کی صفوف کو دائیں بائیں سے کم کرنا؟

سوال جامع مسجد کی چوڑائی تقریباً چار سو فٹ سے زائد ہے، جب جماعت کھڑی ہوتی ہے لوگ (دوڑتے ہوئے دائیں بائیں جانب صفِ اول میں جا ملتے ہیں، اس طرح بعض مرتبہ ان کی ایک رکعت بھی فوت ہو جاتی ہے۔ اور نمازیوں میں بیمار، بوڑھے ضعیف بھی ہوتے ہیں، صفِ اول کے پورا کرنے میں لمبی صف ہونے کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے۔ نمازیوں کی رائے ہے کہ صف کو ایک خاص حد تک محدود بنا دیا جائے اور دونوں جانب باقی حصہ چھوڑ دیا جائے تاکہ امام صاحب کے پیچھے نمازی ایک خاص حد تک کھڑے ہوں۔ اور اگر دوسری صف بھی لگ جائے تو اس کے مطابق اسی کے سیدھ میں قائم کی جا سکے۔ کیا اس کی اجازت ہے؟

جواب جو حصہ ایک مرتبہ مسجد بنا دیا گیا ہے دائیں بائیں اس کو مسجد سے خارج کرنے کی تو کسی صورت میں اجازت نہیں وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہے، البتہ عذرِ مذکورہ کی وجہ سے دونوں جانب کچھ خالی جگہ چھوڑ دی جائے اور امام وسط ہی میں رہے۔ اور دوسری پھر تیسری صف بھی صفِ اول کی طرح ہو جائے تو اس کی وجہ سے دوسری تیسری صف والے نماز میں صفِ اول کی فضیلت سے تو ضرور محروم رہیں گے، لیکن فضیلتِ جماعت بلا تردد حاصل ہو جائے گی، لیکن اس صورت میں مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔ ہاں اگر رکعت فوت ہونے کا خوف ہو مثلاً امام رکوع میں ہو تو پھر

Marfat.com

دوسری صف میں شریک ہو جانا مکروہ نہیں بلکہ رکعت حاصل کرنے کے لیے ایسا کرنا افضل ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۸ ج ۱۸ بحوالہ شامی ص ۳۸۴ ج ۱)

مسجد کے بجائے مکان میں صف کا چھوٹی بڑی ہونا؟

سوال ایک مکان ہے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہے مگر مکانیت کی وجہ سے صفیں چھوٹی بڑی بچھائی جاتی ہیں تو اس طرح نماز باجماعت و جمعہ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب مکان کے رخ پر صفوف کا ہونا ضروری نہیں، جہت قبلہ پر صفوف قائم کی جائیں، اگرچہ بعض چھوٹی بعض بڑی ہو جائیں، پنج وقتہ نماز درست ہے۔

اگر وہاں (مکان میں) ہر ایک کو شرکتِ نماز کی اجازت ہو، کوئی رکاوٹ نہ ہو تو وہاں جمعہ بھی درست ہے۔ اگر وہاں پر مسجد نہیں ہے تو مسجد بنانے کی کوشش کی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۷ جلد ۱۷)

مسئلہ جگہ کی تنگی کے سبب پہلی صف چھوٹی ہو، دوسری تیسری صفیں بڑی ہوں تو حرج نہیں، جائز ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۹ جلد ۱۰)

امام کا مسجد کے وسط میں کھڑا ہونا؟

مسئلہ امام کو ایسی جگہ کھڑا ہونا چاہئے کہ اسکے شمال و جنوب میں حدودِ مسجد کے اندر اندر دونوں طرف نمازی برابر ہوں، یہی حکم برآمدہ و صحن مسجد کا ہے، اگر اس مسجد کی محراب بالکل وسط میں ہے اور برآمدہ و صحن میں کسی جانب اضافہ ہے تو اصل مسجد کی محراب کی سیدھ میں برآمدہ و صحن میں کھڑا ہونا ضروری نہیں، بلکہ برآمدہ و صحن میں جو جگہ وسط ہو وہاں کھڑا ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۲؛ جلد ۱۸)

مسجد کی زمین مدرسہ کے لیے مکان بنانا؟

سوال محلہ کی مسجد کے قبضہ میں وقف ایک زمین ہے، ارکانِ مدرسہ کا خیال ہے کہ اس زمین کو مدرسہ کے پیسوں سے کرایہ کے طور پر لے لیا جائے اور ماہانہ زمین کا کرایہ جو طے ہوا ہے مسجد کے صرفہ میں لے لیا جائے، پھر مدرسہ اپنے پیسوں سے مسجد کی زمین پر تعمیر کر کے اس عمارت کو کرایہ پر دے اور جو کرایہ وصول ہوا ہے مدرسہ اپنے صرفہ میں لے، اربابِ مدرسہ کا خیال ہے کہ زمین

Marfat.com

پٹہ پر معیّن مدت کے لیے لکھوائی جائے اوراس پرعمارت بنا کرآمدنی کی صورت کی جائے، تو کیامدرسہ کے ٹرسٹ سے موقوفہ زمین کو پٹہ پرلکھوایا جاسکتا ہے؟

جواب اگرچہ مسجد کواس موقوفہ افتادہ زمین کی ضرورت فی الحال نہیں ہے لیکن آئندہ توسیع وغیرہ کے موقع پرضرورت ہوسکتی ہےاوراس پرمدرسہ کامکان بن جانے کے بعداس کوحاصل کرنا مشکل ہےاورقانونی اعتبار سے بھی دشوار ہےاس لیے پٹہ پرطویل مدت کے لیے کرایہ پردینے کی اجازت نہ ہوگی، نیز جب کہ موقوفہ زمین پرمدرسہ کی رقم سے عمارت بنے گی تو مسجد کاوقف مدرسہ کے وقف کے ساتھ مختلط ہوجائے گا، یہ بھی درست نہیں ہے۔اس لیےاس قسم کامعاملہ نہ کیاجائے۔

اگرفی الواقع افتادہ زمین مسجد کے کسی مصرف کی نہ ہو، نہ آئندہ اس کی ضرورت کی توقع ہو، کرایہ کے قابل بھی نہ ہو، بے کارمحض ہو، نیز فناءِ مسجد (متعلقہ مسجد) کاحکم نہ رکھتی ہوتو اہل محلّہ کے اتفاق سے اسے فروخت کرکے اس کے عوض دوسری جگہ خرید لی جائے، بشرطیکہ دوسرے کے قبضہ میں جانے سے مسجد ونمازیوں کوضرراورتکلیف پہنچنے کااندیشہ نہ ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۲۴۴ جلد۱۰)

مسجد کی بچی ہوئی زمین پر درسگاہ بنانا؟

سوال مسجد کی بچی ہوئی زمین پرمدرسہ کی درس گاہیں، اورمدرسین وطلباء کے رہنے کے گھر بناسکتے ہیں یانہیں؟

جواب جوجگہ مسجد کی ہےاس میں اگرطلباء کے رہنے میں تعلیم کے لیے عمارت بنائیں تواس جگہ کا کرایہ مناسب تجویز کرلیا جائے اورمدرسہ کی طرف سے وہ مسجد کواداء کردیا کریں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۹۵ جلد۶ وفتاویٰ محمودیہ ص۲۳۱ جلد۱۷)

مدرسہ کے زیرتولیت مسجد کاحکم؟

سوال جومسجد مدرسہ کے زیرتولیت ہواس کاانتظام وانصرام مدرسہ کے متعلق ہے، مدرسہ ہی کی جانب سے امام ومؤذن کاتقرر عمل میں آتا ہے، مدرسہ کی طرف سے ہی اس کی مرمت وغیرہ پر مصارف کیے جاتے ہیں، کیامسجد کے تنگ ہوجانے کی وجہ سے اس کی توسیع کے لیے مدرسہ کی زمین لیکر مسجد کی توسیع کی جاسکتی ہے؟

جواب جوزمین مصالحِ مدرسہ کے لیے ہواوراہل مدرسہ کے نزدیک مسجد کی توسیع کی ضرورت

Marfat.com

ہوتو اس زمین کو داخل مسجد کر کے توسیع کی اجازت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۹ جلد ۱۸)

مدرسہ کا راستہ مسجد میں کو؟

مسئلہ اگر مدرسہ مسجد سے ہی متعلق ہے اور اس کا دروازہ دوسری جانب نہیں کیا جا سکتا تو مجبوراً مسجد میں آنے جانے کی اجازت ہوگی۔ ایسی حالت میں مسجد کو مرور (جانے) کی شامی نے اجازت دی ہے۔ اگر دوسری جانب کو راستہ بن سکتا ہو تو دوسری جانب راستہ بنا دیا جائے، یہی احوط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۵ جلد ۱۸)

مسجد کے دالان میں مدرسہ؟

سوال مسجد کے شمال و جنوبی دالانوں میں مدرسہ عربی کی شاخ کے نام سے قائم ہے، جس میں طلبہ پڑھتے ہیں اور علماء پڑھاتے ہیں، لیکن اس کو اوقاف والے پسند نہیں کرتے اور ہٹانا چاہتے ہیں، کیا یہ عمل شرعاً صحیح ہے؟

جواب اگر یہ واقف کی منشاء اور رضامندی سے ہے تو اس کو ہرگز نہ ہٹایا جائے ورنہ کرایہ کا معاملہ کر لیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۸ جلد ۱۵)

مسجد کی آمدنی مدرسہ پر صرف کرنا؟

سوال مسجد کی آمدنی تقریباً دو ہزار ہے مگر اس رقم کو منتظمین مدرسہ کے اخراجات میں صرف کر دیتے ہیں۔ اور مسجد کی مرمت اور روشنی وغیرہ کا کام چندہ یا چرمِ قربانی سے کرتے ہیں، کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟

جواب یہ صورت جائز نہیں، مسجد کی آمدنی مدرسہ میں خرچ نہ کی جائے قیمت چرمِ قربانی تنخواہ یا مرمت وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے اتنی مقدار کا ضمان لازم ہوگا۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۹ جلد ۱۸)

مسئلہ مدرسہ کے پیسہ سے جو چیز خریدی گئی وہ مدرسہ ہی کی ضرورت میں استعمال کی جائے، اسی طرح مسجد کے پیسہ سے خریدی ہوئی چیز مسجد ہی کی ضرورت میں استعمال کی جائے، اگر ایسی چیز جس مقصد کے لیے خریدی گئی تھی اب وہ مقصد ختم ہو گیا، مثلاً مدرسہ کی ضرورت نہیں رہی

Marfat.com

اور مسجد کے لیے یا امام صاحب کے لیے ضرورت ہو تو مدرسہ سے خرید کر استعمال کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۳ جلد ۱۸)

مسئلہ جو زمین دوکانیں بنانے کے لیے مسجد کے لیے وقف کردی ہے اس کو فروخت کر کے اس کی رقم کو مدرسہ کے تعلیمی کام میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں، اگرچہ وہ مدرسہ اسی مسجد سے متعلق ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۳ جلد ۱۵)

مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا؟

سوال مدرسہ میں مسجدِ شرعی بنانا ضروریات مدرسہ میں شامل ہو کر مسجدِ شرعی ہو جائیگی یا نہیں؟

جواب اگر کوئی قریب میں دوسری مسجد نہیں جس میں اہل مدرسہ نماز ادا کر سکیں یا مسجد تو موجود ہے مگر تنگ ہے کہ سب اس میں سما نہیں سکتے یا وہاں نماز پڑھنے کے لیے جانے سے مدرسہ کی مصالح فوت ہوتی ہیں مثلاً وقت کا زیادہ حرج ہوتا ہے یا مدرسہ کی حفاظت نہیں رہتی وغیرہ وغیرہ تو مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا ضروریات مدرسہ میں داخل ہے۔ ایسی حالت میں وہ مسجد مسجدِ شرعی ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶۶ ج ۲)

مسجد کی وقف زمین میں مدرسہ بنانا؟

سوال ایک شخص نے مسجد کے نام مکان کر دیا تھا، کمیٹی نے اس مکان سے کرایہ دار کو نکال کر وہاں مدرسہ تعمیر کرانے لگے ہیں اور جو کچھ مسجد کی آمدنی تھی وہ ختم ہوگئی، کیا یہ جائز ہے؟

جواب مسجد کے وقف شدہ مکان پر مدرسہ تعمیر کرا کے مسجد کی آمدنی ختم کرنا جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۵ جلد ۱۲)

ویران شدہ مسجد کی جگہ پر مدرسہ بنانا؟

سوال ہمارے یہاں ایک مسجد بالکل مسمار ہوگئی ہے، اب صرف زمین باقی ہے دوسری کوئی علامت باقی نہیں ہے، لوگ اس زمین کی بے حرمتی کرتے ہیں، تو کیا اس جگہ پر مدرسہ بنانا دیا جائے؟

جواب مسجد کی زمین پر عمارت رہے یا نہ رہے وہ جگہ قیامت تک مسجد کے حکم میں رہے گی، لہٰذا اسکا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم واجب ہے اور بے حرمتی حرام ہے اور جب تک مدرسہ کا انتظام

Marfat.com

نہ ہو جماعت خانہ چھوڑ کر کسی اور جگہ بچوں کو تعلیم دی جاسکتی ہے، اگر مسجد تعمیر نہ کر سکتے ہوں تو کم از کم چہار دیواری بنا کر اس کا احاطہ کر لیا جائے تا کہ مسجد کی بے حرمتی نہ ہو، ورنہ آس پاس کے سب مسلمان گنہگار ہوں گے اور اسکی وجہ سے کسی آفت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، مسجد کی جگہ میں مدرسہ بنانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۵ جلد ۶ بحوالہ درمختار وشامی ص ۵۱۳ ج ۳)

مسجد میں امام کے لیے کمرہ بنانا؟

مسئلہ امام وغیرہ کیلئے مسجد میں کمرہ بنانا مسجد ہی کی ضروریات میں داخل ہے جیسے غسل خانہ وغیرہ مسجد کی ضروریات میں داخل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۸ جلد ۶)

مسجد کی چھت پر امام کے لیے کمرہ بنانا؟

سوال ایک مسجد تین منزلہ ہے، اس میں امام ومؤذن کے رہنے کی کوئی جگہ نہیں ہے، نیز مسجد کے احاطہ میں بھی کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ کمرہ بنا سکیں تو کیا مسجد کی چھت پر امام کے لیے کمرہ یا دینی مدرسہ ورہائش گاہ طلباء بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب اجازت نہیں ہے اور مسجد کی چھت پر مسافر خانہ بنانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۸ جلد ۱۸ بحوالہ بحر الرائق ص ۲۵۱ جلد ۵)

مسئلہ مسجد کی چھت پر امام صاحب کے لیے کمرہ بنانا جائز نہیں ہے، ہاں غسل خانہ، وضو خانہ، استنجاء خانہ وغیرہ جو خارجِ مسجد (فناءِ مسجد) کے درجہ کی عمارت ہو اس کی چھت پر امام صاحب کے لیے کمرہ بنایا جاسکتا ہے اس لیے جو جگہ ایک مرتبہ عین مسجد ہو جاتی ہے یعنی محض نماز وذکر وغیرہ عباداتِ خالصہ محضہ کے لیے ہے وہ قیامت تک کے لیے تحت الثریٰ سے لیکر عنانِ سماء تک مسجد ہو جاتی ہے۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۱۳ جلد ۱ بحوالہ شامی ص ۴۴۱ جلد ۱ وکفایت المفتی ص ۱۱۲ جلد ۳)

امام کا مع اہل وعیال احاطۂ مسجد میں رہنا؟

مسئلہ احاطۂ مسجد میں امام ومؤذن کے لیے کمرہ بنا ہو تو اس میں امام ومؤذن کا رہنا درست ہے، لیکن بچوں کے ساتھ رہنے میں عموماً بے پردگی ہوتی ہے، استنجاء کی جگہ الگ نہیں ہوتی اور بچوں کے شور وشغب کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف اور حرج بھی ہوگا، اس لیے ممنوع ہوگا، اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۵ جلد ۶)

Marfat.com

امام کا کمرہ داخل مسجد کر کے اوپر کمرہ بنانا؟

سوال مسجد سے ملا ہوا امام صاحب کا کمرہ ہے جو اس وقت خارج مسجد ہے، لیکن اب مسجد کی توسیع کا ارادہ ہے تو کیا امام صاحب کے کمرہ کو نیچے سے مسجد میں شامل کرلیں اور اوپر کے حصہ میں رہیں تو کیسا ہے؟

جواب اگر اس کمرہ کو نماز کے لیے مسجد داخل کر کے مسجد قرار دیا جائے تو بالائی حصہ پر بھی ایسا کمرہ بنانا درست نہیں، جس میں امام صاحب قیام کریں۔ اگر اس کو مسجد بنانا مقصود نہیں، صرف یہ مقصود ہے کہ وقتِ ضرورت وہاں بھی نمازی کھڑے ہوجایا کریں اور اوپر والے حصے میں امام صاحب رہیں تو یہ درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۲ جلد ۱۵)

امام کا مسجد میں پلنگ بچھا کر لیٹنا؟

سوال جس مسجد میں امام کے رہنے کے لیے کمرہ نہ ہو تو وہاں امام مسجد میں چارپائی پر لیٹ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب مسجد کے احترام کے خلاف ہے اور دوسروں کے لیے موجبِ توحش ہے، آج کل مسجد میں چارپائی بچھانے کو مسجد کی بے ادبی تصور کیا جاتا ہے، ایسے مسائل میں عرفِ عام کا لحاظ چاہیے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۸ ج ۱۵ و احسن الفتاویٰ ص ۴۵۲ جلد ۶)

مسجد کی چیزوں کا امام و مؤذن کے لیے استعمال کرنا؟

مسئلہ مسجد میں دو قسم کی چیزیں ہوتی ہیں، پہلی قسم محلّہ والے دیتے ہیں، وہ اگر امام صاحب کو اپنے کمرہ میں استعمال کی اجازت دیں تو درست ہے۔

دوسری قسم منتظمین مسجد کے لیے خریدتے ہیں، اگر وہ اجازت دیں تو ان کی اجازت سے درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۲ جلد ۱۸)

امام کا مسجد میں تجارت کرنا؟

مسئلہ مسجد میں جہاں نماز پڑھی جاتی ہے وہاں کپڑا وغیرہ رکھ کر تجارت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر امام اس سے باز نہ آئے تو وہ علیحدگی کا مستحق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۸ جلد ۱۸)

(لیکن اگر وہ امام اپنے کمرہ میں تجارت کرے یا خارجِ مسجد تو جائز ہے۔ رفعت)

مسئلہ مسجد کے کمرہ میں جانے کا دروازہ مسجد سے علیحدہ باہر سڑک کی طرف سے ہو تو اس میں عورت کے ساتھ رہنا منع نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۷۱ ج ۱۵)

مسجد کا غلّہ فروخت کرنے والا ضامن ہے

مسئلہ مسجد کا غلّہ ایک آدمی نے فروخت کر دیا اور پیسوں کا ذمہ دار فروخت کرنے والا ہو گیا کہ پیسے آجائیں گے لیکن خریدار نے پیسے نہیں دیئے تو فروخت کرنے والا مسجد کو قیمت دے اور خریدار سے وصول کرے یا معاف کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۲ جلد ۱۸)

مسجد کے درخت کے پھل کا حکم؟

سوال مسجد کے اندر پھل کا درخت ہے تو کیا یہ پھل کس کے لیے ہے، اور اگر اس مسجد میں تبلیغی جماعت پہنچ جائے تو یہ پھل ان کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب ظاہر ہے کہ وہ درخت مسجد کا ہے، پھل کی قیمت مسجد میں دیدی جائے پھر جس کو دل چاہے کھلا دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۳ جلد ۱۸)

(اگر درخت لگانے والے نے عام نمازیوں کے لیے لگایا ہے تو سب کے لیے جائز ہوگا۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسجد کی بالائی منزل پر سُفَراء کا قیام کرنا؟

مسئلہ مسجدِ شرعی اور اس کے اوپر کا حصہ بھی مسجد شرعی کے حکم میں ہے اس کو مسافر خانہ کے طور پر استعمال کرنا درست نہیں، مسجد کی حرمت باقی نہیں رہے گی۔ سفیروں کے لیے مسجد کے علاوہ کوئی قیام گاہ نہ ہو تو ان سفراء کو ٹھہرایا جا سکتا ہے، جو مسجد کا کما حقہ، ادب و احترام کر سکتے ہوں، اور جو احتیاط نہیں کرتے ان کو اجازت نہ دی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۶ جلد ۶)

مسجد میں داخل ہونے کی دعاء کہاں سے پڑھی جائے؟

سوال ایک شاہی مسجد ہے اس کا بیرونی احاطہ بہت وسیع ہونے کی وجہ سے اصل مسجد کے حدود علیحدہ ہیں۔ ایسی صورت میں مسجد میں داخل ہونے کی دعاء کون سے دروازے سے داخل ہوتے

Marfat.com

وقت پڑھی جائے؟

جواب جوجگہ نماز کے لیے متعین اور وقف ہے کہ وہاں ناپاکی کی حالت میں جانا جائز نہیں خواہ مسقّف (چھت والی) ہو یا غیر مسقّف (بغیر چھت کی) ہو، وہاں پیر رکھتے وقت دعاء پڑھی جائے۔ جوجگہ مسجد کے مسقّف حصہ یا غیر مسقّف حصہ سے متصل ہے اور نماز کے لیے متعین نہیں اور ناپاکی کی حالت میں وہاں جانا منع نہیں، وہ شرعاً مسجد نہیں اگرچہ احاطہ میں داخل ہو، وہاں داخل ہوتے وقت دعاء نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۶ جلد ۱۸ و آپ کے مسائل ص ۱۴۰ جلد ۳)

مسئلہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر داخل کرنا چاہئے اور باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالنا سنّت ہے۔ اور داخل ہوتے وقت یہ دعاء کرے: اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك۔ اور مسجد سے نکلتے وقت یہ پڑھے: "اللّٰھم انی اسئلك من فضلك"۔
(مسلم شریف ص ۲۴۸ جلد اول)

مسجد میں آتے اور جاتے وقت سلام کرنا؟

سوال ۱ اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو اس صورت میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یا نکلتے ہوئے سلام کرنا کیسا ہے؟

۲ بعض مرتبہ مسجد کے کل حاضرین نماز میں مشغول ہوتے ہیں آنے والا سلام کرتا ہے یا کچھ نماز میں کچھ وضو میں اور کچھ نماز کے انتظار میں، اس صورت میں داخل ہونے والا سلام کرتا ہے، ایسا کرنا کیسا ہے؟

۳ یہی صورت نکلتے وقت ہوتی ہے کہ جانے والا سلام کر کے چلا جاتا ہے جب کہ لوگ اپنی سنتوں میں مشغول ہوتے ہیں؟

جواب ۱ یہ طریقہ ٹھیک ہے، اس طرح کہنا چاہئے: السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین، مگر یہ داخل ہوتے وقت تو ثابت ہے، نکلتے وقت کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے۔

۲ یہ بھی مکروہ ہے، ردّ المختار میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

۳ یہ بھی مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۷۹ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہئے بشرطیکہ لوگ بیٹھے ہوں، تلاوت یا درس وغیرہ میں مشغول نہ ہوں، اور اگر مشغول ہوں تو منع ہے۔ اگر مسجد میں کوئی نہ ہو یا نماز پڑھتے ہوں

Marfat.com

اور وہ نہ سن سکیں تو ایسی صورت میں (آہستہ) کہنا چاہئے۔ "السلام علینامن ربناوعلی عباداللہ الصالحین"۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۶ جلد ۲ بحوالہ شامی ص ۵۷۶ ج ۱ وآپ کے مسائل ص ۱۳۹ جلد ۳ ونظام الفتاویٰ ص ۳۱۰ جلد ۱۔ واحسن الفتاویٰ ص ۱۵۵ جلد ۶، درمختار ص ۵۷۸ جلد اول)

تبلیغی نصاب مسجد کے مائک پر پڑھنا؟

سوال مسجد میں اذان اور کسی عالم کی تقریر کے لیے مائک لگایا گیا، اب اگر اس پر قرآن کریم، نعت مصطفیٰ، نظم یا تبلیغی نصاب وغیرہ پڑھی جائے تو جائز ہے یا نہیں، جب کہ اس وقت کچھ لوگ نماز بھی پڑھتے رہتے ہیں؟

جواب تبلیغی نصاب ان لوگوں کو سنانا مقصود ہوتا ہے جو وہاں پر موجود ہوں اگر بغیر مائک کے آواز ان تک پہنچ جاتی ہے تو پھر کیوں مائک پر ان کو سنایا جاتا ہے، اس لیے اس مقصد کے لیے مائک استعمال نہ کریں خاص کر جب کہ نمازیوں کو اس سے پریشانی ہوتی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۵ جلد ۱۸)

مسجد میں پیسہ دینے والوں کا اعلان کرنا؟

سوال مسجد میں چندہ دینے والوں کا نام اگر مائک پر لیا جائے تا کہ دوسروں کو بھی رغبت ہو، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب درست ہے، لیکن اس کا خیال رہے کہ مسجد کو کمائی کی جگہ اور کمائی کا ذریعہ نہ بنائیں، مسجد سے علیحدہ اس کا انتظام کرلیا جائے، لیکن اگر اعلان کرانے والے کا مقصد یہ ہے کہ میرا نام سب کو معلوم ہو جائے کہ اس نے اتنا پیسہ دیا ہے تو یہ مقصد غلط ہے۔ شہرت اور ناموری کی نیت سے مسجد میں پیسہ دینا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۱۰ ج ۱۸)

فیس دے کر اعلان کرانا؟

سوال گاؤں کے لوگ اپنی کسی چیز کی بابت مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کرائیں جب کہ مسجد کی کمیٹی اعلان کرانے کی فیس لیتی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب اہلِ مسجد کو اس کے استعمال پر معاوضہ لینا درست ہے، دینے والا رضامندی سے معاوضہ دیتا ہے تو نفس استعمالِ مائک کے معاوضہ میں مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۰ جلد ۱۸)

Marfat.com

مسجد کے مائک پر چندہ دینے والے کا نام پکارنا؟

مسئلہ مسجد کے مائک پر اس طرح اعلان کرنے میں ترغیب بھی ہے اور مفسدہ بھی ہے، ترغیب تو ظاہر ہے، مفسدہ دو طرح ہے، ایک اس طرح کہ اس نام بنام اعلان کی وجہ سے لوگ تعریف کریں گے، اس تعریف کی وجہ سے بعض آدمی چندہ دیں گے تا کہ ہمارا نام بھی بولا جائے اور لوگ سن کر ہماری بھی تعریف کریں، سو یہ نیت اخلاص کے خلاف ہے جس سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے، دوسرے اس طرح مفسدہ ہے کہ جس نے چندہ کم دیا ہے اس کو شرمندگی ہوگی اور لوگ حقارت کی نظر سے دیکھیں گے، عار دلائیں گے، یہ ناجائز ہے۔ اس لیے اعلان کی یہ صورت قابلِ احتراز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۴ جلد ۸)

مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا؟

مسئلہ اگر کوئی چیز مسجد میں پڑی ہوئی ملے اس کا اعلان مسجد میں کرنا جائز ہے، باہر کسی کی کوئی چیز گم ہوئی ہو، اس کی تلاش کے لیے (داخل) مسجد میں اس کا اعلان کرنا جائز نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے اس شخص کے لیے بددعاء فرمائی ہے: لارداللہ علیك یعنی خدا کرے تیری گمشدہ چیز نہ ملے۔

مسئلہ مسجد میں واقع مدرسہ کے لیے قربانی کی کھالیں جمع کرنے کا اعلان جائز ہے، ایک دوبار کر دیا جائے، مگر یہ یاد رہے کہ اس اعلان کی وجہ سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ پڑے۔
(آپ کے مسائل ص ۱۴۳ ج ۳)

مسئلہ مسجد میں بغیر اعلان کے طلب و تفتیش درست ہے، اعلان کرنا ہو تو وضو خانہ، دروازۂ مسجد میں اعلان کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۵۴ ج ۱۵)

مسئلہ گمشدہ بچے کا اعلان انسانی جان کی اہمیت کے پیشِ نظر جائز ہے اور جو چیزیں مسجد میں ملی ہوں جیسے کسی کی گھڑی وغیرہ۔ اس کا اعلان جائز ہے کہ فلاں چیز ملی ہے جس کی ہو لے لے۔ نیز جو لاؤڈ اسپیکر مسجد میں استعمال ہوتا ہو اس کو گناہ کے کام کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔
(آپ کے مسائل ص ۱۴۴ ج ۳، معارف السنن ص ۳۱۲ جلد اول، کتاب الفقہ ص ۴۵۹ جلد ۱)

مسجد کے مائک پر اعلان جبکہ اس کے پھول میناروں پر ہیں؟

سوال مسجد کا مائک لوگوں کو چندہ سے خرید کیا گیا ہے اور خریدنے والوں کی نیت یہ تھی کہ

Marfat.com

اعلان کیا کریں گے، مائک مسجد کے کمرہ میں رکھا ہوا ہے اور اس کے لاؤڈ اسپیکر کے پھول مسجد کے میناروں پر ہیں تو کیا اعلان کرنا جائز ہے؟

جواب اگر اذان کے علاوہ کوئی اور اعلان کرنا چاہتے ہیں تو اس جگہ اعلان نہ کریں، مثلاً کسی گمشدہ چیز کو تلاش کرنا ہو یا کسی اور بات کی خبر دینی ہو، جس کا تعلق نماز اور مسجد سے نہ ہو تو خارجِ مسجد یہ کام کریں۔ میناروں پر مائک کے پھول اس کے لیے استعمال نہ کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۹ جلد ۱۸، نظام الفتاویٰ ص ۳۰۱ ج ۱)

مسئلہ داخلِ مسجد میں نمازِ جنازہ کا اعلان تو نمازیوں کی اطلاع کے لیے صحیح ہے، مگر گمشدہ چیز کی تلاش کے لیے مسجد میں اعلان جائز نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۴۳ جلد ۳)

مائک پر مسجد کے اندر سے اذان دینا؟

سوال ہمارے یہاں مسجد میں اذان کے لیے لاؤڈ اسپیکر مسجد کے اندر صفِ اول میں داہنی جانب الماری میں نصب کر دیا گیا ہے، اذان مسجد کے اندر پہلی صف کی جگہ پر کھڑے ہو کر پڑھنی پڑتی ہے۔ کیا مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے؟

جواب مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں سے آواز دور تک نہیں پہنچتی ہے جس سے اذان کا مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا، اس لیے بلند جگہ پر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور تک آواز پہنچے۔ فی نفسہٖ اذان کوئی ایسی چیز نہیں کہ احترامِ مسجد کے خلاف ہو۔ صورتِ مسئولہ میں اذان کی آواز مائک سے دور تک پہنچے گی اور مقصد پوری طرح حاصل ہو جائے گا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۳ جلد ۱۵)

ایک سے زائد مسجدوں میں مائک پر اذان؟

مسئلہ جب ایک مسجد کے مائک سے سب گاؤں میں اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے اور نماز کے اوقات قریب ہی قریب ہیں تو دوسری مسجد میں مائک لگانا بے ضرورت ہے، اس کے لیے مسجد کا پیسہ صرف نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۹ جلد ۱۸)

مسجد کے مائک کا اذان کے علاوہ استعمال؟

سوال مسجد کے لاؤڈ اسپیکر میں صبح کے وقت حدیث شریف پڑھی جاتی ہے جب کہ مسجد

Marfat.com

میں کوئی شخص نہیں ہوتا، گھروں میں مرد وعورت دھیان سے نہیں سنتے، ایسی صورت میں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب جب کہ مسجد میں کوئی آدمی موجود نہیں ہے اور اپنے اپنے مکانوں میں مرد وعورت اپنے کاموں میں مشغول ہیں، کوئی متوجہ نہیں تو ایسی حالت میں لاؤڈ اسپیکر پر حدیث شریف سنانا بے محل ہے، اس سے پرہیز کیا جائے۔

مسئلہ مسجد میں جو بچے پڑھنے کے لیے آتے ہیں ان کی تعلیم کے لیے ان کو تقریر کی مشق کرانا اور نعت پڑھوانا بھی درست ہے۔

مسئلہ محلہ میں جو گھروں میں تبلیغ ہوتی ہے اس کا اعلان بھی درست ہے۔ گمشدہ بچے کا اعلان مسجد سے خارج کیا جائے۔

مسئلہ مسجد میں اگر کوئی جلسہ ہو تو اس وقت حمد ونعت اور تقریر وعظ کے لیے مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر لیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۱ وص ۲۲۶ ج ۱۷)

مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سے وعظ سننا؟

مسئلہ فی نفسہٖ ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ سے اگر تلاوتِ کلام پاک یا وعظ کی آواز آئے تو اس کا سننا مسجد اور غیر مسجد سب جگہ درست ہے، لیکن اگر مسجد میں یہ طریقہ (کہ ریڈیو یا ٹیپ مسجد میں رکھ کر تلاوتِ قرآن یا کسی مقرر کی تقریر سننا) شروع کر دیا جائے تو اندیشہ ہے کہ ہر قسم کی چیزوں کے لیے مکانات کی طرح مسجد میں ریڈیو ٹیپ ریکارڈ کا استعمال ہونے لگے گا، اور جائز وناجائز کی تمیز باقی نہ رہے گی۔ اس لیے مسجد میں ایسی چیزوں سے احتراز کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۳ جلد ۱۸)

مسجد میں کرسی بچھا کر وعظ کرنا؟

مسئلہ منبر نہ ہو تو کرسی یا مونڈھا بچھا کر اس پر بیٹھ کر وعظ وتقریر کرنا درست ہے۔ نیز وعظ وتقریر کے لیے مسجد میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۸ جلد ۱۸)

مسئلہ حکامِ شرعیہ بیان کرنے کے لیے مسجد میں جلسہ کرنا درست ہے مقرر واعظ کو چاہئے کہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ارشاد حاضرین کو سنائیں اور سمجھائیں اور سامعین کو بھی چاہئے کہ نہایت ادب اور احترام سے سنیں اور عمل کریں۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۷۴ ج ۲)

Marfat.com

(جلسہ میں شوروغل، طعن وتشنیع اور ہر وہ عمل جو احترامِ مسجد کے خلاف ہو نہ کیا جائے۔
محمد رفعت قاسمی)

شبِ برأت میں مسجد کے مائک پر تقریریں کرنا؟

مسئلہ مسجد میں تقریر اور درس خواہ بڑی راتوں میں ہو یا چھوٹی راتوں میں اس کے دوران صرف اندر کے مائک پر لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا چاہئے، تاکہ آواز مسجد تک محدود رہے، اور اہل محلّہ کو جن میں بیمار بھی ہوتے ہیں، تشویش نہ ہو، سنانے کا نفع اسی وقت ہوتا ہے جب کہ سننے والے شوق اور رغبت سے سنیں، اس لیے جن کو سنانا مقصود ہو ان کو ترغیب دے کر مسجد میں لایا جائے۔

(آپ کے مسائل ص ۱۴۵ جلد ۳)

مسجد کی رقم سے بیٹری بھروانا؟

سوال مسجد میں اسپیکر کی بیٹری بھرواتے ہیں، اس میں جو صرفہ ہوتا ہے کیا اس کو مسجد کے جمع شدہ روپیہ سے ادا کر سکتے ہیں؟

جواب اگر مسجد کی ضرورت کے لیے یہ صرفہ ہے تو مسجد کے لیے جمع شدہ روپیہ سے ان کو پورا کرنا درست ہے، ورنہ اس کا انتظام علیحدہ سے کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۸ جلد ۱۸)

مسجد میں تولیہ وغیرہ رکھنا؟

مسئلہ مسجد میں تولیہ وآئینہ رکھنا یہ سب تکلفات ہیں، جو لوگ اپنے مکانات میں تکلف کے ساتھ رہتے ہیں اپنے انتظام سے مسجد میں بھی یہ چیزیں رکھتے ہیں، فی نفسہٖ یہ چیزیں نہ ضروری ہیں کہ مسجد کی طرف سے ان کا انتظام کیا جائے، نہ ممنوع ہیں کہ ان کو حرام کہا جائے۔ اصل تو یہ ہے کہ اپنے مکان سے وضو کر کے آدمی مسجد میں جائے، اگر مسجد ہی میں وضو کرنا ہو تو اپنا تولیہ ساتھ لے جائے۔

وضو کے بعد آئینہ دیکھنا نہ کوئی شرعی چیز ہے نہ عرفی، اس عادت کو چھوڑ دینا بہتر ہے۔ منبر پر غلاف بھی ایک تکلف کی چیز ہے، در و دیوار کو کپڑے پہنانے کی حدیث شریف میں ممانعت بھی آئی ہے، ہاں اگر گرمی وسردی سے تحفظ مقصود ہو تو مضائقہ بھی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۲ جلد ۱۸)

Marfat.com

مسئلہ مسجد کی سامنے والی دیوار میں کوئی بھی ایسا کام آئینہ، طغریٰ، نقش ونگار جس سے نماز پڑھنے والے کی توجہ اسکی طرف ہو مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۱ جلد ۱۸)

مسجد کے اندر پائیدان رکھنا؟

مسئلہ فتاویٰ عالمگیری ص ۷۰ جلد اول سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے فرش کی حفاظت کے لیے مسجد میں پائیدان، گودڑی اور بوریا بچھانا اور اس سے پیر پونچھنا درست ہے، کیونکہ کبھی پیر بھیگا ہوا ہوتا ہے اور اس سے مسجد کی دری (صف، گدّے وغیرہ) پر دھبہ پڑ جاتا ہے، لہٰذا مسجد میں پائیدان رکھ دیا جائے تو ممنوع نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۴ جلد ۶)

مسجد میں اُگالدان رکھنا؟

مسئلہ لعاب دانی یعنی اگالدان صبح وشام وقتاً فوقتاً صاف کی جاتی ہو، بدبودار نہ رہتی ہو تو مسجد میں رکھ سکتے ہیں، ورنہ اجازت نہ ہوگی، اور مجبوری کے وقت ہی استعمال کی جائے، مجبوری نہ ہو تو باہر جا کر تھوکنا چاہئے یا رومال میں تھوک لینا چاہئے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۰ جلد ۶ واحسن الفتاویٰ ص ۶۵۳ جلد ۶)

ماہِ رمضان میں مسجد کو سجانا؟

مسئلہ رمضان المبارک میں نمازی ہمیشہ سے زائد ہوتے ہیں ان کی راحت وسہولت کے لحاظ سے حسبِ ضرورت روشنی میں کچھ اضافہ کیا جائے تو جائز اور مستحسن ہے، ہاں صرف مسجد کی رونق افزائی کے لیے حد سے زائد روشنی کرنا ناجائز اور سخت منع ہے۔ خلافِ شرع امور سے مسجد کی رونق نہیں بڑھتی، بلکہ بے حرمتی ہوتی ہے، مسجد کی زینت اور رونق اس کی صفائی، خوشبو، نمازیوں کی زیادتی، اچھی پوشاک پہن کر، خوشبو لگا کر، خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے اور باادب بیٹھنے میں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۰ جلد ۲)

دَربارِ الٰہی میں دنیا کے کام

مسئلہ مسجد میں جہاں باطمینان جگہ مل جائے بیٹھ جائے، نہ نمازیوں کی گردن پھاندی جائے، نہ جگہ کے لیے شور وہنگامہ کیا جائے، نہ صف میں گھس کر جہاں جگہ نہ ہو، نہ مصلّی کو تکلیف دینے کی

Marfat.com

کوشش کی جائے، نہ نماز پڑھنے والوں کے آگے سے گزرنے کی جرأت کی جائے، نہ انگلی وغیرہ چٹخائی جائے کہ ان کی ممانعت آئی ہے۔ ہر ایسی حرکت سے جو خلافِ ادب اور شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے اجتناب کیا جائے، موقع ہو تو ذکر و شغل اور نوافل میں وقت گزارے، ورنہ خاموش باادب بیٹھا رہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱۵ جلد ۶)

دنیا کی باتوں سے اجتناب

آداب مسجد سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ اس میں دنیا کی باتیں کرنے سے احتراز کیا جائے، وہ باتیں جائز ہوں خواہ ناجائز۔ اس زمانہ میں اس گناہ میں عوام و خواص دونوں ہی کم و بیش مبتلا ہیں، اس لیے ذرا تفصیل سے بیان کیے جا رہے ہیں۔ یہ اس قدر اہم مسئلہ ہے کہ قرآن پاک نے اپنے معجزانہ پیرایہ میں اسے بیان کیا۔ ارشاد ربانی ہے: ان المسجد للّٰہ فلا تدعوا مع اللّٰہ احداً۔ (سورہ جن ۲)

بلاشبہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔

مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں مسجد میں دنیا کی گفتگو کا مسئلہ کھول کر لکھا ہے اور اس کو واضح کیا ہے کہ یہ گھر اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی تسبیح و تقدیس اور عبادت کیلئے مخصوص ہے۔

اس آیت میں بھی اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مسجدوں میں صرف ذکر اللہ ہی کی قسم کی چیزیں ہونی چاہئیں کیونکہ یہاں بیوت سے مساجد مراد ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان کی قدر و منزلت بھی اسی میں ہے کہ دنیاوی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔ وہاں پہنچ کر دھیان سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ پر ہو۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی اور اُمّت کو ہدایت

میں نے یہ اس لیے نقل کیا تا کہ اصل مسئلہ کھل کر اہلِ علم کے سامنے آ جائے اور ان کو کوئی اشکال پیدا نہ ہو سکے، ورنہ سب کو معلوم ہے کہ رحمتِ عالمؐ کے زمانہ میں ان کا کیا احترام تھا اور آپؐ کے خلفاءؓ و اصحابؓ نے اس احترام کو کیسے نباہا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبویؐ میں ایسی باتوں کا عوام مسلمانوں کو وہم و گمان بھی نہ تھا، آنحضرتؐ نے ان کو پیشین گوئی کے طور پر فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ دنیا کی باتیں مسجدوں میں ہونے لگیں گی۔ پھر آپؐ نے

Marfat.com

تاکید أفرمایا تھا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔ارشاد فرمایا تھا:

فلا تجالسوهم فليس لله فيهم حاجة۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷ جلد اول)

ان لوگوں میں (جو مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں) مت بیٹھنا کیونکہ ان کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں۔

گویا دنیا کی باتیں خانۂ خدا میں اس قدر مبغوض ہیں کہ اس بڑے خطرہ کی آپؐ نے اپنی امت کو سیکڑوں سال پہلے اطلاع دی اور پھر تاکید فرمادی کہ اس گناہ کے کام سے بچنا اور ہرگز اس کی جرأت نہ کرنا۔

فقیہہ ابواللیثؒ نے بھی حضرت علیؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا بجز نام کے اور قرآن کا سوائے نشان کے اور کچھ باقی نہیں رہے گا۔ان کی مسجدیں بنی تو ہوں گی لیکن ذکر اللہ سے ویران ہوں گی۔ (تنبیہ الغافلین ص ۱۰۱)

ان روایتوں کو پڑھ کر ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کیا عجب جس زمانہ کی یہ پیشین گوئی کی گئی تھی وہ ہمارا یہی زمانہ ہو۔اس لیے اربابِ علم ودانش خوب غور کرلیں اور عوام مسلمان اپنے اعمال پر گہری نظر ڈالیں۔

کون نہیں جانتا کہ مسجد دربارِ الٰہی اور جلوہ گاہِ رحمت ہے، پھر ایسے مقدس اور پرجلال دربار میں دنیا کی باتیں جتنی نامناسب، نازیبا، عقل وخرد سے بعید اور مذموم ہوسکتی ہیں ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ (اسلام کا نظام مساجد ص ۱۹۶)

روئے زمین پر وہ جگہ جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے پیاری اور سب سے بہتر ہے، وہ وہی گھر ہے جس کو ہم ''مسجد'' کے مختصر لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بازار کو سب سے بری جگہ قرار دیا گیا ہے۔آخر بات کیا ہے، یہی نہ کہ بازار دنیاوی دھندوں کے اڈے ہوتے ہیں، جہاں دنیا اپنی بساط بچھائے رونق افروز رہتی ہے اور شوروغل، ہوہڑپ اور ہنگامہ اس کا لازمہ ہے۔

غور کیجئے جب اسی مبغوض ترین جگہ کے لوازم اس محترم ومقدس دربار میں کیے جائیں گے جو عنداللہ محبوب ترین ہے تو یہ کتنا بڑا ظلم ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

مسجد میں دنیوی باتیں کرنا؟

مسئلہ مسجد میں دُنیاوی باتوں میں مشغول ہونا خطرناک ہے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دنیوی باتیں مسجدوں میں ہونے لگیں گی، ان کے ساتھ نہ بیٹھیو، خدا کو ایسوں کی ضرورت نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۰ جلد اول)

آنحضرتؐ نے فرمایا: ''دنیاوی باتیں کرنا نیکیوں کو کھا جاتا ہے جس طرح کہ آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔'' یعنی جلا دیتی ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے لگتا ہے تو فرشتے اس کو کہتے ہیں ''اے اللہ کے ولی خاموش ہو جا''، پھر اگر بات کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں ''اے اللہ کے دشمن چپ ہو''، پھر (بھی) اگر بات کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں ''تجھ پر لعنت ہو اللہ کی، خاموش رہ۔'' (کتاب المدخل ص ۵۵ جلد ۲)

اگر مسجد میں بقصدِ گفتگو نہ بیٹھے، اتفاقاً کوئی دنیاوی بات ضروری آہستہ سے کر لے تو مضائقہ نہیں، تاہم بچنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۱ جلد ۲ و امداد الاحکام ص ۴۴۱ ج ۱)

مسئلہ مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے پاس اس طرح باتیں کرنا کہ انکی نماز میں سہو (غلطی) ہو، اور نقصان آنے کا خطرہ ہو، مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۷ جلد ۴ بحوالہ درمختار ص ۶۰۲ جلد ۱)

مسئلہ مسجد میں ناجائز کلام اونچی آواز سے کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
(کتاب الفقہ ص ۴۵۵ جلد ۱ و احسن الفتاویٰ ص ۴۵۶ جلد ۶)

مسئلہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کے لیے بیٹھنا ناجائز ہے، البتہ اگر نماز وغیرہ عبادات کے لیے مسجد میں آنے کے بعد کوئی ضرورت پیش آ جائے تو مباح کلام کرنا ایسے طریقے پر کہ دوسرے عبادت کرنے والوں کو اذیت نہ ہو درست ہے اور غیر مباح کلام جیسے فحش گفتگو اور جھوٹے قصے کسی طرح درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰۸ جلد ۱، آپ کے مسائل ص ۱۵۱ جلد ۳)

مسئلہ خیر خیریت پوچھ لینا اور کوئی ضروری بات کرنا، اسکی تو ممانعت نہیں، لیکن لایعنی قصے کو لے کر مسجد میں بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ (آپکے مسائل ص ۱۴۲ جلد ۳ و کفایت المفتی ص ۱۷۰ جلد ۳)

مسجد میں بیٹھ کر مشورہ کرنا؟

مسئلہ بلا شور و شغب کے اس طرح بیٹھ کر مشورہ کر سکتے ہیں کہ مسجد کا ادب ملحوظ رہے اور کسی کی

Marfat.com

نماز میں خلل نہ آئے، مسجد کی ضروریات مثلاً تقرر امام وتعیین اوقاتِ نماز وغیرہ کے متعلق مشورہ کرنا دنیا کی بات نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۲ جلد ۱۵)

مسئلہ دنیاوی کلام بضرورت ہو تو مسجد میں جائز ہے بشرطیکہ مسجد میں اسی غرض سے نہ آیا ہو، بلاضرورت مکروہ ہے، اس کی سخت وعید آئی ہے۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۲ جلد اول)

مسجد میں نعت شریف پڑھنا؟

مسئلہ مسجد میں بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں نعت پڑھ سکتے ہیں جبکہ مضمون صحیح ہو، اور کوئی خارجی مفسدہ بھی نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۳ جلد ۱۵)

مسئلہ جن قصیدوں یا اشعار میں مسلمانوں کی مذمت نہ بیان کی گئی ہو اور ان میں بے ہودہ گوئی نہ ہو، ان کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے، مگر ایسے قصیدہ اور اشعار نہ ہی پڑھے جائیں تو زیادہ اچھا ہے۔

زیادہ بہتر یہ ہے کہ ایسے اشعار پڑھے جائیں جن کے سننے سے دنیا کی رغبت کم ہوتی ہو اور دل میں سوز وگداز پیدا ہوتا ہو، گریہ وزاری کا میلان بڑھے اور دل عشقِ الٰہی کی طرف مائل ہوں، ایسے اشعار زیادہ بھی پڑھے جائیں تو جائز ہے۔ (غنیۃ ص ۱۰۴ و کتاب الفقہ ص ۴۵۹ جلد ۱)

مسجد میں خرید وفروخت کرنا؟

سوال یہاں پر مدراس کے علاقہ میں اگر کوئی کتاب فروخت کرنی ہوتی ہے تو مسجد میں آ کر تقریر کرتے ہیں اور کتاب کے فضائل بیان کریں گے اور اخیر میں کتاب کی قیمت بتا کر مسجد میں خرید وفروخت شروع کر دیں گے۔ اور ایسے ہی ایک صاحب نے نقش تیار کر کے منبر کے اوپر رکھ دیا اور فضائل بیان کر کے مسجد میں فروخت کر دیئے۔ مسجد کے اندر یہ عمل کیسا ہے؟

جواب مسجد میں خرید وفروخت اس طرح بھی ناجائز ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۳ ج ۱۵ و احسن الفتاویٰ ص ۴۴۱ جلد ۶)

مسئلہ خارجِ مسجد خرید وفروخت جائز ہے۔ مسجد کے اندر یعنی داخلِ مسجد لین دین کا معاملہ مثلاً خرید وفروخت یا مزدوری وغیرہ کا معاملہ طے کرنا مکروہ ہے لیکن ہبہ وغیرہ کرنا مکروہ نہیں ہے، بلکہ عقد نکاح تو مسجد میں مستحب ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۵۶ جلد اول)

Marfat.com

مسئلہ مسجد میں چھپکلی مارنا نہیں چاہئے، اس کو وہاں سے نکال کر مارا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۳ جلد ۱۵)

خانۂ کعبہ کی تصویر مسجد میں لگانا؟

مسئلہ حضور پُرنورؐ کے روضۂ مبارک اور خانۂ کعبہ کی تصویر (جس میں جاندار کی تصویر نہ ہو) مسجد میں لگا سکتے ہیں، مگر سامنے نہ لگائیں جس سے نمازیوں کی نظر اس پر جائے، نیز اونچائی پر لگائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۹ جلد ۱۲)

مسئلہ نماز کی روح خشوع وخضوع ہے اور خشوع وخضوع اور خدا کی طرف دل کی توجہ کے بغیر نماز بے جان ہے، مسجد کی محراب اور قبلہ کی دیوار پر نقش ونگار (بیل بوٹے) ہوں گے تو نمازی کی توجہ اس کی طرف ہوگی اور خشوع وخضوع میں خلل انداز ہوں گے، اس لیے منع ہے، بلکہ فقہاء یہاں تک لکھتے ہیں کہ اِردگرد کی دیوار کا نقش ونگار اس کے قریب والے نمازیوں کے خشوع وخضوع میں مخل ہوگا۔

مسئلہ جو خوب صورتی نقش ونگار، فریم اور کیلنڈر وغیرہ نمازی کو غافل کرنے والی اور خشوع خضوع میں مخل ہو ان سے بچنا ضروری ہے، نیز مسجد میں رنگین بلب وغیرہ لٹکانا عبادت گاہ کو تماشہ گاہ بنانے کے مترادف ہے اس لیے کراہت سے خالی نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۵ جلد ۱۰ بحوالہ نوری شرح مسلم ص ۲۰۸ جلد اول وجذب القلوب ص ۶۱۶)

مسئلہ مسجد میں ایسے نقشے اور کتبے لگانا (جس میں خانۂ کعبہ یا مسجدِ نبویؐ کا فوٹو وغیرہ ہو، یا مسجد کی دیوار پر ایسے نقش ونگار کرنا جس سے نمازیوں کا دھیان اس کی طرف جائے مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۳ جلد ۱۸)

مسجد نبویؐ کے فوٹو کی طرف رُخ کر کے درود شریف پڑھنا؟

مسئلہ ہر نماز کے بعد نقشے کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر درود شریف پڑھنے کا یہ طریقہ کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے، نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں ہے، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ طریقہ اختیار کیا، نہ محدثین نے، نہ فقہائے مجتہدین نے۔ نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ افضل ہے، نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے جس قدر بھی

Marfat.com

توفیق ہو بڑے ادب واحترام سے بیٹھ کر درود شریف پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے اور برکت کی چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا حق ہے۔ حدیثِ پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۴ جلد ۱۸)

تصویر والی کتاب مسجد میں پڑھنا؟

سوال کوئی کتاب جس میں تصویر ہوتی ہے، مثلاً ہدیٰ ڈائجسٹ وغیرہ کو مسجد میں بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ تصویر روپیہ، پیسہ اور ماچس پر بھی ہوتی ہے اور یہ چیزیں جیب میں رہتی ہیں؟

جواب پیسہ، روپیہ، دیاسلائی (ماچس) پر جو تصاویر ہوتی ہیں، عموماً وہ بہت چھوٹی ہوتی ہیں، بعض اوقات تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جاندار کی تصویر ہے یا کوئی پھول وغیرہ۔ ایسی چھوٹی تصاویر کی چیز کے حکم میں تخفیف ہے۔ نیز پیسہ روپیہ ضرورت کی چیزیں ہیں کہ بغیر اس کے چارۂ کار نہیں، اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کو اپنے پاس رکھنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے، نیز اس سے بچنا دشوار ہے کیونکہ بغیر تصویر کے پیسہ روپیہ نایاب ہے۔ نیز ان تصاویر کو دیکھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی، ان میں جاذبیت نہیں۔

کتابوں کی تصاویر کی یہ شان نہیں، ان کو پیسہ روپیہ کی تصاویر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لیے ان میں تخفیف کو تلاش نہ کریں، مسجد کو ایسی چیزوں سے بچانا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۹ جلد ۱۵)

مسجد میں مرحوم کے لیے ختم پڑھنا؟

مسئلہ جو ختم بزرگوں سے ثابت ہے اس کو پڑھنا، یا ختم پڑھ کر بزرگوں (وغیرہ) کو ثواب پہنچانا درست ہے، لیکن کسی کو اس (پڑھنے) پر مجبور نہ کیا جائے، جس کا دل چاہے شریک ہو اور جس کا دل نہ چاہے نہ شریک ہو، نیز اپنی طرف سے کوئی چیز ایسی نہ ملائی جائے جو ثابت نہ ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۱۸ جلد ۱۲)

سحری کے لیے مسجد کی چھت پر نقارہ بجانا؟

مسئلہ سحری کے لیے مکان کی چھت پر نقارہ بجانے کی اجازت ہے، مسجد میں یا مسجد کی چھت پر نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۲ ج ۱۵)

Marfat.com

(یعنی خارجِ مسجد، امام صاحب کے کمرہ کی چھت پر یا وضو خانے وغیرہ کی چھت پر سحری میں اٹھانے کے لیے نقارہ بجا سکتے ہیں۔ رفعت)

مسجد کی چھت پر چڑھ کر شکار کھیلنا؟

مسئلہ مسجد کی چھت پر شکار کے لیے چڑھنا منع ہے اور ایسی طرح کھیلنا کہ جانور مسجد میں گرے اور مسجد ملوث ہو، یہ بھی منع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۴ جلد ۱۵)

مسئلہ نفسِ شکار کرنا کبوتر کا جائز ہے مگر مسجد کا احترام بھی لازم ہے لہٰذا مسجد میں کبوتر اس طرح نہ پکڑیں کہ جس سے مسجد کی بے حرمتی ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۷۱ جلد ۱)

بُد میں نہ جانے کی قسم کھانا؟

سوال چند لوگ مسجد میں خرافات کی باتیں کر رہے تھے، میں نے ان کو منع کیا تو وہ لڑنے لگے، جس پر میں نے قسم کھالی کہ مسجد میں نہیں آؤں گا۔ تو میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب آپ نے غلطی کی جو ایسی قسم کھالی۔ آپ مسجد میں جائیں، پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کریں۔ کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں یا دس غریبوں کو کپڑا دیں، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھیں اور آئندہ اس قسم کی چیز نہ کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۱ جلد ۴)

مسجد کی دیوار میں دُوکان کی الماری بنانا؟

سوال ایک مسجد لبِ سڑک ہے جس کا فرش قدِ آدم سے بھی دو فٹ زیادہ اونچا ہے، مسجد کی ایک دوکان چھوٹی سی ہے، اگر وسعت دینے کے لیے ایک چھوٹی سی الماری بنادی جائے، نیز یہ الماری مسجد کے فرش سے نیچے کی طرف ہوگی، کیا یہ جائز ہے؟

جواب جو جگہ شرعاً مسجد ہوتی ہے وہ نیچے اوپر سب مسجد ہوتی ہے، مسجد کی دیوار میں اس طرح الماری بنانا کہ وہ مسجد کے فرش کے نیچے پڑتی ہو اور اس کو کرایہ پر دینا ذریعۂ آمدنی بنانا شرعاً درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۶ جلد ۱۸)

مسئلہ مسجد کی تعمیر کردہ دیوار میں تختہ وغیرہ لگانے سے نقصان نہ پہنچتا ہو (کہ دیوار کمزور ہو جائے یا کوئی اور نقصان نہ پہنچے تو) قرآن پاک اور دینی کتب مطالعہ کے لیے وہاں رکھنا درست

Marfat.com

ہے۔(یعنی تعمیر ہونے کے بعد الماری وغیرہ بنانا)۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۷ جلد ۱۸)

مسجد سے نکلنے کے لیے تیمّم کرنا؟

سوال مسجد میں سونے والے کو احتلام ہو جائے تو نکلتے وقت اس کو تیمّم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب مسجد سے نکلنے کیلئے تیمّم ضروری نہیں، البتہ اگر کسی عارضہ کیوجہ سے اسوقت نکلنا دشوار ہو تو تیمّم ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۱۲ جلد ۱، کفایت المفتی ص ۱۰۶ جلد ۳ و عالمگیری ص ۳۹ جلد ۱)

کیا مسجد میں پہنچ کر پہلے بیٹھے؟

مسئلہ سنّت یہی ہے کہ مسجد میں جاتے ہی بغیر بیٹھے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرے اور اگر پہلے بیٹھ گیا تو یہ ترک اَولیٰ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۶ جلد ۴)

مسئلہ اَولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت اگر وضو ہے اور وقت میں گنجائش ہے تو پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے پھر بیٹھے۔ اور یہ جو رواج پڑ گیا ہے کہ مسجد میں داخل ہو کر پہلے بیٹھ کر پھر تحیۃ المسجد وغیرہ پڑھتے ہیں، اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۳۶ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۶۳۵ جلد اول و بخاری ص ۶۳ جلد اول و مسلم ص ۲۴۸ جلد ۱)

مسئلہ بیٹھنے سے قبل تحیۃ المسجد پڑھنا افضل ہے، مگر بیٹھنے سے ساقط نہیں ہوتا، اس لیے بیٹھنے کے بعد اگر جلدی جماعت شروع ہوگئی تو یہ فرض تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائیں گے، اگر جماعت میں تاخیر ہے تو اُٹھ کر تحیۃ المسجد ادا کرے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۸۲ جلد ۳)

مسئلہ سنن و نوافل پڑھنے کے لیے گھر افضل ہے، لیکن اگر راستہ میں یا گھر میں یہ خوف ہو کہ دل پریشان ہو جائے گا اور خشوع حاصل نہ ہوگا، یا تکلم بکلام غیر ضروری کی وجہ سے نقصان ثواب میں ہوگا تو ایسی صورت میں مسجد میں پڑھنا افضل ہے، اس لیے کہ زیادہ تر لحاظ خشوع و خضوع کا ہے جس جگہ یہ حاصل ہو وہ افضل ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۷ جلد ۴ بحوالہ درمختار باب الوتر ص ۶۳۸ ج ۱)

مسئلہ مسجد کی فضیلت اندر و باہر (صحن و دالان وغیرہ) سب برابر ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۶ جلد ۴ بحوالہ درمختار فی احکام المسجد ص ۶۱۵ جلد ۱)

تحیۃ المسجد کا حکم

مسئلہ مسجد میں داخل ہونے پر دو رکعت پڑھ لے تو وہ تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد دونوں کے

Marfat.com

قائم مقام ہو جائیں گی، بلکہ مسجد میں داخل ہوتے ہی کوئی بھی نماز پڑھ لی تو تحیۃ المسجد اداء ہو گیا، اسی طرح وضوء کی تری خشک ہونے سے قبل کوئی بھی نماز پڑھ لے تو تحیۃ الوضوء ادا ہو جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۸۱ جلد ۳)

مسئلہ عصر کے بعد غروب تک کوئی نفل نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ غروب کے بعد مغرب کی نماز سے قبل دو رکعت نفل مختصر طور پر پڑھنا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ نمازِ مغرب سے پہلے نفل نہ پڑھے، اس میں کسی صورت کی تخصیص نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۸۰ جلد ۱۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۳۴۹ جلد ۱)

مسئلہ اوقاتِ مکروہہ کے سوا جب بھی مسجد میں داخل ہو تحیۃ المسجد مسنون ہے، وقتی نمازوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ پنج وقتہ نماز کے لیے مسجد داخل ہوتے ہی بیٹھنے سے قبل یا بیٹھنے کے بعد جلد ہی اگر وقتی فرض یا سنت شروع کر دیں تو یہ نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو گی، مستقل تحیۃ المسجد کا حکم صرف اس صورت میں ہے جب بلا نیتِ نماز مسجد میں داخل ہو، البتہ اگر نماز کی نیت سے داخل ہوا مگر جماعت میں تاخیر ہے اور سنتیں وغیرہ بھی جلد پڑھنے کا قصد نہیں تو تحیۃ المسجد مستقل پڑھے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۸۳ جلد ۳)

مسئلہ وقت مکروہ نہ ہو تو (مسجد میں پہنچ کر تحیۃ المسجد) پڑھی جا سکتی ہے۔ جماعت شروع ہونے سے پہلے فراغت ہو سکتی ہے تو پڑھے ورنہ چھوڑ دے۔ (نیز) مسجد میں بار بار جانے والے کے لیے ایک مرتبہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے، ہر مرتبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۶ جلد ۱ و کتاب الفقہ ص ۵۲۷ جلد ۱)

مسجد میں نمازِ جنازہ؟

مسئلہ مدینہ منورہ میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ مسجد نبویؐ کے متصل جانب شرق میں تھی۔

مسجد پانچ نمازوں کے لیے بنائی جاتی ہے، اس میں نمازِ جنازہ بلا عذر پڑھنا کراہیت سے خالی نہیں، اگر مسجد میں نمازِ جنازہ بلا کراہیت کے جائز ہوتی تو حضورؐ اس کے لیے مستقل ایک جگہ نہ بنواتے بلکہ مسجد ہی کافی تھی، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ حضورؐ نے مسجدِ نبویؐ کی تعمیر ختم ہوتے ہی ایک مستقل جگہ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بنوائی۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۸۷ جلد ۲ بحوالہ فتح الباری ص ۱۶۰ ج ۳ و التعلیق الصبیح ص ۲۳۹ جلد ۲)

مسئلہ نمازِ جنازہ اگر مسجد میں ہو رہی ہو تو اصلاح کی خاطر جماعت سے علیحدگی اختیار کر لے

تو بہتر ہے۔

مسئلہ باوجود مسئلہ بتانے کے اگر لوگ رواجاً نمازِ جنازہ (داخلِ) مسجد میں پڑھتے ہوں تو شرکتِ جماعت سے اور امامت سے معذوری ظاہر کردی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۸ جلد ۱۰ و کفایت المفتی ص ۱۴۱ جلد ۳)

مسئلہ بلا عذر اور بغیر مجبوری کے جنازہ کو مسجد میں داخل کرنا منع ہے اور مکروہ ہے، کیونکہ تلویث کا ڈر ہے، یعنی بعض مرتبہ جنازہ سے خون وغیرہ نکل جاتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۵ جلد ۵ و ص ۳۷۴ جلد ۱۔ تفصیل دیکھئے بخاری شریف ص ۱۷۷ جلد اول و مسلم شریف ص ۳۱۹ ج ۱ و کفایت المفتی ص ۱۴۱ جلد ۳ و شامی ص ۸۲۷ جلد اول و امداد الاحکام ص ۴۶۰ جلد اول)

جنازہ مسجد سے باہر امام اور مقتدی مسجد کے اندر؟

سوال جنازہ کو مسجد سے باہر اس طرح پر رکھتے ہیں کہ قبلہ کی طرف والی دیوار میں ایک بڑی کھڑکی ہے، وہ کھول کر اس کے سامنے جنازہ مسجد سے باہر رکھ کر امام صاحب مع جماعت کے نمازِ جنازہ پڑھا لیتے ہیں کیونکہ جمعہ کے دن میں اتنے آدمی نمازِ جنازہ کے لیے مسجد سے باہر کہاں سما سکتے ہیں؟

جواب صورتِ مسئولہ میں درمختار میں تو کراہت ہی کو مختار کہا ہے، مگر علامہ شامیؒ نے بعض جزئیات فقہیہ سے اس میں توسع لکھا ہے۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۷ ج ۱)

(مسجد نبویؐ شریف میں بھی یہی طریقہ ہے کہ امام محراب سے باہر خارج مسجد قبلہ رخ کمرہ میں جنازہ کو رکھ کر نمازِ جنازہ ہوتی ہے، کچھ لوگ امام کے ساتھ خارجِ مسجد ہوتے ہیں اور باقی حضرات مسجد میں یعنی جنازہ داخل مسجد نہیں ہوتا، اور مسجدِ حرام میں خانۂ کعبہ کی دیوار کے پاس جنازہ رکھا جاتا ہے کیونکہ وہاں پر مجبوری ہے کہ اگر جنازہ کو خارجِ مسجد کیا جائے تو مقتدی امام سے آگے ہو جائیں گے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مساجد کے شہید کرنے پر سزا فوراً کیوں نہیں؟

سوال غیر قوم کو اللہ تعالیٰ بزرگوں کی درگاہوں کو شہید کرنے پر فوراً سزا دیتا ہے، لیکن مساجد کے شہید کرنے پر ان لوگوں کو فوراً سزا کیوں نہیں دیتا؟

Marfat.com

جواب قرآن واحادیث سے کہاں ثابت ہے کہ ولی اللہ کی درگاہ کو شہید کرنے پر اللہ تعالیٰ فوراً سزا دیتا ہے۔ ۱۹۴۷ء سے اب تک مشرقی پنجاب میں کتنے اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی درگاہیں شہید کردی گئیں، اور بھی جگہ جگہ ایسا ہوا ہے مگر فوراً سزا نہیں دی گئی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، اور جہاں فوراً سزا دی گئی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، مساجد کو شہید کرنے پر فوراً سزا نہیں دی گئی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰ جلد ۱۴)

مسجد پر قبضہ کر کے گھر بنالینا؟

مسئلہ اس جگہ کے وقف اور مسجد ہونے کا ثبوت ہو جائے پھر چاہے وہ مدت دراز تک ویران، غیر آباد اور خستہ حالی میں پڑی رہی ہو، تب بھی وہ جگہ مسجد ہے اور تا قیامت مسجد کے حکم میں رہے گی اور اس جگہ کو مسجد کے علاوہ کھانے پینے، سونے کے کام میں لینا ناجائز اور حرام ہے، غاصب کی حمایت کرنے والے بھی گنہگار ہوں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۰ جلد ۶)

مسجد کا بیمہ کرانا؟

سوال مسجد کا بیمہ کرانا کیسا ہے، کیونکہ یہاں کی مسجد گزشتہ فساد میں جلادی گئی تھی، مسجد کا سامان وغیرہ بھی؟

جواب اگر مسجد کے تحفظ کی کوئی صورت نہیں تو مجبوراً بیمہ کرانا درست ہے، مگر اس سے حاصل ہونے والی سُودی رقم مسجد میں صرف نہ کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۹ جلد ۱۵)

مسئلہ جو رقم بیمہ کے ضمن میں ادا کی گئی ہے وہ رقم مسجد، مدرسہ اور عبادت گاہ کی ہوگی اور زائد رقم غرباء کو تقسیم کرنا ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۷ جلد ۶)

مسجد کے خادم کے ساتھ رعایت کرنا؟

سوال مسجد کا قدیم ملازم کام کرتے کرتے بوڑھا ہو گیا، اب تھوڑا تھوڑا کام کرتا ہے، تو اس کو پوری تنخواہ مسجد سے دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب اس کی طاقت کے موافق کام بھی تجویز کر دیا جائے، اتنی مراعات کی گنجائش ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۹ ج ۱۵)

Marfat.com

کیا خادمِ مسجد کی اولاد کو وراثت کا حق ہے؟

سوال ہمارے یہاں مسجد میں زید کے دادا اور والد بحیثیت مؤذن وامام مقرر تھے، ان کے انتقال کے بعد زید اس جگہ کو سنبھال نہ سکا، لہٰذا مؤذن وامام دوسرے حضرات مقرر ہو گئے البتہ زید کے لیے وہی مراعات جو اس کے باپ دادا کے لیے تھی بحال رہی۔ لیکن اب قصبہ والوں نے زید کے نازیبا حرکتوں کی بناء پر تمام مراعات ختم کر دی ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

۲ زید کے باپ دادا کے لیے جو کمرہ مسجد کی طرف سے تھا، اس میں زید کی اب بھی رہائش ہے، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

جواب ۱ مسجد کے کسی خادم (مؤذن یا امام) کی اگر مراعات مسجد کی خدمت کی وجہ سے کی جاتی ہے تو وہ اسی خادم کی ذات بلکہ خدمت تک محدود رہتی ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کہ خادم کے انتقال کے بعد ورثاء بھی استحقاق کی بناء پر مراعات کا مطالبہ کریں۔

۲ یہ رہائش بھی دادا اور والد کو مسجد کی خدمت کی وجہ سے دی گئی تھی، اب جب کہ خدمت ختم ہو گئی بلکہ خدمت کرنے والے بھی ختم ہو گئے تو موجودہ اولاد کو بحیثیت وراثت اس کا حق نہیں پہنچے گا۔

نیز مسجد کی زمین، جائیداد، باغ، دوکان، مکان جو چیز بھی مسجد کی مِلک ہو، خواہ کسی نے وقف کی ہو یا مسجد کے لیے خریدی گئی ہو، اس پر بھی کسی کا غاصبانہ قبضہ جائز نہیں ہے، اس کا واگزار کرانا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۷ جلد ۱۵)

مسجد میں حدیث لکھ کر لگانا؟

سوال تختۂ سیاہ پر حدیثیں لکھ کر مسجد کے داخلی دروازے کے پاس لگا دیتے ہیں اور اپنے لیے دعائے خیر کی گزارش بھی کر دیتے ہیں، تو کیا کسی فرد یا جماعت کا اپنی اصلاح اور خیر کی دعاء کرانا احکام ربی یا حدیث لکھنے سے پہلے کسی فرد یا جماعت کا نام لکھنا منع ہے؟

جواب کسی فرد یا جماعت کا اپنے لیے دعاء خیر کے لیے درخواست کرنا منع نہیں ہے۔ حدیث شریف لکھ کر دعاء کی درخواست کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی عمل کی توفیق دے، یہ بھی منع نہیں ہے۔

Marfat.com

نام چاہے آخر میں لکھا جائے یا پہلے، مگر اس طرح نام لکھنے سے اس لکھنے والے فرد یا جماعت کی تشہیر بھی ہوتی جس کی بناء پر لوگ تعریف کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کام کا مقصود تعریف ہی تک محدود رہ جائے، رضائے خداوندی اور اشاعت حدیث واحکام مقصود نہ رہے، یا اس کے ساتھ نام آوری بھی مقصودیت کے درجہ میں آجائے۔ جیسا کہ کثرت سے اشتہاری لوگوں کا حال دیکھنے میں آتا ہے۔ اللہ پاک اس مصیبت سے محفوظ رکھے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۱ جلد ۱۵)

مسجد کی دیوار پر اشتہار لگانا؟

مسئلہ مسجد کے دروازوں اور دیواروں پر اشتہار چپکانا دو وجہ سے ناجائز ہے۔ ایک یہ کہ مسجد کی دیوار کا استعمال ذاتی مقصد کے لیے حرام ہے، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ مسجد پر کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ مسجد کی دیوار پر اپنے مکان کا شہتیر (گاٹر) یا کڑی رکھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مساجد کی تعظیم اور صفائی کا حکم دیا گیا ہے اور مسجد پر اشتہار لگانا، اس کی بے ادبی ہے اور گندہ کرنا بھی ہے۔ کیا کوئی شخص گورنر ہاؤس کے دروازے پر اشتہار لگانے کی جرأت کر سکے گا؟ اور کیا اپنے مکان کے در و دیوار پر مختلف النوع کے اشتہار لگائے جانے کو پسند کرے گا؟ (آپ کے مسائل ص ۱۴۶ ج ۳)

مسئلہ مسجد (جہاں نماز پڑھی جاتی ہے داخلِ مسجد) کے صحن یا کسی بھی حصہ کو تجارت گاہ نہ بنایا جائے، کاروباری اشیاء وہاں نہ رکھی جائیں۔ نیز سحر وافطار کے نقشہ میں نیچے دوکان کی مشتہری کے لیے اشتہار لکھوائے جاتے ہیں، ایسے نقشہ کو مسجد کے بیرونی دروازہ اور دیوار پر لگا دیا جائے تو مضائقہ نہیں، تاکہ افطار وسحر کا علم بھی ہو سکے اور دوکان کی مشتہری بھی ہو جائے۔ اور مسجد کو گزرگاہ نہ بنایا جائے، نہ مردوں کے لیے اور نہ عورتوں کے لیے، عورتوں کو نماز کے لیے بھی مسجد میں آنے سے روک دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۹ جلد ۱۸)

مساجد میں اشتہار والے کیلنڈر و جنتری لگانا؟

مسئلہ آج کل بعض جنتریاں ایسی شائع کی جاتی ہیں جن میں اوقاتِ نماز و دینی مضامین اور آیاتِ قرآنی کے ٹکڑے درج کیے جاتے ہیں اور اس کی طباعت میں اقتصادی سہولت کے لیے تجارتی اشتہار بھی درج کر دیئے جاتے ہیں جن کی مقدار دوسرے مضامین کے مقابلہ میں بہت کم

Marfat.com

ہوتی ہے، تو ایسے کیلنڈروں کا اصل مقصد دعوت واشاعت دین ہے، اشتہارات کی حیثیت ذیلی ہوتی ہے اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ (فقہی مسائل ص ۲۸۹ جلد ۷)

(لیکن اس کا خیال رہے کہ کیلنڈر وجنتری وغیرہ پر جاندار کی تصویر نہ ہو اور نمازی کے سامنے قبلہ کی دیوار پر نہ لگایا جائے تاکہ نمازی کے خشوع وخضوع میں کسی قسم کا فرق نہ آئے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

غیر مسلم کے پاس مسجد کی امانت ضائع ہوگئی؟

سوال مسجد کے متولّی کو اپنے پاس مسجد کے پیسے رکھنے میں حفاظت کا یقین نہیں تھا اور کوئی دوسرا مسلمان بھی امانت رکھنا قبول نہیں کرتا تھا، اس لیے محلّہ والوں کے حکم پر متولی نے مسجد کی رقم کافر کے پاس رکھی، وہ اس وقت مالدار تھا اور امانت رکھنے میں مرجع خاص وعام تھا، اب کافر مفلس ہوگیا اور مسجد کے پیسے اس کے پاس سے ہلاک ہوگئے، نہ کوئی اس کے پاس جائیداد ہے کہ جس سے وصول ہوسکے۔ تو کیا اہل محلّہ یا متولّی پر ضمان لازم ہوگا؟

جواب متولّی کو اگر پیسے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اور کوئی دوسری صورت بھی حفاظت کی نہیں تھی اور اہلِ محلّہ کے حکم سے متولّی نے وہ پیسہ غیر مسلم کے پاس رکھ دیئے اور اس کافر سے وصول یابی کی کافی توقع تھی تو پھر متولّی پر ضمان لازم نہیں اور نہ اہلِ محلّہ پر لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۱ جلد ۶)

مسجد میں چوری ہو تو کیا متولّی پر ضمان ہوگا؟

سوال ایک مسجد میں جس کمرہ میں سامان تھا اس پر تالہ لگا ہوا تھا، چوروں نے آسانی سے توڑ کر چوری کرلی، کیا متولّی مسجد پر کوئی جرم عائد ہوتا ہے؟

جواب مساجد کے صدر دروازے پر عموماً تالا نہیں لگایا جاتا، تاکہ جو شخص جب بھی دل چاہے مسجد میں آکر عبادت کرسکے، نیز ہر مسجد میں محافظ بھی مقرر نہیں ہوتا، بلکہ اوقاتِ نماز میں مؤذن آتا ہے مسجد کی صفائی اور صفیں بچھانے کا کام کرتا ہے، اگر یہی صورت آپ کے یہاں بھی ہے تو کمرہ پر (جہاں پر مسجد کا سامان وغیرہ رکھا ہے) تالا ہونا ہی حفاظت کے لیے کافی ہے۔ متولّی پر کوئی ضمان نہیں ہے، ہاں اگر وہ جگہ چوروں کی ہے اور چوری کے واقعات مسجد وغیرہ میں پیش آتے رہتے ہیں اور صرف مسجد کے کمرہ پر تالہ لگا ہوا ہونا کافی نہیں سمجھا جاتا تو پھر دوسرا حکم ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۷ جلد ۱۸)

Marfat.com

مسجد کی امانت چوری ہو جائے تو ضمان کا حکم؟

سوال ایک شخص کے پاس مسجد کی امانت رکھی ہوئی تھی جو چوری ہوگئی، کچھ واپس آ گئی، اس نے مسجد کی امانت کچھ دی اور کچھ نہیں دی تو کیا اس کو دینا لازم ہے یا نہیں؟

جواب اگر امانت کو اپنے مال میں مخلوط کر کے رکھا تھا تو پوری امانت کو اس سے لینا چاہئے، اگر الگ رکھا تھا اور باوجود پوری حفاظت کے وہ چوری ہوگئی تو اس سے پوری رقم لینے کا حق نہیں ہے، جتنی واپس آ گئی ہو وہ لے لی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۱ جلد ۱۰)

مسجد کی حدود سے باہر صف وشامیانہ مسجد کی آمدنی سے؟

سوال جمعۃ الوداع اور عیدین کے موقعہ پر اندر صحن وغیرہ بھر جاتا ہے، مسجد کے باہر سڑک پر لوگ نماز ادا کرتے ہیں تو کیا مسجد کی آمدنی سے کرایہ پر شامیانے دریاں (فرش وغیرہ) بچھوائی جاتی ہیں تو کیا حدودِ مسجد سے باہر مسجد کی کمیٹی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ شامیانے اور دریوں کا انتظام مسجد کی آمدنی سے کرے؟

جواب یہ انتظام بھی اسی مسجد کی نمازیوں کے لیے ہے، اس لیے کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۱ جلد ۱۸)

طوائف کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز؟

سوال اگر کوئی طوائف یا زنخا وغیرہ کوئی مسجد تعمیر کرائے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب حامداً ومصلیاً، مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۱ جلد اول، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۸ جلد ۲ وص ۲۳ جلد ۲)

مسئلہ زانیہ کی بنائی ہوئی مسجد حکماً مسجد ہوگئی، یہاں تک ورثاء کا حق اس سے منقطع ہو گیا اور اس میں کسی کا تصرف خلافِ وقف ناجائز ہو گیا، نہ اس کو ڈھا سکتے ہیں نہ اس کو بیچ کر دوسری مسجد میں اس کی قیمت لگا سکتے ہیں، لیکن اس میں نماز پڑھنے سے ثواب کامل نہ ملے گا۔ فرض ذمہ سے ساقط ہو جائیگا۔

(امداد الاحکام ص ۴۴۱ جلد اول واحسن الفتاویٰ ص ۴۳۳ جلد ۶)

فاحشہ کی چیز مسجد میں استعمال کرنا؟

سوال ایک طوائف عورت کا گزر اوقات کھانا، پینا حرام کمائی پر ہے، لیکن وہ سوت کات

Marfat.com

کریا چھالیہ کتر کر اس پیسہ سے مسجد میں صفیں یا لوٹے دیتی ہے تو کیا لے سکتے ہیں؟

جواب ایسے لوٹوں اور صفوں کا استعمال مسجد میں درست ہے، کیونکہ یہ عین حرام کی کمائی سے خرید کر نہیں دیئے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۳ جلد ۶۔ وکفایت المفتی ص ۱۱۱ جلد ۳)

تنخواہ لے کر مسجد میں تعلیم دینا؟

مسئلہ جو شخص مصالح مسجد کے لیے مثلاً حفاظتِ مسجد کے لیے یا دوسری جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دے اس کو جائز ہے اور محض پیشہ بنا کر بیٹھنا اور تعلیم دینا ناجائز ہے اور احترامِ مسجد کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۶ جلد ۶۔ امداد الاحکام ص ۴۴۱ ج ۱)

مسجد کے ایک حصہ میں تعلیم دینا؟

سوال مسجد کے نیچے کے حصہ میں نماز ہوتی ہے اور فوقانی (اوپر کے) حصہ میں بچے پڑھتے ہیں، مگر مسجد بناتے وقت اس کا خیال نہیں تھا کہ اس میں بچے پڑھیں گے، بلکہ اس کا شمار مسجد ہی میں تھا۔ کیا جماعت فوقانی حصہ میں کی جاسکتی ہے؟ اور اس حصہ میں بچوں کو تعلیم دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب وہ مسجد جس طرح سے اس کے نیچے کا حصہ مسجد ہے، اسی طرح اوپر کا حصہ بھی مسجد ہے۔ جماعتِ ثانی اوپر نہ کی جائے، بچوں کی تعلیم کے لیے کسی دوسری جگہ کا انتظام کیا جائے، اگر کوئی دوسری جگہ نہ ہو تو مجبوراً بچوں کو دینی تعلیم مسجد میں دینا درست ہے، مگر اتنے چھوٹے بچے نہ ہوں جن کو پاکی ناپاکی کی تمیز نہ ہو، مثلاً گندے پیر مسجد میں رکھیں یا پیشاب کر دیں، اور یہ بھی ضروری ہے کہ احترامِ مسجد کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے مثلاً بچوں کو سخت الفاظ اور کڑک دار آواز سے ڈانٹنا مارنا، سزا دینا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۰ جلد ۱۸ واحسن الفتاویٰ ص ۴۵۸ جلد ۶)

مسجد میں تعلیم کی حدود

مسئلہ اگر قرآنِ کریم اور دینی تعلیم کوئی جگہ نہیں تو مسجد میں تعلیم کی گنجائش ہے، لیکن مسجد کا احترام لازم ہے، نہ وہاں شور وشغب کیا جائے، نہ وہاں کوئی کام خلافِ احترامِ مسجد کیا جائے۔ نماز کے اوقات متعین ہیں، وہ اوقات تعلیم کے نہیں۔ جس وقت اوقاتِ متعینہ میں لوگ نماز پڑھتے ہوں، تعلیم کی ایسی صورت اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے نماز میں خلل آئے۔

Marfat.com

مسئلہ دھان وغیرہ مسجد میں نہ سکھائے جائیں، نیز ایسے بچوں کو نہ لیٹنے دیں اور نہ بیٹھنے دیں جو پیشاب کر کے مسجد اور چٹائی وغیرہ کو ناپاک کر دیں، ان کے لیے مسجد کے خارج میں انتظام کیا جائے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۸ ج ۱۸ و ص ۱۵۱ ج ۱۰)

مسجد کا قرآن پاک استعمال کرنا؟

مسئلہ جو قرآن شریف، پارے مسجد میں وقف کر کے رکھے گئے انکو ہر شخص مسجد میں استعمال کر سکتا ہے، چاہے وہ مدرسہ کے طلباء ہوں چاہے دوسرے نمازی ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۸ ج ۱۸)
(لیکن اپنے گھر یا دوسری مسجد میں یا مدرسہ میں لے جانا جائز نہیں ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ قرآن کریم جس نے مسجد میں رکھا ہے، ظاہر ہے کہ مسجد کے لیے وقف کیا ہے کہ جس شخص کا دل چاہے مسجد میں تلاوت کرے، اس کو مکان لے جا کر مستقلاً رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگرچہ اس کے بدلے میں آپ دوسرا قرآن شریف مسجد میں رکھ دیں۔ شئے موقوفہ پر عوض دے کر مالکانہ قبضہ کا حق نہیں، اگر آپ کو ویسا ہی حاصل کرنا ہے تو جو اس قرآن پر پتہ لکھا ہے وہاں سے منگوالیں۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۶ جلد ۱۲)

مسئلہ جو قرآن و پارے کتب (وغیرہ) جس مسجد کے لیے وقف ہوں ان کو دوسری جگہ لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۶ ج ۱۲)

مسئلہ مسجد کے وقف قرآن کریم بیچنا جائز نہیں ہے، ضرورت سے زائد ہوں اور کام میں نہ آتے ہوں تو قریب کی ضرورت مند مسجد میں دیدیئے جائیں۔ مسجد کو جب ضرورت نہ ہو تو لینا ہی نہیں چاہئے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۷ ج ۴)

مسئلہ مسجد کے وقف قرآن کو اپنے قرآن سے بدلنا جائز نہیں ہے، مسجد میں بیٹھ کر استفادہ کرنا جائز ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۸ جلد ۶)

مسجد کے قرآن کے پارے گھر لے جانا؟

سوال مسجد میں قرآن بصورت پارے رکھے جاتے ہیں، انھیں گھروں میں ختمِ قران کے واسطے لے جانا کیسا ہے؟

Marfat.com

جواب مسجد میں پارے دینے کا مقصد یہ ہو کہ لوگ انھیں اپنے مکان پر لے جائیں اور اس سے فائدہ اُٹھائیں، تو اس صورت میں گھر لے جانے میں (ختم شریف کے لیے) مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۶ جلد ۶)

مسئلہ قرآن شریف مسجد سے اٹھا کر لانا جائز نہیں، اگر کوئی اُٹھالایا تو اس کو دوبارہ مسجد میں یا اس کی جگہ دوسرا قرآن شریف رکھ دے۔ (آپکے مسائل ص ۱۵۱ ج ۳)

مسجد کے قرآن طلباء کو دینا؟

سوال مساجد میں لوگ عموماً بلا اجازت قرآن مجید کافی تعداد میں رکھ جاتے ہیں جو ویسے ہی رکھے رہتے ہیں، انھیں نہ کوئی اٹھاتا ہے اور نہ تلاوت کرتا ہے، بالآخر بوسیدہ ہو جانے کے بعد ان کو دفن کرنا پڑتا ہے، اگر یہ قرآنِ کریم نادار بچوں کو دے دیئے جائیں جو مکتب وغیرہ میں پڑھتے ہیں؟

جواب کسی کی مِلک میں دینا جائز نہیں، نہ ہی مدرسہ میں دیئے جاسکتے ہیں، البتہ بحالتِ استغناء (ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے) دوسری قریب تر مسجد کی طرف منتقل کرنے کی اجازت ہے۔

اگر مسجد سے باہر لکھ کر لگا دیا جائے کہ یہاں قرآن شریف بلا اجازت رکھنا ممنوع ہے، کوئی رکھے گا تو وہ مدرسہ میں کسی مسکین کو دیدیا جائے گا۔ پھر بھی کوئی رکھ جائے تو منتظم کو مدرسہ میں یا کسی مسکین کو دینے کا اختیار ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۵۶ جلد ۶)

مسجد میں بغیر اجازت سرکاری بجلی استعمال کرنا؟

سوال سرکاری لائن سے بغیر اجازت لائن لے کر (تار ڈال کر) مسجد میں شبِ قدر وغیرہ میں روشنی کرنا کیسا ہے، کیا یہ چوری ہے؟

جواب ہاں ایسا کرنا چوری ہے ناجائز ہے اور اس قسم کی روشنی کرنے کا گناہ ان لوگوں پر ہوگا جنہوں نے ایسا کیا ہے خواہ مسجد کی کمیٹی نے ایسا کیا ہو یا کسی دوسرے شخص نے ایسا کیا ہو، سب برابر ہے۔

اور اس گناہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اندازہ کر کے جتنی بجلی (بغیر اجازت) خرچ ہوئی ہو تو اتنی بجلی کے پیسے کسی حیلہ سے محکمہ کو دے دیں۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۰۴ جلد اول)

(بدمعاملگی، قانونی چوری ہونے کی وجہ سے عزت و آبرو کا ہر وقت خطرہ ہے جس سے

Marfat.com

حفاظت بھی واجب ہے۔پس ترکِ واجب کا بھی مزید گناہ ہوگا،اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ مسجدوں میں ضرورت سے زیادہ قمقمے (بلب لائٹ وغیرہ) لگانا اِسراف کے حکم میں ہے اور ضرورت کے مطابق لگانا جائز ہے۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۱۴ جلد ۱، بحوالہ شامی ص ۴۴۲ جلد ۱)

مساجد کی آمدنی محکمۂ اَوقاف سے چھپانا؟

سوال محکمہ اوقاف سارے ہندوستان میں جاری ہے، یہ مساجد ومقابر اوران سے متعلق جائیداد کی حفاظت کرتا ہے اوراس کے لیے انتظامیہ فی صد کے حساب سے وصول کرتا ہے، اس بارے میں سوال یہ ہے کہ کسی مسجد کی دوکانوں اور مکانوں کی آمدنی مناسب ہے، اخراجات پورے ہوجاتے ہیں، کمیٹی کل آمدنی اوقاف کو نہیں بتلاتی تا کہ اَوقاف کو زیادہ دینا نہ پڑے تو کیا یہ چوری ہے اوراس طرح کرنا جائز ہے؟ نیز اس طرح کی بچی ہوئی رقم مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

جواب ایسا پیسہ مسجد کی تعمیر اور دیگر کاموں میں صرف کردینا شرعاً مباح ہے باقی چونکہ یہ قانوناً چوری ہے جس سے بچنا واجب ہے اس لیے مباح کی وجہ سے واجب کو تو نہیں چھوڑا جائے گا اور ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی جائیگی۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۰۳ جلد اول)

مٹی کا تیل مسجد میں جلانا؟

مسئلہ مٹی کے تیل کو مسجد میں جلانا منع ہے، ہاں اگر کوئی اور تیل ہے جس میں بدبو نہیں یا مٹی ہی کے تیل کو کسی طرح ایسا صاف کرلیا ہے کہ بدبو نہیں رہی تو مسجد میں جلانا بھی درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶۰ جلد ۲ وص ۱۶۳ جلد ۶)

مسئلہ اصل یہ ہے کہ بدبو سے ملائکہ کو بہت اذیت ہوتی ہے، اور انسانوں کو بھی۔اس لیے بدبودار چیز مسجد میں لانا منع ہے، اگر مٹی کا تیل مسجد سے باہر رکھا جائے اس طرح کہ بدبو مسجد میں نہ آئے تو درست ہے۔اس کی روشنی کا مسجد میں آنا منع نہیں ہے بلکہ بدبو کا آنا منع ہے، چاہے وضو کی جگہ رکھیں، چاہے بیرونی دروازہ کی دیوار وغیرہ پر جہاں مناسب سمجھیں رکھ کر (خارج مسجد) جلا سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۳ جلد ۱۰ وآپ کے مسائل ص ۱۵۱ جلد ۳)

مسئلہ بعذر مسجد میں لالٹین (مٹی کے تیل کی) جلانا جائز ہے۔ (امداد الاحکام ص ۴۶۱ ج ۱)

Marfat.com

مسجد میں چراغ کب تک جلے؟

مسئلہ جب آدمیوں کے آنے کی توقع نہ رہے تو چراغ بجھا دینا چاہئے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶۲ جلد ۲ و امداد الاحکام ص ۴۴۷ ج ۱)

مسئلہ جو شخص مسجد کے لیے موم بتّی (وغیرہ) دے، اس سے دریافت کرلیا جائے اگر مسجد کی ضرورت سے زاہد ہو تو اس کو فروخت کر کے مسجد کی دیگر ضروریات میں صرف کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر وہ اجازت دیدے تو پھر کوئی اشکال نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۶ جلد ۱۵ و ص ۱۷۴ جلد اول)

(یعنی زائد موم بتّی واقف کی اجازت سے بیچ کر مسجد کی دوسری ضرورت میں خرچ کر سکتے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ مسجد میں ناپاک تیل کی روشنی کرنا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار ص ۶۱۹ جلد ۱)

مسئلہ مسجد کا چراغ اپنے گھر میں لانا جائز نہیں، البتہ اپنا چراغ مسجد میں لے جانا جائز ہے۔

(عالمگیری ص ۱۷۰ جلد ۱)

مسئلہ جب تک عامۃً لوگ نماز پڑھتے ہوں، مسجد میں چراغ جلایا جائے اور وضوخانہ و غسل خانہ وغیرہ، نیز راستہ میں بھی حسبِ ضرورت چراغ جلایا جاسکتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۹ جلد ۱۰ و عالمگیری ص ۱۷۰ جلد ۱)

مسئلہ نماز کے بعد مسجد کا چراغ جلتا ہو تو اس کی روشنی میں پڑھنا پڑھانا تہائی رات تک جائز ہے، اس سے زیادہ مسجد کا چراغ پڑھنے پڑھانے کے لیے جلانا درست نہیں ہے۔

(بحرالرائق ص ۲۵۰ جلد ۵)

مسئلہ مسجد کا فرش نماز و جماعت کے لیے بچھانا درست ہے، اگر فرش ہر وقت بچھا رہتا ہو اور پیر صاحب اور ان کے مریدین مجلس جما کر اس پر بیٹھ جائیں تو مضائقہ نہیں، لیکن اگر نماز کے بعد فرش کو لپیٹ دیا جاتا ہو، پھر ایسے وقت میں مجلس جما کر بیٹھنے کے لیے مستقلاً مسجد کے فرش کو استعمال نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۹ جلد ۱۰)

مسجد کا تیل فروخت کرنا؟

مسئلہ مسجد میں چراغ جلانے کے لیے تیل اور پنکھے و جھاڑو وغیرہ جو مسلمان دیتے ہیں اگر

Marfat.com

مسجد میں دینے والوں کی طرف سے اس کی (فروخت کرنے کی) اجازت ہے تو درست ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۴ جلد ۶)

مسجد کا تیل وغیرہ امام کو استعمال کرنا؟

مسئلہ اگر مسجد میں دینے والے یہ کہہ کر (امام کو) دیتے ہیں کہ یہ اَشیاء ہم نے آپ کو دی ہیں، آپ اپنے گھر میں لے جا کر استعمال کرلیں تو امام کو استعمال کرنا درست ہے اور دینے والے کے علاوہ اگر دوسرے مقتدی اجازت دیتے ہیں تو ان کی اجازت غیر معتبر ہے۔ اگر دینے والے دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد کی اَشیاء میں امام کو شرعاً اس کا حق حاصل ہوتا ہے تو ان کا یہ خیال غلط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۵ جلد ۶ و ص ۴۷۲ جلد ۲ و ص ۴۷۱ جلد ۱ و امداد الاحکام ص ۴۴۷ جلد ۱)

مسجد کا تیل یا ڈھیلہ اپنے گھر لے جانا؟

مسئلہ بعض آدمی مسجد کے چراغ میں سے اپنے ہاتھ پیروں میں تیل لگاتے ہیں اور بعض مسجد کے اندر کے ڈھیلے لے جا کر اپنے گھر پر رکھ لیتے ہیں، وہیں پر استنجاء میں استعمال کرتے ہیں، ان دونوں باتوں کی اجازت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۴ جلد ۱۵)

مسجد کا سامان فروخت کرنا؟

سوال اگر مسجد میں بالٹی فرش وغیرہ زائد ہوں تو ان کو بیچ کر اخراجات میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب جو چیزیں مسجد کی ضرورت کے لیے مسجد کے پیسہ سے خریدی گئی ہیں، ان کو مسجد کی ضرورت کے لیے فروخت کر کے مسجد ہی کے کام میں صرف کرنا درست ہے اور جو چیزیں کسی نے مسجد میں دی ہیں ان کو دینے والے کی اجازت سے فروخت کر کے مسجد کے کام میں لگانا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۴ جلد ۱۲)

مسئلہ مسجد کا جو سامان وقف ہے اس کی بیع (فروخت کرنا) ناجائز ہے اور جو وقف نہیں بلکہ مسجد کے لیے وقتی ضرورت کے ماتحت کسی نے دیا ہے یا خریدا گیا ہے، ضرورت پوری ہونے پر اس کی بیع جائز ہے۔ جو مسجد ویران ہو چکی ہے اس کے سامان کو کسی قریب کی آباد مسجد میں صرف کر دیا جائے اور مسجد کی جگہ کو محفوظ کر دیا جائے تاکہ بے حرمتی نہ ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۹ جلد ۶ بحوالہ ردالمحتار ص ۵۷۵ جلد ۳)

مسئلہ اگر وہ باقاعدہ شرعی مسجد ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وقف ہے اس کی زمین کو فروخت کرنا یا رعایت پر دینا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۱ جلد ۶ و ص ۲۱۳ جلد ۱۸)

مسجد کا پرانا سامان خریدنا؟

سوال ایک کچی مسجد کو گرا کر پکی بنانا چاہتے ہیں، جو سامان اس سے اُترا ہے تو کیا وہ دوسری مسجد کے لیے فروخت کیا جائے یا ہر شخص خرید سکتا ہے؟

جواب بہتر یہ ہے کہ بعینہٖ وہی سامان مسجد میں لگایا جائے، اگر بعینہٖ اس کو مسجد میں لگانا دشوار ہو تو اس کو اہل محلّہ یا حاکم کی رائے سے فروخت کر کے اس کی قیمت سے اس کے مثل سامان خرید کر اس کو مسجد میں لگا دیا جائے۔ خریدار کی کوئی قید نہیں کہ وہ مسجد کے لیے خریدے، بلکہ اس کو ہر شخص خرید سکتا ہے، پھر وہ چاہے مسجد میں لگائے یا اپنے مکان وغیرہ میں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۸ جلد ۶ و ص ۲۱۵ ج ۱۸ و ص ۳۱۱ جلد ۱۵ و کفایت المفتی ص ۱۲۳ جلد ۳)

غیر آباد مسجد کا سامان مدرسہ یا مسافر خانہ میں دینا؟

مسئلہ جو مسجد غیر آباد ہو چکی ہے کہ وہاں نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہیں رہی تو اس جگہ کو محفوظ کر دیا جائے۔ مفتیٰ بہ قول کے مطابق وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی، اس کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کر دیا جائے، اگر وہاں کارآمد نہ ہو تو ارباب حلّ وعقد کی رائے سے اس کو فروخت کر کے قیمت دوسری مسجد میں (جو قریب ہے) صرف کر دی جائے، لیکن مسجد کا سامان بلا قیمت مدرسہ یا مسافر خانہ وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں اگرچہ وہ مسجد کے قریب ہی ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰۴ جلد اول)

غیر آباد مسجد کو فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا؟

سوال ہمارے یہاں سے مسلمانوں کے چلے جانے سے بہت سی مساجد ویران ہو گئی ہیں، کیا انھیں فروخت کر سکتے ہیں؟

جواب وقف کی بیع ناجائز ہے۔ وقف کا مالک کوئی نہیں جو اس کو فروخت کر سکے۔ اگر مسلمان موجود نہیں رہے تو مسجد کے ذمہ دار کو فروخت کرنے کا پھر بھی اختیار نہیں ہے۔ مسجد کی جگہ کو

Marfat.com

اگر محفوظ کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ مسجد کے وقف پر اگر غیر لوگ زبردستی قبضہ کر کے اس کا معاوضہ دیں تو معاوضہ لے کر دوسری مسجد بنالینا درست ہے۔ غیر آباد مسجد کا سامان فروخت کرنے کے بجائے ایسی مسجد میں منتقل کر دیا جائے جہاں وہ کارآمد ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۳ جلد ۱۵)

مسئلہ اگر ان مساجد کے آباد کرنے کی کوئی صورت نہیں اور سامان ضائع ہو رہا ہے تو اس سامان کو دوسری مساجد میں لگا دیا جائے اور ان گری ہوئی مساجد کی چہار دیواری بنا کر اس طرح گھیر دیا جائے کہ ان کی حفاظت ہو جائے، اگرچہ چہار دیواری بنانے کے لیے پیسہ نہ ہو تو اس گرے ہوئے ملبہ اینٹ وغیرہ سے بنا دیں یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے بنا دیں، اس کی قیمت کسی دوسرے کام میں صرف نہ کریں، بلکہ مساجد ہی کی ضروریات میں صرف کریں۔ اور مساجد کو کرایہ پر دینا بھی درست نہیں ہے، حسب قدرت واگزار کرانے کی کوشش کی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۳ جلد ۱۵)

مصالحِ مساجد کی زمین فروخت کرنا؟

مسئلہ جو زمین مسجد کے مصارف کے لیے وقف ہو چکی ہے اس کی بیع ناجائز ہے، اس کی اجازت نہیں کہ اس کو فروخت کر کے اس سے زیادہ آمدنی کی زمین خرید لی جائے۔ البتہ مسجد کی زمین پر کسی کا غاصبانہ قبضہ ہو جائے اور اس کی واگزاری کرانا ممکن نہ ہو تو مجبوراً معاوضہ لے کر دوسری زمین خرید کر وقف کر دی جائے، یا وقف شدہ زمین قابلِ انتفاع نہ رہے تو تب بھی اجازت ہے کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری زمین لے کر اس کو وقف کر دی جائے، پھر زمین، مکان، دوکان جو بھی مسجد کی تھی اور اس مجبوری کی وجہ سے فروخت کر دی گئی تھی اور اب وہ مسجد کی نہیں اور خریدار نے اس میں کوئی غیر اسلامی حرکت کی تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے نہ کہ منتظمین۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۹ جلد ۱۵ بحوالہ شامی ص ۵۰۷ جلد ۳ و فتاویٰ محمودیہ ص ۴۹۷ جلد ۱)

مسجد کی رقم سے وضو کا پانی گرم کرنا؟

مسئلہ جو رقم مسجد کی مصالح کے لیے جمع ہو، اس روپیہ سے نمازیوں کے لیے سردی کے زمانہ میں پانی گرم کرنا درست ہے تاکہ وہ بآسانی وضو کر لیا کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۰ جلد ۱۸)

مسئلہ مسجد کی چھت سے اتری ہوئی لکڑی وغیرہ سے مسجد کے نمازیوں کے لیے پانی گرم کرنا

درست ہے جبکہ وہ سامان بے کار ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۴ ج ۱۵)

مسجد کا گرم پانی بے نمازیوں کو استعمال کرنا؟

مسئلہ جو پانی مسجد میں نمازیوں کے لیے گرم کیا جائے بے نمازیوں کا اس کو منہ دھونے یا کپڑے دھونے کے لیے استعمال کرنا درست نہیں، بہت بے غیرتی ہے، مکان پر بھی پانی نہ لے جائیں احاطہ مسجد ہی میں وضوء کریں عشاء کے بعد بچا ہوا گرم پانی بھی کسی دوسرے کام میں استعمال نہ کریں اگر چہ صبح تک وہ پانی ٹھنڈا ہو جائے گا، پھر گرم کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

گرم پانی پاکی حاصل کرنے کے لیے ہے، خواہ جسم کی طہارت ہو یا کپڑے کی پس اگر کپڑے پر نجاست لگ گئی تو غسل کے ساتھ اس کو بھی دھونے کی اجازت ہے، مستقلاً کپڑے اس پانی سے نہ صاف کریں۔

اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ اپنے گھر سے وضو کر کے آئیں، لیکن ہر ایک کے لیے اس کا انتظام آسان نہیں، نیز مسجد میں پانی گرم کرنے اور وضو و غسل کے نظم کا عرفِ عام ہو چکا ہے اس لیے مسجد کی طرف سے انتظام کرنا بھی غلط نہیں بلکہ نمازیوں کی سہولت کا ذریعہ ہے جس سے ان کی نماز و جماعت کی پابندی ہوتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۳ ج ۱۸)

مسجد کا گرم پانی گھر لے جانا؟

سوال ایک شخص نے اپنے پیسے سے مسجد تعمیر کی اور اس کی ضروریات مثلاً چٹائی، تیل، لوٹے اور مرمت مسجد کے لیے مکان اور دوکان مسجد کے لیے وقف کر دی ہے، اس کی آمدنی ہمیشہ مذکورہ ضروریاتِ مسجد پر خرچ ہوتی ہے، محلّہ والے تقاضہ کرتے ہیں کہ اس کی آمدنی کو گرم پانی کے مصارف پر خرچ کیا جائے بعض جگہ کا رواج ہو گیا ہے کہ اہل محلّہ مسجد میں پانی گرم کرتے ہیں نمازیوں کے لیے ہر بے نمازی اس سے غسل کرتا ہے اور بعض لوگ گھروں میں بھی لے جاتے ہیں۔ بے نمازی کا غسل کرنا اور اس پانی کو گھروں میں لے جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب جب وقف پانی گرم کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ صراحۃً منع کرتا ہے تو (واقف کے وقف کی آمدنی سے) پانی گرم کرنے میں اس آمدنی کو خرچ کرنا درست نہیں، ہاں اگر واقف اجازت دیدے تو جائز ہے اور جو لوگ اپنے دام خرچ کر کے نمازیوں کے لیے پانی گرم کرتے

Marfat.com

ہیں ان کو اختیار ہے کہ وہ کسی بے نمازی کو استعمال نہ کرنے دیں، نیز کسی کو اپنے گھر نہ لے جانے دیں، اور جو شخص بلا اجازت ان کی اپنے گھر لیجائیگا گنہگار ہوگا کیونکہ یہ پانی مسجد کے روپے سے گرم نہیں ہوتا، بلکہ اہل محلّہ خود گرم کرتے ہیں، دارومدار اہلِ محلّہ کی اجازت پر ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۵۵ جلد ۲)

مسجد کے ٹینک کا پانی گھر لے جانا؟

سوال مسجد کے ٹینک کا پانی اپنی ضروریات کے لیے گھر لے جانا کیسا ہے؟

جواب یہ پانی کنویں کے پانی کی طرح نہیں ہے کہ ہر شخص کو لینے کا اختیار ہو بلکہ یہ گھڑے میں رکھے ہوئے پانی کی طرح ہے کہ مالک نے اپنی ضروریات کے لیے گھڑے میں بھر کے رکھا ہے، وہ اس پانی کا مالک ہوگیا، کسی کو بغیر اس کی اجازت کے لے لینے کا حق نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۷ جلد ۱۸ و احسن الفتاویٰ ص ۴۴۷ ج ۶)

مسجد کا صحن دھوپ و بارش میں اگر خالی رہے؟

سوال ایک مسجد جس کا صحن کافی لمبا چھوڑا ہے، گرمی و برسات کے موسم میں نمازیوں کو صحن میں نماز ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اب اس صحن کو برآمدہ کی شکل دینا چاہتے ہیں کہ شمالی اور مشرقی حصہ تھوڑا سا برآمدہ بنا دیا جائے اور بیچ میں صحنِ غیر مسقّف (بغیر چھت کے) چھوڑ دیا جائے تا کہ موسم گرما و برسات میں لوگ دونوں برآمدہ میں نماز ادا کریں لیکن بیچ میں صحن جو کہ بیالیس فٹ ہے وہاں نمازیوں کی صفیں نہ ہوا کریں گی بلکہ وہ خالی جگہ رہا کریں گی، تو کیا اس صورت میں شمالی اور مشرقی جانب برآمدہ بنا دیا جائے یا نہیں؟

جواب اس طرح برآمدہ باہمی مشورہ کر کے حسبِ ضرورت بنانا درست ہے، اندرونی مسجد کی صفوف سے برآمدہ کی صفوف کا اتصال رہے گا (یعنی مسجد کے اندر کی صفوں سے باہر کی صفیں ملی رہیں گی)۔ سخت دھوپ اور بارش کے وقت اگر صحن خالی رہے اور اندرونی مسجد نیز برآمدہ میں نمازی کھڑے ہوں تو بھی نماز درست ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۳ جلد ۱۸)

مسجد میں چہل قدمی کرتے ہوئے وظیفہ پڑھنا؟

مسئلہ وظیفہ پڑھنے والے بعد نمازِ فجر و عصر اندرونِ مسجد ٹہل ٹہل کر وظیفہ پڑھتے ہیں، ٹہلنا

Marfat.com

وظیفہ کا جزو نہیں ہے، افضل اور بہتر یہ ہے کہ ایک جگہ تنہائی میں بیٹھ کر یک سوئی سے وظیفہ پڑھا جائے، اگر جماعت کا وقت قریب ہو اور نیند کا اثر ہو جس سے یہ خیال ہو کہ ایک جگہ بیٹھ کر انتظار کرنے سے نیند آ جائے گی یا اسی قسم کی کوئی اور ضرورت ہو تو مسجد میں ٹہلنے میں مضائقہ نہیں، لیکن مستقلاً ٹہلنے کے لیے مسجد کو تجویز کرنا، بعدِ فجر ہو یا بعدِ عصر یا کسی اور وقت، مسجد کی غایت اور وضع کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۴ جلد اول)

مسئلہ تسبیح چلتے پھرتے ٹہلتے ہر طرح پڑھنا درست ہے، لیکن بلا ضرورت مسجد میں ٹہلنا نہیں چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۰۷ جلد ۶ و احکام القرآن ص ۲۲۳ ج ۲)

مسئلہ مسجد میں چلتے پھرتے آہستہ ذکر کرنا درست ہے اور موجب ثواب ہے بازار (مواضع لغو) میں بلند آواز سے تلاوت کرنا کہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اور کوئی تلاوت نہ سنتا ہو، درست نہیں ہے۔ (آہستہ آہستہ بغیر آواز کے ذکر و تلاوت کر سکتا ہے)۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۲ جلد ۱۵)

مسجد میں ریح خارج کرنا؟

مسئلہ احتیاط اور ادب یہ ہے کہ مسجد میں قصداً ریح خارج نہ کرے بلکہ مسجد سے باہر خارج کرے، اگر سوتے یا جاگتے میں بلا قصد ہو جائے تو معذوری ہے۔ ایسے شخص کو جس کے لیے دوسری جگہ سونے کی موجود ہو بلا شدید ضرورت کے مسجد میں سونا مکروہ ہے۔ (اور یہ جو بعض جہلاء نے مشہور کر دیا ہے کہ مسجد میں خارج ہونے والی ریح کو فرشتے اپنے منہ میں لے کر باہر پھینکتے ہیں سراسر غلط ہے) فرشتوں کا ایسی بدبودار چیز سے اذیت پانا تو حدیث پاک سے ثابت ہے، لیکن اس کا منہ میں لے کر باہر پھینکنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۷ جلد ۶ بحوالہ درمختار ص ۶۸۷ جلد ۱)

مسئلہ مسجد میں اخراجِ ریح کو فقہاء نے منع لکھا ہے، ایسی حالت میں جس کو خروج ریح کی بیماری ہو، ایسے شخص کو بار بار مسجد سے نکلنا ہوگا یا کراہت کا ارتکاب کثرت سے کرنا ہوگا، لہٰذا احوط (بہت زیادہ احتیاط) یہی ہے کہ ایسا شخص (مسجد میں) اعتکاف نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا رہے۔ اس کو آرزو اور تمنا کا اجر ملے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۰ جلد ۱)

مسئلہ مسجد میں نفلی اعتکاف بغیر رمضان کے بھی ہو سکتا ہے اور ایسے معتکف کو بھی مسجد میں

Marfat.com

قیام کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۶ جلد ۱)

مسجد کے سامنے سڑک پر باجہ وغیرہ بجانا؟

مسئلہ شاہراہِ عام پر ہر شخص کو گزرنے کا حق ہے، لیکن ایسی حرکت کرنا جس سے آس پاس والوں کو یا اہلِ محلہ واہل مسجد کو خصوصاً نماز کے وقت میں اذیت پہنچے منع ہے حُسنِ تدبیر سے اگر فہمائش کردی جائے یا کسی ذی اثر آدمی کے ذریعے سے (باجہ ڈھول، تاشہ، شہنائی وغیرہ کے بجانے والوں کو منع کروادیا جائے کہ مسجد کے سامنے نہ بجائیں) تو بہتر ہے ورنہ فتنہ وفساد سے اجتناب چاہیئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۶ جلد ۱)

مسئلہ (اگر باز نہ آئیں غیر مسلم تو) اس وقت مسلمانوں کو صرف دل سے غیر مسلموں کے اس فعل پر نفرت وحقارت کرنا کافی ہے۔ مقابلہ کسی کا نہ کریں۔ (امدادالاحکام ص ۴۵۲ جلد ۱)

ناپاک کپڑا مسجد میں رکھنا؟

مسئلہ نجس کپڑا مسجد میں نہ رکھے، اگر اس وقت کسی کی معرفت وہ کپڑا باہر بھیجنا یا خود رکھنا دشوار ہو تو مجبوراً مسجد میں اس طرح رکھنا کہ تلویث نہ ہو درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۸ ج ۶ وکتاب الفقہ ص ۴۵۷ ج ۱)

مسجد کے فرش کے قریب کپڑے دھونا؟

مسئلہ جو جگہ مسجد نہیں ہے یعنی اس پر نماز نہیں پڑھی جاتی وہاں اس طرح کپڑے دھونا کہ دوسروں کو اذیت نہ ہو اور مسجد کے فرش پر استعمال شدہ یا اس کی چھینٹ نہ جائے درست ہے اور اس میں امام وغیرہ سب برابر ہیں، مگر جو شخص مسجد ہی میں رہتا ہے اس کو دوسری جگہ کپڑے دھونے کے لیے جانے میں دِقّت ہے اس لیے اس کے حق میں توسع ہے اور زائد توسع ہے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے، وہ بسہولت دوسری جگہ جاسکتے ہیں یا اپنے گھر میں دھوسکتے ہیں، ان کے دوسری جگہ جانے میں مسجد کی نگرانی یا کسی اہم کام میں خلل نہیں آتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶۸ جلد ۲)

مسئلہ (داخل) مسجد کے صحن یا دیوار پر کپڑے سُکھانا جائز نہیں، مؤذن اور خادم کے لیے اگر کوئی جگہ کپڑے سُکھانے کی نہ ہو تو مسجد سے باہر ملحق جگہ میں سُکھا سکتے ہیں۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۴۵ جلد ۶)

Marfat.com

خارجِ مسجد بیع وشراء کرنا؟

مسئلہ مسجد میں بیع وشراء (خرید وفروخت) احترام مسجد کے منافی ہے، (لیکن جوتے اُتارنے کی جگہ، غسل خانہ، حجرہ ومکان جو مصالح مسجد یا اسکی ضروری بات کیلئے تعمیر کرایا گیا ہو) شرعاً مسجد نہیں اور اسکا احترام ضروری نہیں لہٰذا وہاں بیع وشراء شرعاً درست ہے، بشرطیکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶۱ جلد ۲)

مسجد میں تجارت کرنا؟

مسئلہ جوجگہ نماز کے لیے وقف کی گئی ہے اس جگہ کو کاروبار تجارت وغیرہ کے لیے متعین کرنا اور وہاں تجارت کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، جوجگہ نماز کے لیے نہیں ہے (خارج مسجد) اور مسجد کے مصالح کے لیے وقف ہے اور اس جگہ کو دوکان وغیرہ بنانے میں مسجد کے احترام اور اس کی تعمیر وغیرہ میں فرق نہ آئے تو اس کو مسجد کی آمدنی وآبادی کے لیے کرایہ پر دینا درست ہے، مسجد کا اندرونی حصہ یا صحن ہو، سب کا (یعنی داخلِ مسجد کا) ایک ہی حکم ہے، کسی جگہ بھی وہاں تجارت کرنا یا کرایہ پر دینا شرعاً درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۳ جلد ۱۲ اوص ۴۹۲ جلد ۱)

ٹوپ پہن کر مسجد میں جانا؟

مسئلہ مسجد دربارِ خداوندی ہے اور نماز عبادت ہے، عبادت کے لیے دربار میں ایسا لباس پہن کر حاضر ہونا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور وہ لباسِ مسنون ہے یعنی خدا کے محبوب حضورِ اکرمؐ کا لباس اور آپؐ کے متبعین کا لباس، ایسا لباس پہن کر حاضر نہیں ہونا چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں، یعنی جس لباس سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے اور ہمارے یہاں وہ خدا کے نافرمانوں یعنی کفار اور فساق کا لباس ہے، انگریزی ٹوپ وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۲ جلد ۶)

مسجد میں درخت لگانا؟

مسئلہ مسجد میں درخت لگانے سے اگر نمازیوں کو کوئی منفعت ہو تو درست ہے اور اگر کوئی منفعت نہ ہو یا کفار کیساتھ تشبہ ہو تو ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۷۰ جلد ۱ اور ردّ المحتار ص ۲۱۵ جلد ۱)

Marfat.com

مسئلہ اگر پھول کا درخت مسجد میں لگایا تا کہ نمازیوں کو اس سے راحت پہنچے تو اس کا پھول توڑ کر باہر نہ لے جائیں، وہیں لگا رہنے دیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۴ جلد ۱۵)

مسئلہ اگر احاطۂ مسجد میں کوئی کیاری ہو تو وہاں پھول کا درخت لگانا یا گملے میں رکھنا خوشبو کے لیے درست ہے مگر جو جگہ نماز کے لیے متعین ہے اس کو پھول کے پودوں سے مشغول نہ کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۹۰ جلد ۱)

مسجد کی ضرورت کے لیے صحن کے درخت کاٹنا؟

مسئلہ مسجد کا صحن نماز کے لیے ہے، وہاں درخت لگانا ہی ٹھیک نہیں، اِلّا یہ کہ مسجد کے مصالح کا تقاضہ ہو تو دوسری بات ہے، مثلاً وہاں پانی کا اثر ہو کہ وہ پانی درختوں میں جذب ہو سکتا ہے، اگر مصالح مسجد کا تقاضہ یہ ہے کہ صحن کو درختوں سے صاف کر دیا جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہے، اس میں کسی کو ضد نہیں کرنی چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۲ جلد ۱۸ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۶ جلد ۴)

مسئلہ مسجد کے درخت کی بیع مسجد میں جائز نہیں، کیونکہ مسجدیں نماز و جماعت کے لیے متعین کی گئی ہیں، اس لیے وہاں خرید و فروخت کرنا درست نہیں ہے، الگ ہٹ کر (خارجِ مسجد) کی جائے، اگرچہ وہ درخت مسجد ہی کا ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۵ جلد ۱۵)

مساجد کو سجانا؟

سوال شب برأت اور شب قدر میں مسجد کو پھول پتّی وغیرہ سے سجانا کیسا ہے جبکہ سجانے کی نیت ان تیوہاروں کی وجہ سے خوشی منانا ہے نہ کہ بدعت کرنا؟

جواب شبِ قدر و شب برأت کے لیے شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر، تسبیح، دعاء استغفار کی ترغیب دی ہے، پھول وغیرہ سے سجانے کی ترغیب نہیں دی۔ تیوہار ہندوانہ لفظ ہے اور یہ سجانا بھی ان کا ہی طریقہ ہے اس سے بچنا چاہیے۔ لان من تشبه بقوم فهو منهم۔

(الحدیث ابوداؤد شریف)

البتہ مسجدوں میں خوشبو کی ترغیب آئی ہے تا کہ نمازیوں کو اذیت نہ پہنچے بلکہ راحت پہنچے، ان مخصوص متبرک راتوں میں مسجدوں میں جمع ہو کر اجتماعی حیثیت سے جاگنا مکروہ و ممنوع ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۱۳، جلد ۱۵)

Marfat.com

دس محرم کو مٹھائی مسجد میں تقسیم کرنا؟

مسئلہ یہ کوئی شرعی چیز نہیں اور نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اس کو شرعی چیز سمجھنا غلط ہے۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں محرم کو روزہ رکھنا بہت ثواب ہے۔ اور اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر لینا باعثِ برکت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۱۳ ج ۱۵)

رَجب کے کونڈے مسجد میں؟

سوال رجب کے مہینہ میں کونڈوں میں شیرینی، کھیر وغیرہ بھرتے ہیں، ان کو متبرک ہو جانے کے خیال سے ان کونڈوں کو گھروں میں استعمال نہیں کرتے، وہ مسجدوں میں دیدیئے جاتے ہیں، تو کیا ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت مساجد میں صرف کر سکتے ہیں؟

جواب ان کونڈوں کی اصل شرعاً کچھ نہیں ہے، اگر بہ نیت ثواب دیں تو حسبِ نیت معطی ان کا استعمال مسجد میں درست ہے۔ ۳۱

قریب قریب مسجدوں میں اذان کا حکم؟

مسئلہ اگر دو مسجدیں قریب قریب ہوں، تب بھی دونوں مسجدوں میں علیحدہ علیحدہ اذان مسنون ہے، صرف ایک پر اکتفاء کرنا خلاف سنت ہے اور جو لوگ ایسا کریں گے وہ تارکِ سنت ہوں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۶۱ جلد ۲ و ص ۱۹۵ جلد ۱۵)

مسئلہ متعدد مساجد میں اذان ہو تو پہلی اذان کا جواب دینا ضروری ہے، باقی اذانوں کا جواب دینا افضل ہے، محلّہ کی اذان ہو یا غیر محلّہ کی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۹ جلد ۴ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۱۱۷)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا؟

سوال اذان کے بعد بلا ضرورت دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب اگر اس شخص پر دوسری مسجد کی جماعت کا توقف ہے کہ اگر یہ نہ جائے تو وہاں جماعت نہ ہو، تب تو اس کو دوسری جگہ جا کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں وہیں جا کر نماز پڑھے۔ اور اگر اس پر توقف نہیں تو ایسی حالت میں مسجد سے نکلنا بلا ضرورت مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۶۸ ج ۲ و احسن الفتاویٰ ص ۴۵۰ ج ۶)

Marfat.com

قریب قریب مساجد کا حکم

مسئلہ قرب وجوار میں متعدد مساجد ہوں تو ان مسجدوں میں جو قریب ہو وہ افضل ہے اس کو بالالتزام نماز اس میں پڑھنا چاہئے، اور اگر یہ سب اسی محلہ کی ہوں تو ان سب میں جو سب سے پہلے کی قدیم مسجد ہو وہ افضل ہے، اور اگر قدیم ہونے میں بھی سب برابر ہوں، یا قدیم ہونا معلوم نہ ہو تو جو سب سے زیادہ قریب ہے وہ افضل ہے۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۹ ج ۱)

مسئلہ اصل یہ ہے کہ محلہ کی مسجد جو اپنے گھر سے زیادہ قریب ہو، اس کا حق زیادہ ہے اس کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں جانا بلا وجہ جائز نہیں ہے۔

(امداد الاحکام ص ۴۵۳ جلد ا وفتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۱ جلد ۴ و درمختار ص ۶۷ جلد ۱)

مسئلہ پنج وقتہ نماز محلہ کی مسجد میں افضل ہے، اس کو چھوڑ کر قصداً جامع مسجد میں (کہ وہاں پر ثواب زیادہ ملے گا) نہ جائے، البتہ کسی کام سے جامع مسجد کی طرف گیا ہو اور وہاں نماز کا وقت آجائے تو اس حالت میں جامع مسجد ہی میں نماز پڑھ لے اور اس وقت اس کا ثواب محلہ کی مسجد سے زیادہ ہوگا، اور جمعہ کی نماز جامع مسجد ہی میں افضل ہے اور عیدین کی جنگل میں افضل ہے۔

(امداد الاحکام ص ۴۴۴ جلد اول)

شاہی مساجد کو تفریح گاہ بنانا؟

سوال شاہی زمانہ کی مساجد جو فنِ تعمیری میں نرالی ہیں، وہ مساجد تفریح گاہ بن گئی ہیں، مسلم وغیر مسلم وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں، تو کیا مسجد کو تفریح گاہ بنانا از روئے شرع کیسا ہے؟

جواب یہ صورتِ حال مسجد کے منشاء واحترام کے سخت خلاف ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۶ جلد ۱۰ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۶۸ جلد اول)

مسئلہ مسجد کو تفریح گاہ اور سیر وسیاحت کا موضع بنانا ہی جائز نہیں، اور پھر مسجد میں فوٹو لینا ان سب سے بدتر بات ہے، اس لیے یہ فعل کئی حرام اُمور کا مجموعہ ہے، مسجد کے احترام کے منافی ہے، انتظامیہ کا فرض ہے کہ اس کا اِنسداد کرے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۴۷ جلد ۳)

مسئلہ مسجد میں تصویریں اُتارنا، اخبار پڑھنا، ٹیلیویژن والوں کا فلم بنانا نعرہ بازی کرنا، مسجد

میں یہ تمام امور ناجائز ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۵۸ جلد ۳)

مسئلہ (ویسے) مسجد میں ہندو اور عیسائی اور دیگر غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع نہیں ہے۔
(کفایت المفتی ص ۱۲۲ جلد ۳)

تبلیغی جماعت کے لیے مسجد کی چیزوں کا استعمال کرنا؟

مسئلہ یہ جماعتیں دینی کام نماز وغیرہ ہی کے لیے نکلتی ہیں اور مساجد میں قیام کرتی ہیں ان کے اس کام سے بہت بڑا نفع ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان جماعتوں کو مسجد میں رہنے، ٹھہرنے، اپنی کتاب سنانے کی اجازت دے دی جائے اور ان کے ساتھ پورا تعاون کیا جائے۔ ان جماعتوں کا قیام نماز کے لیے ہے مقصدِ نماز کے خلاف کسی غلط یا غیر مقصد کے لیے نہیں، اس لیے اگر یہ مسجد کا لوٹا چٹائی نل، ڈول، رسّی وغیرہ استعمال کریں تو اس میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۸ جلد ۱۲)

مسجد میں تبلیغی تعلیم کہاں کی جائے؟

مسئلہ اگر نماز اور وظیفہ میں خلل آئے تو اس طرح تعلیم کرنا منع ہے، مگر تعلیمی سلسلہ بھی بہت اہم اور مفید ہے اس لیے دونوں سلسلے جاری رکھیں، ایسی صورت اختیار کی جائے، مسجد بڑی ہو تو اس کے کسی گوشہ میں یا برآمدہ یا صحن میں (جبکہ نمازی اندر سنت وغیرہ پڑھ رہے ہوں) تعلیم ہو تو دونوں سلسلے جاری رہ سکتے ہیں۔ نیز تعلیم میں فضائل کے ساتھ ساتھ طہارت، وضو، نماز، روزہ وغیرہ کے احکام ضروری مسائل بھی ہوں، محض فضائل پر اکتفاء نہ کیا جائے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۱ جلد ۶ و ص ۱۶۴ جلد ۳ و کفایت المفتی ص ۱۲۷ جلد ۳)

مسجد کے حَوض کی پیمائش

سوال مسجدوں میں حوض بنائی جاتی ہے اس حوض کی گہرائی اور لمبائی و چوڑائی شرعی گز اور مروّجہ میٹر کے حساب سے کتنی کتنی ہونی چاہئے؟

جواب دس گز لمبائی اور دس گز چوڑائی کافی ہے اور یہاں شرعی گز مراد ہے جس کو عربی میں ذراع کہتے ہیں، سرکاری گز عربی دو ذراع کا ہوتا ہے یعنی سرکاری پانچ گز لمبائی اور اتنی ہی چوڑائی ہوگی اور گہرائی کی کوئی خاص مقدار نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۶ جلد ۱۵)

Marfat.com

مسجد کی نئی تعمیر میں قدیم جماعت خانہ کی جگہ حوض بنانا؟

مسئلہ اگر کسی جگہ ایک مرتبہ مسجد تعمیر ہو چکی ہو، اس کے بعد کسی وقت کسی ضرورت کی وجہ سے اس مسجد کو شہید کر کے مسجد کی نئی تعمیر کی جائے تو جو جگہ داخل مسجد تھی، اب اس کے نیچے یا اوپر کمرہ یا حوض وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے، ہاں مسجد بالکل نئی بن رہی ہو اور بالکل نئی تعمیر کے پلان میں یا کوئی جگہ شرعی مسجد سے خارج ہو، اور وہ جگہ نئی تعمیر کے وقت شرعی مسجد میں داخل کی جا رہی ہو اور اس نئی جگہ کے پلان میں مصالح مسجد کے لیے حوض یا کمرہ بنانا شامل ہو تو ایسی صورت میں بنانے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۱ جلد ۱۰ بحوالہ درمختار ص ۵۱۳ جلد ۳ کتاب الوقف)

مسئلہ نیز دونوں مسجدیں بالکل متصل ہیں اور اہل محلّہ دونوں مسجدوں کو ایک کرنا چاہتے ہیں تو ایک کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۰ جلد ۱۰)

حوض میں پیر وغیرہ دھونا؟

مسئلہ وہ حوض جودہ دردہ (یعنی دس ہاتھ لمبی اور دس ہاتھ چوڑی) ہے وہ ان چیزوں سے ناپاک نہیں ہوگا، لیکن ادب اور سلیقہ یہ ہے کہ کلّی حوض میں نہ کیا جائے بلکہ نالی میں کی جائے اور مسواک کو بھی نالی میں (ہاتھ وغیرہ میں پانی لے کر) دھوئی جائے حوض میں نہ ڈبائی جائے، نیز پیر بھی اس طرح دھوئے جائیں کہ پانی نالی میں گرے اور حوض میں ان کا پانی نہ گرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۰ ج ۱۰)

مسئلہ مسجد کے نَل سے اہلِ محلّہ کو پانی لینا درست ہے مگر احتیاط سے نَل استعمال کریں، اگر خراب ہو جائے تو اس کی مرمّت بھی کرا دیا کریں، یہ بات نہ ہو کہ پانی تو محلّہ والے بھریں اور مرمّت مسجد کے ذمہ رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۸ جلد ۱۵)

حَوض کی جگہ کمرہ تعمیر کرنا؟

سوال مسجد میں وضوء کے لیے حوض ہے، اگر حوض کے بجائے ٹنکی لگوا کر حوض کو ختم کر کے ایک عمارت بنا دیں تا کہ اس کے کرایہ سے مسجد کی ضروریات پوری ہوتی رہیں تو کیا شرعاً متولی کو اس کا حق ہے؟

جواب اگر نمازیوں کو وضو کرنے کی تنگی نہ ہو اور جو کام حوض سے لیا جاتا ہے وہ سہولت سے ٹونٹی

Marfat.com

سے حاصل ہو، نیز عمارت بنانے سے مسجد کی ہوا اور روشنی میں رُکاوٹ نہ ہو تو مسجد کے مفاد کے پیشِ نظر وہاں کے سمجھدار آدمیوں کے مشورہ سے ایسا کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۰ جلد ۱۰)

نوٹ مسجد میں حوض داخل مسجد تو ہوتی نہیں لیکن اس کا راستہ داخل مسجد ہوتا ہے، جب مسجد کے حوض کی جگہ کمرہ یا دوکان وغیرہ بنائی جائے گی تو راستہ داخل مسجد ہوگا جو شرعی لحاظ سے صحیح نہیں ہوگا، مصالح مساجد یعنی ضروریاتِ مسجد میں تو وہ استعمال میں لائیں کہ مسجد کا سامان وغیرہ یا امام وغیرہ کا کمرہ بنا دیا جائے، لیکن داخل مسجد راستہ نہ ہو۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جماعت خانہ کے نیچے حوض بنانا؟

مسئلہ قدیم مسجد کی توسیع کے وقت جو جگہ جماعت خانہ میں شامل کی جائے اس کے نیچے کا حصہ پہلے سے حوض بنانے کی نیت ہونے کی وجہ سے بطور حوض رکھا جا سکتا ہے (پُرانی مسجد کا حصہ حوض میں نہ آنے پائے) اور حوض کے اوپر کا حصہ جو جماعت خانہ میں شامل ہے اس میں صفیں نماز کے لیے قائم کی جا سکتی ہیں، مسجد کا ثواب ملے گا اور وہاں اعتکاف بھی درست ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۳ جلد ۶)

مسجد کی جگہ میں کار پارکنگ بنانا؟

سوال ہمارے یہاں مسجد بنانے کا پروگرام ہے اور یہاں کے قانون کے مطابق کار پارکنگ (مسجد کی جگہ میں) ہونا لازمی ہے، اور یہ جگہ مسجد کی چہار دیواری کے اطراف میں ہوتی ہے اور اس کے بغیر مسجد بنانے کی اجازت نہیں ملتی، معلوم یہ کرنا ہے کہ مسجد کے پیسے جو بینک میں جمع ہیں، اس پر جو سُود ملتا ہے تو کیا یہ رقم کار پارکنگ میں استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب صورتِ مسئولہ میں نمازیوں کی کار رکھنے کی جگہ لازمی ہے تو مال دار حضرات یہ کام اپنی حلال کمائی سے کر سکتے ہیں اور کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۵ جلد ۶)

مسجد پر حکومت کا قبضہ کرنا؟

سوال کیا کسی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی مسجد کو ضبط کر لے اور پھر اس کو نقد روپیہ لے کر یا شرائط پر واگزار کرے جس کی رُو سے مسجد پر حکومت کا تسلُّط رہے؟

Marfat.com

جواب مسجد خدا کا گھر ہے اور خدا ہی اس کا مالک ہے، وہ کسی انسان کی مِلک نہیں۔ قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے: "وان المساجد للّٰہ" یعنی یقیناً مسجدیں خاص خدا کی ہیں۔

اور جب وہ خدا کی مِلک ہیں اور اس کی عبادت کے لیے مخصوص ہیں تو کسی حکومت کو ان کے اوپر مخالفانہ تسلط اور قبضہ اور ضبط کرنے کا حق نہیں، حکومت انسانی اِملاک پر قبضہ کرے تو کرے، خدا کی مِلک پر قبضہ نہیں کرسکتی، اور اگر جبر واستبداد سے قبضہ کرلے تو وہ قبضہ شرعاً ناجائز اور کالعدم ہوگا، اور اس کو لازم ہوگا کہ اسے واگزاری کے عوض میں کوئی رقم وصول کرنے یا کوئی شرائط عائد کرنے کا حکومت کو کوئی حق نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۷ جلد ۷)

مسجد شہید کر کے راستہ بنانا؟

سوال سنگاپور میں ایک شہر کے درمیان میں کئی مساجد ہیں، حکومت اس کو خوب صورت شہر بنارہی ہے۔ راستوں میں مسجدیں، گرجا گھر، مندر ومکانات ہیں، حکومت ان کو منہدم کر کے اس کے عوض دوسری جگہ دیتی ہے تو کیا مسجد کو توڑنا اور اس کے عوض دوسری جگہ لینا شرعاً جائز ہے؟

جواب جو جگہ ایک دفعہ مسجد کے حکم میں آجائے پھر اس کی عمارت رہے یا نہ رہے، اس میں نماز پڑھی جاتی ہو یا نہ پڑھی جاتی ہو وہ جگہ قیامت تک مسجد کے حکم میں رہے گی، اس کو بجز عبادت کے کسی اور کام میں استعمال کرنا درست نہیں ہے، اس کے کسی حصہ کو بیچنا، کرایہ پر دینا، رہن رکھنا یا اس کے وُرَثاء کو واپس کر دینا (داخلِ مسجد) کو جائز نہیں ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مسجد کے کسی حصہ کو راستہ میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۱ جلد ۶ و ص ۱۷۷ جلد ۲ و بحر الرائق ص ۴۷ جلد ۲ بحوالہ شامی ص ۵۳۱ جلد ۳)

(اپنی طرف سے کوشش تو مسجد کو بچانے کی کی جائے لیکن اگر حکومت وغیرہ سے مجبور ہو جائیں تو خون خرابہ نہ کریں، کیونکہ حکومت سے ٹکراؤ آسان نہیں ہے، اس لیے دوسری جگہ جو مل رہی ہے اس کو حاصل کرلیں اور اگر ممکن ہو تو سابقہ مسجد کا ملبہ وغیرہ بھی استعمال میں لے آئیں تاکہ بے حرمتی نہ ہو، واللہ اعلم۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

کچھ راستہ مسجد میں لینا؟

مسئلہ اگر راستہ بڑا ہے کچھ حصہ مسجد میں لینے سے تنگی نہیں ہوگی تو مشورہ کر کے بقدرِ ضرورت

Marfat.com

مسجد میں لے سکتے ہیں شرعاً اجازت ہے۔اس پر سب کو رضامند ہونا چاہئے۔اتنی جگہ نہ لیں کہ راستہ تنگ ہو جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۷ جلد ۱۸)

مسئلہ گروہ راستہ کسی کی مِلک نہیں ہے، عام لوگوں کے چلنے کے لیے ہے اور مسجد میں تنگی ہے اس کو بڑھانے کی ضرورت ہے، اور اس بڑھانے سے گزرنے والوں کو تنگی و پریشانی نہیں ہوگی، اور نہ ہی کسی کا راستہ رکے گا تو مسجد کو بقدرِ ضرورت بڑھالیا جائے۔اگر اس کے لیے کسی کی مملوکہ زمین مسجد میں شامل کرنا چاہیں، وہ بلا قیمت نہ دے تو اس سے خرید کر مسجد میں شامل کرلیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۵ جلد ۱۸)

نماز کے لیے عورتوں کا مسجد میں جانا؟

مسئلہ آنحضرتؐ کے مبارک زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی تھا کہ بیوتھن خیرلھن یعنی انکے گھر انکے لیے مسجد سے بہتر ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۹۶)

اُم حمیدؓ ایک جانثار خاتون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بہت شوق ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ٹھیک کہتی ہو لیکن تمہارے لیے بند کوٹھری میں نماز پڑھنا صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز برآمدہ کی نماز بہتر ہے۔

اس کے بعد اُم حمیدؓ نے اندھیری کوٹھری نماز کے لیے متعین کرلی اور وفات تک وہیں نماز پڑھتی رہیں مسجد میں نہ گئیں۔ (ترغیب ص ۱۸۰ جلد ۱)

جب حضرت عمرؓ کا دور آیا، عورتوں کی حالت میں تبدیلی (عمدہ پوشاک، زیب وزینت اور خوشبو کا استعمال وغیرہ) دیکھ کر آپؓ نے جو عورتیں مسجد میں آیا کرتی تھیں روک دیا تھا، تو تمام صحابہ کرامؓ نے اس بات کو پسند فرمایا کسی نے خلاف نہیں کیا، البتہ بعض عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی شکایت کی تو اُم المؤمنین صدیقہؓ نے بھی فیصلۂ فاروقی سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا ''اگر آنحضرتؐ ان عورتوں کو دیکھتے جو اب عورتوں میں نظر آتی ہے تو آنحضرت بھی ضرور عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرماتے۔ (صحیح بخاری ص ۱۲۰ جلد ۱ و مسلم شریف ص ۱۸۳ جلد ۱)

یہ اس دور کی بات ہے جب کہ اکثر عورتوں میں شرم وحیا اور تقویٰ و پرہیزگاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور مردوں میں بھی اکثریت نیکوکار تھی۔

فیوض و برکات کے حصول کا زرین موقعہ تھا اور مسجدِ نبویؐ کی فضیلت اور نماز باجماعت

Marfat.com

ادا کرنے کی شریعت میں سخت تاکید ہے، باوجود اس کے عورتیں مسجد کی حاضری سے روک دی گئیں تو موجودہ دور میں کیا حکم ہونا چاہئے؟

درمختار مع شامی ص ۵۲۹ جلد اول میں ہے کہ مکروہ ہے عورتوں کو جماعت میں شریک ہونا، چاہے جمعہ اور عیدین ہوں یا مجلس وعظ ہو، چاہے وہ عمر رسیدہ ہو چاہے جوان، رات ہو یا دن، زمانہ کی خرابیوں کی وجہ سے مفتیٰ بہ مذہب یہی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۲ جلد ۱ و ص ۵۶ جلد ۷ و عالمگیری ص ۵۶ جلد ۱ و کفایت المفتی ص ۳۹۲ جلد ۵ و احسن الفتاویٰ ص ۴۶۵ جلد ۶)

آواز والی گھڑی مسجد میں لگانا؟

مسئلہ اس گھڑی کا مقصد اصلی بھی وقت ہی معلوم کرنا ہے اور ستار باجہ کی طرح آواز سننا مقصد نہیں، لیکن گانا بجانا عام ہونے کی وجہ سے اس کی آواز میں اس طرح کا لحاظ کرلیا گیا ہے کہ اگر کوئی باجہ کی آواز نہ سننا چاہے بلکہ اس سے نفرت کرتا ہو تو وہ بھی بے اختیار اس کو سنے، اس کو ستار وغیرہ کی طرح بالکل ناجائز تو نہیں کہا جائے گا۔ ہاں ضرور کسی قدر تشبہ پیدا ہو جائے گا، اس لیے ایسی گھڑی کے مقابلے میں وہ گھڑی قابلِ ترجیح ہوگی جس میں آواز نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۹ جلد ۱۰)

مسئلہ گھڑی گھنٹہ میں پندرہ پندرہ منٹ بعد ٹن ٹن کی آواز ہوتی ہے اس سے ان لوگوں کو جو دُور ہوتے ہیں یا جن کی نگاہ کمزور ہے، وقت معلوم کرنے میں سہولت ہوتی ہے، اس بناء پر ایسی آواز والی گھڑی مسجد میں رکھنے کی اجازت ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۱ جلد ۶ و امداد الفتاویٰ ص ۷۴۳ جلد ۲ و امداد الاحکام ص ۴۳۸ جلد اول)

نقشۂ اوقاتِ نماز دوسری مسجد میں منتقل کرنا؟

مسئلہ اگر اصل مالک نے متعین طور پر اسی مسجد کے لیے نقشۂ اوقات کو وقف کیا ہے اور وہ وقف صحیح بھی ہوگیا تو اس کو پھر دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا امام اور مقتدیوں کو چاہئے کہ اس نقشہ سے کام لیں تاکہ واقف کی نیت پوری ہو اور اس کے ثواب میں اضافہ ہو۔

نفس وقف کا ثواب بہرحال اس کو حاصل ہے، ہاں اگر خدانخواستہ مسجد غیر آباد ہو جائے تو پھر دوسری مسجد میں اس کو منتقل کرنا درست ہوگا، اور قرآن کریم کو جس مسجد پر وقف کیا جائے اس کو دوسری مسجد میں منتقل کرنے کا مسئلہ ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۲ میں مذکور ہے اسی کے

ذریعہ صورت مسئولہ کا حکم تحریر کیا گیا ہے، اگر وہ نقشہ وقف نہیں ہوا تو اس کو منتقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۹ جلد ۱۰)

مسجد کی جگہ بغیر کرایہ کے دینا؟

مسئلہ مسجد کی وقف جگہ مسجد کے لیے ہے، لہٰذا کسی ادارہ کو مفت بغیر کرایہ کے دینا جائز نہیں ہے، کرایہ لیا جائے اور اسے مسجد کے مفاد میں استعمال کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۶ جلد ۴)

مسجد کے کمرے کرایہ پر دینا؟

مسئلہ مسجد کے احاطہ میں جو حجرے ہوتے ہیں وہ عموماً مسجد کے امام اور خدام مسجد کے لیے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کو اسی کام میں لیا جائے، کرایہ پر نہیں دے سکتے، اگر زائد کمرے ہوں تو تعلیم کے کام میں لیے جائیں، وہاں اگر بانی اور واقف نے کرایہ کے لیے اور مسجد کی آمدنی کے لیے بنائے ہوں تو کرایہ پر دے سکتے ہیں، بشرطیکہ مسجد کو ضرورت نہ ہو اور اس سے مسجد کی بے حرمتی نہ ہوتی ہو، اور نمازیوں کا حرج اور تشویش نہ ہوتی ہو، اور کرایہ دار کے لیے آمد و رفت کا راستہ (داخل مسجد سے) الگ ہو ورنہ کرایہ پر بھی نہیں دے سکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۹ جلد ۶ و ص ۱۲۴ جلد ۶)

مسئلہ مسجد کی آمدنی بڑھانے کے لیے مسجد کی قبلہ جہت دیوار کو پیچھے ہٹا کر مسجد کی جگہ (داخلِ مسجد) میں دوکانیں بنانا درست نہیں ہے، مسجد کی قبلہ جہت دیوار بھی مسجد کے حکم میں ہے۔

• (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۶ جلد ۲ بحوالہ بحر الرائق ص ۲۵۱ جلد ۵)

مسجد کی زمین میں کھیلنا؟

مسئلہ مسجد یا قبرستان کے لیے وقف شدہ زمین کا حکم بحیثیتِ احترام مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ (جب تک قبر یا مسجد نہ بنائی گئی ہو) ہر جائز کام وہاں درست ہے اور ہر ناجائز کام وہاں ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۶ ج ۱۵)

مسئلہ مسجد کی (خالی زمین خارج مسجد) جگہ اکھاڑے کے لیے مفت دینا جائز نہیں، کرایہ پر دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ مسجد کو اس کی ضرورت نہ ہو اور مسجد کی بے حرمتی نہ ہوتی ہو، ورنہ کرایہ پر بھی دینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۸ جلد ۶)

Marfat.com

مسجد کی سیڑھی وغیرہ استعمال کرنا؟

سوال متولی مسجد کی اجازت سے مسجد کی سیڑھی وغیرہ گھر لے جا کر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب جو چیز مسجد کے پیسے سے خریدی گئی اور دوسرے لوگ اپنی ضرورت کے لیے مسجد سے مانگتے ہیں، تو ان کو عام طور پر وہ چیز نہ دی جائے، ہاں اگر مصالح مسجد کا تقاضہ ہے تو دے سکتے ہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۷ جلد ۱۵)

مسجد کا سامان مانگنا؟

سوال مسجد کا سامان مثلاً سیمنٹ قلعی، روغن وغیرہ تھوڑا بہت مانگ لے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب مسجد کی چیز بلا اجرت اور بلا قیمت لینے کا حق نہیں ہے، نہ اجازت سے، نہ بلا اجازت۔ جو چیز اجرت پر دینے کے لیے ہو اس کو اجرت پر لینا درست ہے، اور جو چیز فروخت کرنے کے لیے ہو اس کو قیمت دے کر لینا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۶ جلد ۱۵)

مسجد کا سامان کرایہ پر دینا؟

سوال مسجد کی انتظامیہ کمیٹی۔ نے اخراجات کے مکمل کرنے کے لیے مسجد کی آمدنی سے کچھ برتن خریدے جو شادی اور دیگر تقریبات میں کرایہ پر دیئے جاتے ہیں، اس طرح پر کرایہ وصول کرنا اور مدرسہ و مسجد کے انتظامات میں لانا شرعاً درست ہے؟

جواب شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، وہ کرایہ مذکورہ ضروریات میں صرف کرنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۸ جلد ۱۵)

مسجد میں سونا؟

مسئلہ مسجد میں امام ہو یا محلہ کا کوئی شخص بھی ہو، جب دوسری جگہ موجود ہے تو پھر مسجد میں سونا اور وہ بھی روزمرہ سونا مکروہ ہے اس سے بچنا چاہئے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۶ جلد ۶ وفتاویٰ عالمگیری ص ۳۲۰ جلد ۵ وفیض الباری ص ۴۹ جلد ۲)

مسئلہ مسجد میں سونا مکروہ ہے، اپنے مکان پر سویا کریں، متولی کو مسجد میں سونے کی اجازت

Marfat.com

دینے کا بھی حق نہیں ہے۔ جو شخص معتکف ہو یا مسافر ہو اس کے لیے گنجائش ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۴ جلد ۱۸ و کفایت المفتی ص ۱۱۳ ج ۳)

مسئلہ مسجد نماز کی جگہ ہے، سونے اور آرام کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ جو مسافر پردیسی ہو یا کوئی معتکف ہو اس کے لیے گنجائش ہے۔ تبلیغی جماعت عموماً پردیسی ہوتی ہیں یا پھر وہ مسجد میں رات کو رہ کر تسبیح و نوافل میں بیشتر مشغول رہتی ہیں، کچھ دیر آرام بھی کر لیتی ہیں، اس طرح اگر ان کے ساتھ مقامی آدمی بھی شب گزاری کریں تو نیتِ اعتکاف کر لیا کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۲ جلد ۱۵ و ص ۴۶۸ جلد ۱ و درمختار مع شامی ص ۶۱۹ جلد ۱)

مسئلہ نمازیوں کا مسجد میں اوقاتِ نماز کے علاوہ لیٹ جانا اور سو جانا اگر اتفاقی طور پر ہو تو مباح ہے، لیکن مسجد کو خواب گاہ بنا لینا، ان کے لیے درست نہیں ہے۔

(کفایت المفتی ص ۱۱۴ جلد ۳ و امداد الاحکام ص ۴۳۶ جلد ۱)

مسئلہ تبلیغی جماعت والے اگر مسافر ہیں، اور مسجد کی صفائی و ادب و احترام کا لحاظ کرتے ہیں تو مسجد میں ان کے سونے کی گنجائش ہے، باہر (خارج مسجد) جگہ ہو تو وہاں سونا اور وہیں کھانا پینا اچھا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۱ جلد ۶ و فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱۵ جلد ۶)

مسئلہ مستقلاً مسجد کو مکان بنانا اور وہاں رہائش اختیار کرنا نہیں چاہیے، یہ مکروہ اور احترامِ مسجد کے خلاف ہے، لیکن اگر کسی پر نیند کا غلبہ ہو اور اس کی جماعت چھوٹتی ہو یا نماز قضاء ہو جاتی ہے اور مسجد میں سونے سے نماز با جماعت کی پابندی نصیب ہوتی ہے یا تہجد کی توفیق ہوتی ہے یا مسجد کی حفاظت مقصود ہے یا کوئی اور دینی ضرورت ہے جو بغیر مسجد میں سوئے حاصل نہیں ہوتی تو اس کے لیے اجازت بھی ہے۔ بعض صحابۂ کرامؓ بھی دینی ضرورت کے لیے مسجد میں سوتے تھے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۰ جلد ۱ بحوالہ شامی ص ۴۴۴ جلد ۱ و فتاویٰ عالمگیری ص ۴۱۵ جلد ۶)

مسئلہ مسجد میں سونا معتکف اور مسافر کے لیے جائز ہے، دوسروں کے لیے مکروہ ہے۔ جو لوگ مسجد میں سوئیں ان کو مسجد کی چٹائیوں پر کپڑا وغیرہ بچھا لینا چاہیے تاکہ پسینہ سے فرش خراب نہ ہو اور نیند کی حالت میں ناپاک ہونے کا خطرہ نہ رہے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۴۱ جلد ۳)

مسئلہ مسجد میں سونا خلاف اولیٰ ہے گو جائز ہے اور جب سونا جائز ہے تو نیند کی حالت میں ریح کے نکلنے میں گناہ نہ ہوگا۔ (امداد الاحکام ص ۴۶۳ جلد ۱ و احسن الفتاویٰ ص ۴۴۷ جلد ۶)

Marfat.com

مسجد میں گندہ دہنی سے اجتناب

بدن اور کپڑوں کے ساتھ منہ بھی صاف ہونا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ بولنے اور منہ کھولنے کے ساتھ مسجد کے کچھ حصوں میں بدبو پھیل جائے اور نمازیوں کے لیے اَذیّت کی وجہ بن جائے، مسجد میں آنے سے پہلے اچھی طرح منہ صاف کرلیا جائے، کوئی ایسی چیز نہ کھائی پی جائے جس سے بدبو پیدا ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں مسواک کی تاکید اور اس کی فضیلت جو بیان گئی ہے، اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اس کے دربار میں حاضری پاکیزگی اور نفاست کے ساتھ ہو، تاکہ مناجات اور سرگوشی میں پورا پورا ادب ملحوظ رہے۔ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں منہ کی صفائی کا بڑا اہتمام فرمایا، خود تو یہ حال تھا کہ کوئی وضو بغیر مسواک کے نہیں ہوتا تھا، یوں بھی آپؐ بکثرت مسواک کرتے۔ آپؐ نے اپنی اُمت کو بھی اس کی بڑی ترغیب فرمائی ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں یہ حکم دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسواک منہ کی صفائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی۔ اسی صفائی کا نتیجہ ہے کہ آپؐ نے ایسی چیز کھا کر مسجد جانے سے روکا ہے جس کی بو ختم نہیں ہوتی جیسے کچی پیاز، لہسن، مولی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں۔ (اسلام کا نظام مساجد ص ۲۱۹)۔

جس کے زخم سے بدبو آتی ہو اس کا مسجد میں آنا؟

مسئلہ ایسے شخص کو جس کے زخم سے بدبو آتی ہو اور دوسروں کو اذیت پہنچتی ہو، مسجد میں جانا منع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۳ جلد ۶ بحوالہ شامی ص ۶۹۱ جلد اول و آپ کے مسائل ص ۱۵۱ جلد ۳)

(اصل منشاء یہ ہے کہ مسجد میں آدمی ایسی حالت میں نہ آئے کہ اس کے منہ یا بدن کے کسی حصہ سے بھی بدبو آرہی ہو خواہ وہ کھانے پینے کی چیزوں کی وجہ سے یا جسم ولباس وغیرہ کی گندگی کی وجہ سے۔ رفعت)

کیا ناک کی بدبو والا مسجد میں آسکتا ہے؟

سوال ایک شخص کو پیدائشی طور پر ناک کی بیماری ہے جس کی وجہ سے بدبو آتی رہتی ہے، علاج

Marfat.com

معالجہ سے کوئی فائدہ نہ ہوتو ایسے شخص کو مسجد میں جانا کیسا ہے؟

جواب حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کہ ملائکہ ایذاء پاتے ہیں جس سے انسان ایذاء پاتے ہیں۔ (بخاری شریف وغیرہ)

حدیث معلل ہے بایذاء انسان وملائکہ، اس لیے جس کے جسم کے کسی حصہ کی بُو، سے لوگوں کو ناگواری اوراذیت ہوتی ہو، اسے مسجد میں نہیں آنا چاہئے۔ اوراعتکاف میں نہیں بیٹھنا چاہئے۔ فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں جس شخص کے بدن میں ایسی ناگوار بدبو پائی جائے جس کی وجہ سے آدمیوں کواذیت ہوتی ہوتو اس کونکال دینا چاہئے۔ (اسلام کانظامِ مساجد ص ۲۱۹)

اس کوبھی مسجد میں آنے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ مسجد فرشتوں کی آمد کی جگہ ہے، ان کواور دوسرے لوگوں کواذیت ہوگی، البتہ اگر بدبوخفیف ہو، تکلیف دہ اورناگواری کی حدتک نہ ہو تو نمازِ پنجگانہ کے لیے دافع بدبوعطر وغیرہ خوشبولگا کرآ سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۵ جلد ۱۰)

مسئلہ ہرایذاء رساں کوخواہ وہ زبان سے تکلیف پہنچائے مسجد میں آنا منع ہے اوروہ بھی جس کوگندہ دہنی یعنی منہ کی بدبو کا مرض ہو جس سے نمازیوں کوتکلیف ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۴۵۴ جلد ۱)

مسئلہ لہسن اور پیاز کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کھانا ہی ہے توان کو پکا کر کھاؤ، تاکہ ان کی بو مرجائے۔ (ابوداؤد ص ۱۸۰ ج ۲)

(پیاز ولہسن کی طرح حقہ، بیڑی، سگریٹ، نسوار، گندھک، مٹی کا تیل اور ہر بدبودار چیز کا یہی حکم ہے، اس لیے حقہ، سگریٹ وسگار وغیرہ استعمال کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ منہ اچھی طرح صاف کرلیں اورخوب اچھی طرح سے مسواک کرلیں مسجد میں آنے سے پہلے، تاکہ حدیث شریف پرعمل ہوسکے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ مسجد میں بدبودار رنگ کرنا مکروہ تحریمی ہے، مسجد کوہر بدبودار چیز سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ کچی پیاز ولہسن کھا کر بغیر منہ صاف کئے بدبودار منہ لے کر مسجد میں آنے کو حضرت نبی کریمؐ نے منع فرمایا ہے، فقہاء نے بھی مکروہ لکھا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۲ جلد ۵)

(پہلے زمانہ میں رنگ پینٹ وغیرہ میں بدبو کافی عرصہ تک رہا کرتی تھی بدبو نہ ہوتو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اسی طرح مسجد میں بیڑی سگریٹ اورحقہ پی کی بغیر منہ صاف کیے داخل نہ ہونا چاہئے، اس سے یہ بات خود سمجھ میں آتی ہے کہ جب منہ میں بدبو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے تو مسجد میں بیڑی سگریٹ پینا کتنا بڑا جرم ہوگا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

خارش وجُذامی کا مسجد میں آنا؟

مسئلہ کسی مرض کو فی نفسہٖ متعدی سمجھنا (کہ لگ جائیگا) غلط ہے۔ حضرت نبی کریمؐ نے اس سے منع فرمایا ہے، لیکن جو شخص ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں، اور ان کے عقیدے غلط ہو جانے یا غلط عقیدوں کے پختہ ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اس شخص (مریض) کو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ وہ اپنے مکان سے وضو کر کے جائے۔ اگر مسجد میں جانے سے بھی لوگوں میں نفرت پیدا ہو یا اسکے جسم سے بدبو آتی ہو یا رطوبت ٹپکتی ہو تو اس کو اپنے مکان پر ہی نماز پڑھنی چاہئے، مسجد میں نہ جائے، جماعت اس سے ساقط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۸ جلد ۱۸)

مسئلہ اگر کوڑھ کا اثر خون نہیں، بدن سے رطوبت نہیں نکلتی، بدبو نہیں آتی تو مسجد میں جا کر نماز پڑھنا اور جماعت میں شریک ہونا درست ہے، ہاں اگر نمازیوں میں وحشت پیدا ہو اور اس کی وجہ سے لوگ مسجد میں آنا چھوڑ دیں اور مسجد کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ ہو تو اس مریض کو خود ہی اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے مکان پر نماز ادا کر لینی چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۴ جلد ۱۶)

غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا؟

مسئلہ جب تک ناپاکی ہونے کا علم نہ ہو، اور دوسری بھی کوئی چیز مضرت رساں اور مفسدہ نہ ہو تو غیر مسلم کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت ہے، اہلِ مسجد پر گناہ نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۱ ج ۱۵ و بحر ص ۵۱ ج ۵)

مساجد میں چھوٹے بچوں کو لانا؟

مسئلہ مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانے کی اجازت نہیں مسجد کا ادب واحترام باقی نہ رہے گا اور لانے والے کو بھی اطمینان قلب نہ رہے گا، نماز میں کھڑے ہوں گے مگر خشوع وخضوع نہ ہوگا، بچوں کی طرف دل رہے گا، آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔

(ابن ماجہ ص ۵۵ جلد اول)

مسئلہ مسجد میں بچوں کے داخل کرنے سے مسجد کے نجس ہونے کا اندیشہ ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ۔

(الاشباہ ص ۵۵۷)

مسئلہ ہاں اگر بچہ سمجھ دار ہو، نماز پڑھتا ہو، مسجد کے ادب واحترام کا لحاظ رکھتا ہو تو کوئی حرج

Marfat.com

نہیں، غالبًا اسی بناء پر حدیث شریف میں سات سال کی قید موجود ہے۔ وہ نابالغ بچوں کی صف میں کھڑا رہے، اگر صف میں ایک ہی بچہ ہے تو بالغوں کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے مکروہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۱ جلد ۶ و آپ کے مسائل ص ۱۴۳ جلد ۳)

مسئلہ بچہ کے چالیس دن کا ہوجانے کے بعد بعض لوگ اسے مسجد میں لاکر لٹاتے ہیں اور پھر کچھ مٹھائی تقسیم کرتے ہیں، یہ رسم بے اصل، لغو اور قابل ترک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۸ جلد ۱)

مساجد کا دروازہ بند کرنا کیسا ہے؟

سوال زید ایک مسجد میں امام ہے، بعد نمازِ عشاء مسجد کے کواڑ بند کرلیتا ہے اور جو کواڑ بند کرنے کے بعد نمازی آتا ہے تو زید نہیں کھولتا کیا کسی حدیث شریف میں ہے؟

جواب درمختار میں ہے کہ مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر مسجد کے سامان کے گم ہونے کا اندیشہ ہے تو سوائے اَوقاتِ نماز کے دروازہ مسجد کا بند کرنا درست ہے۔ اور شامی میں ہے کہ یہ اَمر اہل محلّہ کی رائے پر ہے، جس وقت وہ مناسب سمجھیں سوائے اوقاتِ نماز کے دروازہ بند کرادیا کریں۔ صورتِ مذکورہ میں امام مسجد کا نمازیوں کے لیے دروازہ کھولنا خلافِ شریعت ہے اور دروازہ بند کرکے پھر نہ کھولنا اگرچہ نمازیوں کی ضرورت سے ہو کہیں ثابت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۹ جلد ۴ بحوالہ درمختار ص ۶۱۴ جلد اول، و کتاب الفقہ ص ۴۶۱ جلد اول)

مسئلہ اگر نماز کے وقت جانوروں کے اندر آجانے کا ڈر ہو تو اس طرح بند رکھا جاسکتا ہے کہ نمازی دروازہ خود کھول کر مسجد میں آسکیں اور نمازیوں کی یہ شکایت باقی نہ رہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۴ جلد ۶)

آج کل حالات بہت ہی خراب چل رہے ہیں کہ دن دہاڑے چوری و قتل و غارت گری ہورہی ہے، اگر کسی جگہ پر ایسا ہی ماحول ہو تو نماز و جماعت کے بعد فوراً کواڑ بند کرلیا کریں اور نمازیوں کو بھی چاہئے کہ وہ اَوقات کی پابندی کریں تاکہ جان و مال کی حفاظت بھی رہے اور نماز بھی جماعت سے اداء ہوتی رہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ جب کہ مسجد کا سامان محفوظ نہیں تو اس کی حفاظت کے لیے مسجد میں تالا ڈالنا شرعاً درست ہے، بلکہ ضروری ہے، مگر ہر نماز کے وقت وہاں سب کے آنے اور سب کے نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۵ جلد ۱۵ و آپ کے مسائل ص ۱۴۰ جلد ۳ و بحر ص ۳۳ جلد ۲)

Marfat.com

دریابُرد گاؤں کی مسجد کے سامان کا حکم

سوال جمنا کے کنارے گاؤں جو کہ سب دریا میں ڈوب گیا، صرف چند مکان اور ایک مسجد باقی ہے۔ حکومت نے اس گاؤں کو دوسری جگہ بسا دیا ہے جس میں تین مسجدیں ہیں۔ اب قدیم مسجد ویران ہے اس کے سامان کو کسی مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب جب تک قدیم مسجد موجود ہے اس کے سامان کو کہیں منتقل نہ کریں، بلکہ اسی مسجد کو آباد کریں۔ اور اگر کسی وقت وہ بھی دریابُرد ہو جائے اور وہاں پر پانی کا قبضہ ہو جائے، پھر اس کا سامان اور رقوم باہمی مشورہ سے جس مسجد میں ضرورت ہو وہاں منتقل کر دیں، اگر مشورہ میں اتفاق نہ ہو یا سب مسجدیں برابر ہوں تو پھر تینوں میں تقسیم کر دیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۴ جلد ۱۸)

پرانی مسجد کے گر کر بہہ جانے کا اندیشہ ہو؟

سوال ہمارے یہاں ایک مسجد ہے جو پانی چڑھنے کی وجہ سے شہید ہونے لگی ہے، اگر کچھ دن یہی حال رہا تو اینٹ وغیرہ سب پانی میں بہہ جائیں گی، لہٰذا اگر اینٹیں وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ مسجد بنا دی جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب اگر مسجد منہدم ہو رہی ہے اور وہاں پر پانی کا قبضہ ہو رہا ہے اور مسجد کی اینٹیں وغیرہ کے ضائع ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے تو وہاں سے اینٹیں وغیرہ اٹھا کر دوسری جگہ مسجد بنا لیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۸ جلد ۱۵)

مسجد کے پیسے سے مسجد کے لیے بالٹی خریدنا؟

مسئلہ مصالحِ مسجد کے لیے جو وقف ہو اُس کی آمدنی سے غسل کے لیے بالٹی خریدنا اور غسل خانۂ مسجد میں رکھ دینا تاکہ نمازی ضرورت کے وقت اس سے غسل کر لیا کریں، جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص بالٹی ہی خرید کر مسجد کے غسلخانہ میں رکھ دے، تب بھی درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۷ جلد ۱۵)

مسجد کی آمدنی سے جنازہ کی چارپائی خریدنا؟

سوال مسجد میں مُردوں کو نہلانے کے لیے تختہ اور قبرستان لیجانے کے لیے چارپائی مہیا کی

Marfat.com

جاتی ہے تو کیا وہ مساجد کی موقوفہ جائیداد کی آمدنی میں سے بنانا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ وقف مساجد کی ضروریات کے مصارف کے لیے ہوتا ہے اور یہ چیزیں اہل محلہ اور عام مسلمانوں کی سہولت کے لیے ہوتی ہیں، اس کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، تو کیا ان امور میں وقف کی آمدنی کا صرف کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۱ جلد ۱۵ بحوالہ عالمگیری ص ۴۶۲ ج ۲)

مسجد کے غسل خانہ و گزرگاہ میں دوکانیں بنانا؟

مسئلہ جو حصہ زمین ایک دفعہ مسجد بن جائے وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہی رہتا ہے، اس کو مسجد سے خارج کر کے دوکان وغیرہ بنانا درست نہیں۔

جوتے اتارنے کی جگہ کو (جو حصہ داخل) مسجد نہیں تھا پختہ فرش میں داخل کرنا اگر واقف یا قائم مقام واقف کی اجازت سے نہیں تھا بلکہ ویسے ہی کسی ایک یا متعدد آدمیوں نے داخل کر لیا تھا تو وہ حصہ شرعی مسجد نہیں بنا۔ (جوتے اتارنے کی جگہ کو مسجد کے صحن میں شامل کر لیا تھا) مسجد کے مصالح کے لیے اصحاب الرائے حضرات کے مشورہ سے اتنا حصہ (جو کہ خارجِ مسجد ہے) دوکان کے لیے الگ کر لینا درست ہے تا کہ مسجد کے لیے آمدنی اور حفاظت کا انتظام بہ سہولت ہو سکے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۹ جلد ۱۸)

غسل خانہ اور وضو خانہ کی چھت کا حکم

مسئلہ صحن کا جو حصہ نماز کے لیے تجویز کیا گیا ہے اس کے اوپر کی چھت تو مسجد ہے، لیکن وضو خانہ استنجاء خانہ کے اوپر کی جو چھت ہے وہ شرعی مسجد نہیں ہے، اس پر مسجد کے احکامات جاری نہیں ہوں گے، اگر اتفاقیہ کبھی دو چار آدمی جماعت سے رہ گئے، مثلاً سفر سے ایسے وقت آئے کہ جماعت ہو چکی ہے تو ان کو وہاں جماعت کرنا ممنوع و مکروہ نہیں ہے، لیکن اس کی عادت نہ ڈالی جائے۔

جو مسجد بن چکی (یعنی تعمیر ہو چکی ہے پھر بعد میں) اسکے نیچے تہہ خانہ یا استنجاء خانہ یا کمرہ وغیرہ بنانے کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۵ جلد ۱۵)

کیا مسجد کے صحن کا احترام ضروری ہے؟

سوال مسجد کے صحن کا کچھ حصہ جو حدودِ مسجد میں بغیر مرمت و پلاستر وغیرہ کے ہے ناہموار

Marfat.com

ہونے کی وجہ سے یہاں باقاعدہ نماز نہیں پڑھی جاتی تو کیا اس کا احترام ضروری ہے؟

جواب جس حصہ زمین کو مسجد قرار دیدیا گیا ہے وہ مرمت نہ ہونے کے باوجود قابلِ احترام ہے، اس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو آدابِ مسجد کے خلاف ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۴ جلد ۱۰)

مسجد سے متعلق بیت الخلاء بنانا؟

مسئلہ حضرت نبی کریم ﷺ کے مبارک وقت میں مسجد میں نالی، لوٹا، حوض، کنواں، نل پانی، غسل خانہ، کھڑکی، پنکھا، بجلی وغیرہ کسی چیز کا انتظام نہیں تھا، مسجد کی چھت بھی ایسی تھی کہ دھوپ و بارش بھی اس میں کو آتی تھی، غرض بہت سادہ جگہ تھی، اس میں دری و چٹائی بھی نہ تھی، یہ سب چیزیں آہستہ آہستہ مسجد سے متعلق کی جاتی رہی ہیں، یہاں تک کہ بعض علاقوں میں مہمان خانہ بھی مسجد سے متعلق ہوتا ہے اور اس میں بستر وغیرہ ہوتے ہیں، مسجد میں امام و مؤذن کے رہنے کے لیے بھی کمرہ ہوتا ہے جس میں بچے تعلیم پاتے ہیں، بعض جگہ پیشاب خانہ اور بیت الخلاء بھی نمازیوں کی سہولت کے لیے ہوتا ہے۔ خاص کر بڑے شہروں میں جہاں کثرت سے باہر کے آدمی زیادہ آتے ہوں، اگر ضرورت رفع کرنے کی جگہ وہاں نہ ہو تو ان کو بڑی دشواری ہوتی ہے۔ اگر باہر کے آدمی زیادہ نہ آتے ہوں بلکہ عامۃً مقامی آدمی نماز پڑھتے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے گھر دیا ہے اور وہاں سب ضرورت کی چیزیں موجود ہیں تو پھر محض شان و شوکت کے لیے ایسی چیزیں مساجد سے متعلق جگہ میں نہ بنائی جائیں، اگر کسی کو اتفاقیہ ضرورت پیش آ ہی جائے تو وقتی طور پر اپنی جانی پہچانی جگہ پر ضرورت رفع کر سکتا ہے۔

مسجد کے قریب ایسی جگہ بیت الخلاء نہ بنایا جائے کہ بدبو مسجد میں آئے اور نمازیوں اور ملائکہ کو اذیت ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۷ جلد ۱۵ و احسن الفتاویٰ ص ۴۶۴ ج ۶)

اگر غسل خانہ میں جانے کا راستہ مسجد میں سے ہو؟

مسئلہ گر غسل خانہ تک جانے کا راستہ بجز مسجد میں کو گزرنے کے اور کوئی نہیں ہے تو ناپاک آدمی تیمم کر کے وہاں کو جائے اور کوشش کر کے غسل خانہ کا راستہ کسی اور طرف کو بنایا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۸ جلد ۱۵)

مسجد کے پیسے سے بیت الخلاء بنانا؟

مسئلہ جس طرح غسل خانہ، وضو خانہ، مسجد کے پیسہ سے بنایا جاتا ہے، اسی طرح مؤذن و امام

کے لیے بیت الخلاء بنانے کی ضرورت ہوتو وہ بھی درست ہے۔ نیز وضو، استنجاء وغسل کے لیے پانی کا انتظام بھی مسجد کے پیسے سے درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۷ جلد ۱۵)

مسجد سے متصل بیت الخلاء؟

مسئلہ مسجد سے خارج پاخانہ بنانا جائز ہے، دیوار درمیان میں ہونے کی وجہ سے نماز میں بھی کوئی خرابی نہ ہوگی، لیکن ایسی جگہ پاخانہ بنانا جس سے نمازیوں کو بدبو کی تکلیف ہو اور ہر وقت مسجد میں بدبو آیا کرے اور مسجد کی جانب پاخانے کے روشن دان کھولنا احترامِ مسجد کے خلاف ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگر گنجائش ہوتو کسی دوسری جگہ مسجد سے الگ پاخانہ بنانا چاہئے اور روشندان بھی مسجد کی طرف نہ کھولنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۴ ج ۲)

مسئلہ جس جگہ بیت الخلاء بنانے سے مسجد کے احترام میں خلل بھی نہیں آتا اور بدبو بھی نہ پہنچے تو اس جگہ بیت الخلاء بنانا شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۶ جلد ۶)

مسجد کی ضرورت کے لیے غسل خانوں کو منتقل کرنا؟

مسئلہ مسجد کی پاکیزگی اور نماز باجماعت میں سہولت پیدا ہونے کے لیے غسل خانوں کو باہر (خارجِ مسجد) منتقل کردینا درست ہے، جس طرح قدیم غسل خانوں پر مسجد کا روپیہ خرچ ہوا ہے اگر اسی طرح ان غسل خانوں کو باہر منتقل کرنے پر مسجد کا روپیہ ہوتو کیا اشکال ہے؟ یعنی کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۲ جلد ۱۸)

مسئلہ مسجد کے غسل خانہ میں پاخانہ کرنا منع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۵ ج ۱۸)

وضوخانہ کے پاس پیشاب خانہ بنانا؟

مسئلہ نمازیوں کی ضرورت کے لیے ہے، اگر کچھ دور ہوتو ٹھیک ہے تاکہ مسجد میں بدبو نہ آئے اور وضو کرنے والوں کو اذیت نہ ہو اور ضرورت بھی پوری ہوتی رہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۵ جلد ۱۸)

مسئلہ مسجد کے غسل خانوں کا پانی اس طرح پر نکلنا کہ وہاں پر کیچڑ ہوجائے اور چلنے والوں کو تکلیف ہو۔ (ایسا کرنا) نہیں چاہئے۔ اگر اندرون احاطہ پانی کی جگہ ہے جس کے ذریعہ راستہ محفوظ رہ سکے تو راستہ کو بچانا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۵ جلد ۱۷)

Marfat.com

مسجد میں جو چیز دی جائے وہ کس کا حق ہے؟

مسئلہ مسجد میں کھانے پینے کی جو چیزیں دی جاتی ہیں وہ امام ومؤذن کے لیے دی جاتی ہیں ان کا ہی حق ہے اگر مسجد کے لیے کوئی اور چیز دی جائے مثلاً صف، لوٹا، جاءنماز وغیرہ تو وہ مسجد کی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۷ جلد ۱۵)

مسئلہ ختنہ وغیرہ کے موقع پر اگر رسم کے طور پر لازم سمجھ کر مسجد میں کچھ دیا جائے تو نہ لیا جائے، اگر خوشی کے طور پر امام یا مؤذن کو کچھ دیا جائے تو مضائقہ نہیں، اور جس کو دیا جائے اسی کا حق ہے، اگر مسجد کے لیے کوئی چیز دی جائے تو مسجد کا ہی حق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۰۱ جلد ۱۵)

مسجد کے پنکھے امام کے مکان میں لگانا؟

سوال مسجد میں کسی صاحب نے پنکھے دیئے جن کو امام اور مؤذن کی رہائش گاہ میں لگا دیا گیا، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب اگر مسجد کے اندر لگانے کے لیے پنکھے دیئے تھے تو انھیں مسجد سے باہر کسی کام میں لانا جائز نہیں ہے اور اگر مطلق مسجد کے نام پر دیئے تو جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۶۳ جلد ۶)

ایک مسجد کی چٹائی دوسری مسجد میں دینا؟

مسئلہ اگر مسجد میں چند چٹائیاں زائد موجود ہیں اور حفاظت کی کوئی صورت نہیں، خراب اور ضائع ہو رہی ہیں تو زائد چٹائیاں ایسی مساجد میں بچھا دینا درست ہے جہاں ضرورت ہو، متولی اور دیگر اہل الرائے حضرات کے مشورہ سے دے سکتے ہیں، بلا مشورہ نہ دیں تا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۶ جلد ۱۵ و ص ۴۹۰ جلد ۱ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱۳ جلد ۳)

مسجد کی چیزوں کو عاریۃً دینا؟

مسئلہ مسجد کی مٹکیاں، لوٹے، گلاس، پنکھے، سائبان وغیرہ کو عاریۃً بیاہ شادی یا غمی میں دینا یا لے جانا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۴ ج ۶ و احسن الفتاویٰ ص ۴۵۰ جلد ۶)

مسئلہ مسجد کا سائبان ناچ میں دے دیا گیا ہو تو اس سائبان کے نیچے نماز پڑھنا جائز ہے، اس

Marfat.com

کو دھوپ وغیرہ کے وقت مسجد میں لگانا چاہئے اور آئندہ کسی محفل ناچ وغیرہ کے لیے نہ دیا جائے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۱۵ ج ۴)

مسئلہ ناجائز آمدنی سے جو کرایہ آئے وہ مسجد میں خرچ نہ کیا جائے، نیز مسجد کا سامان (دیگ وغیرہ) ناجائز تقاریب میں کرایہ پر نہ دی جائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۵ ج ۸)

مسجد کی جائیداد کو کم کرایہ پر لے کر زیادہ پر دینا؟

مسئلہ اگر مسجد کے کرایہ دار نے اس جائیداد میں کوئی تصرف نہیں کیا بلکہ جس طرح سے لی تھی، اسی طرح دوسرے کو دے دی تب تو یہ منافع ناجائز ہے اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اگر اس جائداد کی کوئی اصلاح یا مرمت کی اور پھر دوسرے شخص کو کرایہ پر دی ہے تو منافع جائز ہے۔ (جتنی رقم اس کی مرمت وغیرہ میں لگی ہے، صرف وہی وصول کر سکتا ہے)۔

اور اس کے لیے یہ بھی ناجائز ہے کہ وہ جائیداد کسی ایسے آدمی کو کرایہ پر دے جس کے رہنے اور کام کرنے سے اس جائیداد کو نقصان پہنچے مثلاً اس کو آٹا پیسنے والے کو نہ دے یا لوہار کو نہ دے، کیونکہ چکی اور لوہار کی بھٹی سے دوکان و مکان کی دیواروں اور چھت اور بنیادوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۹ جلد ۶ بحوالہ عالمگیری ص ۴۳۵ جلد ۴)

مسئلہ آپ کو یہ حق نہیں کہ مسجد کی دوکان روپے لے کر کسی کو دوکان پر قبضہ دیں، بلکہ متولی کے کہنے کے موافق خالی کر دیں، وہ جس کو چاہیں گے کرایہ پر دیدیں گے اور جو کرایہ مسجد کے لیے مناسب ہوگا مقرر کر لیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۴ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد کی جگہ سینما کے لیے کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۸ جلد ۱۵)

سودی کاروبار کے لیے مسجد کی دوکان دینا؟

مسئلہ اگر کوئی صاحب سودی کاروبار کے لیے کہہ کر مسجد کی دوکان کرایہ پر لیتے ہیں تو مسجد کی دوکان و مکان کرایہ پر نہ دیئے جائیں۔ (چاہے کرایہ کتنا ہی معقول ملے)۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۱ جلد ۱۵)

مسجد کو جان کے اندیشہ سے چھوڑنا؟

مسئلہ جس شخص کو ایک مسجد میں جانے سے جان کا یا عزت کا خطرہ ہو، وہ دوسری مسجد میں

Marfat.com

جا کر نماز ادا کر لے۔ حسبِ ضرورت و مصلحت ایک سے زائد مساجد میں بھی نمازِ جمعہ درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۸ ج ۱۸)

مسئلہ اگر محلہ کی مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہے اور بھی کوئی شرعی یا طبعی مانع اسمیں موجود نہیں تو اپنی مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ جانا صحیح نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۴۹ ج ۶)

کیا مسجد کا جنگلہ سترہ کے حکم میں ہے؟

مسئلہ اگر جنگلہ کی سلاخیں مسجد کی زمین سے ایک ہاتھ یعنی دو بالشت کی مقدار اونچی ہیں، انگلی کی برابر موٹی ہیں تو مردوں و عورتوں کو اس کے سامنے سے گزرنا جب کہ مسجد میں جنگلہ کی برابر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو خواہ تنہا خواہ جماعت کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے، اگر سلاخیں مسجد کی زمین سے ایک ہاتھ نہیں بلکہ کم اونچی ہیں تو ایسی حالت میں قریب ہو کر سامنے سے گزرنا گناہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۳ جلد ۶ بحوالہ بحر الرائق ص ۱۵ جلد اول)

نوٹ آج کل جنگلہ وغیرہ سلاخوں کے بجائے چپٹی پتی یعنی "گرل" کے چل گئے ہیں وہ بھی اس حکم میں ہیں جبکہ اس کو موڑنے پر انگلی کے برابر موٹائی ہو جائے۔ حضرت مفتی محمد ظفیر الدین صاحب دامت برکاتہم نے یہی بتایا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ بڑی مسجد اور جنگل میں تو نمازی سے اتنے فاصلہ پر گزرنا جائز ہے جہاں تک سجدہ کی جگہ پر نظر رکھ کر نمازی کی نظر نہ پہنچے اور بڑی مسجد وہ ہے جس کا عرض کم از کم چالیس ہاتھ ہو۔

(امداد الاحکام ص ۴۵۲ جلد اول)

مسجد میں بجلی کا پنکھا لگانا؟

مسئلہ مسجد میں گرمی کے وقت نمازیوں کی راحت و اطمینان کے لیے بجلی کا پنکھا چلنے کی وجہ سے نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا، بلا تردّد نماز درست ہوگی اور ایسی منفعت و راحت کا انتظام کرنا شرعاً ممنوع نہیں، نیز بجلی کی روشنی میں بھی نماز میں خرابی نہیں آتی۔

مسئلہ جبکہ پنکھا وقف کر کے مسجد میں لگا دیا ہے تو اس کو نکال کر کسی دوسری مسجد میں لگانا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۷ ج ۶ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۱۶ ج ۶)

Marfat.com

مسجد کی روشنی میں اپنا وظیفہ پڑھنا؟

مسئلہ نماز کے لیے جب تک روشنی رہنے کا معمول ہو اس وقت تک اس روشنی میں قرآن شریف اور وظیفہ وغیرہ پڑھنا بلاشبہ درست ہے اور اس کے بعد یعنی جب روشنی و چراغ بند کر دیا جاتا ہو، اس وقت تیل دینے والے کی اجازت سے روشنی کرنا اور اس میں قرآن شریف وغیرہ پڑھنا درست ہے، بغیر اجازت نہیں چاہیے۔ اور اگر تیل وقف کی آمدنی سے خریدا گیا ہے مگر واقف نے یہ شرط نہیں کی کہ تمام رات مسجد میں چراغ روشن رہے تب بھی قرآن شریف وغیرہ پڑھنے کے لیے علاوہ نماز کے وقت کے چراغ کو روشن کرنا درست نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۰ جلد ۶ بحوالہ بحر ص ۴۵۹ جلد ۲)

مسئلہ منتظمین یا عام نمازی مسجد کا ہیٹر عام ضرورت کے وقت استعمال کریں تو درست ہے، خاص کر آدمی اپنی تلاوت کے وقت استعمال نہ کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۲ ج ۱۸)

مسئلہ مسجد کی بجلی وغیرہ نماز کے اوقات میں استعمال کرنی چاہیے، دیگر اوقات میں اہلِ چندہ منع کر سکتے ہیں۔ (آپ کے مسائل ص ۱۴۱ ج ۳)

ایک مسجد کا پائپ دوسری مسجد میں دینا؟

مسئلہ جبکہ پائپ مسجد میں وقف کر دیا گیا تو واقف کا اختیار جاتا رہا، اب اگر اس مسجد میں اس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ آئندہ ضرورت ہوگی اور پڑا پڑا خراب ہو جائے گا، یہ اندیشہ ہے تو اسے فروخت کر کے قیمت مسجد کے کام میں لے لی جائے۔ دوسری مسجد والے یہاں سے خرید سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۱ جلد ۱۰)

مسجد کی آمدنی اس کی ضرورت سے زائد ہو تو کیا کریں؟

مسئلہ ہر مسجد کی رقم اصالۃً اسی مسجد میں صرف کی جائے، اگر اس مسجد میں ضرورت نہ ہو اور آئندہ بھی ضرورت متوقع نہ ہو یا رقم کی حفاظت دشوار ہو اور ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو پھر قریب کی مسجد میں اور اس کے بعد بعید کی مسجد میں حسبِ ضرورت و مصالح مسجد کی تعمیر، صرفہ، پانی، روشنی، تنخواہ امام و مؤذن میں صرف کرنا درست ہے۔

جب تک یہ مصارف موجود ہوں تو مسجد کے علاوہ دیگر مواقع مثلاً مدارس و مکاتب کی

Marfat.com

تعمیر یا وہاں کے ملازمین کی تنخواہوں یا تعلیم پانے والے طلبہ کے وظیفوں میں ہرگز صرف نہ کریں، اگر مساجد میں صرف کرنے کی دور، نزدیک کی کوئی صورت نہ رہے تو پھر دینی مدارس و مکاتب کے مواقع مذکورہ میں صرف کرنا درست ہوگا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۱ جلد ۱۲ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۷ ج ۲ بحوالہ شامی ص ۵۱۵ جلد ۳)

مسئلہ بہتر یہ ہے کہ زائد رقم سے اس مسجد کے متعلق دینی مدرسہ قائم کر دیا جائے جس سے مسجد کی آبادی میں اضافہ ہو اور رقم ضائع ہونے سے بچ جائے۔

(نیز) قریب کی محتاج مسجد میں جماعت کے مشورہ سے رقم دی جا سکتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۲ جلد ۱۰ بحوالہ شامی ص ۵۱۴ جلد ۳)

مسجد کے دالان کو دفتر بنانا؟

مسئلہ جو دالان مسجد کے مصالح کے لیے وقف ہے اس کے کسی حصہ کو دوسرے کام میں لانا درست نہیں، اگر ضرورت مذکورہ کے لیے (یعنی "انجمن اصلاح المسلمین بھوپال" کا دفتر پہلے شہر میں ایک مکان میں تھا وہاں سے ہٹا کر مسجد کے دالان میں وہ دفتر قائم کیا گیا) استعمال کرنا ہے تو کرایہ پر لیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۸، جلد ۱۵)

تعلیم دینے کے لیے عورتوں کا مسجد میں سے گزرنا؟

سوال مسجد کے تینوں طرف دالان ہیں، شرقی دالان میں ایک مدرسہ چل رہا ہے جس میں پڑھانے والی عورتوں کا ہر حالت میں مسجد میں کو آنا جانا ہوتا ہے، کیا شرعاً یہ صحیح ہے؟

جواب ناپاکی کی حالت میں مسجد میں سے ہو کر گزرنا درست نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ مسجد سے الگ (خارجِ مسجد) جانے آنے کے لیے راستہ بنایا جائے تاکہ مسجد کی بے حرمتی نہ ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۳۸ جلد ۱۵)

مسجد کی آمدنی سے تعلیم دینا؟

مسئلہ اگر وہ مدرسہ اسی مسجد کے تابع ہے یعنی بانی نے مسجد بنائی اور اس کے تابع ہی مدرسہ بنایا اور ہدایت کی کہ یہ مدرسہ مسجد کے تابع رہے گا اور مسجد کی آمدنی سے مدرسہ چلایا جائے گا تو شرعاً یہ درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۸ جلد ۱۴)

Marfat.com

مسجد میں نماز کے لیے جگہ روکنا؟

مسئلہ اگر کوئی شخص آ کر مسجد میں کسی جگہ بیٹھ گیا، پھر کوئی فوری ضرورت پیش آئی جس کو پورا کرتے ہی لوٹ کر آئے گا مثلاً تھوکنا، ناک صاف کرنا، وضو کرنا وغیرہ اور جاتے وقت اپنی جگہ کپڑا رکھ کر چلا گیا تو اس میں مضائقہ نہیں اور دوسرے شخص کو اس جگہ بیٹھنا بھی نامناسب ہے اور اگر کوئی شروع ہی سے کپڑا رکھ دے اور اپنے کاروبار میں مشغول رہے اور نماز کے وقت آ کر اپنی جگہ پر قبضہ جمائے، یہ غیر مستحسن ہے۔ ایسی حالت میں دوسرے شخص کو اگر تنگی کی وجہ سے جگہ میسر نہ آئے تو اس کپڑے کو ہٹا کر بیٹھنا درست ہے مگر ہاتھ سے نہ ہٹائے، ورنہ اس کی ضمان میں داخل ہو جائے گا، اگر تنگی نہ ہو بلکہ وسعت ہو تو دوسری جگہ بیٹھ جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۵ جلد ۶ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۳۵۹ جلد)

مسئلہ امیر آدمی یا کسی اور کے لیے عیدگاہ یا مسجد کی صف اول میں جگہ روکنے کا حق نہیں، جو شخص پہلے آ کر جہاں بیٹھ جائے وہ اسی کی جگہ ہوگئی، اس کو اٹھانے کا بھی (کسی کو) حق نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۳ جلد ۱۰، احسن الفتاویٰ ص ۴۵۷ ج ۶)

مسئلہ مسجد کے ہر لوٹے سے ہر نمازی کو وضو کرنے کا حق ہے، اسی طرح مسجد کے ہر حصہ میں ہر نمازی کو نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے۔ اس لیے کوئی شخص کسی خاص لوٹے کے استعمال سے یا کسی خاص حصہ میں نماز پڑھنے سے اپنی خصوصیت کی بناء پر کسی نمازی کو منع نہیں کر سکتا۔ البتہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ خود کسی خاص لوٹے سے اس کے اچھا یا بڑا یا کسی اور وصف کی بناء پر وضو کیا کرے، کسی اور لوٹے سے نہ کرے، بلاوجہ شرعی مسجد کے کسی خاص حصہ کو نماز کے لیے متعین کرنا منع ہے کہ یہ تخصیص بلا مخصص شرعی ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۰ جلد ۶)

مسئلہ مسجد کا لوٹا مسجد کے باہر نہ لے جائیں جبکہ احاطہ مسجد میں ضرورت پوری ہونے کا انتظام ہے۔ نیز مسجد کا مصلّٰے بھی خارجِ مسجد استعمال نہ کریں، خاص کر بیٹھ کر باتیں کرنے کے لیے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۲ جلد ۱۸)

مسجد میں افطار کرنا؟

مسئلہ مسجد میں کھانا پینا مکروہ ہے مگر ضرورت کے وقت بلا کراہت جائز ہے اور ترکِ

Marfat.com

جماعت یعنی جماعت نہ ملنے کا اندیشہ بھی عذر ہے، اس لیے اگر مسجد سے باہر کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں افطار کر سکیں تو مسجد ہی میں افطار کر لینا چاہئے جائز ہے بشرطیکہ مسجد کو ملوّث نہ کیا جائے۔ (اسکے لیے) کوئی کپڑا وغیرہ ایسا بچھالیا جائے جس سے مسجد کی حفاظت رہے اور بہتر یہ ہے کہ اس وقت افطار سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو، کیونکہ امام محمدؒ کے نزدیک ایک ساعت کا بھی اعتکاف درست ہے۔ (امدادالاحکام ص ۴۵۴ جلد ۱، احسن الفتاویٰ ص ۴۵۷ جلد ۶)

مسجد کی آمدنی سے افطار کرانا؟

مسئلہ رمضان شریف میں مساجد کی آمدنی (مسجد کی ملحقہ دوکانوں ومکاناتِ موقوفہ) سے نمازیوں کو افطار کی اجازت جب ہی ہوسکتی ہے جب کہ واقف نے افطار کی اجازت دی ہو تو اس کی آمدنی سے اس ہی مسجد میں افطار کے لیے صرف کرنے کی اجازت ہے، واقف کی اجازت نہ ہو تو درست نہیں، ہاں اگر واقف کے زمانہ سے افطار کا دستور برابر چلا آرہا ہو تو بھی درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۰ جلد ۱۸)

مسئلہ مسجد میں (اپنے خرچ سے) افطار یا سحری کرنا درست ہے، لیکن جہاں تک ممکن ہو مسجد کو ملوث نہ کیا جائے، یا جو جگہ قریب مسجد ہو (غیر معتکف کے لیے خارج مسجد) وہاں کھایا پیا جائے تو بہتر ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰۹ ج ۱)

مسجد کی آمدنی سے حافظ کو انعام دینا؟

سوال ختم تراویح اور شبینہ کے موقع پر اُسی آمدنی سے حفّاظ کو انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں حالانکہ واقف کنندگان میں سے کسی کی تحریر میں ان مدات میں خرچ کا کوئی اشارہ نہیں؟

جواب تراویح میں قرآن کریم سنانے والوں کو روپیہ دینا درست نہیں، ہاں اگر وہ ہمیشہ کا امام بھی ہو اور اس کو رمضان المبارک میں اصل تنخواہ سے کچھ زائد دیا جائے تو اسی مسجد کے اوقاف سے دینے کی اجازت ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۰ جلد ۱۸)

مسجد میں ٹھہرنا اور پنکھا استعمال کرنا؟

سوال مسجد میں کون لوگ قیام کر سکتے ہیں، نیز مسجد کے اندر رات بھر پنکھا چلا کر بجلی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

جواب جو شخص معتکف ہو یا مسافر ہو اور اس کا کہیں ٹھکانہ نہ ہو، اس کو مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت ہے، اور جو شخص نمازِ تہجد و فجر کی نماز کے اہتمام کی خاطر مسجد میں رہے، اس کے لیے بھی اجازت ہے لیکن اپنے لیے مسجد کو آرام گاہ بنایا جائے۔

مسجد کا پنکھا اور مسجد کی روشنی اصلاً نماز کے لیے ہے، جب تک نمازی عامۃً نماز پڑھتے ہیں، اس وقت تک استعمال کریں، اگر علاوہ نماز کے دیگر مقاصد کے لیے استعمال کریں تو اس کا معاوضہ میں مسجد کی خدمت بھی کر دیا کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۱ جلد ۱۰ و کتاب الفقہ ص ۴۶۰ جلد ۱)

مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا؟

سوال بعض مسجدوں میں ظہر و عصر کی نماز مسجد کے نیچے کے درجے میں ہوتی ہے اور گرمی کی وجہ سے مغرب و عشاء کی نماز مسجد کی چھت پر ہوتی ہے جب کہ مسجد کی چھت پر محراب نہیں ہے؟

جواب اصل مسجد نیچے کا حصہ ہے اور چھت تابع ہے۔ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے۔ اصل مسجد چھوڑ کر چھت پر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے، البتہ اگر جگہ کی قلت ہو تو چھت پر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں اور جب گرمی ناقابلِ برداشت ہو، تب بھی چھت پر کھڑے ہونے کی گنجائش ہے اور محراب کا نہ ہونا مضر نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۱ جلد ۱۰ و ص ۴۸۸ جلد اول)

مسئلہ مسجد کی چھت پر گرمی کی شدت کی وجہ سے جماعت کرنا مکروہ ہے اگر نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے نیچے جگہ نہ ہو تو زائد نمازی اوپر چھت پر جا سکتے ہیں (یعنی نماز پڑھ سکتے ہیں) اسی صورت میں کراہت نہ ہوگی کیونکہ مجبوری ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۴۹ جلد ۶ و احسن الفتاویٰ ص ۴۶۲ جلد ۶)

مسئلہ مسجد وہ ہی ہے جو وقف ہو، جو وقف نہ ہو وہ مسجد نہیں ہے، اس میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب تو ملے گا، مگر مسجد کا ثواب نہ ملے گا، بغیر وقف کئے مکان میں نماز کی اجازت دینے سے مسجد نہیں ہوتی، اور بغیر مسجد کے بھی اگر جماعت ہو تو ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔ (امداد الاحکام ص ۴۴۸ جلد اول)

مسجد کے صحن میں نماز با جماعت کا حکم

سوال مسجد کے صحن میں فرض نماز با جماعت بلا کراہت گرمی کی شدت کی وجہ سے پڑھ سکتے

ہیں یا نہیں، کیونکہ زید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مسجد کے صحن میں نماز نہیں پڑھی۔ زید کا قول کہاں تک درست ہے؟

جواب زید کا یہ قول غلط ہے۔ مسجد کے دو حصے مسقّف اور غیر مسقّف۔ (چھت والے اور کھلے حصے) میں جماعت جائز اور صحیح ہے۔ اور فقہاء رحمہم اللہ نے مسجد صیفی اور مسجد شتوی دونوں کو مسجد کہا ہے اور دونوں جماعت بلا کراہت صحیح ہے اور یہ ہر دو نام خود دلیل ہے اس کی کہ ایک حصہ غیر مسقّف میں گرمیوں میں اور دوسرے حصہ مسقّف میں سردیوں میں نماز ہوتی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۵ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۵۳۱ جلد ۱)

مسئلہ مسجد کے صحن میں نماز و جماعت بلا تردّد صحیح و درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۹ جلد ۱۶)

نماز کی حالت میں مسجد کے صحن سے اندر مسجد کے جانے میں نماز فاسد ہو جاتی ہے (کیونکہ) یہ عملِ کثیر ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۵۷ جلد ۴ بحوالہ رد المختار ص ۵۸۴ جلد ۱)

مسئلہ مسجد کے دروں میں دو چار آدمیوں کا صف بنا کر کھڑا ہونا بھی درست ہے، ایک آدمی کو تنہا نہیں کھڑا ہونا چاہئے، کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۶ جلد ۲)

مسجد میں ایک دو صف چھوڑ کر امام کا کھڑا ہونا؟

سوال مسجد کافی بڑی ہے اور نمازی ایک دو صف کے بقدر ہوتے ہیں، اس صورت میں اگر امام صاحب اپنی اصل جگہ یعنی محراب کے بجائے ایک دو صف چھوڑ کر جماعت خانہ کے درمیان میں کھڑے رہیں تو کیسا ہے؟

جواب پورا جماعت خانہ مکان واحد کے حکم میں ہے، لہٰذا امام صاحب صورتِ مسئولہ میں ایک دو صف چھوڑ کر کھڑے رہ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۸ جلد ۱۰)

مسئلہ مسجد میں جگہ تنگ ہو تو امام کے دائیں بائیں مقتدی کھڑے ہو جائیں لیکن امام کو زیادہ آگے نہیں جانا چاہئے بلکہ اس قدر آگے ہو جائے کہ امام کے پیر مقتدیوں کے پیروں سے آگے رہیں یعنی ایڑی مقتدیوں سے آگے رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۳ جلد ۲)

مسجد میں ذِکرِ جہری کرنا؟

مسئلہ کوئی شخص مشائخ حقہ میں سے کسی سے بیعت ہو، اور انہوں نے ذِکر جہری کی تعلیم دی

Marfat.com

ہوتو تعلیم کے مطابق اپنا اپنا الگ الگ ذکر جہری کر سکتے ہیں، لیکن مسجد میں ذکر جہر سے نمازیوں کو تشویش اور تکلیف ہوتی ہوتو ایسی صورت میں مسجد میں زور زور سے ذکر کرنا جائز نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۸ جلد ۱۰ و آداب المساجد ص ۱۶)

مسئلہ اگر نمازیوں اور سونے والوں کو پریشانی نہ ہوتو اونچی آواز سے ذکر کرنا افضل ہے جس سے ذاکرین الٰہی کا قلب بیدار ہو، نیند اڑ جائے اور طاعتِ الٰہی کے لیے چستی آجائے۔

(کتاب الفقہ ص ۴۵۵ جلد اول)

مسجد کی دیواروں پر آیاتِ قرآنی لکھنا؟

مسئلہ مسجد کے اندرونی اور بیرونی حصہ میں قرآن شریف کی آیت اور قابل تعظیم عبارت لکھنا ممنوع ہے۔ بے ادبی کے احتمال کی وجہ سے فقہاءؒ لکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔

(بحوالہ مختار شامی کتاب الحج)

مسجد میں سیاسی تقریریں

ہمارے زمانہ میں سیاسی تقریروں کا رواج مساجد میں عام ہوتا جارہا ہے اور وہ بھی آدابِ مساجد کا لحاظ نہ کرتے ہوئے، یہ چیز بھی پسندیدہ نہیں ہے، اسی غیر ذمہ داری کی باتیں جو کہیں بھی کہنی جائز نہیں، ان کا مساجد میں کہنا کیونکہ جائز ہوسکتا ہے، حدیث میں ہے کہ مساجد کو بچوں اور جھگڑوں، بلند آوازوں، اجرا حدود اور تلوار کھینچنے سے بچاؤ۔

(ابن ماجہ باب ما یکرہ فی المساجد)

اور آج کل مساجد میں جو سیاسی جلسے ہوتے ہیں اُن میں تقریباً یہ تمام چیزیں کم وبیش پائی جاتی ہیں، اور ان سے بڑھ کر "زارِ مسلم" جزءِ تقریر ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔

دینی باتیں اگر مساجد میں کہی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ بڑی حد تک یہ اغراض ومقاصد میں داخل ہیں۔ یا اسی سیاسی باتیں جن کا دین سے لگاؤ ہو، مسلمانوں کے لیے کہی سکتی ہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ ان باتوں کا مرکز رہ چکی ہے، مگر آداب اور احترام واکرام بہر حال ضروری ہے۔ ابن ماجہ والی حدیث میں یہ بات گزری کہ مساجد میں بلند آوازی نہ ہونے پائے۔ صحابہ کرامؓ

کا عمل اس باب میں جیسا رہا وہ مشعل راہ بنایا جا سکتا ہے کہ وہ دربار نبویؐ کے حلقہ بگوش تھے۔

حضرت سائب بن یزیدؓ بیان کرتے ہیں: میں ایک دن مسجد میں سویا ہوا تھا، کنکری مار کر کسی نے جگا دیا، دیکھا تو فاروقِ اعظمؓ تھے۔ آپ نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا وہ مسجد میں شور وغل کر رہے تھے، اور فرمایا ان کو پکڑ لاؤ میں نے حسب الحکم ان دونوں کو ان کی خدمت میں لے جا کر حاضر کر دیا، آپؓ نے ان سے پوچھا کہاں رہتے ہو؟ ان لوگوں نے طائف کا نام لیا، یہ سن کر آپؓ نے فرمایا اگر تم مدینہ منورہ کے ہوتے تو سزا دیتا، تم مسجدِ رسولؐ میں شور وغل کرتے ہو، جاؤ آج صرف اس وجہ سے معاف کیا جاتا ہے کہ باہر کے رہنے والے ہو۔ (بخاری جلد ا ص ۶۷)

حضرت عمرؓ اس معاملہ میں بہت سخت تھے، مسجد کی معمولی بے حرمتی بھی کبھی برداشت نہیں کرتے تھے، چنانچہ لڑکوں کو بھی مسجد میں کھیلتے دیکھتے تو دُرّہ سے خبر لیتے اور عشاء کے بعد بھی مسجد کی پوری خبر گیری رکھتے۔

نسائی میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے کسی کی بلند آوازی سن لی، اس پر آپ نے تیز ہو کر فرمایا، تم کو معلوم ہے کہ کہاں ہو؟ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۹۳)

اس باب میں اختلاف ہے کہ بلند آوازی مطلقاً حرام ہے یا مقید طور پر، اکثریت کی رائے تفصیلی ہے کہ اگر دینی ودنیوی ضرورت ہو جس میں مسلمانوں کا مفاد ہے تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔ (اسلام کا نظامِ مساجد ص ۱۹۷)

مسئلہ مسجد کے ادب واحترام کے بارے میں لوگ بہت زیادہ بے پرواہی برتتے ہیں، یہ کام (سیاسی جلسے وغیرہ) مسجد میں کرنے کے لائق نہیں، لہٰذا خالص دینی مجالس کے سوا دوسری آج کل کی سیاسی میٹنگیں شرعی مسجد سے باہر کسی اور جگہ منعقد کرنی چاہئیں۔

حضرت عمرؓ نے مسجد کے کنارے پر ایک چبوترہ تعمیر کروا دیا تھا اور اعلان کرا دیا تھا کہ جس کو اشعار پڑھنا ہو یا بلند آواز سے بولنا ہو یا کوئی اور کام کرنا ہو تو وہ چبوترہ پر چلا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۵ جلد ۶ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۷۱ جلد اول وعالمگیری ص ۲۵۱ جلد ۶ کتاب الکراہیۃ)

مسئلہ مسجدیں دنیاوی الیکشنوں کے لیے نہیں بنائی گئیں، ایسے کام مسجد میں نہ کیے جائیں، جو ایسا کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۷ ج ۱۵)

مسئلہ مسجد میں تبلیغ یا وعظ کا جلسہ یا مشورہ کے لیے اجتماع کرنا جائز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۱۴۴ جلد ۳)

Marfat.com

مسجد میں کرسی پر وعظ کہنا؟

سوال مسجد میں اکثر علماء کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب مسلم شریف جلد اول ص ۲۸۷ میں حضرت نبی کریم کا مسجد میں کرسی پر تشریف فرما کر دین کی باتیں ارشاد فرمانا مذکور ہے۔

الادب المفرد ص ۲۱۰ میں بھی امام بخاریؒ نے اس کو ذکر فرمایا ہے، اور جو چیز حدیث شریف سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا عدمِ واقفیت کی وجہ سے ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۹ جلد ۱)

مسئلہ مسجد کے ٹاٹ (دری وغیرہ) کو مسجد سے باہر لے جانا اور کسی جلسہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۰۷ جلد ۳)

مسجد کے لیے مسجد میں چندہ کرنا؟

سوال ہمارے یہاں ہر جمعہ کو نماز کے بعد جماعت خانہ میں کپڑا پھیلا کر چندہ کرتے ہیں تو برائے مسجد، مسجد میں چندہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب بہتر اور مناسب صورت یہ ہے کہ مسجد سے باہر (خارجِ مسجد) چندہ کیا جائے یا مسجد میں کسی بورڈ پر چندہ کی اپیل (درخواست) لکھ کر لگا دی جائے، البتہ اگر اس طرح چندہ کرنے سے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوتی ہو، اور جمعہ کے دن چندہ کرنے سے مسجد کا زیادہ فائدہ ہوتا ہو تو اس شرط سے ساتھ برائے مسجد، مسجد میں چندہ کرنے کی گنجائش ہے کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو، ان کی گردن نہ پھاندے، نماز پڑھنے والے کے سامنے سے نہ گزرے، مسجد میں شور وشعب نہ ہو، مسجد کے احترام کے خلاف کام نہ ہو اور لوگوں کے سامنے کسی کو شرم وغیرت میں ڈال کر زبردستی چندہ وصول نہ کیا جائے۔ ان شرائط کی رعایت ضروری ہے، ان کی رعایت نہ ہو سکے تو مسجد میں چندہ نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۹ ج ۹، شامی ص ۲۷۲ جلد اول)

مسئلہ عام حالات میں مسجد میں مدارس کیلئے چندہ نہ کرنا چاہئے، مسجد میں شور وغل ہوگا، نمازیوں کو نماز میں خلل ہوگا، مسجد کی بے احترامی ہوگی، لہٰذا مسجد میں چندہ نہ کیا جائے، البتہ اگر کوئی خاص حالت ہو، مسجد میں شور وغل نہ ہو نمازیوں کو تکلیف اور خلل نہ ہو تو گنجائش ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۰ جلد ۹، وامداد الفتاویٰ ص ۶۴۱ جلد ۲)

Marfat.com

قضاءنماز مسجد میں پڑھنا؟

مسئلہ قضاءنماز کو مسجد میں پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے یعنی مکروہ تحریمی اور دلیل یہی ہے کہ نماز کو وقت سے مؤخر کرنا معصیت ہے، اس لیے اس کو ظاہر نہ کرے۔ اور علامہ شامیؒ نے اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ غرض یہی ہے کہ قضاءنماز کا اظہار نہ کرے بلکہ اس طرح قضاء پڑھے کہ کسی کو خبر نہ ہو، اگر مسجد میں بھی قضاء پڑھنے سے کسی کو معلوم نہ ہو کہ یہ نفلیں پڑھ رہا ہے یا فرض تو مسجد میں بھی قضاء درست ہے۔

غرض یہ ہے کہ اس طرح قضاء پڑھے کہ حتی الوسع کسی پر اظہار نہ ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۲۹ جلد ۴ بحوالہ درمختار باب القضاء ص ۶۹۵ جلد ۱)

مسجد میں قربانی کرنا؟

مسئلہ جو حصہ مسجد ہے یعنی نماز کے لیے وقف ہے اور وہاں نماز پڑھتے ہیں، اس جگہ (داخلِ مسجد) ذبح کرنا حرام ہے اس لیے کہ ناپاک خون سے مسجد گندی ہو جائے گی۔

احاطۂ مسجد میں جہاں جوتے اتارتے ہیں وہاں بھی ذبح کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ وہ جگہ اس لیے (ذبح کرنے کے لیے) وقف نہیں ہے، دوسری جگہ ذبح کیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۵ جلد ۱۲)

(داخلِ مسجد اور خارجِ مسجد ذبح نہ کیا جائے کیونکہ مساجد ذبح وغیرہ کے کاموں کے لیے نہیں ہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ قربانی میں مسجد کا بوریا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ کرلیں کہ پرانے بوریئے کو مسجد کے متولی سے نئے بوریئے کے عوض خرید لیا جائے خریدنے کے بعد وہ پرانہ بوریا تمہاری مِلک ہو جائے گا، مسجد کی مِلک نہیں رہے گا۔ (امدادالاحکام ص ۴۵۵ جلد ۱)

مسئلہ عاشورہ کے دن (دسویں محرم کو) مسجد میں جمع ہو کر نوافل پڑھنا آنحضرتؐ سے ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۹۱ ج ۶)

مسجد میں دی ہوئی چیزوں کو نیلام کرنا؟

سوال مسجد میں لوگ مرغا، انڈا، کپڑا وغیرہ خدا کے نام پر دیدیتے ہیں، پھر اس کی نیلامی ہوتی

ہے تو کیا یہ درست ہے، جبکہ بعض مرتبہ نیلامی چھڑا کر پھر اس چیز کو مسجد میں دیتے ہیں، بار بار ایسا ہی کیا جاتا ہے؟

جواب نیلامی کا یہ طریقہ اس چیز کو اپنی مِلک بنانے کے لیے نہیں، بلکہ یہ نیلام خریدنے سے مقصود مسجد کی امداد کرنا ہے (تو درست ہے) اگر اس میں نام ونمود مقصود نہ ہو تو یہ درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۸ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد میں شیرینی (مٹھائی وغیرہ) تقسیم کرنے کے لیے لوگ بھیجتے ہیں، اگر صدقہ بتا کر یہ چیزیں دی جائیں تو ان کے مستحق غرباء ہیں اور اگر مؤذن وغیرہ کے لیے دی جائیں تو مؤذن وغیرہ مستحق ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۴ ج ۱۵)

مسجد کا ملبہ نیلام کرنا؟

سوال مسجد کا فرش پرانا ہو گیا اس کو توڑ کر نیا فرش لگ رہا ہے تو فرش کا ملبہ اینٹ روڑے وغیرہ نیلام کر سکتے ہیں؟ اور خریدنے والا بنیادوں میں بھر سکتا ہے؟

جواب اس کو خریدنا اور بنیادوں میں استعمال کرنا شرعاً درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۸ جلد ۱۵ و کفایت المفتی ص ۱۲۳ جلد ۳)

مسئلہ بیچ کر اس کی قیمت مسجد کے وقف میں شامل کر لی جائے یا اس رقم سے کوئی چیز مسجد کے لیے کارآمد ہو خریدنے کی اجازت ہے، اسی طرح (پرانے ملبہ کو) مسجد کے مکان میں بھی استعمال کر سکتے ہیں، لیکن پلیدی سے بچایا جائے یعنی بیت الخلاء، پیشاب خانہ، غسل خانہ وغیرہ میں نہ لگایا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۵ جلد ۶ درمختار مع الشامی ص ۱۶۵ جلد ۱ و کفایت المفتی ص ۱۲۳ ج ۳)

اپنے مکانات فروخت کرنا جس سے مسجد ویران ہو جائے؟

سوال کئی سال سے محلہ اور مسجد آباد رہی، اب کسی وجہ سے مسلمان ایک ایک کر کے گھروں کو غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کر کے جا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو مسجد ویران ہو جائے گی، مسجد کا خیال نہ کرتے ہوئے اس طرح مکانات فروخت کرنا کیسا ہے؟

جواب جہاں تک جوازِ بیع کا تعلق ہے وہ تو ظاہر ہے کہ مالک کو اپنی ملک فروخت کرنے کا حق حاصل ہے اور بطریق شرعی ایجاب وقبول سے بیع صحیح ہو جائیگی لیکن حالات کی نزاکت کو دیکھتے

Marfat.com

ہوئے ان کواس کالحاظ چاہئے کہ بغیر مجبوری کے ایسانہ کریں، مجبوری کی حالت میں تو ہجرت بھی ثابت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۳۵ج۱۵)

مسجد کی رقم سے دوسرے کے گھر کی دیوار بنوانا؟

مسئلہ مسجد کی رقم سے دوسرے کی دیوار پر بغرضِ پردہ دیوار تعمیر کرنا ناجائز ہے، ہاں مسجد کی دیوار پر تعمیر کردی جائے تو جائز ہے۔ اوراگر مسجد کی دیوار پر پردہ قائم کرنے کی صورت نہ ہوسکتی ہو تو محلّہ والے مالک مکان کی دیوار (اگر غریب ہے) اپنے پاس سے اتنی اعانت کردیں کہ وہ اپنی دیوار پر پردہ قائم کرسکے۔ (کفایت المفتی ص۱۲۱جلد۳)

مسجد میں عقد نکاح وقرآن خوانی کے لیے بجلی کا استعمال کرنا؟

مسئلہ اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ ان کاموں کے لیے روشنی کا انتظام خود ہی کرلیں، مسجد کی بجلی اور پنکھوں کو استعمال نہ کریں، حدتو یہ ہے مسجد میں بجلی جلانے کا جو وقت مقرر ہے اس کے علاوہ دیگر اوقات میں قرآن شریف کی تلاوت یا دینی کتابوں کے مطالعے کے لیے بھی مسجد کی بجلی اور پنکھے چلانے کی اجازت نہیں ہے، ممنوع ہے۔

لیکن آج کل غلط دستور ہوجانے کی وجہ سے بجلی جلانے اور پنکھے چلانے کی اجازت نہ دینے پر جھگڑے اور فساد کا اندیشہ ہو تو جتنی دیر بجلی خرچ ہو معاوضہ لے لیا جائے تو اس کی گنجائش ہے یا وہ خود ہی دے دیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۱۰۷ج۶)

مسئلہ مساجد میں عقد یعنی نکاح خوانی مستحب ہے۔

(کتاب الفقہ ص۴۵۶ جلد اول وردالمختار ص۶۱۹ جلد۱)

مسئلہ مسجد کی بجلی مسجد ہی کے لیے خاص ہے، کسی ایسے کام کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں جو مصالح مسجد میں داخل نہیں گو وہ کام اپنی جگہ کتنی ہی نیکی کا ہو، جب مسجد کی چیزوں کا استعمال دوسری مسجد میں بھی جائز نہیں تو عام جگہوں (محلّہ میں جلسہ وغیرہ) کے لیے کیونکر روا ہوگا، منتظمہ کی ایسی بے موقع بلکہ خلافِ شرع اجازت کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ امام ومؤذن کا کمرہ چونکہ متعلقاتِ مسجد میں سے ہے ان کے لیے مسجد کی بجلی منتقل کرنا جائز ہے، اسی طرح مدرسہ بھی اگر مسجد کے تابع ہے اور عام طور پر لوگوں کو اس کا علم ہے اور

Marfat.com

چندہ دینے والے بھی اس کی تصریح نہیں کرتے کہ ان کا چندہ مدرسہ میں خرچ نہ کیا جائے تو ایسی صورت میں ملحقہ مدرسہ میں بھی بجلی دی جاسکتی ہے، اور اگر مدرسہ تابع نہیں تو اس کو مسجد کی بجلی (بغیر قیمت) دینا جائز نہیں، مسجد کی کوئی چیز کسی دوسری جگہ خواہ وہ دوسری مسجد ہی ہو، منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۴۶ جلد ۶)

غیر مسلم کا مسجد میں لوٹے یا اِفطاری دینا؟

مسئلہ اگر غیر مسلم مسجد میں لوٹے یا افطاری کسی ثواب کی نیت سے دیتا ہے اور مصلحت کے خلاف بھی نہیں تو وضو کر کے لیے (مفت) ان کا لینا درست ہے، اسی طرح افطاری بھی لینا جب کہ ثواب کی نیت سے دیتا ہے تو لینا درست ہے۔ بشرطیکہ کسی دوسری مصلحت کے خلاف نہ ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶۲ جلد ۴)

مسجد کے لوٹے ذاتی کام میں لینا؟

مسئلہ مسجد کے لوٹوں کو تمام کاموں میں استعمال کرنا درست نہیں، صرف وضوء، استنجاء، غسل میں استعمال کریں، پانی پینے یا کہیں معمولی کپڑا نماز کے لیے دھونے کی گنجائش ہے، مسجد سے باہر اپنے مکان میں لے جانا اور استعمال کرنا منع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۶ ج ۱۰)

مسجد کے فرش پر وضوء کرنا؟

مسئلہ مسجد کے فرش پر جو کہ نماز کے لیے مقرر ہے، وضوء کے لیے نہیں ہے۔ اگر نالی وضو کے لیے موجود ہے تو وہاں وضو کریں، ورنہ مسجد کے فرش سے علیحدہ (خارج مسجد) جا کر وضو کریں، غرض وضو کا مستعمل پانی مسجد کے فرش پر ڈالنا منع ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۷ ج ۱۰ و کتاب الفقہ ص ۴۶۱ ج ۱)

مسجد تعمیر ہونے کے بعد وضو کی جگہ بنانا؟

سوال ایک مسجد میں صحن کے اندر وضو کرنے کی کوئی جگہ نہیں تھی، ایک عرصہ دراز کے بعد جن صاحب نے مسجد تعمیر کرائی تھی (بانیٔ مسجد نے) عین صحن کے اندر وضو کرنے کی جگہ پختہ بنوادی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

جواب جوجگہ نماز پڑھنے کے لیے متعین کر کے وقف کردی گئی وہاں وضو کی جگہ پختہ بنوانا جس کی وجہ سے اتنی جگہ محبوس (روک دی) جائے کہ وہاں نماز نہ پڑھی جاسکے درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۷ جلد ۱۲)

مسجد پر بورڈ لگا کر کرایہ وصول کرنا؟

سوال مسجد عام شاہراہ پر ہے، اس کے اوپر بورڈ بغرضِ اشتہار لگائے گئے ہیں جن سے کچھ آمدنی میں اضافہ ہوجاتا ہے، نہ معلوم متولّی آئندہ کس کس قسم کا بورڈ لگوا کر مسجد کی بے حرمتی کریں گے؟

جواب مسجد کی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوکانیں تو بنائی جاسکتی ہیں، لیکن خود مسجد کو کرایہ پر چلانا اور اس سے روپیہ کمانا جائز نہیں، اور جو کچھ وجوہ اعتراض پیش کی ہیں وہ بھی اہم ہیں۔ ان کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے اس لیے مسجد کے منتظم صاحب کو چاہئے کہ وہ ہرگز ایسا معاملہ نہ کریں۔ اگر بورڈ بغرضِ اشتہار لگادیا گیا ہے تو اس کو اتار کر معاملہ ختم کردیں، خاص کر ایسی حالت میں جب کہ مسجد کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں کے اہلِ ہمت آمادہ اور خواستگار ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۲ جلد ۱ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵ جلد ۹ و درمختار ص ۱۲ ج ۳)

مخلوط مال سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم؟

سوال جب ہمارے محلّہ کی پرانی بوسیدہ مسجد کو شہید کر کے نئی بنانے کا مسئلہ درپیش ہوا تو قریب و دور سے چندہ کی تیس تیس ہزار کی دو رقوم حاصل ہوئیں جن کو بینک میں پانچ پانچ سال کے لیے فکسڈ ڈیپازٹ میں جمع کرادیا گیا۔ محلّہ والوں کے اصرار پر کام جلد شروع کرنے کی وجہ سے رقم میعاد سے پہلے نکالی گئی جس کی وجہ سے صرف مبلغ پندرہ ہزار روپیہ بینک سے سود ملا۔ اس طرح مبلغ پچھتر ہزار روپیہ سے تعمیری کام شروع کرادیا گیا۔ محلّہ والوں کے اعتراض کے بعد بھی سود کا روپیہ الگ نہیں کیا گیا، اور سب روپیہ تعمیر میں لگ گیا۔

اس طرح سود کے پندرہ ہزار روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگ گئے۔ اس وجہ سے چند لوگوں نے نماز پڑھنا بند کردیا ہے، اس کے لیے شرعی مسئلہ و احکامات سے مطلع فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

(فقط ۱۰۶۸ ج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب ہوالموافق۔ بینک والے سود کا شرعاً یہ حکم یہ تھا کہ وہ رقم بلانیت ثواب محتاج ونادار مسلمانوں کو دے دی جاتی لان سبیل الکسب الخبیث التصدق الخ (ردالمختار)۔اس رقم کا مسجد میں لگانا درست نہیں تھا، لان طیب لایقبل الاالطیب۔ اب بھول یا ناسمجھی کی وجہ سے جب لگائی جا چکی ہے تو اب اس کی تلافی کی صورت یہی ہے کہ مسجد کے نام پر ۱۵ ہزار چندہ کر کے خبیث لگائی گئی رقم کے بدلے محتاج مسلمانوں میں تقسیم کردی جائے اس طرح مسجد اپنی جگہ باقی رہے گی اور اس میں نماز ادا کرنا بلا کراہت درست ہوگا۔ مسجد کو کوئی نقصان پہنچانا یا اس میں نماز بند کرنا درست نہ ہوگا۔

مسئلہ حرام روپیہ سے کوئی چیز خریدنے میں تفصیل ہے، بعض صورتوں میں بیع بالکل ناجائز ہے اور اس چیز میں حرمت آجاتی ہے، اور بعض صورتوں میں اس چیز میں حرمت نہیں آتی اور بیع درست ہوتی ہے۔

اگر حرام روپیہ کو پہلے متعین کر کے اور اس کی جانب اشارہ کر کے اس کے عوض زمین وغیرہ خریدی اور مسجد وغیرہ بنوائی ہے تب تو وہ زمین اس کی ملک میں نہیں آئی اور وہ مسجد ہی نہیں ہوئی اور اگر بلاتعین واشارہ کے زمین خریدی ہے اور پھر وہ حرام روپیہ قیمت میں ادا کر دیا یا کسی دوسرے حلال روپیہ کو متعین کر کے زمین وغیرہ خریدی لیکن قیمت میں حرام روپیہ ادا کیا یا حرام روپیہ متعین کر کے خریدی لیکن پھر قیمت میں کوئی حلال روپیہ دے دیا تو ان سب صورتوں میں بیع درست ہوگی اور پھر باقاعدہ اس کو وقف کر دیا ہے تو وہ مسجد ہوگئی، اس میں نماز درست ہے۔ پہلی صورت میں جب کہ بیع درست نہیں ہوئی تب بھی اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جو کہ مسجد کے احترام کے خلاف ہے، جائز نہیں، البتہ وہاں پر نماز مکروہ ہے اور تاوقتے کہ پوری تحقیق نہ ہو اس کو مسجد ہی کہا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۰ جلد ۶ بحوالہ درمختار ص ۱۴۲ جلد ۵)

ایک سو تیس (۱۳۰) مسائل

مسئلہ سرکاری ٹنکی سے مسجد میں پانی لینا اگر خلاف قانون نہ ہو، بلکہ میونسپلٹی کی طرف سے اجازت ہو تو جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۸ جلد ۱۵)

Marfat.com

مسئلہ مسجد میں تلاوت بلند آواز سے کرنا جب کہ نمازیوں کو مخل ہو جائز نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۵۸ جلد ۶)

مسئلہ مسجد میں اپنا گھریلو سامان نہ رکھیں کہ یہ اعتراض کی چیز ہے، اگر مسجد میں سہہ دری، وضوخانہ وغیرہ ہو تو وہاں رکھیں (یعنی خارجِ مسجد) مسجد میں ایسی کتابیں جن سے نمازی فائدہ اٹھائیں مسجد میں رکھ لیں تو حرج نہیں۔

مسئلہ مسجد میں دینی کتابیں پڑھنا، دینی معلومات کے لیے خط لکھنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۸ جلد ۱۵)

مسئلہ مسافر کے لیے مسجد کی چٹائی لپٹنے کے لیے استعمال کرنا فتویٰ کی رو سے درست ہے۔ اور تقویٰ کی رو سے خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۷۹ جلد اول)

مسئلہ مسجد کی کتاب کو مکان پر رکھ کر مطالعہ کرنا امام کا (جب درست ہے کہ) چندہ دینے والوں کو اطلاع کر دے کہ میں نے آپ کے پیسوں سے کتابیں خریدیں ہیں ان کو مکان پر رکھ کر مطالعہ کرتا ہوں۔ ان کو اعتراض نہ ہو تو بس کافی ہے، اگر چندہ دینے والوں نے امام کو پیسوں کا مالک بنا دیا تھا تو پھر کسی قسم کا بھی اعتراض نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۸ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد کے کسی حصہ کو اپنی ذاتی ضرورت وفائدہ کے لیے مخصوص کر لینا جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ نماز کے لیے بھی اپنی جگہ مخصوص کرنے کا حق نہیں کہ وہاں کسی کو کھڑا ہونے سے اور نماز پڑھنے سے روکے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۶ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد کی موقوفہ زمین اگر کاشت کے لیے یا کرایہ پر دی جا سکتی ہو تو کاشت کر کے یا کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی مسجد کی ضروریات میں صرف کی جائے، ورنہ.....زمین میں درخت لگا کر پھل فروخت کر کے مسجد میں صرف کریں۔

مسئلہ جو جگہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد بنا دی گئی ہو، وہاں امام یا کسی اور کے لیے کمرہ بنانا درست نہیں (یعنی داخل مسجد میں)۔

مسئلہ جو زمین مسجد کے لیے وقف کر دی گئی وہاں دوسری مسجد بنانے کا حق نہیں، نہ اس کو دوسری مسجد کے لیے فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ اس کا روپیہ لیا جا سکتا ہے۔ ہاں اگر خدانخواستہ پہلی مسجد ویران ہو جائے، وہاں پر مسلمان باقی نہ رہیں، اور جہاں زمین ہے وہاں مسلمان موجود ہو اور

Marfat.com

ان کو مسجد کی ضرورت ہو تو اس زمین پر دوسری مسجد بنالینا درست ہے اور وہاں نماز درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۶ جلد ۱۵)

مسئلہ داخلِ مسجد میں تھوکنا اور رینٹ نکالنا یعنی ناک صاف کرنا حرام ہے، اس لیے تھوک، رینٹ اور بلغم سے مسجد کو پاک رکھنا واجب ہے، خواہ فرش پر ہو یا دیوار پر، اور خواہ چٹائی کے اوپر ہو یا نیچے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کو صاف کرنا واجب ہے، اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مسجد کا فرش مٹی کے ہو یا پتھر وغیرہ کا، یا اس پر فرش وغیرہ بچھا ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۴۵۸ جلد ۱)

مسئلہ ناک چھینک کر مسجد کی دیوار سے انگلی صاف کرنا خلافِ تہذیب ہے اور دوسروں کے لیے باعثِ اذیت اور مسجد سے بے اعتنائی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰۶ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد میں کنگھی کرنا درست ہے جبکہ بال نہ گرے۔ (فتاویٰ ص ۴۸۱ ج ۱)

مسئلہ مسجد کے پاس جب رقم نصاب کے برابر ہو تو اس میں زکوٰۃ لازم نہیں، نیز کوئی ناجائز آمدنی کا مسجد یا مدرسہ میں خرچ کرنا درست نہیں، ایسی آمدنی کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۲ جلد ۱۴)

مسئلہ مسجد کا پیسہ جو دوکانوں کے کرایہ اور شادی کے موقع پر حاصل ہوتا ہے اس سے امام صاحب کی تنخواہ دینا اور مسجد کے حمام و غسل خانہ میں صرف کرنا شرعاً درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۱ جلد ۱۴)

مسئلہ مسجد میں کوئی چیز دستیاب ہوئی، مسجد میں اس قدر اعلان کر دیا گیا کہ اب مالک کے ملنے کی توقع نہیں رہی، اس کو ایسے غریب کو دے دیں جو مستحق زکوٰۃ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۵ جلد ۱۰)

مسئلہ مسجد کی چٹائی (صف وغیرہ) جس پر نماز ادا کی جاتی ہے، ہاتھ سے کھولنی چاہئے، پیروں سے ٹھوکر مار کر کھولنا بے ادبی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۵ جلد ۳)

مسئلہ ناپاک حائضہ کا فرشِ مسجد، اندرونِ مسجد داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۸ جلد ۱۰ و شامی ص ۴۴۱ جلد ۱)

مسئلہ مسجد کی توہین کرنا، مذاق اڑانا، اس کو گالی دینا بہت خطرناک ہے، اس سے ایمان سلامت نہیں رہتا، ایسے شخص کو توبہ لازم ہے، آئندہ ہرگز اس قسم کا کوئی لفظ نہ کہے جس سے مسجد کی توہین ہوتی ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶۹ جلد ۱۷)

مسئلہ اگر تالاب دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو تو وہ ناپاک نہیں، اسکی گیلی مٹی ناپاک نہیں،

اس سے مسجد کو بھی لیپا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۶ ج ۱۷)

مسئلہ مسجد کی دیوار پر تیمم کرنا مکروہ ہے، کیونکہ مالِ وقف کو غیر مصرف میں صرف کرنا، لیکن اگر کرلیا تو درست ہو جائے گا، بشرطیکہ کہ چونہ مٹی سے مسجد کی لپائی کی گئی ہے وہ چونہ مٹی پاک ہو، اس میں ناپاکی ملی ہوئی نہ ہو۔ (امداد الاحکام ص ۴۴۰ ج ۱)

مسئلہ داخلِ مسجد میں نسوار سونگھنا اور تمباکو کھانا مسجد کے اندر خلافِ اولیٰ ہے جو کہ کراہتِ تنزیہیہ سے خالی نہیں۔ (امداد الاحکام ص ۴۶۲ جلد ۱، کفایت المفتی ص ۱۰۷ جلد ۳)

مسئلہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے خارجِ مسجد میں امام کی اقتداء میں نماز ادا کریں تو انکو مسجد کا ثواب ملے گا جبکہ صفوف ملی ہوئی ہوں۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۷ ج ۱)

مسئلہ مسجد میں نمازیوں کے لیے پانی کا انتظام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
(امداد الاحکام ص ۴۵۲ جلد اول)

مسئلہ مسجد میں ہوا کے لیے جنگلے کھولنا جائز ہے مگر کنیسہ وگرجا گھر کی طرز پر نہ ہوں بلکہ مسجدوں کی طرز پر ہوں۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۲ جلد ۱)

مسئلہ اگر کوئی شخص جماعت میں شریک ہونے کی نیت سے مسجد میں آئے اور اتفاق سے اس کو جماعت نہ مل سکے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو جماعت میں شریک ہونے والوں کی برابر ثواب عنایت فرماتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ قصداً دیر کر کے جماعت میں شریک ہونے سے نہ رہ جائے۔ (مظاہر حق ص ۱۰۴ جلد ۲ حدیث نمبر ۱۰)

مسئلہ جس مسجد میں جماعت کا انتظام ہو اور نماز کا وقت معیّن ہو اور امام بھی مقرر ہو اس میں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۰۶ جلد ۳)

مسئلہ باب اقتداء میں عیدگاہ اور نمازِ جنازہ کی جگہ کا حکم مسجد کا سا ہے۔ (عالمگیری ص ۷۰، جلد ۱)

مسئلہ کسی احاطہ میں ایسی مسجد ہے کہ دروازہ بند کر لینے کے بعد بھی گھر والوں سے اس میں جماعت ہو جاتی ہے تو یہ مسجد، مسجد جماعت کے حکم میں ہے، البتہ اگر یہ شکل ہے کہ احاطہ کے دروازے کے بند ہونے کے بعد جماعت نہیں ہوتی ہے گو عوام کو وہاں نماز کی اجازت ہو اور دروازہ کھلے رہنے پر جماعت بھی ہو جایا کرتی ہے تو بھی یہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ (عالمگیری ص ۷۰ جلد ۱)

مسئلہ امام نیچے ہو اور اس کی چھت پر مقتدی ہوں تو یہ جائز ہے بشرطیکہ مقتدی امام سے آگے نہ ہو، امام کا آگے ہونا ضروری ہے۔ (ردالمختار ص ۶۱۴ ج ۱)

Marfat.com

مسئلہ محلہ کی مسجد میں جب کوئی مؤذن نہ ہوتو نمازی کو اذان پکارنا چاہئے اور نماز پڑھنا چاہئے، گووہ تنہا ہو، کیونکہ اس پر مسجد کا حق ہے۔ (غایۃ الاوطار ص ۳۰۳ جلد ۱)

مسئلہ محلہ میں چند مسجدیں ہوں تو قدیم تر میں نماز پڑھنی چاہئے، اگر فاصلہ برابر ہو، ورنہ قریب تر میں۔ (ایضاً)

مسئلہ عیدگاہ، جنازہ گاہ کی تعظیم وتکریم مسجد جیسی کرنی چاہئے، پاخانہ، پیشاب اور وطی سے بچانا چاہئے۔ (طحطاوی علی الدرج ۱ ص ۴۳۹)

مسئلہ مصیبت کی وجہ سے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے، ایسے ہی مسجد کی چھت پر بھی۔

(ردالمختار ج ۱ ص ۶۱۹)

مسئلہ اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے، مگر یہ کہ وہ دوسری مسجد کا امام ومؤذن یا منتظم ہوتو مضائقہ نہیں۔ کوئی شخص فرض نماز پڑھ کر جماعت کے وقت مسجد میں آیا، اگر عشاء یا ظہر کی جماعت ہے تو نفل کی نیت سے مل جائے گا۔ (ردالمختار ج ۱ ص ۶۱۹)

مسئلہ فناء مسجد وہ جگہ ہے کہ اس کے اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ نہیں ہے۔ (ایضاً)

اقتداء کے باب میں فناء مسجد کا حکم مسجد جیسا ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ شارع عام کی مسجد میں جس میں بہ پابندی جماعت نہیں ہوتی ہے مسجد ہی کے حکم میں ہے مگر اس میں اعتکاف جائز نہیں ہے۔ (ردالمختار ج ۱ ص ۶۱۹)

مسئلہ فناء مسجد، خانقاہ، مسجد مدرسہ (مدرسہ کا جو کمرہ نماز کے لیے مخصوص ہے) حوض کے کنارے جو جگہ نماز کے لیے متعین ہے، بازار میں جو چبوترہ نماز پڑھنے کے لیے ہے یہ تمام مسجد کے حکم میں نہیں ہیں، حائضہ وغیرہ داخل ہوسکتی ہے۔ (ردالمختار ج ۱ ص ۶۱۵)

مسئلہ مسجد میں قبیح اَشعار پڑھنا مکروہ ہے، مگر حمد ونعت اور نصیحت آمیز اشعار کی اجازت ہے، جبکہ ذاکر ونمازی کا حرج نہ ہو۔ (ردالمختار ج ۱ ص ۶۱۹)

مسئلہ ذکر بلند آواز سے مسجد میں مکروہ ہے مگر درسِ فقہ دے سکتا ہے بشرطیکہ نمازیوں کو ایذاء نہ ہو، یہی حکم درسِ حدیث وتفسیر کا ہے۔ (ردالمختار ج ۱ ص ۶۱۸)

مسئلہ بوقتِ ضرورت غریب اور گھر والا بھی مسجد میں سوسکتا ہے مگر اجتناب مستحسن ہے۔

(عالمگیری ج ۶ ص ۲۱۵)

مسئلہ دنیا کا جو بھی کام ہو مسجد میں کرنا مکروہ ہے۔ (ایضاً)

Marfat.com

مسئلہ مولی، لہسن اور پیاز وغیرہ بدبودار چیز کچی کھا کر بغیر منہ کی بوصاف کیے مسجد میں آنا مکروہ ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ جس شخص کے کپڑے، بغل اور جسم سے بدبو آتی ہو اور اس سے دوسروں کو اذیت ہوتی ہو تو ایسے شخص کو دخولِ مسجد سے روکا جا سکتا ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ ایک شخص نے وصیت کی کہ یہ روپے فلاں مسجد کی تعمیر میں لگائے جائیں تو افضل یہ ہے کہ جس کے لیے وصیت کی ہے اُسی پر خرچ ہو، لیکن اگر دوسری مسجد پر صرف کر دیا گیا تو یہ بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ جلد۳ ص۱۰۳ بحوالہ سراجیہ)

مسئلہ دائمی سود خور کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ جلد۱ ص۷۳)

مسئلہ کفار کا مال جو کسی نے مکر و فساد اور چوری سے حاصل کیا ہو، اس سے مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ مسجد رفّاض (رافضی) میں نماز ادا کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ جلد۱ ص۹۵)

مسئلہ صرف ''آمین'' پکار کر کہنے والوں کو مسجد سے نکال دینا درست نہیں۔
(فتاویٰ عبدالحیؒ جلد۱ ص۷۲)

مسئلہ بنی ہوئی مسجد میں سامان رکھنے کے لیے کمرہ بنانا جائز نہیں ہے اور نہ کوئی مسکن۔
(فتاویٰ عبدالحیؒ جلد۱ ص۲۹۵)

مسئلہ امام مسجد میں ہے، اور اس کی اقتداء مسجد سے باہر کسی چھت وغیرہ پر بھی کی جائے جو مسجد کے پہلو میں ہے اور مسجد اور اس کی چھت کے درمیان کوئی راستہ نہیں ہے تو یہ جائز ہے۔
(مبسوط للسرخسی جلد۱ ص۲۱۰)

مسئلہ اپنے ذاتی مال سے مسجد کی دیواروں پر سونے کا پانی چڑھانا جائز ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے۔
(عالمگیری جلد۶ ص۲۱۴)

مسئلہ اگر موقوفہ گھر سے مسجد میں داخل ہونے کا کوئی راستہ ہے، امام مسجد اس راستہ سے آ سکتا ہے۔ (عالمگیری ص۲۱۴ جلد۶)

مسئلہ مؤذن کے لیے جائز ہے کہ مسجد کے موقوفہ کمرہ میں رہے۔ (ایضاً)

مسئلہ مسجد سے متصل امامِ مسجد کا کوئی اپنا مملوکہ گھر ہے یا کرایہ کا، اور وہ یہ چاہے کہ اس سے آنے کے لیے مسجد کی دیوار میں راستہ کھولے تو اس کی اس کو اجازت نہیں ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ مسجد میں درس تدریس جائز ہے، اگرچہ اس کے بوریئے اور اس کی چٹائیاں استعمال میں ہوں۔ (ایضاً)

مسئلہ ایک مسجد کو اہل محلّہ نے (کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے) دیوار دے کر دو کر دیا اور ہر ایک کے لیے الگ امام مقرر کر دیا، مگر مؤذن ایک ہی رکھا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اولیٰ یہ ہے کہ مؤذن بھی دو ہوں گو اہل محلّہ کا یہ فعل (ایک مسجد کی دو) بُرا ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ جماعت بڑھانے کے لیے اہلِ محلّہ کو اختیار ہے کہ دو مستقل مسجدوں کو ایک کر دیں۔ (ایضاً)

مسئلہ دو مسجدوں کو ایک کرنا تذکیر و تدریس کے لیے جائز نہیں ہے گو یہ کام مسجد میں جائز ہیں۔

(عالمگیری جلد ۶ ص ۲۱۵)

مسئلہ خراج ریح مسجد میں نہ ہو، خروجِ ریح کے وقت ادب یہ ہے کہ مسجد سے نکل جائے۔

(ایضاً)

مسئلہ بے وضو مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ (عالمگیری جلد ۶ ص ۲۱۵)

مسئلہ داخلِ محراب کا حکم مسجد کا ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ کوئی آ رہا تھا راستہ میں اس کو سخت سردی لگ گئی جس سے ہلاکت کا اندیشہ ہو گیا وہ مسجد میں چلا آیا اور محسوس کیا کہ آگ جلا کر گرمی حاصل نہ کی گئی تو جان یا عضو کا خطرہ ہے تو ایسی حالت میں وہ مسجد کی لکڑی جلا سکتا ہے، کسی دوسرے کی ہو تو اُسے بھی جلا سکتا ہے، دونوں کی موجودگی میں مسجد کی لکڑی جلانا اچھا ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ فتنۂ عامہ کے خطرہ سے غلّہ اور گھر کے دوسرے سامان کا مسجد میں بند کرنا جائز ہے۔

(ایضاً)

مسئلہ مسجد میں بیٹھ کر تعویذ بیچنا جس میں توریت، انجیل یا قرآن پاک کی آیتیں لکھی ہوں جائز نہیں ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ کسی نے مسجد سے گزرنے کی نیت کی، اور داخل ہو کر وسط میں پہنچ گیا، پھر اس نے ندامت محسوس کی تو اس کو چاہیے کہ دو رکعت نماز پڑھے پھر نکلے، اگر ناپاک تھا تو فوراً نکل آئے۔

(ایضاً)

مسئلہ مسجد میں تنگی پیدا ہو جائے تو لوگوں کو سمٹ کر بیٹھنے کے لیے کہنا اور اُن کا سمٹ کر بیٹھنا جائز ہے۔ (ایضاً)

Marfat.com

مسئلہ سخت گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر جماعت پڑھنا مکروہ ہے، البتہ نیچے گنجائش باقی نہ رہے تو چھت پر جا کر اقتداء کر سکتا ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ وقف کی آمدنی سے اذان کے لیے مینار اس وقت بنانا جائز ہے جب ایسا کرنا ضروری ہو مثلاً یہ کہ اہلِ محلّہ کو آواز نہ پہنچتی ہو، ورنہ جائز نہیں۔ (ایضاً)

مسئلہ طالب علم اپنی کتابوں میں مسجد کی گھاس لے کر نشان لگائے تو یہ معاف ہے۔
(عالمگیری جلد ۶ ص ۲۱۶)

مسئلہ تعمیرِ مسجد کے لیے جمع شدہ روپے میں سے اگر کسی نے ادا کرنے کی امید پر اپنے کام میں خرچ کر دیا جو اسکو نہ کرنا چاہئے تھا، اب اس کو چاہئے کہ اپنے کسی ساتھی کو خبر کر کے جو جانتا تھا ادا کر دے، اور اگر خاموشی سے اس نے مسجد کا مال اپنے کام میں خرچ کیا تھا تو قاضی کو اطلاع دے کر اداء کرے اور قاضی نہ ہو تو یوں بھی ادا کرے تو فیما بینہ وبین اللہ بری الذمہ ہو جائیگا۔
(بحر الرائق جلد ۵ ص ۲۵۱)

مسئلہ بنی ہوئی مسجد توڑ کر مضبوط و مستحکم بنانا اہلِ محلّہ کے لیے اس وقت جائز ہے جب بانیٔ مسجد اہلِ محلّہ میں سے ہو، ورنہ نہیں۔ (بحر جلد ۵ ص ۲۵۱)

مسئلہ مسجد کے اَوقاف سے مدرسہ میں خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ عبد الحیٔ جلد ۲ ص ۱۳۶)

مسئلہ امام ومؤذن کی تقرری وانتخاب میں اگر بانی مسجد اور اہلِ محلّہ میں اختلاف ہو جائے تو اگر اہلِ محلّہ کا منتخب کردہ امام ومؤذن بانی مسجد کے منتخب کردہ امام ومؤذن سے بہتر ہو تو اسی کو چنا جائے گا، کیونکہ اہل محلّہ ہی کو امام ومؤذن کا نفع وضرر ہے۔ (کبیری ص ۵۷)

مسئلہ مسجد کے لیے تیل اور چٹائی دونوں کے خریدنے کا ثواب برابر ہے ہاں ان میں جس کی مسجد کی زیادہ ضرورت ہے اس کا خریدنا زیادہ اچھا ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ اپنی مسجد میں جماعت چھوٹ گئی، اس لیے جماعت کی اُمید پر دوسری مسجد میں گیا، اس کا یہ فعل افضل ہے، مگر مسجد حرام، مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ بہر حال خود افضل ہیں (یعنی ان کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نہ جائیں گے)۔

مسئلہ اپنی مسجد چھوڑ کر جماعت کے لیے گیا مگر وہاں بھی جماعت نہ ملی تو پھر اپنی ہی مسجد افضل ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ موذن نے اذان دی مگر کوئی دوسرا آدمی نہ آیا کہ جماعت ہو، ایسی حالت میں مؤذن

جماعت کے لیے اپنی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں نہ جائے گا، بلکہ تنہا بھی پڑھنا پڑے تو بھی اپنی ہی مسجد میں وہ نماز ادا کرے۔ (ایضاً)

مسئلہ اذان ہوئی، نمازی آئے مگر امام نہ آیا تو ان ہی میں سے ایک امامت کرے گا، یہ امام کے نہ آنے کی وجہ سے جماعت کے لیے دوسری مسجد میں نہیں جائیں گے۔ (ایضاً)

مسئلہ اپنی مسجد میں کسی کی تکبیر اولیٰ یا ایک دو رکعت چھوٹ جائے، اور دوسری مسجد میں اس کو ان کے پالینے کی امید ہو تو بھی ان کو اجازت نہیں ہے کہ اپنی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں جائیں۔ اگر جماعت کا کچھ حصہ بھی اپنی مسجد میں مل گیا تو اس نے فضیلت پالی۔ (ایضاً)

اپنے محلّہ کی مسجد کا امام جب زانی یا سود خور ہو تو ایسی حالت میں اپنی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں جاسکتا ہے۔ یا اسی طرح کی کوئی اور ناپسندیدہ عادت یا عیب۔

مسئلہ اس امام میں ہے تو بھی دوسری مسجد میں جاسکتا ہے۔ (یا عیب امام کا ایسا ہو شرعاً بھی ناگواری کا باعث ہو)۔ (کبیری ص ۵۶۹)

مسئلہ ہر طرح کی بدبو سے مسجد کو محفوظ رکھنا واجب ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ اگر رفع فساد کے لیے غیر مقلّدین نے دوسری مسجد بنوالی تو توڑنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ مسجدِ ضرار کے حکم میں نہیں ہے، ہاں اگر مقصود تفریق وفساد ہو تو تو وہ ضرار کے حکم میں ہوگی۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ جلد ۲ ص ۱۵۹)

مسئلہ تاڑی پی کر مسجد جانا، گو نشہ نہ ہو ممنوع ہے اور ایسے شخص کو مسجد سے نکلوا دینا درست ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ جلد ۲ ص ۱۷۶)

مسئلہ سفر سے واپسی میں مسجد میں اُترے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ (کبیری ص ۴۱۰)

مسئلہ بانی مسجد مرمّت، عمارت، فرش، چٹائی، قندیل، اذان، اقامت اور امامت کا زیادہ حقدار ہے، ایسی ہی بانی کی اولاد اور اس کا خاندان، اس کے مرنے کے بعد۔ (کبیری ص ۵۷۱)

مسئلہ بانی کو یہ حق صلاحیت کی شرط کے ساتھ ہے، ورنہ اس کی رائے کو دخل ہوگا۔ (عالمگیری جلد ۱ ص ۷۰)

مسئلہ مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمم جائز ہے، مگر بے ادبی سے خالی نہیں۔ (ایضاً جلد ۳ ص ۱۳۴)

مسئلہ زکوٰۃ کا مال مسجد میں لگانا درست نہیں ہے۔ (عالمگیری جلد ۳ ص ۲۴۳)

Marfat.com

مسئلہ مسجد کا کوئی حصہ نہ تو حصولِ آمدنی کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے اور نہ مسکن۔

(ردالمختار جلد۳ ص۵۱۲)

مسئلہ اجرت دے کر بھی کوئی چاہے کہ مسجد کی دیوار سے فائدہ اُٹھائے تو یہ جائز نہیں ہے، خواہ کوئی بھی فائدہ اٹھانے والا ہو۔ (ایضاً جلد۱ ص۵۱۳)

مسئلہ مسجد کی چھت پر وطی، پیشاب اور پاخانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (ردالمختار جلد۱ ص۶۱۴)

مسئلہ بغیر عذرِ شرعی مسجد کو راستہ بنانا مکروہ تحریمی ہے، البتہ بوقتِ مجبوری وضرورت شدید گزرنا جائز ہے مگر اس کی عادت قریب بہ فسق ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ جن مصلّوں پر اللہ تعالیٰ کے نام ہوں، ان کا بچھانا اور استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(عالمگیری جلد۱ ص۷۰)

مسئلہ مسجد میں نجاست داخل کرنا حرام ہے، ایسے ہی جس شخص کے بدن پر نجاست لگی ہو، اس کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ (ردالمختار جلد۱ ص۶۱۴)

مسئلہ مسجد میں جُنبی (ناپاک مرد) حیض اور نفاس والی عورت کا داخل ہونا حرام ہے۔

(عالمگیری جلد۱ ص۷۰)

مسئلہ مسجد کے اندر کنواں کھودنا منع ہے، ہاں پہلے سے ہو تو چھوڑ دیا جائے گا۔ (مسجد سے باہر ضرورت کے لیے کھودنا چاہئے)۔ (عالمگیری جلد۱ ص۷۰)

(مسجد کے اندر کا مطلب ہے وہ جگہ جو نماز کے لیے مخصوص ہوتی ہے جیسے مسجد کا اندرونی حصہ اور صحن، مسجد کے احاطہ کے اندر ان کے علاوہ جو جگہ ہے وہ بھی باہر کا حصہ کہا جاتا ہے۔ مؤلف)

مسئلہ مسجد میں ناپاک مٹی لگانا اور اس کو ناپاک مٹی سے لیپنا ناجائز ہے۔ (ردالمختار جلد۱ ص۶۱۴)

مسئلہ مسجد میں خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ معتکف کو صرف بھاؤ کرنے کی اجازت ہے مگر بیع نہ ہو۔ (ایضاً، عالمگیری جلد۱ ص۷۰)

مسئلہ کوئی شخص اگر مسجد میں کسی خاص جگہ آ کر بیٹھتا ہے، اس جگہ دوسرا آ کر بیٹھ گیا تو اس کو وہ اٹھا نہیں سکتا۔ (ردالمختار جلد۱ ص۶۳۰)

مسئلہ مسجد میں بغیر طہارت داخل ہونا مکروہ ہے۔ (بحرالرائق جلد۵ ص۲۵۱)

مسئلہ مسجد میں فصد لگوانا اور اس طرح پیشاب کرنا کہ پیشاب کسی برتن میں رکھا جائے، تب

بھی جائز نہیں ہے۔ (ردالمختار جلد ا ص ۶۱۴)

مسئلہ مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا جس سے تلویثِ مسجد کا اندیشہ ہو جائز نہیں ہے۔ (ص ۶۱۵، ایضاً)

مسئلہ گندے مچھیرے کا مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے، اسی طرح جُذام والے کا۔ ان کو دخولِ مسجد سے روکنا بھی جائز ہے۔ (فتح الباری لابن حجرؒ جلد ۲ ص ۲۳۴)

مسئلہ بابیل یا چمگاڈر اپنی بیٹوں (پائخانہ) سے جب مسجد کو گندہ کر رہی ہوں تو اُن کو بچوں سمیت نکال پھینکنا جائز ہے۔ (عالمگیری جلد ۶ ص ۲۱۵)

مسئلہ پاگل اور بچہ کا مسجد میں داخل ہونا اگر تلویث کا گمان غالب ہو تو حرام ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمختار جلد ا ص ۶۱۵)

مسئلہ مسجد کو ہر گھن والی چیز سے پاک وصاف رکھنا واجب ہے۔ (ردالمختار جلد ا ص ۶۱۸)

مسئلہ مسجد میں سلائی کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر وہ مسجد کی نگرانی کے لیے بیٹھا ہو اور اس سلسلہ میں سلائی بھی کرتا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (عالمگیری ص ۷۰ ج ۱)

مسئلہ دیوار، فرش اور مسجد کی چٹائی پر تھوکنا یا بلغم ڈالنا جائز نہیں ہے۔ (ردالمختار جلد ا ص ۶۱۸)

مسئلہ مسجد میں ناپاک گارے کی استر کاری مکروہ ہے۔ (ردالمختار جلد ا ص ۶۱۴)

مسئلہ اُجرت پر کتابت کرنے والے کاتب کے لیے مسجد میں کتابت مکروہ ہے، ہاں بغیر اجرت یا اپنے لیے لکھے تو جائز ہے۔ (عالمگیری جلد ا ص ۷۰)

مسئلہ مسجد کی دیواروں اور محراب پر لکھنا قرآن پاک کی آیتوں کا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ مسجد کے منہدم ہونے کی صورت میں توہین کا اندیشہ ہے۔ (ایضاً) کتبوں یا رقعوں کا مسجد کے دروازہ پر لٹکانا یا چپکانا مکروہ ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ بوقتِ ضرورت گوبر ملی ہوئی مٹی کا لگانا جائز ہے۔ (ردالمختار، ایضاً)

مسئلہ مسجد کا سامان رکھنے کے لیے مسجد کے ساتھ حجرہ بنانا جائز ہے۔ (عالمگیری ج ا ص ۷۰)

مسئلہ جو معلّم اجرت پر بچوں کو پڑھاتا ہو اور وہ گرمی یا کسی اور مجبوری سے مسجد میں بیٹھے تو مکروہ نہیں ہے۔ (ایضاً) اور بعض لوگوں نے کاتب کی طرح مکروہ کہا ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ مسجد میں نماز کے علاوہ دوسرے دینی کام کے لیے بیٹھنا جائز ہے، لیکن اگر اس کی وجہ سے کوئی چیز غائب ہوگی تو تاوان دینا ہوگا۔ (ایضاً)

مسئلہ مسجد میں کسی ایک جگہ کو اپنے لیے مخصوص کر لینا مکروہ ہے۔ (ردالمختار جلد ا ص ۶۲۰)

مسئلہ مسجد میں کوئی نمازی کہیں بیٹھ جائے تو بغیر ضرورتِ شرعی اس کو چھیڑنا اور وہاں سے اُٹھانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر عام نمازیوں کو اس سے تکلیف ہو تو اُسے اٹھایا جا سکتا ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ بصورتِ تنگی غیر محلہ والے کو مسجد میں آنے سے روکا جا سکتا ہے۔ کسی کے بیٹھنے سے صف میں خلل ہو تو نمازیوں کو حق ہے کہ اُسے اُٹھا دیں۔ (ردالمختار جلد ا ص ۶۲۰)

مسئلہ اگر مسجد میں تنگی ہو جائے تو عام نمازیوں سے چاہے وہ ذکر و شغل میں مصروف ہوں، سمٹ کر بیٹھنے کی فہمائش کرنا جائز ہے۔ (ردالمختار جلد ا ص ۶۲۰)

مسئلہ مسجد میں نمازی کی گردن پھاندنا مکروہ ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ آج کل مسجد میں پاک و صاف جوتا پہننا بھی بے ادبی ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ دنیا کی باتیں مسجد میں نیکیوں کو اس طرح چباڈالتی ہیں جیسے چوپائے گھاس کو یا جیسے آگ لکڑی کو۔ (کشاف جلد ا ص ۳۸۷)

مسئلہ دنیا کی باتوں کے لیے مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ (عالمگیری ج ۶ ص ۲۱۵)

مسئلہ جو مسجد میں چوری کا عادی ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کو سزا دی جائے اور سخت سزا اور ساتھ ہی قید میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔ (عالمگیری جلد ۳ ص ۱۰۷)

مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نمازِ جنازہ؟

مسئلہ جو حصہ پہلے سے مسجد ہے، اس میں جماعتِ ثانیہ اور نمازِ جنازہ مکروہ ہے، اور جس حصہ کا مسجد میں بعد میں (نمازِ جنازہ) اضافہ ہوا ہے، اگر مسجد میں اس جگہ کا اضافہ بہ نیتِ مسجد کیا گیا ہے تب اس پر مسجد کے احکام جاری کریں گے یعنی وہاں پر ناپاک کا جانا منع ہوگا اور جماعتِ ثانیہ مکروہ ہوگی۔

اگر بہ نیتِ مسجد اضافہ نہیں کیا گیا، بلکہ اس غرض سے وہ حصہ بڑھا دیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت وہاں بیٹھ کر بچے بیٹھ کر پڑھ لیا کریں گے یا نمازی زیادہ ہو جائیں تو وہاں بھی کھڑے ہو جایا کریں، لیکن وہ حصہ حصہ مسجد نہیں ہے تو اس پر مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے، وہاں ناپاک کا جانا، جماعتِ ثانیہ، نمازِ جنازہ وغیرہ سب چیزیں درست ہیں، اس کی تحقیق کہ اس حصہ کا اضافہ مسجد کی نیت سے کیا گیا ہے یا نہیں، واقف اور بانی سے کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۴ ج ۲)

Marfat.com

مسجد میں قبریں شامل کرنا؟

مسئلہ قبروں کی زمین مملوک ہے یا وقف ہے، اور یہ کہ قبریں نئی ہیں یا پُرانی، کہ میت بالکل مٹی بن چکی ہے۔ اگر زمین مملوک ہے اور قبریں بہت پرانی ہیں تو مالک کی اجازت سے اس کو مسجد میں شامل کرنا درست ہے اور اگر قبریں اتنی پرانی نہیں تو مسجد میں شامل کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس سے قبروں اور موتیٰ کی توہین ہوتی ہے، نیز موتےٰ کی طرف سجدہ کرنا لازم آئے گا اور اگر زمین وقف ہے اور قبریں پرانی نہیں تب بھی شامل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر قبریں پُرانی ہوچکیں کہ میت بالکل مٹی بن گئی، نیز وہاں مُردوں کو دفن نہیں کیا جاتا ہو تو اس کو مسجد میں شامل کرنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸۹ جلد اول وص ۱۷۳ جلد ۱۰ بحوالہ زیلعی ص ۲۴۶ جلد ا وفتاویٰ رحیمیہ ص ۸۴ جلد ۶)

مسئلہ اگر وہ زمین جس میں قبریں ہیں کسی کی مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے اس جگہ کی قبریں برابر کر کے مسجد میں شامل کرنا درست ہے، اور ان قبروں کی اینٹوں کو بھی مالک کی اجازت سے مسجد میں صرف کرنا جائز ہے. بشرطیکہ قبریں اتنی پرانی ہوں کہ اب ان میں میت موجود نہ ہو بلکہ مٹی بن چکی ہو۔ اور اگر وہ جگہ قبروں کے لیے وقف ہو تو اس کو مسجد میں شامل کرنا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۳ جلد ۱۰)

مسئلہ مسجد کے احاطہ میں مسجد کی وقف زمین میں میت کو دفنانا درست نہیں ہے۔ جو زمین مسجد کے لیے وقف ہو، اس پر سوائے مصالح مسجد کے اور کوئی تصرف جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۳ جلد ۶ وکفایت المفتی ص ۱۰۸ ج ۳)

مسجد کے روپیہ سے قبرستان کے لیے زمین خریدنا؟

سوال مسجد کے قریب زمین ہونے کی وجہ سے قبرستان کی نیت سے متولی صاحب نے قبرستان کے لیے خرید لی مسجد کے روپیہ سے؟

جواب اس زمین کو خریدنے کے لیے جتنا روپیہ مسجد کا خرچ ہوا وہ سب روپیہ مسلمان چندہ کر کے مسجد کو دے دیں اور اس زمین کو قبرستان ہی رکھیں۔ مسجد کے روپیہ سے قبرستان کے لیے زمین خریدنے کا حق نہیں ہے، لہٰذا مسجد کا روپیہ وصول ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۷ جلد ۱۲)

Marfat.com

مسجد کے اطراف میں مسجد سے اونچا مکان بنانا؟

سوال مسجد کے سامنے قبلہ والی دیوار کے متصل مسجد سے اونچا مکان بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز بقیہ تین جہتوں میں مسجد سے اونچا مکان بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب مسجد کے اردگرد مسجد کی عمارت سے اونچے مکانات بنانا جائز ہے، اس سے مسجد کے بے حرمتی نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۱ جلد ۱۰)

احاطۂ مسجد واقع قبرستان میں امام کے لیے کمرہ بنانا؟

سوال مسجد کے احاطہ میں قبرستان شامل ہے جو تقریباً تیس سال سے دفن کے لیے بند ہے، قبرستان کی اس حد میں امام صاحب کی رہائش کے لیے ایک کمرہ بنایا گیا ہے تو کیا یہ درست ہے؟

جواب احاطۂ مسجد میں قبرستان کا یہ قطعہ وقف ہے، کسی کا مملوک نہیں ہے، اس پر امام صاحب کی رہائش کے لیے کمرہ بنانا اور اس میں غسل خانہ و پیشاب خانہ بنانا قطعاً جائز نہیں، اس کے بنانے والے اور اس میں رہنے والے دونوں سخت گنہگار ہوں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۸ جلد ۱۰)

پُرانے قبرستان کو مسجد بنانا؟

جواب اگر وہ قبرستان مملوکہ زمین ہے اور اس میں قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ میت ان میں بالکل مٹی بن گئی تو ان قبروں کو توڑ کر زمین ہموار کر دینا، اور وہاں مسجد، مدرسہ، دوکان سب کچھ بنانا درست ہے۔

میت کے مٹی بن جانے کے بعد قبر کے احکام بدل جاتے ہیں، اگر میت مٹی نہیں بنی تو وہاں مسجد وغیرہ بنانا اور قبر کو توڑنا ناجائز ہے، ایسی حالت میں قبر کا احترام ضروری ہے قبر کو سامنے کر کے نماز پڑھنا ناجائز ہے، بلکہ اس کے قریب بھی نماز پڑھنے سے احتیاط چاہیئے کہ بعض صورتوں میں کراہت زیادہ ہوتی ہے بعض میں کم۔

اگر وہ قبرستان پرانا وقف ہے اور اب وہاں مُردے دفن نہیں ہوتے دوسرا قبرستان موجود ہے اور قبرستان کے بیکار پڑے رہنے سے اندیشہ ہے کہ اس پر دوسرے لوگ غلط قبضہ کر لیں گے اور وہاں مسجد بنانا مناسب ہے تو مسلمانوں کے باہم مشورہ سے مسجد بنانا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۸ ج ۶ بحوالہ تبیین الحقائق ص ۲۴۶ جلد ۱ و فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۲ جلد ۱۸)

Marfat.com

مسئلہ نمازی کے سامنے اگر کوئی قبر آگے کی طرف یعنی بجانب قبلہ نہیں ہے جو نمازی کے سامنے واقع ہوتی ہو تو ایسی مسجد (جگہ) میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۹ جلد ۴ بحوالہ درمختار ص ۳۵۳ ج ۱ باب الصلوٰۃ)

مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں رکھنا؟

مسئلہ قبر میں میت کے نیچے چٹائی بچھانا مکروہ ہے۔ مسجد میں اگر کسی نے چٹائی لاکر بچھادی اور اب وہ بوسیدہ ہوگئی اور مسجد میں استعمال کے قابل نہ رہی تو بچھانے والے اصل مالک کو اختیار ہے کہ جو چاہے کرے۔ اگر مسجد کے پیسے سے خریدی گئی تو اس کو مسجد کے کسی کام میں، یا فروخت کرکے اس کا پیسہ مسجد میں خرچ کردیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۵ ج ۱۴)

قبرستان کی خالی زمین کی آمدنی مسجد میں؟

سوال چند آدمیوں نے مل کر کچھ زمین قبرستان کے نام پر دے دی ہے، اب اس زمین کے کچھ حصہ میں تو قبریں ہیں اور کچھ خالی ہے۔ تو جو حصہ خالی ہے۔ اس میں کاشت کرکے اس کی آمدنی مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب قبرستان کے لیے زمین دیتے وقت اگر یہ کہہ دیتے کہ اس کی خالی زمین کی پیداوار مسجد میں دی جائے، تب تو اجازت ہوجاتی، مگر اس وقت انہوں نے ایسا نہیں کیا، اب اس کی اجازت نہیں، بلکہ اس کی پیداوار قبرستان ہی پر صرف کی جائے۔ لیکن اگر وہاں ضرورت نہیں اور کوئی قبرستان بھی حاجت مند نہیں، اور آمدنی کے روپے کا تحفظ دشوار ہے تو پھر سب کے مشورہ سے مسجد میں صرف کرسکتے ہیں۔ اس کا بھی لحاظ رہے کہ اس خالی جگہ میں کھیتی کرنے سے کہیں دوسروں کے قبضہ میں آکر وقف ہی ختم نہ ہوجائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۲ جلد ۱۸)

مسئلہ اگر وہ جگہ (قبرستان) مسجد کی ہے اور قبریں اتنی پرانی ہیں کہ میت ان میں باقی نہیں بلکہ مٹی بن چکی ہے تو باہمی مشورہ سے وہاں دوکانیں تعمیر کراکر، کرایہ پر دینا اور وہ کرایہ ضروریات مسجد، تعمیر، تنخواہ امام ومؤذن میں صرف کرنا درست ہے۔ جب قبر پرانی ہوجائے اور میت مٹی بن جائے تو قبر کا حکم باقی نہیں رہتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۵ جلد ۱۸)

Marfat.com

غیر آباد مسجد میں میّت دفن کرنا؟

مسئلہ اگر مسجد فی الحال ویران ہے یعنی اس میں نماز نہیں ہوتی، تاہم اس سے اس کی مسجدیت میں فرق نہیں آتا، اس کی مسجدیت ہمیشہ برقرار رہے گی، اس لیے اس میں مُردوں کو دفن کرنا ناجائز ہے کیونکہ یہ غرض بانی وواقف واحترام مسجد کے خلاف ہے لیکن اگر عدم واقفیت کی بناء پر کسی کو مسجد میں دفن کر دیا گیا ہے تو اس کو قبر کھود کر نکلوانے کی ضرورت نہیں کہ اس سے میت کی توہین ہے اور نبشِ قبر بلاحق آدمی کے ناجائز ہے۔ اور یہاں پر کسی کا حقِ خدمت نہیں ہوتا۔ واقف کا اس لیے نہیں کہ اس کی ملکیت نہیں رہی، عام مسلمانوں کا اس لیے نہیں کہ وہ اس میں نماز نہیں پڑھتے، غیر آباد ہے۔ لہٰذا آئندہ کے لیے مسجد کی حفاظت کر دی جائے کہ کوئی اور میت دفن نہ ہو، اور دفن شدہ میت کو نہ نکالا جائے کہ چند روز میں قبر خود زمین کے برابر ہو جائے گی اور میت کے پُرانا ہونے پر قبر کو زمین کے ہموار کرنا اور اس پر چلنا اور نماز پڑھنا درست ہو جائے گا۔

اگر اس سے پہلے وہ مسجد آباد ہو جائے تو قبر پر کھڑے ہو کر یا اس کی جانب رُخ کر کے نماز نہ پڑھیں اگر گنجائش نہ ہو اور جگہ کی تنگی ہو تو پھر قبر کو ہموار کر دیا جائے کہ اس صورت میں نمازیوں کا جن کے لیے مسجد وقف ہے، حق فوت ہوتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۶ جلد ۶ بحوالہ درمختار ص ۶۰۲ جلد ۱)

مسئلہ مسجد کے مغربی گوشے میں دیوار کے باہر قبریں ہوں تو اس سے نماز میں کراہت نہ ہو گی، کیونکہ دیوار مغربی مسجد کی حائل کافی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۷ جلد ۴ بحوالہ غنیۃ ص ۳۵۰)

داخل مسجد میں مردے دفن کرنا؟

مسئلہ مسجد جس جگہ قرار پائی جاتی ہے اس کے بعد اس میں کسی قسم کا تصرف شرعاً درست نہیں ہوتا ہے اور جب نمازِ جنازہ کا حکم بھی یہ ہے کہ وہ خارجِ مسجد ادا کی جاتی ہے تو مسجد میں تدفین شرعاً کیسے درست ہو سکتی ہے۔ (یعنی داخلِ مسجد تدفین درست نہیں ہے)۔

(نظام الفتاویٰ ص ۳۰۴ جلد اول بحوالہ شامی ص ۳۷۶ ج ۱ کتاب الوقف)

دربارِ الٰہی کے آداب

اب تک خانۂ خدا سے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا، اس سے یہ امر بالکل مُتّضح ہو گیا ہو گا کہ

Marfat.com

اس دربار کی کچھ اور ہی خصوصیت ہے اور اس کا امتیازی نشان بہت اونچا ہے، تو جس مقدس گھر کی شان وشوکت اور وقعت وعزت کا عنداللہ یہ حال ہو، یقینی طور پر اس کے آداب بھی اسی اعتبار سے بلند ہوں گے، اور ان کا بجالانا بھی اسی قدر ضروری ہوگا۔

دنیا کے معمولی درباروں کا حال آپ کو معلوم ہے کہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اس کے کچھ خاص آداب ہوتے ہیں جن کی بجاآوری ہر اس شخص پر لازم ہوتی ہے جو وہاں آئے بادشاہ وقت اور اس کے احکام کے اجلاس کے قوانین منضبط ہوتے ہیں۔ اور ان کی خلاف ورزی کی حالت میں سزائیں متعین ہوتی ہیں خواہ وہ جرمانہ کی سزا ہو یا قید وبند کی۔

دنیاوی حکام کے اجلاسوں کے آداب جنھیں ہم رات دن اپنی اپنی زندگی میں برتتے ہیں ان کو سامنے رکھ کر ہمیں غور کرنا چاہئے کہ اس دربار کی عزت ووقعت کا کیا حال ہوگا جو انسانوں کا نہیں، بلکہ ان کے خالق ومالک کا گھر کہلاتا ہے، جو احکم الحاکمین کے روبرو ہونے کا مقام ہے اور جو اسی کے آگے سجدہ کرنے کے لیے مخصوص ہے۔

قرآن پاک میں اس گھر کا تذکرہ جس عنوان سے کیا گیا ہے وہ آپ اپنی مثال ہے، اس کی رفعت اور علو مرتبہ کی بڑی مدح سرائی کی گئی ہے، اس کی صفائی وپاکی کی بار بار تاکید بیان کی گئی ہے اور اس کے آداب کی طرف نمایاں اشارے کیے گئے ہیں، اور رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نہایت تفصیل کے ساتھ ایک ایک چیز کو بتایا ہے۔ اور ساتھ ہی ان احکام کی جو مسجد کے باب میں آئے ہیں خلاف ورزی پر وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

مسجد کی حاضری رحمتِ الٰہی کا ذریعہ ہے

ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں اس دن پناہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ ہی نہ ہوگا، ان سات میں ایک وہ شخص ہوگا کہ وہ جب مسجد سے نکلتا ہے تو واپسی تک اس کا دھیان اسی طرف لگا رہتا ہے۔

ایک حدیث ہے کہ جو شخص مسجد میں داخل ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہے۔ رب العزت اسے نقصان، خسران وغیرہ سے محفوظ رکھتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص کو دیکھو کہ مسجد سے محبت کرتا ہے اور اس کی خدمت کرتا ہے، اس کے مؤمن ہونے کی شہادت دو۔ (مشکوٰۃ باب المساجد)

Marfat.com

حدیث میں ''تعاہد'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی مسجد کی نگہداشت وخبر گیری کرنا، اس کی محافظت ومرمّت کرنا، جھاڑو دینا، نماز پڑھنا، عبادت میں مشغول رہنا، ذِکر کرنا، علومِ دینی کا درس دینا ہے۔
(فتاویٰ عبدالحی ص ۴۱ جلد ۳)

ایک دفعہ آپؐ نے مسجد جانے والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ رحمتِ الٰہی میں غوطہ لگانے والے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں۔ (کنز العمال ص ۱۱۰ جلد ۳)

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو تاریکی میں مسجد میں حاضر ہوتے ہیں نورِ کامل کی بشارت سنائی۔

بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامة۔ (رواہ الترمذی)

تاریکی میں مسجد کی طرف جانے والوں کو نورِ کامل کی بشارت دو جو قیامت کے دن حاصل ہوگا۔
(مشکوٰۃ باب المساجد)

مسجد کی قربت

اس گھر کی بڑائی کا یہ حال ہے کہ اس کا فیض وکرم پڑوس کو بھی نہیں محروم کرتا، رحمت کی چھینٹیں اُڑ کر اُن پر بھی پڑتی رہتی ہیں، جس سے ان کا درجہ بھی کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

فضل الدار القریبة من المسجد علی الشاسعة کفضل الغازی علی القاعد۔
(کنز العمال ص ۱۳۸ ج ۴)

مسجد سے جو گھر قریب ہیں، ان کی فضیلت دور والے گھر پر ایسی ہے جیسی نمازی کو گھر بیٹھنے والے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

دیکھا آپ نے کہ پڑوس کا مرتبہ بھی کتنا اونچا ہوگیا، یہ قریب اور آس پاس کے مکانات اپنے دوسرے مکانات پر سبقت لے گئے، اور ایسا کیوں نہ ہو، جہاں رحمتِ الٰہی کی بارش ہوتی ہے، جو جلوہ گاہِ خداوندی ہے، اور جس کو دنیا کی جنت کہا گیا ہے، یقیناً اس کا پڑوس بھی اس سے کچھ نہ کچھ تو نفع اندوز ہوگا ہی۔

مگر اس کے ساتھ قدرت کا یہ انصاف بھی ہے کہ جو مسجد سے دور رہتے ہیں ان کو بھی محروم نہیں کیا ہے بلکہ ان کو بھی اس طرح یہ حصہ عطا کیا ہے، آنحضرتؐ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

ان اعظم الناس اجراً فی الصلٰوۃ ابعدھم الیھاممشی فابعدھم والذی ینتظر الصلٰوۃ حتی یصلیھا مع الامام اعظم اجراً من الذی یصلیھاثم ینام

(مسلم باب کثرۃ الخطا الی المساجد وفضل المشی الیھاص ۲۳۰)

زیادہ اَجراُنکے لیے ہے جو دور دور سے چل کر آتے ہیں اور جو مسجد میں آ کر جماعت سے نماز پڑھتے ہیں وہ تنہا نماز پڑھ کر سونے والے سے بہتر ہیں۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے تسلی و تسکین کا مواد فراہم کیا گیا ہے جو مسجد سے دور بستے ہیں۔ اور پڑوس کی محرومی کا تدارک اس ثواب عظیم سے کیا گیا ہے جو دُور سے چل کر آنے میں ہوتا ہے اور اس چلنے کے ثواب کی کثرت کا یہ حال ہے کہ کوئی قدم ثواب سے خالی نہیں ہے۔

مسجد میں آمد کا ثواب

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارا گھر مسجد سے دوری پر تھا، ایک موقع سے میں نے ارادہ کرلیا کہ اپنا گھر بیچ ڈالوں اور چل کر مسجدِ نبویؐ کے پڑوس میں (جس حد تک ممکن ہو) جا بسوں، لیکن آنحضرت ﷺ نے مجھے اس ارادہ سے روک دیا اور فرمایا:

ان لکم بکل خطوۃ درجۃ۔ (مسلم باب کثرۃ الخطا الی المساجد ص ۲۳۵ ج ۱)

بے شک تمہارے لیے ہر قدم پر ایک درجہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسجدِ نبویؐ کے پڑوس میں کچھ جگہ خالی ہوئی قبیلہ بنو سلمہ جو مسجد سے دوری پر آباد تھا اُس کا ارادہ ہوا کہ پڑوس میں آ کر آباد ہو اور پہلی جگہ چھوڑ دے، یہ خبر جب آنحضرتؐ کو ہوئی تو آپؐ نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا، انہوں نے اثبات میں جواب دیا، آپؐ نے جب ان کا یہ ارادہ دیکھا تو ان سے کہا:

یابنی سلمۃ دیارکم تکتب اثارکم۔

(مسلم باب کثرۃ الخطا الی المساجد وفضل المشی الیھا ص ۲۳۵ ج ۱)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ان کو ترغیب دی کہ جہاں تھے وہیں رہیں، دوری سے نہ گھبرائیں، یہ دوری بھی باعثِ ثواب بنتی ہے یعنی وہاں سے چل کر جب مسجد آنا ہوتا ہے تو چلنا زیادہ پڑتا ہے اور اسی اعتبار سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ یہاں ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے پھر یہ بھی ایک پُر لطف بات ہے کہ آدمی جب گھر سے باوضو مسجد کے لیے

Marfat.com

نکلتا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہوتا ہے اس طرح اجر میں کچھ اور اضافہ کی توقع ہے۔ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا:

الابعدفالابعد من المسجد اعظم اجراً۔ (ابوداؤد باب ماجاء فی فضل المشی الی الصلوۃ)

مسجد سے جو جس قدر دور ہوتا ہے اور وہ آتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔

ایک دفعہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب کوئی پاک وصاف ہوکر باوضو کسی مسجد کے لیے چلتا ہے کہ فریضہ ادا کرے تو ایسے شخص کا ایک قدم گناہ کو مٹاتا ہے اور دوسرا درجہ کی بلندی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ (مسلم شریف ص ۲۳۵ جلد ۱)

مسجد میں جانے کا مسنون طریقہ

گھر سے جب چلنے لگے تو پہلے وضو کرلیا جائے، کیونکہ سنت طریقہ یہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جماعت کی نماز میں ثواب کی زیادتی کا ذکر فرمایا ہے وہاں یہ بھی صراحت ہے کہ ثواب کی زیادتی اس وجہ سے ہے کہ وضو کیا اور اس کے بعد خالص نیت سے مسجد روانہ ہوا۔ اور انہی آداب کے ساتھ چلنے پر درجہ کی بلندی اور گناہ کی معافی کی بشارت ہے۔

(بخاری ص ۶۹ جلد اول)

ضرورت بھی ہے کہ دربارِ خداوندی کے لیے پوری تیاری کے ساتھ چلیں، کپڑے بھی صاف ہوں، بدن بھی پاک ہو اور اعضاء وضوء جو وہاں جاکر نمایاں طور پر مصروفِ مناجات اور اظہارِ تذلل میں پیش پیش ہوں گے، صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوں۔

روانہ ہوتے ہوئے ایک نظر اپنی ظاہری ہیئت پر بھی ڈال لی جائے اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ ہم ایک عظیم المرتبت دربار کو جارہے ہیں، اتنا عظیم المرتبت کہ اسے دنیا کی جنت سے تعبیر کیا جائے تو مبالغہ نہیں۔ حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ جس میں ان درباروں کو جنت کا باغ کہا گیا ہے، اس لیے جہاں ہر طرح کی نجاست حقیقی اور حکمی سے پاک ہوکر جانا ضروری ہے، ادب یہ بھی ہے کہ ظاہری ہیئت عمدہ سے عمدہ ہو، ایسی عمدہ جو شریعت کی نظر میں خراجِ تحسین حاصل کرسکے۔

حتی المقدور کپڑے پاک وصاف ہونے کے ساتھ عمدہ ہوں۔، کرتہ کی آستین پوری ہو، اگر قدرت نے وسعت عطا کی ہے تو خوشبو لیں، تاکہ پسینہ وغیرہ کی بو بالکلیہ جاتی رہے

Marfat.com

اور فرشتوں کو کوئی اذیت نہ پہنچنے پائے، ارشادِ ربانی ہے:

یابنی آدم خذوازینتکم عند کل مسجد۔ (اعراف۔۳)

اے آدم کی اولاد! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباسِ زینت پہن لیا کرو۔

یعنی جب عرض ونیاز کیلئے مناجات وسرگوشی کے لیے دربارِ الٰہی میں آؤ تو صاف ستھرا لباس زیب تن کرلیا کرو جو پاک وصاف اور شرعی حدود کے مطابق ہو، تم احکم الحاکمین کے سامنے اس کے دربار میں حاضری دے رہے ہو تو ظاہری آداب کا بھی پورا پورا لحاظ رکھو، تاکہ ظاہری طور پر بھی کسی کو بے ادبی کا شبہ نہ ہوسکے، یہ درست ہے کہ وہ پہلے دل کی گہرائی کو دیکھتا ہے مگر دل کی صفائی کا اثر جسم پر بھی ہونا ضروری ہے اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ دل کی ویرانی کے ساتھ جو زیب وزینت ہوتی ہے وہ کسی درجہ میں مطلوب نہیں، لیکن موجودہ دور میں دین کی رسمی محبت کی وجہ سے لباس میں جو بے پرواہی ہوتی ہے وہ بھی کسی درجہ میں پسندیدہ نہیں ہے۔

اس آیت سے مسجد کے لیے حسنِ ہیئت کا حکم بھی مستفاد ہوتا ہے جو مسجد کی بزرگی واحترام کا ایک دل نشین طریقہ ہے۔ تفسیر ابنِ کثیر میں ہے، اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز کے وقت ہیئت اچھی سے اچھی ہونی چاہئے۔ (ابنِ کثیر ص ۲۱۰ جلد ۱۲)

مسجد میں وقار واطمینان سے آئے

مسجد آتے ہوئے یہ خیال رہے کہ ہم ایک بڑی عبادت کے لیے بڑے گھر کی طرف جا رہے ہیں، اس لیے رفتار میں پورا وقار، اعتدال اور سکینت نمایاں ہو، ایسی رفتار ہرگز نہ اختیار کی جائے جس سے دیکھنے والا ہلکا پن محسوس کرے اور عام نظروں میں مضحکہ خیز ۔۔۔ حد تک پہنچ جائے، ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ نماز کا ارادہ کرنا بھی نماز ہی کے حکم میں ہے، لہٰذا راستہ چلتے ہوئے لہو ولعب، ہنسی مذاق اور ناجائز چیزوں پر نظر سے پرہیز کیا جائے اور یہاں بھی حتی الوسع نماز کے خلاف امور سے پورا اجتناب کیا جائے۔ نگاہ نیچی، دل میں محبت وخشیت اور امید وبیم کی کیفیت طاری ہو، چہرہ پر تواضع اور تذلل کے آثار ہوں، مگر یہ سب کسی اور کے لیے ہرگز ہرگز نہ ہو، محض رب العالمین کے لیے ہو۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

اذاسمعتم الاقامة فامشوا الی الصلٰوة وعلیکم بالسکینة والوقار ولاتسرعوا۔

(باب مادرکتم فصلوا)

Marfat.com

جب تم اقامت سنو تو نماز کے لیے اس طرح چلو کہ تم پر سکینت ووقار طاری ہو، اور دوڑو مت۔

واتوھا وعلیکم السکینۃ فما ادرکتم فصلوا مافاتکم فاتموا فان احدکم اذا کان یعمد الی الصلوٰۃ فھو فی الصلوٰۃ۔ (مسلم باب استحباب اتیان الصلوٰۃ)

نماز کے لیے اس طرح آؤ کہ تم پروقار واطمینان ہو، جو پالو پڑھ لو، اور جو چھوٹ جائے اسے پورا کرلو، جب تم میں کا کوئی نماز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ حکماً نماز ہی میں ہوتا ہے۔

مسجد میں پیدل آئے

مسجد میں پیدل چل کر آنا چاہئے، بغیر عذرِ شرعی سواری سے آنا اچھا نہیں، تاکہ ہر قدم کا اجر نامۂ اعمال میں لکھا جائے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے، آنحضرت کا دستور بھی یہی معلوم ہوتا ہے، پھر یہ کہ پیدل مسجد میں آنا باعثِ کفارۂ گناہ ہے۔

مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرے

راستہ اس طرح طے کرکے جب مسجد کے دروازے پر پہنچ جائیں تو ذرا قلب وجگر تھام لیں کہ اب بہت ہی بڑے دربار میں داخلہ ہورہا ہے، علمائے سلف اور صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حالات میں میری نظر سے ایسے واقعات گزرے ہیں جن کا تصور بھی آج کل مشکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ بعض بزرگانِ دین کا مسجد کے دروازہ پر پہنچ کر رنگ بدل جاتا تھا اور ان کی عجیب کیفیت ہوجاتی تھی۔

بہرحال داخل ہوتے ہوئے مسجد میں پہلے دایاں پیر رکھیں، پھر بایاں۔ اور فارغ ہوکر جب نکلنے لگیں تو اس کے خلاف کریں، یعنی پہلے بایاں پیر نکالیں، پھر دایاں۔ مگر جوتا وغیرہ پہلے داہنے ہی پیر میں پہنیں کہ طریقۂ مسنونہ یہی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت ہے کہ جب مسجد میں تو داخل ہو تو پہلے دایاں پاؤں ڈال اور جب نکلے تو پہلے بایاں پیر نکال۔ (فتح الباری ص ۳۵۳ ج ۱)

صحابۂ کرامؓ کا اسی پر عمل رہا اور ادب کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ نسبتاً دائیں کو بائیں پر فضیلت ہے۔

دایاں پاؤں رکھتے ہوئے یہ دعاء پڑھی جائے:

اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك۔

"اے اللہ! مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

اور جب باہر نکلیں تو بایاں پاؤں پہلے نکالیں اور یہ دعاء پڑھتے ہوئے:

اللّٰھم انی اسئلك من فضلك۔

"اے میرے اللہ! تجھ سے تیرے فضل و بخشش کی درخواست کرتا ہوں۔"

مسجد میں پہنچ کر دیکھے کہ لوگ جمع ہیں تو سلام کرے اور اگر کوئی موجود نہ ہو تو اس طرح سلام کرے: "السلام علینامن ربنا وعلی عباداللّٰہ الصالحین۔

("اسلام کا نظامِ مساجد" از مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند)

دربارِ الٰہی کی صفائی

انسان طبعاً نفاست پسند واقع ہوا ہے، ہر شخص اپنی وسعت بھر چاہتا ہے کہ وہ خود بھی پاکیزہ رہے، اس کا گھر بھی صاف ستھرا رہے اور اس کی ہر چیز سے نفاست ٹپکے، پھر جو جس مرتبہ کا ہے اس کی صفائی بھی اسی کی انداز کی ہوتی ہے۔

ان چیزوں کو سامنے رکھ کر یہ مسئلہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ مسجد دربارِ الٰہی اور خانۂ خدا ہے، اس کی صفائی کس قدر ضروری ہے، کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جو عنداللہ محترم ہے اور جہاں مسلمان اپنے مولیٰ کی عبادت کے لیے اچھی سے اچھی ہیئت میں جمع ہوتے ہیں، اور حاضری کے وقت ان عضاء کو عموماً دھو کر آتے ہیں جن پر گرد و غبار کے اُڑ کر پڑنے کا اندیشہ ہے۔

صفائی کا ثبوت قرآن سے

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہ صفائی بھی ہر چیز کی طرح اعتدال پر ہو، اور افراط و تفریط سے پاک ہو، نہ اس قدر اسے بڑھایا جائے کہ حدِ تزخرف کو پہنچ جائے اور نہ ایسی بے توجہی برتی جائے کہ گرد و غبار سے اَٹ جائے۔ اس اعتدال پر رہ کر اس کی پاکیزگی اور نفاست کا خیال ازبس ضروری ہے۔

وعھدنا الٰی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعکفین

Marfat.com

والرکع السجود۔ (بقرہ)

ہم نے ابراہیم واسمٰعیل (علیہم السلام) سے عہد لیا کہ وہ دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیے پاک وصاف رکھیں۔

یہ آیت شانِ نزول میں گو خاص ہے مگر بابِ احکام میں عام ہے، اور مفسرین نے اسی وجہ سے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ مسجدوں کو ہر طرح پاک وصاف رکھنا ضروری ہے، ظاہری، باطنی، اعتقادی، معنوی ہر اعتبار سے پاکی کامل ہو، نہ انجاس واصنام ہوں اور نہ عصیان وطغیان۔ پھر غور کیجئے خانۂ خدا کی طہارت اور صفائی کا حکم جلیل القدر نبیوں کو ہو رہا ہے، جو بیت اللہ اور مسجدوں کی عظمتِ شان کا بہت بڑا مظاہرہ ہے۔

مسجد کی صفائی کے فضائل

مسجد کی صفائی کے فضائل حدیثوں میں بے شمار ہیں، یہاں اس سلسلہ کی صرف چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جو اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کافی ووافی ہے، ایک دفعہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد۔

(مشکوٰۃ عن الترمذی وابی داؤد ج ا ص ۶۹)

مجھ پر میری اُمّت کے اجر پیش کیے گئے، یہاں تک کہ وہ کوڑا بھی جو کسی نے مسجد سے باہر کیا تھا۔

عربی داں جانتا ہے کہ قذاۃ کے لفظ میں کس قدر فصاحت وبلاغت ہے، قذاۃ اس تنکے کو کہتے ہیں جو آنکھ میں پڑ جائے۔ تنکے کے پڑنے سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ سب جانتے ہیں اور اسے نکالنے کی جس قدر جلد سعی پیہم کی جاتی ہے، وہ بھی کسی سے مخفی نہیں تو گویا اس لفظ کو لا کر اس طرف اشارہ کیا گیا کہ کوڑا کرکٹ مسجد کیلئے ایسی ہی اذیت کا باعث ہے جیسے تنکا آنکھوں کے لیے اس لیے اسے جلد سے جلد صاف کیا جائے، دوسرے یہ کہ معمولی گندگی بھی مسجد میں نہ ہونی چاہئے۔

سرکارِ دوعالمؐ کی خدمتِ مسجد

حضرت انس رضی اللہ عنہ خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ

کی نظر بلغم پر پڑ گئی جو قبلۂ مسجد میں کسی نے ڈال دیا تھا، یہ دیکھ کر آپ کو بڑی اذیت ہوئی اور اس اذیت و ناگواری کا اثر چہرۂ مبارک پر آ گیا، پھر خود اُٹھے اور اپنے دستِ مبارک سے اُسے صاف فرمایا۔ اس کے بعد صحابۂ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: لوگو! تم میں کا کوئی جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے اور اس کے اور قبلہ کے درمیان رب العزت اپنی رحمت و رضا کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے، اس لیے کوئی اپنے سامنے نہ تھوکے، نماز میں تھوکنے کی ایسی ہی مجبوری لاحق ہو تو بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے ڈال سکتا ہے، پھر آپؐ نے مَل کر کے اسے بتایا، اپنی چادرِ مبارک کے ایک کنارے کو لیا، اس پر تھوکا اور مَل دیا۔ پھر فرمایا ایسا ہی کرے۔

(بخاری جلد ا ص ۵۸)

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

البزاق خطیئۃ و کفارتھا دفنھا۔ (بخاری ص ۵۹ ج ۱)

تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کا دفن کرنا ہے۔

یعنی مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، کسی سے نادانستہ ایسی غلطی ہو ہی جائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو دفن کر دے۔ نوویؒ نے لکھا ہے کہ مسجد میں کہیں بھی تھوکا نہیں جا سکتا، بلکہ تھوکنا گناہ ہے اور قبلہ کی دیوار کا احترام نسبتاً بڑھا ہوا ہے۔ اس لیے ادھر تھوکنا اور بھی برا ہے، یہ قبلہ مسجد میں ہو یا کسی اور جگہ، دونوں قابلِ احترام ہیں۔ جس جگہ آدمی نماز پڑھتا ہے وہاں نماز میں قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت ہے۔ ان اللہ جمیل یحب الجمال۔

نماز پڑھتے ہوئے منہ میں تھوک آ ہی جائے تو کپڑے کے کنارے پر تھوک کو مَل دے کہ اس صورت میں تلویثِ مسجد نہیں ہے، مسجد سے باہر اگر کوئی نماز پڑھتا ہو اور پاؤں کے نیچے یا بائیں جانب مجبوری کی حالت میں تھوک دے تو مضائقہ نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں تھوکنے کی جرأت نہ کی جائے، نگلنا پڑے تو یہ کرے مگر تھوکنا مناسب نہیں۔ (فتح الباری ص ۳۴۴ جلد ا)

مسجد سے گندگی دُور کرنا

مسجد میں تھوک دیکھا جائے تو اس پر مٹی ڈال دی جائے، اگر فرش کچا ہے یا کھرچ کر

Marfat.com

پھینک دیا جائے۔ اور فرش پختہ ہے تو اس کو صاف کرے، دھو کر یا کپڑے سے اٹھا کر، کیونکہ فرش پر مَلنے سے اور گندگی پھیل جائے گی۔ صاف کرنے میں اس کا خیال رہے کہ کوئی اثر گندگی کا باقی نہ رہنے پائے اور ہو سکے تو خوشبو لے کر مَل دے۔ (فتح الباری ص ۳۴۵ جلد ۱)

قفالؒ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ دفن کرنے کا جس کو حکم ہے وہ منہ اور سر سے اُترنے والا تھوک ہے۔ باقی جو بلغم سینہ سے آتا ہے وہ نجس ہے اُسے کسی حال میں مسجد میں دفن نہ کیا جائیگا۔ (فتح الباری ص ۳۵۶ جلد ۱)

دفن کے معنی عام لیے جائیں یعنی اس کو صاف کر دینا اس طرح کہ ظاہری طور پر اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے تا کہ اشکال سرے سے ختم ہو جائے، کیونکہ گھن جس سے آتی ہو اُسے مسجد میں دفن کرنا کسی طرح اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے متعلق آیا ہے کہ انہوں نے ایک رات مسجد میں تھوک دیا اور صاف کرنا بھول گئے۔ گھر واپس پہنچ چکے تو ان کو یاد آیا فوراً روشنی لے کر مسجد تشریف لائے اور اُسے تلاش کر کے صاف گیا۔ (فتح الباری ص ۳۴۶ جلد ۱)

صاحب فتح الباری نے حضرت ابوذرؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

وجدت فی مساوی اعمال امتی النخاعة تکون فی المسجد لاتدفن۔

(ج ۱ ص ۳۴۵)

میں نے اپنی اُمت کے برے اعمال میں اس گاڑھے تھوک کو بھی پایا جو مسجد میں ڈالا گیا مگر صاف نہ کیا گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے گندہ کرنے کا گناہ نامۂ اعمال میں ثبت ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن حساب کتاب میں وہ چیز بھی سامنے لائی جاتی ہے۔ پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ مسجد میں کوئی ایسا تنکا بھی نہ ڈالے جس سے گندگی معلوم ہو، اور اگر کوئی ایسی چیز دیکھ لے تو فوراً صاف کر دے۔ امام کی تو خصوصیت سے یہ ذمہ داری ہے کہ مسجد کی صفائی کی دیکھ بھال کرے اور اس کی نگرانی کرے کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو انجام دیا ہے۔ (فتح الباری ص ۳۴۶ جلد ۱)

مسجد کو گندہ کرنے کی سزا

حضرت سائب بن فدارؓ فرماتے ہیں ایک شخص نے قوم کی امامت کی، اتفاق کی بات

اُس نے جانب قبلہ تھوک دیا، جسے آنحضرتؐ نے بچشمِ خود دیکھ لیا۔ آپ ﷺ کو یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی آپ ﷺ نے سختی سے فرمایا کا اس کو اب امامت نہ کرنے دینا۔ چنانچہ لوگوں نے اس کو دوبارہ امامت نہ کرنے دی۔ اس کو جب آپ کا واقعہ معلوم ہوا تو وہ دربارِ نبویؐ میں حاضر ہوا اور جو کچھ سنا تھا بیان کیا۔ آپ نے اس کی باتیں سن لیں اور اس کے بعد فرمایا۔ ہاں یہ درست ہے میں نے ہی روکا ہے اس لیے کہ تم نے مسجد میں تھوک کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اذیت دی۔

(مشکوٰۃ شریف باب المساجد)

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسجد کی بے ادبی کوئی معمولی جرم نہیں ہے یہ وہ جرم عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاکؐ کے لیے باعثِ اذیت ہوتا ہے۔ اور اس جرم میں کسی عہدہ دار کو اس کے عہدہ سے معزول کر دیا جائے تو بجا ہے۔ بلکہ وہ اسی لائق ہے کہ اس کو جرم کا بدلہ ملنا چاہیے۔

جاروب کش نگاہِ نبویؐ میں

ایک طرف گندہ کرنے کی سخت سزا جو اوپر مذکور ہوئی، اور دوسری طرف اس کی صفائی کا یہ ثواب کہ قیامت میں اس کو اس کا گراں قدر معاوضہ عطا ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام شخص مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، اس کا انتقال ہوگیا، جس کی اطلاع آپ کو نہ دی گئی، آپؐ نے جب دوسرے دن اس کو نہیں دیکھا تو لوگوں سے دریافت فرمایا۔ آپ کو بتایا گیا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا۔ اس کی اچانک موت کی خبر سن کر آپؐ نے فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی، پھر فرمایا اس کی قبر بتاؤ، چنانچہ آپؐ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ راوی کو اس کے متعلق شک ہے کہ وہ عورت تھی یا مرد تھا۔ مگر روایتوں کی تفتیش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت تھی اور اس کی کنیت ام محجن تھی۔

(فتح الباری ص ۳۷۱ جلد ۱)

لوگوں نے یہ سمجھا ہوگا کہ ایک معمولی آدمی کے لیے آپ ﷺ کو کیوں تکلیف دی جائے مگر آپ کی نظر میں اس کی اس حیثیت سے بڑی وقعت تھی کہ اس کو خادم مسجد ہونے کا شرف حاصل تھا۔

خدمتِ مسجد ایمان کی علامت ہے

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

اذارأیتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهد واله بالایمان۔۳۱

جب تم کسی کو مسجد کی خدمت کرتے دیکھو تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو۔

تعاہد کے بہت سے معنوں میں ایک معنیٰ جھاڑو دینا بھی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ عموماً دوشنبہ اور پنجشنبہ کو مسجد قبا جاتے تھے ایک دن مسجد میں دیکھا کہ جھاڑو نہیں دی گئی ہے، خود آپ نے کھجور کی شاخ لے کر مسجد کو صاف فرمایا، پھر لوگوں کو تاکید فرمائی کہ مسجد کو مکڑیوں کے جالے وغیرہ سے پاک وصاف رکھو۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا اس (مسجد) کو ہر طرح کی گندگی سے پاک وصاف رکھو۔ یہ اس لیے کہ اس میں ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآن پاک ہو۔

مسجد کی صفائی کا معاوضہ

اخیر میں اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ خادمِ مسجد کا اجر کتنا بڑا ہے:

من اخرج اذی من المسجد بنی الله له بیتافی الجنة۔ (ابن ماجہ باب تطہیر المساجد)

جو شخص مسجد سے گندگی نکالے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

اس حدیث کو پڑھ کر ہر مسلمان کے دل میں مسجد کی خدمت اور اس کی صفائی کا جذبہ پیدا ہونا چاہئے کہ اس معمولی خدمت کا اجر اتنا بڑا نصیب ہوگا۔

اس تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ مسجد کو جو دربارِ الٰہی ہے ہر طرح کی گندگی، خس وخاشاک، تھوک، بلغم، گھناونی چیز اور شریعت مین جو بھی نجس اور تکلیف دہ ہے اس سے پاک وصاف رکھنا ضروری ہے۔ اور جو اس خدمت کو انجام دے گا، اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اس کو بڑا اجر ملے گا۔

پھر یہ بھی واضح ہو جائے کہ یہ خدمت باعثِ ذلت نہیں، باعثِ عزت ورضائے الٰہی ہے اور یہ وہ عظیم الشان خدمت ہے جسے خود سرکارِ دوعلم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں انجام دیا ہے اور آپؐ کے جلیل القدر صحابۂ کرامؓ نے۔

اسی علّتِ اذیت میں مکڑی کے جالے بھی آجاتے ہیں کہ آدمی طبعاً اس سے بھی تکلیف

Marfat.com

محسوس کرتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں اس طرف توجہ دینے کی بڑی گنجائش ہے، اس سلسلہ میں فاروقِ اعظمؓ کا قول گزر چکا ہے کہ آپؐ نے مسجدِ قبا کے متعلق فرمایا تھا کہ مکڑیوں کے جالے سے پاک وصاف رکھو۔

اسی علت میں اخراجِ ریح بھی ہے کہ اس سے بھی بدبو پھیلتی ہے اور جب بدبو پھیلے گی تو اذیت ضرور پائی جائے گی۔ علماء نے اسی وجہ سے لکھا ہے کہ اخراجِ ریح مسجد میں مکروہ ہے معتکف کو البتہ بعض نے معذور قرار دیا ہے، یوں اجتناب ہر حال میں اولیٰ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ فرشتے نمازیوں کے لیے اس وقت تک دعاء کرتے ہیں جب تک وہ حدث نہیں کرتے ہیں۔

(مسلم شریف ص ۲۳۴)

خوشبو کی دُھونی

صرف یہی نہیں ہے کہ مسجد کو بدبو اور گندی چیزوں سے بچانا ضروری ہے بلکہ تطہیر وتنظیف کے ساتھ تطییب بھی مطلوب ہے، ایک لمبی حدیث میں یہ ٹکڑا بھی آیا ہے:

اتخذوا علی ابوابها المطاهر وجمروها فی الجمع۔ (ابن ماجہ ص ۵۵ جلد ۱)

ان (مسجدوں) کے دروازوں پر طہارت خانہ بناؤ اور جمعوں میں ان کے اندر خوشبو کی دُھونی دو۔

یہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے کہ مسجدوں میں طہارت خانہ اور خوشبو کی دھونی کا انتظام کرو۔ فاروقِ اعظمؓ ہر جمعہ کے دن دوپہر میں مسجد کے اندر خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے، ساتھ ہی یہ حکم بھی جاری کر دیا تھا کہ ہر شہر کی مسجدوں میں دوپہر کے وقت خوشبو کی دھونی دی جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مسجدیں بناؤ اور ان کو پاک وصاف اور معطر رکھو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لوبان، اگربتی اور دوسری خوشبو جلائی جائے، جمعہ کے دن اور بھی اس کا اہتمام رکھا جائے۔ (اسلام کا نظام مساجد ص ۲۱۱ تا ۲۲۱)

مسجد کی صفائی برش سے کرنا؟

سوال مسجد میں بجائے جھاڑو کے بالوں کا بنا ہوا برش استعمال کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ اگر وہ برش خنزیر کے بالوں سے بنا ہے تو وہ ناپاک ہے اور نجاست کو مسجد میں داخل کرنا منع ہے۔ اور اگر خنزیر کے علاوہ کسی دوسرے جانور کے بالوں سے بنا ہے تو وہ ناپاک نہیں، اس کو مسجد میں داخل کرنا ناجائز نہیں ہے، تاہم اس میں اشتباہ ہو تو اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰۵ جلد ۱، بحوالہ شامی ص ۶۸۶ جلد ۱)

مسئلہ بے پردگی وغیرہ کی کوئی قباحت نہ ہو تو عورت مسجد کی صفائی کی سعادت حاصل کر سکتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۱۶ جلد ۶)

قیامت کے دن دیدارِ الٰہی جو سب سے بڑی نعمت ہے، اس کے لیے جب اجتماع ہوگا تو ان میں ان لوگوں کو جو پابندی کے ساتھ مسجد میں جا کر امام کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، ممتاز جگہ حاصل ہوگی۔

(زاد المعاد ص ۱۳ جلد اول)

وقف اور تولیت

مسجد کے لیے جو زمین وغیرہ وقف کی جاتی ہے اس کے یقینی طور پر واقف کی ملکیت بالکلیہ ختم ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے وقف میں شرط ہے کہ واقف راستہ کے ساتھ اپنی اُس ملکیت سے علیٰحدہ ہو جائے اور لوگوں کو نماز کی عام اجازت دیدے، اس اجازت کے بعد اگر ایک شخص نے بھی اس میں نماز پڑھ لی تو وہ مسجد ہوگئی، واقف کی ملکیت سے علیٰحدگی کا فائدہ یہ ہوگا کہ یہ ملکیت حسبۃً للہ ہو جائے گی اور سپردگی بحقِ مسجد ثابت ہو جائے گی۔

بعض ائمہ کہتے ہیں کہ وقف کے بعد قبضہ کے ثابت ہونے کے لیے باجماعت نماز ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ مقصود بالذات مسجد سے جماعت ہی کی نماز ہے، انفرادی طور پر تو ہر جگہ نماز پڑھی جا سکتی ہے، چنانچہ اذان واقامت کا مقصد بھی جماعت ہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک شخص نماز پڑھے مگر اذان واقامت کے ساتھ تو قبضہ کے لیے یہ کافی ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کا یہ کہنا ہے کہ صرف واقف کا وقف کا اعلان ہی مسجدیت کے لیے کافی ہے۔

تولیت

مسئلہ تولیت میں واقف کو اختیار ہے کہ تولیت اپنے اور اپنے خاندان کے لیے محفوظ رکھے یا وہ جس کو چاہے بخش دے، مگر جب متولی میں شرعی اعذار پیدا ہو جائیں گے تو اس کو اس

Marfat.com

عہدہ سے برطرف کردیا جائے گا، مثلاً وہ غیر مامون ہو، عاجز ہو، فاسق ہو یا فاجر کہ اس کو شراب پینے کی عادت ہوگئی یا کیمیا میں مال خرچ کرنے لگا، تو ایسی صورت میں متوتی کو تولیت سے علیٰحدہ کر دینا ضروری ہے۔

کوئی متوتی خائن ہوجائے تو اس کو بھی قاضی معزول کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی متوتی سال بھر پاگل رہے تو وہ خود بخود معزول ہوجائے گا، البتہ صحت یاب ہونے پر وہ دوبارہ متوتی ہوسکتا ہے۔

مسئلہ واقف نے اگر یہ شرط لگادی ہے کہ تولیت اس کی اَولاد در اولاد رہے گی تو جب تک اس خاندان سے کھلی ہوئی خیانت ثابت نہ ہوجائے یا کوئی اور ایسا عذر محقق نہ ہوجائے جس سے معزولی جائز وضروری ہو، قاضی کسی اور کو متولی نہیں بنا سکتا ہے اور اگر وہ ایسا بغیر کسی معقول عذر کے پائے جانے کے کرنا چاہے تو قاضی کا یہ فعل درست نہ ہوگا۔ ہاں جن اسباب کی بناء پر متولی کے علیحدہ کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، ان میں سے کوئی سبب یا عذر پایا جائے گا تو قاضی اس کو علیحدہ کردے گا۔

مسئلہ جس وقف کی تولیت کسی متعین شخص یا خاندان سے مخصوص نہ ہو یا انتخاب کا حق اہلِ مسجد پر ہو تو اس وقت متولی ایسے شخص کو منتخب کیا جائے گا جو اس عہدہ کا خواہاں نہ ہو، کیونکہ جو عہدہ کا خواہشمند ہوتا ہے وہ عموماً اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں رکھتا ہے اور کسی فاسد نیت سے اس کا خواہاں ہوتا ہے۔

حقِ انتخاب

مسئلہ متولی کے انتخاب کا حق واقف کو ہے، پھر حاکم اور قاضی کو یا واقف نے جن لوگوں کو اس کا اختیار دیا ہے، جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے وہاں عموماً یہ اختیار محلّہ کی پبلک کو واقف دیتے ہیں جن کو دین سے لگاؤ ہو۔

مسئلہ متولی نے اگر وقف کی کوئی چیز بیچ دی یا رہن رکھدی تو یہ خیانت سمجھی جائے گی اور اس کو معزول کردیا جائے گا، یا اس کا کسی ثقہ آدمی کو شریک کار بنادیا جائے گا۔ (عالمگیری باب تصرف القیم)

مسئلہ ایک شخص کئی وقف کا متولی ہے، اگر اس سے کسی ایک وقف میں بھی خیانت ثابت ہوگئی تو اسے کل اوقاف سے معزول کردیا جائیگا۔ (ردالمختار جلد ۳، ص ۴۲۱)

Marfat.com

مسئلہ متولی واقف ہو یا کوئی اور، مگر وہ اطمینان بخش نہ رہا، عاجز ہو گیا یا فاسق و فاجر، تو اس کو عہدۂ تولیت سے علیحدہ کر دینا ضروری ہے۔ (درمختار بر حاشیہ ردالمحتار ص ۴۲۱ جلد ۳)

مسئلہ متولی خائن ہو جائے تو قاضی کے لیے جائز ہے، کہ اس کو معزول کر دے۔ (ایضاً)

مسئلہ ایسا شخص جس کو تہمت لگانے کے جرم میں حد لگائی گئی ہے مگر اب اس نے توبہ کر لی ہے، ایسے شخص کو متولی بنانا جائز ہے۔ (ایضاً)

متولّی کے اَوصاف

متولی کے انتخاب میں ان چیزوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ اَمانت دار، معتمد، دیانت دار اور متقی ہو، خائن، چور اور مسرف (فضول خرچ) نہ ہو۔ پھر یہ کہ وہ عاقل و بالغ ہو، اس لحاظ نہیں ہے کہ وہ آنکھ والا ہو یا اندھا، مرد ہو یا عورت۔ کیونکہ اندھا اور عورت بھی متولی ہو سکتے ہیں۔

مسئلہ متولی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی خوشی سے اپنی جگہ اپنی زندگی میں کسی اور کو متولی بنا دے، البتہ اگر اس کو مختارِ کل بنا دیا گیا ہو تو ایسا کر سکتا ہے۔

متولّی کے فرائض

تولیت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کے اختیارات لامحدود ہوں، بلکہ اس کے اختیارات کی شریعت نے تعیین کر دی ہے اور اس کے فرائض بیان کر دیئے گئے ہیں جن کی پابندی متولی کے لیے ضروری ہے۔ اپنی مفوضہ خدمت سے زیادہ کا اس کو اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ واقف نے اگر مشاہرہ کا اس کے لیے تعین کر دیا ہے تو اس کو اس کا لینا جائز ہے، ورنہ بقدر اجرت کے اجازت ہے۔ (فتاویٰ عبدالحی ص ۴۰۴ ج ۱)

مسئلہ متولی کے لیے جائز ہے کہ بوقتِ ضرورت مسجد کی صفائی اور روشنی کے لیے ملازم رکھے، مگر مشاہرہ مناسب اور دستور کے مطابق مقرر کرے۔ زیادہ دے گا تو وہ ضامن ہوگا، ہاں وہ اپنے پاس سے زیادہ بھی دے سکتا ہے۔ (فتح القدیر کشوری ص ۸۸۰ جلد ۲)

مسئلہ متولی وقف کی بچت سے یعنی صرف کرنے کے بعد جو بچے گا، اس سے ذرائع آمدنی خرید کرے گا جو وقف ہی ہوگا لیکن اس خریدی ہوئی چیز کا حکم وقف کا نہ ہوگا۔ یعنی ضرورت کے وقت یہ بعد کی خریدی ہوئی چیز فروخت ہو سکتی ہے۔ (ایضاً)

Marfat.com

مسئلہ وقف میں جو گھر ہے اس میں کوئی متولی کی اجازت حاصل کیے بغیر رہے گا تو اس کو اُجرت مثل وجوباً دینی ہوگی۔ (ایضاً)

مسئلہ متولی ضرورت کے وقت وقف میں اپنا مال لگا سکتا ہے، اور اس نے اگر اپنی لکڑی مسجد کے کام میں دی ہے تو پھر لے سکتا ہے۔ (فتح القدیر کشوری جلد۲ص۸۸۰)

مسئلہ متولی وقف کی آمدنی ہے تیل، چٹائی اور فرش کے لیے اینٹ سیمنٹ خرید سکتا ہے، بشرطیکہ وقف نامہ میں اس کی گنجائش ہو، مثلاً یہ جملہ ہو کہ مسجد کے مصالح اور اس کی ضرورت میں خرچ کر سکتے ہیں، البتہ اگر کسی متعین کام کے لیے ہی وقف کی آمدنی وقف کی گئی ہو تو اس کے سوا دوسرے کام میں نہیں خرچ کر سکتے، مثلاً مسجد بنانے ہی کے لیے ہو تو اس سے چٹائی روشنی اور فرش کا نظم نہیں کر سکتے۔ (ایضاً)

مسئلہ متولی کو جب وقف نامہ کی تفصیل کا علم نہ ہو تو اس مجبوری میں اپنے پیش رو کی تقلید کرے گا۔ (ایضاً)

مسئلہ متولی وقف کے لیے اس وقت تک قرض نہیں لے سکتا جب تک کوئی ضروری اور ناگزیر امر پیش نہ آئے اور پھر ایسے وقت میں قاضی کی اجازت بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔ قاضی کی اجازت کے بغیر قرض نہ لے گا۔ قاضی کی اجازت سے قرض ضرورت کے لیے لیا گیا ہو تو اسے وقف کی آمدنی سے ادا کرے گا۔ اسی طرح وقف میں زراعت ہوتی ہو اور بیج نہ ہو تو قاضی کی اجازت سے بیج بھی قرض لے سکتا ہے۔ واضح رہے متولی کے لیے یہ قرض اسی وقت جائز ہے جب اس کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو اور وہ اسے ادا بھی کر دے۔ (فتح القدیر جلد۲ص۸۸۱)

مسئلہ متولی کے پاس وقف کے روپے تھے، مگر اس نے وقف کے لیے کوئی چیز اپنے ذاتی روپے سے خریدی تو ایسی حالت میں بالاتفاق یہ جائز ہے کہ وقف کے خزانے سے اپنے روپے لے لے۔ (ایضاً)

مسئلہ وقف شدہ مکان کو متولی رہن (گرو) نہیں رکھ سکتا، اگر اس نے رہن رکھ دیا اور مرتہن نے اس میں سکونت اختیار کر لی تو ایسی صورت میں اس کو مروّجہ کرایہ دینا پڑے گا۔ (ایضاً)

مسئلہ متولی نے وقف کے روپے اپنی ضرورت میں صرف کر دیئے پھر اتنا ہی اپنے مال سے وقف میں خرچ کر دیا یا وقف کے خزانہ میں داخل کر دیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔ (ایضاً)

مسئلہ وقف کے روپے جمع تھے، کفار کی جانب سے مسلمانوں پر ناگہانی آفت یا مصیبت

Marfat.com

ٹوٹ پڑی، جس کے دفعیہ کے لیے روپے کی ضرورت ہوئی تو ایسی حالت میں دیکھا جائے کہ اگر جامع مسجد سے متعلق اور مسجد کو اسکی فوری ضرورت نہیں ہے تو حاکم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ وقف کے روپے بطور قرض مسلمانوں کو آفت اور مصیبت سے بچانے کیلئے خرچ کرے۔ (ایضاً)

مسئلہ مسجد کی مصلحت کے لیے جو وقف ہے اس کی آمدنی سے مسجد کے دروازہ پر ظلّہ (چھت سایہ کے لیے) بنوانا متولی کے لیے جائز ہے، تا کہ بارش کے نقصان سے محفوظ رہے۔ ہاں جب وقف مسجد کی تعمیر اور مرمت کے لیے مخصوص ہو تو ظلہ نہیں بنوا سکتا، مگر ظہیر الدینؒ کہتے ہیں کہ وقف عمارت مسجد پر ہو یا مصالح مسجد پر دونوں برابر ہیں اور یہ زیادہ صحیح ہے، لہٰذا بنوانا جائز ہوگا۔ (ایضاً)

موجودہ دور میں متولّی

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے موجودہ دور میں وقف کا جو حشر ہو رہا ہے اور متولی جس طرح دیدہ و دانستہ کوتاہی کرتے ہیں اس پر چند کلمات لکھنا ضروری ہیں: پہلے اس امر کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ واقف، وقف کس نیت سے کرتا ہے، سب جانتے ہیں کہ وقف کر کے یہ چاہتا ہے کہ جس کام کے لیے وقف کیا گیا ہے وہ حسن و خوبی سے اداء ہو، اخراجات کے نہ ہونے کی وجہ سے کام کے تعطل کا جو خطرہ ہے وہ ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے اور مسجد کا واقف تو ایک بڑی گہری فکر کے ساتھ اس کام کو انجام دیتا ہے، اس کی نیت کس قدر صالح ہوتی ہے کہ مسجد کا نظم عمدہ پیرایہ سے برقرار رہے، ''دربار الٰہی'' کی صفائی ہو، اس میں روشنی ہو، اس کے حاضرین کو ہر طرح کا ذہنی اور خارجی آرام ہو، اور اس وقف کی آمدنی سے ''دربارِ الٰہی'' کے کام کاج مزے سے چلتے رہیں۔ خدانخواستہ اس کی نیت مال کو ضائع کرنا نہیں ہوتی ہے اور نہ اس کا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ متولی اپنے عیش و آرام میں صرف کرے، متولی اس لیے کوئی بھی نہیں بناتا کہ وقف برباد ہو، اسی لیے عموماً وقف ناموں میں متولی کا انتخاب بہت سی قیدوں کے ساتھ درج ہوتا ہے۔

تولیت کے لیے شرائط

متولی ان تمام شرطوں کو جب پوری کرتا ہے تب کہیں وہ اپنے عہدہ کو ادا کرتا ہے۔ میں نے ایسے وقف نامے بھی دیکھے ہیں جن میں تولیت اپنے خاندان میں رکھی گئی ہے مگر شرائط و قیود

لکھ کر اس کی صراحت کردی گئی ہے کہ اگر ان شرائط وقیود کے مطابق کوئی فرد میرے خاندان کا وقف کو نہ چلا سکے تو اس کو برطرف کردیا جائے۔

متولی کے لیے تقریباً ہر وقف نامہ میں درج ہوتا ہے کہ وہ عاقل وبالغ ہونے کے ساتھ اَمانت دار ہو، دیانت دار ہو، ذی ہوش اور اوقاف کی بھلائی چاہنے والا ہو، وقف کی آمدنی حفاظت سے خرچ کرے، ذرائع آمدنی کی حفاظت کرے، اس کو ترقی دینے کی سعی پیہم جاری رکھے اور پھر حلف نامہ میں جو مصرح شعبہ ہوتے ہیں اس کے خلاف کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈرایا جاتا ہے۔

متولّی کی غفلت

باایں ہمہ متولی کی وقف کی اصلاح وترقی سے چشم پوشی حد درجہ افسوسناک ہے اور قصداً وقف کے انتظام میں کوتاہی ناقابلِ برداشت، عموماً یہ منظر کم وبیش ہر جگہ نظر آتا ہے کہ کافی آمدنی ہوتے ہوئے بھی مسجد کا نظم خراب تر ہو رہا ہے، نہ مسجد میں صفائی ہے، نہ روشنی کا انتظام ہے، فرش ٹوٹ رہا ہے، دیواریں گر رہی ہیں، وضوخانہ میں پانی ناپید ہے اور امام ومؤذن وقت کی پابندی سے کام نہیں کرتے ہیں، مزید یہ اور غضب ہے کہ وقف نامہ کی صراحت کے باوجود امام کا انتخاب صرف مشاہرہ کی وجہ سے نامعقول ہے، ایسا امام جو خود مسائلِ ضروریہ سے واقفیت نہیں رکھتا دوسروں کی راہنمائی کیا کرے گا؟

متولی کو یقین رکھنا چاہئے کہ کل اس کو بھی مرنا ہے، اپنے اعمال واخلاق کا حساب دینا ہے اور اپنی اس ذمہ داری اور پھر کوتاہی کے سوال کا جواب پیش کرنا ہے، اپنے فرائض سے کوتاہی وہ جرمِ عظیم ہے جس کی گرفت سخت تر ہوگی۔

یہ کیا ظلم ہے کہ وقف کی آمدنی کا نہ کوئی حساب کتاب ہے اور نہ اخراجات کے اصول وقواعد، یہ پتہ نہیں کہ ہمیں کون سا کام کرنا چاہئے اور کس جگہ خرچ کرنے سے پرہیز، وقف کی آمدنی ایسے کام میں خرچ کرنا جس میں نام ونمود مقصود ہو اور وقف کو جس سے فائدہ نہ ہو، اپنی ذمہ داری کے احساس کا فقدان ہے، اور یہی وجہ ہے کہ وقف کی آمدنی بعض اپنی آمدنی سے ملا دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وقف کی چیز میری ہے۔

ایک مردِ مؤمن کو ان بے اعتدالیوں سے ڈرنا چاہئے، اور مفوضہ خدمات باحسن وخوبی

Marfat.com

انجام دینا چاہئے یا پھر اس سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔

(اسلام کا نظام مساجد از مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتی دار العلوم دیوبند از ص ۲۲۱ تا ۲۲۷)

کتبِ موقوفہ

اخیر میں ایک بات اور یاد آ گئی۔ بعض مسجدوں میں وقف میں کتابیں بھی ہوتی ہیں۔ متولی کا فرض ہے کہ ان کتابوں کی پوری حفاظت کرے اور کیڑوں کی خوراک نہ ہونے دے، ساتھ ہی اس سے اہلِ علم کو استفادہ کا موقع دے اور اگر وقف میں صراحت ہو تو طالب العلم کو بھی دینا چاہئے، ایک آدمی کتابوں کی حفاظت اور ان کے دینے لینے پر بھی متعین ہونا چاہئے۔

غیر پابند شرع کو متولّی بنانا؟

سوال فاسق اور غیر پابند شرع کو مسجد کا متولّی بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب مسجد شعائرِ اسلامی میں سے ہے جو آدمی اسلامی شعائر کا محافظ، شریعت کا پابند ہو جس کے دل میں خدا کے خوف اور محبت نے گھر کر لیا ہو وہی اس کا محافظ اور متولی بن سکتا ہے۔ جو شعائر اسلام کا محافظ نہ ہو، شریعت کا پابند نہ ہو، نماز باجماعت کا پابند نہ ہو، فاسق ہو یعنی گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو یا صغائر (چھوٹے گناہ) پر مصر ہو، شراب پینے کا عادی ہو، سود خوار ہو، وہ اللہ کے گھر کا متولی نہیں بن سکتا۔ فاسق اور بے دین کو اللہ تعالیٰ کے گھر کا محافظ بنانے میں مسجد شعائرِ دین امام اور مؤذن کی نیز نمازیوں کی بھی توہین وتحقیر لازم آتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: انما یعمر مسٰجد اللّٰہ من امن باللّٰہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللّٰہ۔ (سورہ توبہ)

ترجمہ بے شک اللہ تعالیٰ کے گھر کو آباد کرنے کا کام ان پاک لوگوں کا ہے جو خدا پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائے، نماز کی پابندی کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرے۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھتے ہیں:

''قرآن کریم میں یہ حقیقت واضح کر دی کہ خدا کی عبادت گاہ کی تولیت کا حق متقی مسلمانون کو پہنچتا ہے اور وہی اسے آباد رکھنے والے ہو سکتے ہیں۔''

یہاں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ فاسق وفاجر آدمی مسجد کا متولّی نہیں ہو سکتا کیونکہ

Marfat.com

دونوں (اللہ تعالیٰ کے گھر اور فاسق وفاجر) میں کوئی مناسبت باقی نہیں رہتی بلکہ متضاد باتیں جمع ہو جاتی ہیں (وہ یہ کہ مسجد خداپرستی کا مقام ہے اور فاسق وفاجر متولی خداپرستی سے نفور)۔

(تفسیر ترجمان القرآن ص ۸۰ جلد ۲)

اور فتاویٰ ابن تیمیہؒ میں ہے کہ نیک، دیندار، پرہیزگار متولی ملنے کے باوجود فاسق (غیر پابندِ شرع) کو متولی بنانا درست نہیں ہے۔ (ص ۱۵۰ جلد ۱)

''اسلام کا نظامِ مساجد'' میں ہے کہ خدا کے گھر کی خدمت وہی کرے جو خدا کا دوست ہو، جس کے دل میں اس کی محبت وخشیت گھر کر چکی ہو، ظاہری طور پر وہ ایسا ہو جس سے خداپرستی نمایاں ہو۔ (ص ۱۲۹)

حدیث شریف میں ہے کہ جو آدمی کسی جماعت میں کسی اہم کام کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے حوالہ کرے جب کہ جماعت میں ایسا آدمی موجود ہو جو اس سے زیادہ خدا کی رضامندی چاہنے والا اور خدا کے احکام کی زیادہ پابندی کرنے والا ہو تو منتخب کرنے والے نے خدا کی خیانت کی اور اس کے رسولؐ کی خیانت کی اور تمام مسلمانوں کی خیانت کی۔

(ازالۃ الخفاء ص ۲۶ جلد ۲ وفتاویٰ ابنِ تیمیہ ص ۱۰۰)

درمختار، شامی وغیرہ میں ہے کہ جب متولی میں شرعی اَعذار اور قباحتیں پیدا ہو جائیں تو اسے عہدہ سے برطرف کر دیا جائے جیسے کہ غیر مامون ہو، عاجز ہو، فاسق وفاجر ہو یا اس کو شراب نوشی کی عادت ہو گئی ہو تو اسے تولیت سے ہٹا دینا ضروری ہے۔ (ص ۴۲۱ واسلام کا نظامِ مساجد ص ۲۲۲)

نیز متولی ایسے شخص کو منتخب کیا جائے گا جو عہدہ کا خواہاں نہ ہو۔ (ایضاً)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ متولی بنانے میں ان باتوں کا خیال ولحاظ رکھنا ضروری ہے کہ دینی علم رکھتا ہو، وقف کے احکام سے واقف ہو اَمانت دار ہو، متقی وپرہیزگار ہو، یعنی اس کی زندگی پیغمبر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کے مطابق ہو، مگر افسوس اس زمانہ میں صرف مالداری دیکھی جاتی ہے اگرچہ وہ شخص بے علم وعمل ہو، نماز وجماعت کا پابند نہ ہو، فاسق، حالانکہ مسجد کا متولی حقیقت میں نائب خدا شمار ہوگا تو ایسے عظیم الشان منصب کے لیے اس کے شایانِ شان متولی ہونا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بڑے بڑے عہدے نااہلوں کے سپرد کیے جائیں گے اور قوموں کا سردار فاسق بنے گا۔

(مشکوٰۃ ص ۴۷، جلد ۱، وفتاویٰ رحیمہ ص ۲۳۷ جلد ۱۰، وص ۱۵۷ جلد ۲ وفتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۸ جلد ۱۸)

متولّی کی ذمہ داریاں؟

سوال متولی کے لیے کن امور کا انجام دینا ضروری ہے؟

جواب مسجد کی آبادی اور تمام ضروریات کا انتظام کرنا، حساب صاف رکھنا، مسجد میں غلط کام نہ ہونے دینا، نمازیوں اور امام کا حسبِ حیثیت مسجد سے متعلق تکالیف کا رفع کرنا، ہر ایک کا اس کی شان کے موافق اکرام کرنا، اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا، عہدہ کا طالب نہ ہونا، احکامِ شرع کے تحت اپنی اصلاح میں لگے رہنا۔

یہ اوصاف جس متولّی میں ہوں وہ قابلِ قدر ہے، اس کو علیحدہ نہ کیا جائے۔ جس متولی میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ ان اوصاف کو حاصل کرنیکی کوشش کرے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۵ جلد ۱۸ و ص ۲۸۳ جلد ۱۲ بحوالہ بحر ص ۳۲۶ ج ۵)

مسئلہ اگر مسجد میں کام زیادہ ہو، تنہا انجام دینا دشوار ہو تو متولی اپنا نائب رکھ سکتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۸ جلد ۲)

متولی کا از خود اپنی تولیت رجسٹرڈ کرالینا؟

سوال ایک مسجد کے متولی نے کسی وجوہات سے دوسرے شخص کو متولی بنادیا، جدید متولی نے لوگوں کو بتائے بغیر اپنے نام سرکاری طور سے رجسٹری کرالی کہ پانچ سال تک مجھے کوئی تولیت سے نہیں ہٹا سکتا، میں ہی مسلمانوں کا متولی اور صدر رہوں گا۔ کیا متوتی کا اس طرح رجسٹری کرانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب قدیم متولی صاحب نے بغیر اہلِ الرائے کے مشورہ کے خود بخود ہی نئے آدمی کو متولی بنا دیا، یہ غلطی کی، جس کی وجہ سے اب پریشانی ہو رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے متعلق کوئی کمیٹی بھی نہیں۔ اب جبکہ جدید متولی نے اپنے نام سے رجسٹری کرالی ہے کہ پانچ سال تک مجھ کو کوئی ہٹا نہیں سکتا تو قانوناً اس کو پختگی حاصل ہوگئی۔ اس کا اپنے حق میں اس طرح رجسٹری کرالینا اور اپنے نئے صدر اور متولی ہونے کے اختیارات حاصل کرلینا شرعاً درست نہیں تھا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۴ جلد ۱۸)

Marfat.com

غیر مسلم کو مسجد کا متولی بنانا؟

سوال اگر جائداد وقف کا انتظام مسلمانوں کے سپرد کیا جائے تو ضیاع کا قوی اندیشہ ہے اور یہ کہ غیر مسلم بڑے اعتقاد کیساتھ انتظام اور آمدنی کی حفاظت کرتا ہے اور مصارف مقررہ میں خرچ کرتے ہیں، نیز جنوبی ہند میں ایسی چند مساجد بھی ہیں جنکا باقاعدہ انتظام ہنود چلاتے ہیں مؤذن اور امام نمازیوں کے مشورہ سے رکھتے ہیں اور تمام مصارف بروقت ادا کرتے ہیں، اسکا کیا حکم ہے؟

جواب آپ کا خط پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ مسلمان اتنا گر گیا ہے، اس میں نہ انتظام کی صلاحیت رہی نہ دیانتداری رہی، یہاں تک کہ اس کی عبادت گاہ کا انتظام وہ کرتا ہے جو خود ہی اس عبادت کا قائل نہیں۔

جب ایسی مجبوری ہے کہ وقف کے محفوظ رہنے اور انتظام کے برقرار رہنے کی صرف یہی صورت ہے تو مجبوراً برداشت کیا جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۳ جلد ۱۵)

بے نمازی کا متولّی ہونا؟

سوال جو متولّی مسجد نماز نہیں پڑھتا وہ متولّی رہنے کے قابل ہے یا نہیں؟

جواب متولی کی اصل خدمت انتظام واہتمام مسجد ہے، اس میں ماہر ہونا ضروری ہے، لیکن چونکہ متولّی کو امین اور دیانتدار ہونا بھی لازم ہے اور جو شخص تارکِ فرائض بھی ہے وہ فاسق ہے اور فاسق کو متولّی بنانا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۵۲ جلد ۲ بحوالہ عالمگیری ص ۹۹۶ جلد ۲)

مسئلہ بے نمازی کو مسجد کی کمیٹی کا چیئرمین یا صدر یا کوئی ممبر بنانا جائز نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل ص ۱۴۱ جلد ۳)

کیا متولّی خاندانِ واقف میں سے ہو؟

سوال جس قوم نے جو مسجد تعمیر کرائی ہے کیا یہ لازمی ہے کہ ہمیشہ کو متولّی اسی قوم (وخاندان) سے ہو، اگرچہ کوئی وقف نامہ تحریری ایسی ہدایت کا موجود نہ ہو؟

جواب جب (وقف کرنے والے) نے کسی کو متولّی نہیں بنایا اور موجودہ متولّی مال وقف کو صحیح مصرف پر خرچ نہیں کرتا، تو اَربابِ حلّ وعقد کو چاہئے کہ حاکم مسلم کے ذریعہ سے باقاعدہ متولّی

Marfat.com

موجودہ کو معزول کرا کے دوسرے دیانت دار شخص کو متولّی بنائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۰ جلد ۶)

مسئلہ واقف خود بھی متولّی بن سکتا ہے، جو شخص جائدادِ موقوفہ کا حسب شرائط وقف دیانتداری سے انتظام کر سکے، وہ اہل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۷ ج ۱۵)

مسئلہ وقف صحیح ہونے کے لیے رجسٹری ہونا شرط نہیں ہے، زبانی بھی درست اور کافی ہوتا ہے اور ایسی صورت میں نماز اس مسجد میں درست ہے۔

مسئلہ اگر واقف نے وقف نامہ میں یا زبانی کسی کو متولّی نہیں بنایا تو سربرآوردہ مقامی معزز دیندار مسلمان مسجد کی آمدنی کو مصالح مسجد پر صرف کریں اور اس کے محافظ رہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۸ جلد ۶)

مسئلہ بانی مسجد کے خاندان میں جب تک متولّی ہونے کے اہل موجود رہیں، تو وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہیں متولّی ہونے کے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۵ ج ۱۸)

مسجد کی زائد آمدنی واقف کی اَولاد پر

مسئلہ جو جائیداد مسجد کے لیے وقف کر دی گئی ہے اس کی آمدنی مسجد کے علاوہ واقف کے خاندان پر صرف کرنا درست نہیں ہے اگر آمدنی کی رقم زائد ہے تو اس کے ذریعہ دیگر جائیداد خرید کر وقف میں اضافہ کر دیا جائے پھر زائد آمدنی دیگر حاجتمند مساجد پر بھی صرف کرنے کی گنجائش ہو سکے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۴ جلد ۱۷)

مسجد کی تولیت میں وراثت؟

سوال اگر کوئی شخص اپنے ذاتی روپیہ سے مسجد بنا دے اور عام اجازت نماز کی دے دے تو کیا اس کے مرنے کے بعد وُرَثاء کو اختیار ہے کہ اس مسجد سے نماز سے لوگوں کو روک دیں؟

جواب مسجد ذاتی روپیہ سے وقف شدہ زمین میں تعمیر کر کے تمام مسلمانوں کو اجازت دیدی اور وہاں پر اذان و جماعت پنجگانہ اور جمعہ کی نماز شروع ہوگئی کسی پر کوئی روک ٹوک نہیں، اور محکمۂ اوقاف میں اس کا اندراج بھی مسجد ہی کے نام سے ہے تو بلاشبہ وہ شرعی مسجد ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، نہ اس پر کسی کا دعویٰ مَلکیت صحیح ہوگا، نہ وہاں کسی کو نماز پڑھنے سے روکا جائے گا، قاضیان یا کسی بھی نام سے موسوم ہو جانے کی وجہ سے اس کے مسجدِ شرعی ہونے میں کوئی خلل

Marfat.com

نہیں ہوگا۔ مسجدِ اکبری، مسجدِ شاہ جہانی، مسجدِ عالمگیری، بادشاہوں کے نام سے مشہور ہیں۔ اور بخاری شریف میں مستقل مضمون ہے کہ مسجد بنی فلاں سے موسوم کرنا صحیح ہے۔ جو شخص جس مسجد میں نماز پڑھتا ہے یا جس کے مکان کے قریب جو مسجد ہوتی ہے اس کو اپنی مسجد کہا کرتا ہے، اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کی مملوکہ مسجد ہے۔

جو جائیداد مسجد کی زمین میں بنائی جائے اور محلہ والے چندہ کر کے مسجد کے لئے بنائیں، اس پر کسی خاص شخص یا خاندان کا دعویٰ ملکیت ہرگز صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵۷ جلد ۱۵)

متولّی کا شرائطِ واقف کے خلاف عمل؟

مسئلہ متولی کو واقف کے شرائط کی پابندی لازم ہوتی ہے، جب تک وہ شرائط موافق شرع ہوں، اور وقف کے لیے نافع ہوں، مضر نہ ہوں۔ جو متولی شرائطِ واقف کے خلاف وہ تولیت سے علیحدگی کا مستحق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۳۳ جلد ۱۵)

متولّی کے اِختیارات

مسئلہ جو کام مصالحِ وقف کے موافق اور احکامِ شرع کے مطابق ہوں متولی کر سکتا ہے جو کام اس کے خلاف ہوں، ان پر اعتراض کا حق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۷ جلد ۱۵)

مسئلہ عام چندے کی رقم سے مسجد کے کام میں بے جاء اور نامناسب خرچ کرنے کا متولی کو اختیار نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۹ جلد ۲)

متولّی کے عزل کے اَسباب؟

مسئلہ مصالح وقف کی رعایت نہ رکھنے اور خلافِ شرع عمل کرنے کی وجہ سے متولی مستحقِ عزل ہوسکتا ہے۔ بعد جماعتِ منتظمہ خود یا کسی وقف بورڈ یا حکومت کے ذریعہ سے اس کو معزول کرایا جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۷ جلد ۱۵ و احسن الفتاویٰ ص ۴۶۵ جلد ۶)

مسئلہ متولی مسجد اگر مسجد کا انتظام نہ کرے۔ (آمدنی کھالے) تو ایسے متولیوں کو تولیت سے الگ کرنا واجب ہے، دیانت دار متبع شریعت، بااثر، چند حضرات کی کمیٹی بنالی جائے اور موجودہ متولی کو برطرف کر کے وقف بورڈ کو اطلاع کر دیجائے۔ کہ فلاں تاریخ سے فلاں کمیٹی کے سپرد مسجد اور اس کی جائیداد کا انتظام کر دیا جائے اور قانونی طور پر مسجد کی جائیداد اور آمدنی کو ان کے

قبضہ سے نکال لیا جائے اور آمدنی وخرچ کا پورا حساب رکھا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۴ جلد ۱۵)

کیا مسجد کا منتظم مسجد سے تنخواہ لے سکتا ہے؟

سوال ایک مسجد کے چار منتظم ہیں، مسجد کی کافی جائیداد ہے، اس کا کرایہ وصول کرنے کے لیے ایک ملازم رکھا تھا، اس نے استعفیٰ دیدیا ہے۔ اب ان چار منتظمین میں سے ایک بطور ملازمت کرایہ وصول کرنے کا کام کرے اور مشاہرہ لے تو شرعاً کیا حکم ہے یہ ملازمت کرسکتا ہے؟

جواب وقف نامہ میں تنخواہ دینے کا ذکر ہو تو اس کے مطابق عمل کیا جائے، اگر کوئی ذکر نہ ہو اور مذکورہ خدمت مفت انجام دینے کے لیے کوئی منتظم تیار نہ ہو تو جو بھی کما حقہ، خدمت انجام دے سکے اس کو مناسب مشاہرہ طے کرکے دینا درست ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۱ جلد ۶ بحوالہ عالمگیری ص ۲۴۰ جلد ۳)

تبدیلی تولیت

مسئلہ مساجد اللہ تعالیٰ کی ہیں، کسی کی کوئی مسجد ذاتی مِلک نہیں۔ وان المساجد للّٰہ (الآیہ) مسجد کے بانی کو حق ہے کہ جس کو مناسب سمجھے انتظام کے لیے متولی بنادے، البتہ جو شخص دیانتدار نہ ہو یا انتظام کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اُس کو متولی بنانا درست نہیں ہے۔ اگر بنادیا تو اس کو الگ بھی کیا جاسکتا ہے، بلاوجہ الگ کرنا بھی درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۴ جلد ۱۸)

مسئلہ مسجد کا متولی اور مدرسہ کا مہتمم عالم باعمل ہونا چاہئے، اگر ایسا میسر نہ ہوسکے تو نماز وروزہ کا پابند، اَمانت دار، وقف کے مسائل کا جاننے والا، خوش اَخلاق، رحمدل، منصف مزاج، علم دوست، اہلِ علم کی تعظیم وتکریم کرنے والا ہو، جس میں یہ صفات زیادہ ہوں اُسی کو متولی ومہتمم بنانا چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۶ جلد ۲)

مسئلہ شیعہ صاحبان اپنی مسجد سنیوں کو دیں تو قدیم شیعہ منتظم کے ہاتھ سے مسجد کا انتظام نہ لیا جائے کیونکہ جب قدیم زمانہ سے وہ مسجد کے انتظامات کرتے چلے آرہے ہیں اور کوئی نقصان یا خیانت بھی ثابت نہیں ہے تو ان کو انتظام سے الگ نہ کیا جائے، بلکہ ان کے ساتھ تعاون کیا جائے، ہاں اگر خود ہی وہ انتظام سے دست بردار ہوجائیں تو دوسری بات ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۶ جلد ۱۸)

Marfat.com

بانیٔ مسجد کون ہوگا؟

سوال کون سا آدمی کس وقت بانی مسجد کہا جاسکتا ہے کیونکہ زید کے مرنے کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کے لڑکوں میں سے کسی نے وقف شدہ زمین پر مسجد بنائی، پھر بیس پچیس سال بعد اس کے دوسرے لڑکے نے پہلی مسجد کے سامان کو فروخت کر دیا اور یہ روپیہ اور مزید خود کا روپیہ، نیز دیگر لوگوں سے چندہ صول کر کے دوسری مسجد (اسی جگہ) بنائی تو ان میں سے مسجد کا بانی کون ہوگا؟

جواب جو آدمی جس وقت مسجد بنائے وہی بانی مسجد ہے، پہلا شخص بانی اول ہے، دوسرا شخص بانیٔ دوم ہے اور جن لوگوں نے اس میں چندہ دیا ہے اور محنت کی وہ بھی بناء میں شریک ہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۲ جلد ۱۵)

مسئلہ مسجد کی نسبت کسی شخص کی طرف اس کے بانی کی حیثیت میں یعنی مسجد کو بانی کے نام سے منسوب کرنا جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (جب کہ بانی مسجد نے مکمل خرچہ تعمیر وزمین وغیرہ کا کیا ہو) لیکن جب بانی مرحوم نے اپنی زندگی میں خود اپنے نام کی نسبت پسند نہیں کی تو ان کے لواحقین کو بھی پسند نہیں کرنا چاہئے۔ (آپ کے مسائل ص ۱۳۵ جلد ۳)

اپنے پیسے سے بنائی مسجد کو اپنی مِلک سمجھنا؟

مسئلہ جو مسجد وقف کر دی گئی خواہ عوام کے پیسے سے اس کی تعمیر ہوئی ہو یا کسی خاندان کے پیسے سے، یا کسی شخص خاص کے پیسے سے، بہر صورت وقف ہو جانے کے بعد اس پر کسی کا دعوئے ملک کرنا صحیح نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ان المسجد للّٰہ الخ

جو شخص مسجد کو اپنی ملک سمجھے اس کا سمجھنا غلط ہے، لوگ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا ترک نہ کریں، فتنہ وفساد سے پورا اجتناب رکھیں، اگر وہ شخص یا خاندان (جو مسجد کو اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے) دوسرے آدمیوں کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے سے روکے تو ایسا شخص یا ایسا خاندان بڑا ظالم ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: من اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہٗ، مگر اس حرکت پر بھی لڑائی جھگڑا نہ کیا جائے کہ سر پھٹول ہو، مقدمہ بازی ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۹ جلد ۱۸)

Marfat.com

کیا متولّی کو مسجد کی اشیاء کے استعمال کا حق ہے؟

سوال مسجد کے مکانات، سیڑھی اور دوسری اشیاء کے استعمال کا حق کس کو حاصل ہے، امام، مؤذن یا متولی کو؟

جواب مسجد کے مکانات کے استعمال کی کسی کو بھی اجازت نہیں، جو استعمال کرے وہ معاوضہ دے، امام یا مؤذن کو اگر کوئی مکان یا کمرہ دیا جائے تو وہ حق الخدمت میں دیا جائے یعنی اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے کہ آپ کو اتنی تنخواہ دی جائے گی اور رہنے کے لیے کمرہ ملے گا (یا مکان وغیرہ)۔ متولی وغیرہ اگر استعمال کریں تو وہ بھی کرایہ ادا کریں۔ سیڑھی اور دیگر اشیاء مسجد کو بھی بلا معاوضہ کسی کو استعمال کرنے کا حق نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۶ جلد ۱۸)

اگر متولّی کی خیانت ثابت ہو جائے؟

مسئلہ اگر متولی مسجد سے خیانت ثابت ہو جائے تو با قاعدہ حاکمِ وقت کے ذریعہ اس کا ثبوت دیکر تولیت سے علیحدہ کر دیا جائے اور اگر محض شبہ وظن ہے ثبوت نہیں تو علیحدہ نہ کیا جائے، البتہ متولی کو لازم ہے کہ جملہ حساب وکتاب صاف رکھے، یا اربابِ حل وعقد کی ایک کمیٹی بنا دی جائے تا کہ کسی کو شبہ واعتراض کی گنجائش نہ ہو۔

سرمایہ مساجد متولی کے پاس امانت ہوتا ہے اُس کو اپنے کام میں لانا یا کسی کو قرض دینا درست نہیں، اس کو صرف مسجد کے کام میں خرچ کرنے کا حق ہے۔ ناحق اگر تصرف کرے گا تو ضامن ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۱ جلد ۱۰ بحوالہ عالمگیری ص ۴۲۰ جلد ۲ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۳ جلد ۹)

مسئلہ متولی کو چاہیے کہ مسجد کی تمام آمدنی اس کی ضروریات میں خرچ کرے اور جو بچ جائے اس کو مسجد کے لیے باقی رکھے، اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ (ایسا کرے تو یہ خیانت ہے، اس متولی کو معزول کرنا چاہیے، اور مسلمان اہلِ شہر واہل محلّہ اس وجہ سے اس کو معزول کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص کو متولی بنا سکتے ہیں، وہ شخص بانی کی طرف سے متولی بنایا گیا ہو یا بعد میں متولی ہوا ہو، دونوں صورتوں میں اس کو الگ کر سکتے ہیں اور حساب وکتاب سمجھ سکتے ہیں۔

درمختار میں ہے کہ اگر خود بانی بھی ایسی خیانت کرے تو اس کو معزول کرنا چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم ص ۲۴۴ جلد ۵)

Marfat.com

متولّی کا امام صاحب کو نوکر سمجھنا؟

مسئلہ امام کا منصب بہت بلند ہے، متولّی صاحب کا امام صاحب کو اپنا نوکر سمجھنا اور ذلّت آمیز معاملہ کرنا غلط اور ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۴ جلد ۱۸)

مسئلہ پیش امام کی عزت وتوقیر کرنی چاہیئے، اس کی بے عزتی اور توہین اور ہتک کرنا گناہ ہے۔ (کفایت المفتی ص ۹۲ ج ۳ ورحیمیہ ص ۳۵۵ ج ۴)

متولّی اور امام میں سلام وکلام نہ ہونا

مسئلہ بڑے غضب کی بات ہے کہ دعاء وسلام بالکل بند ہو فوراً دعاء وسلام شروع کردی جائے۔ دوسرے حضرات دونوں کو ایک جگہ بٹھا کر کوشش کر کے دعاء وسلام کرادیں۔ جو شخص ابتداء کرے گا وہ قابلِ مبارکباد ہوگا، امام صاحب اگر ابتداء کریں تو یہ ان کی بزرگی کے زیادہ لائق ہے۔ متولّی صاحب اگر ابتداء کریں تو یہ ان کے لیے عین سعادت ہے۔

جس امام کے پیچھے نماز ادا کر کے اپنے اللہ کا حق ادا کرتے ہیں اور اپنی آخرت کو درست کرتے ہیں، ان سے ناراض رہنا، دعاء وسلام نہ کرنا اور ان کو ذلیل کرنا بہت بڑی محرومی اور بدقسمتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۵ جلد ۱۸)

(عام طور پر مسجدوں میں ایسے حضرات امام مقرر کیے جاتے ہیں جنہیں دنیا کی تو کیا دین کی بھی پوری واقفیت نہیں ہوتی، کم از کم ایسے شخص کو امام بنانا چاہیئے جو لوگوں کی دینی اور اخلاقی اصلاح کر سکے، سماجی اُمور میں لوگوں کی شرعی رہ نمائی کر سکے، اختلافی مسائل میں فیصلہ کر سکے، معاشرہ کی اسلامی خطوط پر شیرازہ بندی کر سکے اور سماج میں اس کا مقام منصبِ امامت کے شایانِ شان ہو)۔

امامت درحقیقت ایک بڑی ذمہ داری ہے، کیونکہ یہ وراثتِ نبوتؐ ہے۔ یہ ذمہ داری ان ہی لوگوں کو سونپی جانی چاہیئے جو اس کے اہل ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جس کسی کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجتے تو اس کو ہی نماز کی امامت پر مأمور فرماتے تھے اور یہاں تک کہ جب کسی کو شہر کا حکم بنا کر بھیجتے تو وہی نماز کی امامت کرتے اور حدود نافذ کرتے تھے۔

امام کو مقتدیوں کے حالات، مسائل، مشکلات اور ضروریات سے کس حد تک باخبر ہونا

Marfat.com

چاہئے اور کیسی وابستگی رکھنی چاہئے اس کا اندازہ ابو مسعود الانصاریؓ کی روایت سے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز باجماعت نہیں پڑھتا ہوں کیونکہ فلاں صاحب بڑی لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔اس پر حضورؐ اس قدر خفا ہوئے کہ اس سے پہلے آپؐ اتنا خفا نہیں ہوئے تھے۔اور آپؐ نے فرمایا ''لوگو! تم (نماز سے) لوگوں کو دور کرتے ہو۔''

یعنی جو شخص نماز پڑھائے وہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ جماعت میں مریض، کمزور اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کے ساتھ جو تعلق اور قلبی لگاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے وہی تعلق آپ اماموں کا بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔تفصیل دیکھئے مسائلِ امامت۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

کیا متولّی مسجد کا روپیہ معاف کرسکتا ہے؟

سوال مسجد کے متولی، امام یا مسجد کے کسی خدمتی مؤذن وغیرہ کو مسجد کی بقایا رقم جبکہ مجبوری ہو ادا نہ کرسکتا ہو، معاف کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب اس روپیہ کو معاف کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے، جو لوگ معاف کرانا چاہتے ہیں وہ چندہ کرکے اس کی طرف سے ادا کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵۷ جلد ۱۲)

مسئلہ کسی کے ذمہ مسجد کے حقوق ہوں یعنی رقم وغیرہ تو متولی کو معاف کرنے کا حق نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۶ جلد ۲)

متولّی کا امام کو پیشگی تنخواہ دینا؟

سوال امام صاحب مکان بنانا چاہتے ہیں، کیا منتظمہ کمیٹی ان کو پیشگی رقم دیدے اور تنخواہ سے ماہوار کاٹتی رہے؟

جواب عرفِ عام کے مطابق پیشگی تنخواہ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ ملازمت چھوڑنے کی صورت میں رقم واپس لینے اور وفات کی صورت میں ترکہ سے وصول کرنے کی قدرت ہو۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۴۷ جلد ۴)

Marfat.com

مسئلہ مسجد کی آمدنی سے امام ومؤذن کی تنخواہ دینا جائز ہے اور کمی وبیشی کا فیصلہ وقف آمدنی سے مقدار لیاقت امام ومؤذن کے لحاظ سے کیا جاسکتا ہے۔ (کفایت المفتی ص ۶۲ جلد ۷)

آمدنی کے باوجود متولّی کا امام کو کم تنخواہ دینا؟

مسئلہ جب مسجد کی آمدنی کافی ہے اور امام وخطیب صاحب مدت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ جمعہ کے دن بیان بھی کرتے ہیں، نیک اور متقی بھی ہیں اور صاحبِ عیال بھی ہیں تو مسجد کے متولّیوں پر لازم ہے کہ ان کی تنخواہ میں، گرانی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اضافہ کریں، مسجد کی آمدنی ہونے کے باوجود امام صاحب کے گھریلو اخراجات کے مطابق تنخواہ نہ دینا ظلم ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۶ جلد ۹)

مسئلہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مسجد کے متولّی اور مدارس کے مہتمم کو لازم ہے کہ خادمانِ مساجد ومدارس کو اس کی حاجت کے مطابق اور ان کی علمی قابلیت اور تقوئے وصلاح کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفہ ومشاہرہ (تنخواہ) دیتے ہیں، باجود گنجائش کے کم دینا بری بات ہے اور متولّی خدا کے یہاں جواب دہ ہوں گے۔ (درمختار وشامی ص ۲۸۹ ج ۳ وص ۷۸ ج ۳)

کیا متولّی وقف کو فروخت کرسکتا ہے؟

سوال کسی وقف کے متولی نے وقف کے ایک حصہ کو بیچ کر بقایا حصہ کی مرمت پر خرچ کردیا، کیا متولّی کا یہ فعل شرعاً جائز ہے، کیا ایسا شخص متولّی رہ سکتا ہے؟

جواب وقف کے کسی حصہ کی بیع (فروخت کرنا) جائز نہیں ہے، وقف کی آمدنی کرایہ وغیرہ سے مرمت کرنا درست ہے، اگر حاکم مسلم کے ذریعہ سے وقف میں ناجائز تصرف کرنے والے متولّی کو علیحدہ کرنا دشوار ہو تو پھر قصبہ کے اربابِ حلّ وعقد متولّی کو علیحدہ کرسکتے ہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۲ جلد ۶)

مسئلہ اصل یہ ہے کہ جب کوئی چیز شرعی قواعد کے مطابق وقف ہوجائے تو بیچنا ناجائز ہے، جس زمین کو شرعی مسجد بنادیا گیا، اس کی بیع کسی حال میں درست نہیں ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وقف اور مسجد بن چکی، جائیدادِ منقولہ جو کہ مسجد کی مِلک ہے وہ اس بارہ میں مسجد کے حکم میں نہیں ہے، جب مسجد غیر آباد ہوجائے اور کوئی توقع اس کی آبادی کی نہ رہے اور اس کی جائیداد ضائع

Marfat.com

ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی بیع درست ہے اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ بعینہٖ اس جائیداد کو کسی قریبی مسجد میں صرف کیا جائے، اگر یہ دشوار ہو تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو دوسری مسجد میں خرچ کیا جائے، اور غیر آباد مسجد کا احترام باقی رکھنے کے لیے اگر اس کی چہار دیواری نہ تو اس کا احاطہ بنایا جائے۔

اور جو جائیداد غیر منقولہ زمین وغیرہ مسجد کے لیے خریدی گئی، مسجد کے غیر آباد ہونے یا ضرورتِ شدید پیش آنے کے وقت اس کی بیع اہلِ محلّہ کی رائے سے درست ہے۔

اور جو جائیداد غیر منقولہ خود وقف کرنے والے نے وقف کی ہے اس کی بیع درست نہیں ہوئی بلکہ مسجد کے غیر آباد ہونے کی صورت میں اس جائیداد کی آمدنی کو دوسری قریبی مسجد پر اہلِ محلّہ کی رائے سے صرف کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۱ جلد ۶)

کیا متولّی مسجد میں نماز پڑھنے سے عوام کو روک سکتا ہے؟

سوال اگر کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ ہو اور متولّی نمازیوں کو دیکھ کر یہ کہے کہ شہر کے اندر بہت سی مساجد ہیں یہیں کوئی ضروری ہے؟ تو کیا اس کے یہ کہنے سے اس مسجد میں نماز ہو سکتی ہے؟

جواب شرعی مسجد سے کسی نمازی یعنی نماز پڑھنے والے کو نماز سے روکنے کا حق کسی کو نہیں ہے، جو شخص روکتا ہے وہ غلطی پر ہے، اس کے روکنے کی وجہ سے وہ مسجد اس کی ملکیت نہیں ہو جائے گی، بلکہ اس کا رکنا غلط ہوگا، اور نماز اس مسجد میں درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۹ جلد ۱۰)

مسئلہ جب کوئی شخص اپنی زمین میں مسجد بنا دے یا مسجد بنانے کے لیے زمین دیدے تو اس کو یہ حق نہیں کہ کسی بھی مسلمان کو وہاں نماز پڑھنے سے روکے، نماز پڑھنے سے روکنا بڑا ظلم ہے۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ الخ (سورۃ بقرہ پارہ ۱)۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹۷ جلد ۱ و کفایت المفتی ص ۱۲۱ ج ۳)

مساجد میں نماز سے روکنا؟

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خآئفین۔

Marfat.com

آیت کا شانِ نزول تو مفسرین کے نزدیک ان دونوں واقعوں میں سے کوئی خاص واقعہ ہے، مگر اس کا بیان عام لفظوں میں ایک مستقل ضابطہ اور قانون کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے تاکہ یہ حکم انھیں نصاریٰ یا مشرکین وغیرہ کے لیے مخصوص نہ سمجھا جائے بلکہ تمام اَقوام عالم کے لیے عام رہے، یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں خاص بیت المقدس کا نام لینے کے بجائے ''مساجد اللہ'' فرما کر تمام مساجد پر اس کے حکم کو عام کر دیا گیا، اور آیت کا مضمون یہ ہو گیا، کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی مسجد میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے روکے، یا کوئی ایسا کام کرے جس سے مسجد ویران ہو جائے تو وہ بہت بڑا ظالم ہے۔

مساجد اللہ کی عظمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انمیں جو شخص داخل ہو، ہیبت و عظمت اور خشوع وخضوع کیساتھ داخل ہو جیسے کسی شاہی دربار میں داخل ہوتے ہیں۔

اس آیت سے جو چند ضروری مسائل واحکام نکلے، ان کی تفصیل یہ ہے:

اول یہ کہ دنیا کی تمام مساجد آدابِ مسجد کے لحاظ سے مساوی ہیں، جیسے بیت المقدس، مسجد حرام یا مسجد نبویؐ کی بے حرمتی ظلمِ عظیم ہے، اسی طرح دوسری تمام مساجد کے متعلق بھی یہی حکم ہے، اگرچہ ان تینوں مساجد کی خاص بزرگی وعظمت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر اور مسجد نبویؐ و نیز بیت المقدس میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے، ان تینوں مساجد میں نماز پڑھنے کی خاطر دور دراز ملکوں سے سفر کر کے پہنچنا موجبِ ثوابِ عظیم اور باعثِ برکات ہے۔ بخلاف دوسری مساجد کے کہ ان تینوں کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کو افضل جان کر اس کے لیے دور سے سفر کر کے آنے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکر و نماز سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز و حرام ہیں، ان میں سے ایک صورت تو یہ کھلی ہوئی ہے ہی کہ کسی کو مسجد میں جانے سے یا وہاں نماز و تلاوت سے صراحۃً روکا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں شور و شغب کر کے یا اس کے قرب وجوار میں باجے گاجے بجا کر لوگوں کی نماز و ذکر وغیرہ میں خلل ڈالے، یہ بھی ذکر اللہ سے روکنے میں داخل ہے۔

اسی طرح اوقاتِ نماز میں جب کہ لوگ اپنی نوافل یا تسبیح و تلاوت میں مشغول ہوں، مسجد میں کوئی بلند آواز سے تلاوت یا ذکر بالجہر کرنے لگے، تو یہ بھی نمازیوں کی نماز و تسبیح میں خلل

Marfat.com

ڈالنے اور ایک حیثیت سے ذکر اللہ کو روکنے کی صورت ہے، اسی لیے حضرات فقہاء نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے، ہاں جب مسجد عام نمازیوں سے خالی ہو، اس وقت ذکر یا تلاوت جہر کا مضائقہ نہیں۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس وقت لوگ نماز و تسبیح وغیر میں مشغول ہوں مسجد میں اپنے لیے سوال کرنا یا کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا بھی ایسے وقت ممنوع ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مسجد کی ویرانی کی جتنی بھی صورتیں ہیں سب حرام ہیں، اس میں جس طرح کھلے طور پر مسجد کو منہدم اور ویران کرنا داخل ہے، اسی طرح ایسے اسباب پیدا کرنا بھی اس میں داخل ہیں جن کی وجہ سے مسجد ویران ہو جائے، اور مسجد کی ویرانی یہ ہے کہ وہاں نماز کے لیے لوگ نہ آئیں، یا کم ہو جائیں، کیونکہ مسجد کی تعمیر و آبادی دراصل در و دیوار یا ان کے نقش و نگار سے نہیں، بلکہ ان میں اللہ کا ذکر کرنے والوں سے ہے۔ اسی لیے قرآن شریف میں ایک جگہ ارشاد ہے:

انما یعمر مسٰجد اللّٰہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللّٰہ۔ (سورہ بقرہ پ۲)

یعنی اصل میں مسجد کی آبادی ان لوگوں سے ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور روزِ قیامت پر، اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔

اسی لیے حدیث میں رسول کریمؐ نے فرمایا کہ قربِ قیامت میں مسلمانوں کی مسجدیں بظاہر آباد اور مزیّن و خوب صورت ہوں گی، مگر حقیقتاً ویران ہوں گی کہ ان میں حاضر ہونے والے نمازی کم ہو جائیں گے۔

اور اگر آیت کا شانِ نزول واقعۂ حدیبیہ اور مشرکینِ مکہ کا مسجد حرام سے روکنا ہے تو اسی آیت سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ مساجد کی ویرانی صرف یہی نہیں کہ انھیں منہدم کر دیا جائے، بلکہ مساجد جس مقصد کے لیے بنائی گئی ہیں یعنی نماز اور ذکر اللہ، جب وہ نہ رہے یا کم ہو جائے تو مساجد ویران کہلائیں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں مسجدوں کے آباد کرنے کا مطلب یہی ہے کہ وہاں خشوع و خضوع کے ساتھ حاضر بھی ہوں، اور وہاں حاضر ہو کر ذکر و تلاوت میں مشغول

Marfat.com

رہیں، اب اس کے مقابلہ میں مسجد کی ویرانی یہ ہوگی کہ وہاں نمازی نہ رہیں یا کم ہو جائیں۔

(معارف القرآن ص ۲۴۳ جلد اول تفسیر سورۂ بقرہ پارہ ۲)

مسجدوں کا ایک اور نظام عیدگاہ کے نام سے

اس ہفتہ وار اجتماع کے علاوہ سال میں دو مخصوص اجتماع اور بھی ہوا کرتے ہیں۔ ایک کو عید الفطر کہتے ہیں اور دوسرا عید الاضحیٰ کے نام سے قائم ہے۔ اس کو مسجدوں سے بڑا گہرا تعلق ہے اور یہ مسجدوں کے نظام سے الگ نہیں کہا جا سکتا، عیدگاہ بہت سے شرعی احکام میں مسجد کے تابع ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ عموماً یہ اجتماع مسجد میں بھی ہوتا رہتا ہے، فرق یہ ہے کہ یہ پنج وقتہ نمازوں میں داخل نہیں ہے، بلکہ علیحدہ ہے اور سال میں یہ دو نمازیں روزانہ نماز سے زیادہ پڑھی جاتی ہیں۔ شریعت میں ان نمازوں کو وجوب کا درجہ حاصل ہے، اسی وجہ سے اس کے لیے نہ اذان ہوتی ہے نہ تکبیر بقیہ شرائط تقریباً وہی ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں۔

یہ اجتماع ہفتہ وار اجتماع کی نسبت سے ذرا شاندار ہوتا ہے، اس میں اہتمام کچھ زیادہ ہوتا ہے اور عموماً اس کی ادائیگی بجائے مسجد کے باہر میدان میں ہوتی ہے، ایک میں صدقہ فطر کا حکم ہے اور دوسرے میں قربانی کا جس سے غرباء و فقراء کی تھوڑی بہت امداد ہو جاتی ہے، اور اس طرح وہ بھی اس مسرت میں برابر کے شریک ہو جاتے ہیں۔

ذخیرۂ احادیث کو سامنے رکھ کر جب غور کیجئے تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس موقع سے جہاں اور بہت سے فائدے اور مصالح مقصود ہیں وہ شکوہِ اسلام اور شوکتِ مسلمین کا اظہار بھی ہے اور غالباً اسی وجہ سے حکم ہے کہ ایک راستہ سے جائے اور واپسی دوسرے راستہ سے ہو، بلکہ ایک میں تو بآوازِ بلند تکبیر کا بھی حکم ہے۔

کتب حدیث میں یہ واقعہ بھی مندرج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید کے موقع پر عورتوں کے اجتماع کا بھی حکم دیا ہے حتیٰ کہ ان عورتوں کو بھی نکلنے کا حکم ہے جو نماز نہیں پڑھ سکتی ہیں۔ اس کی وجہ بعض علماء یہی بتاتے ہیں کہ شروع اسلام میں اس سے بڑی حد تک اظہارِ شان و شکوہ تھا اور اب چونکہ یہ ضرورت اس پیمانہ پر باقی نہیں رہی اس لیے عورتوں کا اجتماع ناپسند کیا جاتا ہے۔

اجتماع عیدین کی اہمیت

ان اجتماع عیدین سے بھی خیر القرون میں کام لیا گیا ہے اور آج بھی ان سے کام لیا جا

Marfat.com

سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم دین کی ان حکمتوں سے واقف نہیں اور یہ کہ اس اجتماع سے کام لینا چھوڑ دیا، آج بھی اگر اربابِ فضل وکمال اس طرف توجہ دیں تو ان اجتماعات سے ایک بہت بڑی کانفرنس کا کام لیا جاسکتا ہے، دین کی باتوں کی اشاعت بسہولت ہوسکتی ہے، بہت سے ان مسلمانوں کو جو دین سے ناآشنا ہیں انھیں دین کی تعلیم دی جاسکتی ہے۔

بہرحال آج ہم اپنی غفلتوں کی وجہ سے جو بھی کریں، مگر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ان اجتماع دینی سے بڑا کام لیا۔ تبلیغ واشاعت میں ان سے آپ کو بڑی مدد ملی ہے، جہاد جیسا اہم کام بھی اس موقع سے آپؐ نے انجام دیا ہے بلکہ حدیث میں اس کا کچھ خصوصیت سے ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:

نبی کریمؐ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ تشریف لاتے، سب سے پہلے نماز اداء فرماتے، پھر فارغ ہوکر لوگوں کی طرف توجہ فرماتے اور لوگ اپنی جگہ بیٹھے ہوتے، ان کو نصیحت فرماتے اور تاکیدی حکم دیتے۔ اگر لشکرِ اسلام کی روانگی کا ارادہ ہوتا تو اس کو روانہ فرماتے، یا کسی ضروری کام کا انجام دینا منظور ہوتا تو اس کے متعلق حکم نافذ فرماتے، پھر واپس ہوتے۔

(بخاری باب الخروج الی المصلی)

ملکی اور دینی کام

یہ حدیث کتنی واضح ہے، الفاظِ حدیث میں اس اجتماع کے مہتم بالشان ہونے پر کس قدر زور معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کتنا عظیم الشان مصرف لیا، مجاہدین کی روانگی کا کام کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ کاش اس سے ہم سبق حاصل کریں اور ملکی یا دینی جس طرح کا کام درپیش آئے اس سے مدد لیں، اس وجہ سے اور بھی کہ اس طرح کا اجتماع آج کل آسان کام نہیں اور غالباً اسی حکمت کے پیشِ نظر عید کا خطبہ نماز کے بعد رکھا گیا ہے کہ باطمینان تبلیغ واشاعتِ دین کا کام انجام پاسکے، بخلافِ جمعہ کے کہ وہ نسبۃً جلد جلد ہوتا ہے خطبہ نماز سے پہلے رکھا گیا ہے، بلاشبہ یہ بھی بات ہے کہ جمعہ بعد نوافل وسنن ہیں جو عید بعد نہیں ہیں۔

اشاعت وتبلیغ کا موقع

آج بھی ہم اس اجتماع سے دینی اور دنیاوی فائدے حاصل کرسکتے ہیں، یہاں

Marfat.com

اشاعتِ دین کا بڑا اچھا موقع ہے، لوگ سب سے علیحدہ ہو کر صرف دین کے لیے جمع ہوتے ہیں اور سب سے کٹ کر ایک مقصد کے لیے دور دراز سے چل کر آتے ہیں، خدا کرے مسلمانوں کی سوئی ہوئی بستی جاگے اور ''نظامِ مساجد'' کے ان اہم شعبوں پر غور و فکر کرے۔

(اسلام کا نظامِ مساجد ص ۸۶ تا ص ۸۸)

عیدگاہ اور مسجد میں فرق کیا ہے؟

سوال عیدگاہ کا حکم شرعاً مسجد کی طرح ہے یا کچھ فرق ہے اور عیدگاہ کی حدود کے اندر اسکول یا دینی مدرسہ قائم کرنا کیسا ہے نیز عیدگاہ کی حدود کے اندر مویشیوں اور انسانوں کا راستہ چلنا، بچوں کا کھیل کود کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز عیدگاہ کے بالمقابل بلا حائل قبرستان ہو تو ایسی عیدگاہ میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب جواز اقتداء میں عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہے، اور بقیہ احکام میں مسجد کے حکم میں نہیں بلکہ فناء مسجد اور مدرسہ وغیرہ کے حکم میں ہے جو چیزیں فناء مسجد و مدرسہ وغیرہ میں جائز ہیں، وہ عیدگاہ میں جائز ہیں، اور جو وہاں ناجائز وہ یہاں بھی ناجائز ہیں، ظاہر ہے کہ مدارس اور فناء مسجد مویشیوں یا عوام کے راستہ کے لیے نہیں ہوتے، پس عیدگاہ کی اس سے حفاظت چاہئے، بچوں کا کھیل کھیلنا گنجائش رکھتا ہے، لیکن مستقل کھیل کے لیے عیدگاہ کو مقرر کرنا یا اس کو فیلڈ بنانا نہیں چاہئے۔

اگر قبریں بالکل متصل ہیں اور سجدہ کے سامنے ہیں تو وہاں نماز مکروہ تحریمی ہے اگر دائیں یا بائیں یا پیچھے ہیں تو اس ترتیب سے کراہت میں کمی ہے، اگر فاصلہ زیادہ ہے، تو کراہت نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۶ جلد ۸، کفایت المفتی ص ۱۲۹ جلد ۳ و احسن الفتاویٰ ص ۲۲۸ جلد ۶)

مسئلہ عیدگاہ میں نمازِ جنازہ جائز ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۴۳ جلد ۳)

مسئلہ عیدگاہ جوازِ اقتداء کے حق میں مسجد کے حکم میں ہے، بقیہ امور میں مسجد کے حکم میں نہیں، جیسا کہ بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے، اس طرح عیدگاہ میں ممنوع نہیں۔

(درمختار ص ۶۸۴ جلد اول)

مسئلہ عیدگاہ میں بطورِ تشکر نماز ادا کرنے کے لیے اجتماع ہوتا ہے، لہٰذا نمازِ عید اور عید کے مختلف احکام اور مواعظ بیان کیے جائیں۔ مسلم لیگ اور کانگریس رسوم (سیاسی) کے لیے علیحدہ اجتماع کیا جائے تو بہتر ہے۔

Marfat.com

مسئلہ فٹ بال کھیلنا بھی وہاں غرضِ واقف کے خلاف ہے، اس سے بھی احتراز کیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۱ جلد ۱۰ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۷ جلد ۶)

مسئلہ عیدگاہ بہت سے اُمور میں مسجد کے حکم میں ہے اس لیے عیدگاہ میں کھیل تماشہ اور کُشتی وغیرہ کا کرنا اور ہارمونیم باجہ بجانا اور گانا یہ جملہ امور محرمہ حرام اور ناجائز ہیں۔ متولی عیدگاہ ہرگز ان اُمور کی اجازت کسی کو نہیں دے سکتا اور بلا اجازت یا با اجازت متولی بھی کسی کو بھی ان امور کا ارتکاب عیدگاہ میں کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۵ جلد ۵ بحوالہ درمختار ص ۶۱۵ جلد اول)

مسجد کو عیدگاہ بنانا؟

سوال ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی، محلہ والوں نے مشورہ کر کے اس کو دوسری مسجد بنائی، اب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پہلی مسجد کی جگہ میں کچھ جگہ چاروں طرف سے ملا کر عیدگاہ بنالیں، دریافت طلب بات یہ ہے کہ پہلی مسجد کی جگہ کے ساتھ اور کچھ جگہ ملا کر عیدگاہ بنائی جائے یا نہیں؟

جواب جس مقام پر عید کی نماز جائز ہے وہاں عید کی نماز مسجد میں بھی جائز ہے اور عیدگاہ میں بھی جائز ہے، لیکن اگر عذر قوی نہ ہو تو عیدگاہ میں جا کر پڑھنا سنت ہے پس اگر وہ گاؤں ایسا بڑا ہے کہ جسمیں جمعہ وعیدین کی نماز درست ہے یعنی اپنی آبادی اور دیگر ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مثل ہے جسکی آبادی کم از کم تین ہزار ہو تو وہاں مسجد اور عیدگاہ دونوں جگہ نماز درست ہے۔ اگر وہ گاؤں ایسا نہیں بلکہ چھوٹا گاؤں ہے، تو عید کی نماز نہ مسجد میں درست ہے اور نہ عیدگاہ میں۔

مسجد کو عیدگاہ بنانے کا مطلب اگر یہ کہ اس میں نمازِ پنجگانہ بھی ہوتی رہے اور وہ جگہ اس قدر وسیع ہو کہ ضرورت کے وقت عید کی نماز بھی ہو سکے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ اس وقت ہے جب کہ وہاں عید کی نماز درست ہو جاتی ہو، اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس کو صرف عید کے لیے مخصوص کر دیا جائے اور نمازِ پنجگانہ اس سے موقوف کر دی جائے تو یہ قطعاً ناجائز ہے، خواہ وہاں عید کی نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، کیونکہ اس سے مسجد معطل ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۶۹ جلد ۲)

رفعِ فساد کے لیے دوسری عیدگاہ بنانا؟

مسئلہ فساد وتفرقہ پیدا کرنے کے لیے دوسری عیدگاہ بنانا ناجائز ہے، البتہ اگر فساد کسی وجہ

Marfat.com

سے پیدا ہو گیا اور اسکا دفعیہ بجز دوسری عیدگاہ بنانے کے دشوار ہے تو دوسری عیدگاہ بنانا درست ہے۔ بہرحال جب وہ عیدگاہ بن چکی اور باقاعدہ وقف کر دی گئی تو اس میں اور پہلی عیدگاہ میں دونوں جگہ نماز درست ہے۔ عیدگاہ مستحق تقدیم ہے، حتی الوسع رفعِ فساد ضروری ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۷۰ جلد ۲)

مسئلہ جب کہ ایک عیدگاہ کافی ہے تو بلاضرورتِ شرعی دوسری عیدگاہ بنانا شریعت کی منشاء کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۶ جلد ۶)

مسئلہ شہر وسیع ہو، دور دور تک مسلمان آباد ہوں اور عیدگاہ تک پہنچنا دشوار ہو تو ضرورت اور دفع حرج کے پیشِ نظر ایک سے زائد عیدگاہیں بنانا درست ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۷ جلد ۶)

چھوٹی بستی میں عیدگاہ بنانا؟

مسئلہ جبکہ بستی اتنی چھوٹی ہے کہ وہاں نمازِ جمعہ قائم کرنے کی شرائط نہیں پائی جاتیں تو وہاں عید کی نماز بھی ادا کرنا صحیح نہیں۔ اور جب ان پر عید کی نماز نہیں ہے تو عیدگاہ بنانا بھی ضروری نہیں ہے، لہٰذا یہ (چھوٹی بستی والے) تارکِ سنت نہ ہوں گے، البتہ قصبہ میں (جہاں پر نماز جمعہ جائز ہے) اگر عیدگاہ نہیں ہے تو ان پر عیدگاہ بنانا ضروری ہے، نہ بنائیں گے تو تارکِ سنت ہوں گے۔

کیا عیدگاہ بنانا ضروری ہے؟

مسئلہ آبادی سے باہر صحراء (جنگل) میں جا کر نمازِ عید ادا کرنا افضل ہے اور سنت ہے، خواہ عیدگاہ ہو یا نہ ہو، عیدگاہ مستقل بنالینا قرین مصلحت ہے تاکہ کسی کو یہ اعتراض نہ ہو کہ ہماری زمین اور ہمارے کھیت میں کیوں نماز پڑھتے ہیں، نیز ممکن ہے کہ نماز کے وقت جگہ خالی نہ ملے، کھیتی کھڑی ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۳۶ جلد ۱۶ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۶۷۶ جلد ۱)

مسئلہ نمازِ عید کے لیے (عیدگاہ کا) وقف ہونا اور لوگوں کا وہاں نماز ادا کرنا بس اتنا ہی کافی ہے، (وقف ہونے کے لیے) تحریری ثبوت لازم نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۳۰ جلد ۱۶)

عیدگاہ آبادی ہونے کی وجہ سے فروخت کرنا؟

سوال عیدگاہ آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے اس کو توڑ کر آبادی کے باہر منتقل کرنا چاہتے

Marfat.com

ہیں تو کیا عیدگاہ کو توڑ کر اس کی زمین میں دوکان ومکان بنا کر فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب اگر وہ عیدگاہ وقف ہے تو اس کی زمین فروخت کرنا جائز نہیں ہے محض آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے اس میں کسی قسم کے تغیر کی ضرورت نہیں ہے، اس کو اپنے حال پر رکھیں۔

تشریح موجودہ عیدگاہ اگر ناکافی ہے اور آبادی سے باہر عیدگاہ بنانے کی ضرورت ہے تو دوسری عیدگاہ بنانے کی ممانعت نہیں ہے، بنالی جائے، ضعفاء اور کمزوروں، بیماروں کے لیے موجودہ عیدگاہ کو باقی رکھا جائے، پنج گانہ نماز بھی اس میں درست ہے۔

عیدگاہ کی زمین جب وقف ہے تو اس کو بیچنا جائز نہیں ہے، وقف زمین مِلک سے خارج ہے۔ بیع اپنی مِلک کی ہوسکتی ہے اسلیے اسکی بیع درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۳۷ جلد ۱۶)

رنجش کی وجہ سے دوسری عیدگاہ بنائی گئی، صلح ہونے پر اس کا حکم؟

سوال اگر چندہ کی رقم سے زمین خریدی گئی اور وہاں عید کی نماز اداء کی گئی ہے اور اس زمین کو نماز عیدین کے لیے وقف کردیا گیا ہے تو اب اس کو فروخت کرنا جائز ہے، اب مذکورہ خرید کردہ زمین میں نمازِ عیدین ہی ادا کی جائے وقف کرنے سے پہلے اس بات پر غور کرنے کی ضرورت تھی۔

اگر اس کو وقف نہیں کیا گیا، بلکہ وقف کرنے کا ارادہ تھا اور محض عارضی طور پر وہاں نماز ادا کرلی گئی تو پھر چندہ دینے والوں کی اجازت سے وہاں مکان، دوکان، باغ لگانا، کاشت کرنا سب کچھ درست ہے بلکہ فروخت کرنا بھی درست ہے۔ اس کی قیمت یا آمدنی کو بہتر تو یہ ہے کہ سابقہ (پرانی) عیدگاہ یا دیگر مساجد اور دینی کاموں میں حسب مشورہ صرف کرلیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۰ جلد ۱۵)

ناموَری کے لیے عیدگاہ بنانا؟

سوال متولی صاحب کہتے ہیں کہ عیدگاہ میں اپنے ہی پیسے سے بنواؤں گا مگر میرا نام عیدگاہ پر درج کرادینا۔ تو عیدگاہ پر تعمیر کرانے والے کا نام درج کرانا کیسا ہے؟

جواب عیدگاہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے بنانا بہت ثواب کا کام ہے۔ اس پر بنانے والے کا اپنا نام درج کرانا یا اس کی پابندی لگانا شہرت اور نام وری کے لیے اس کے ثواب کو برباد کردے گا۔ متولی صاحب کو چاہئے کہ ایسا نہ کریں اور ایسے ارادہ سے توبہ واستغفار کرکے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے اخلاص کی دعاء کریں، جس کام میں اخلاص نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۸ جلد ۱۵)

مسئلہ اگر وہ جگہ وقف ہے اور نمازِ عید کے لیے وقف ہے تو اس کو توڑ کر وہاں میت دفن کرنا درست نہیں ہے بلکہ اس کو عیدگاہ ہی رکھا جائے (اگر چہ وہ جگہ نماز عید کے لیے کم پڑ جاتی ہو، اور) اس کے آس پاس جو قبرستان ہے وہ اگر پرانا ہو گیا، اب وہاں میت دفن نہیں کی جاتی بلکہ دوسری جگہ دفن کی جاتی ہے تو عیدگاہ کی توسیع کے لیے اس قبرستان سے جگہ لی جاسکتی ہے جبکہ قبروں میں میت مٹی بن چکی ہو ورنہ تو یہ بھی درست ہے کہ نمازِ عید کا دوسری جگہ انتظام کر لیا جائے اور دو جگہ نماز ہو جایا کرے (تنگی کی وجہ سے) یا پھر دوسری جگہ عیدگاہ بنائی جائے اور موجودہ عیدگاہ (چھوٹی) میں نماز پنج گانہ ادا کی جائے۔ الحاصل موجودہ عیدگاہ توڑ کر نماز کے علاوہ دوسرے کام میں نہ لایا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۱ جلد ۱۵)

قبرستان کی آمدنی عیدگاہ میں خرچ کرنا؟

مسئلہ موقوفہ قبرستان کی آمدنی کو کسی اور کام (مدرسہ وعیدگاہ) میں صرف کرنا درست نہیں ہے ہاں اگر قبرستان میں کوئی ضرورت نہ ہو مثلاً حفاظت کے لیے چہار دیواری کی ضرورت نہ ہو، (حفاظت کیلئے) آدمی رکھنے کی ضرورت نہ ہو وغیرہ وغیرہ تو پھر باہمی مشورہ سے مدرسہ وعیدگاہ میں جہاں ضرورت ہو، تعمیر، تنخواہ، وظیفہ، خرید کتب وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں تا کہ آمدنی کی رقم ضائع نہ ہو جائے اور اس پر کسی کی ملکیت نہ ہو اور غاصبانہ قبضہ نہ ہو جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۶ ج ۱۵)

ایک سے زائد جگہ عید کی نماز؟

مسئلہ نمازِ عید بہتر یہ ہے کہ ایک جگہ پڑھی جائے لیکن عوارض کی وجہ سے مثلاً جگہ تنگ ہو یا امامت پر جھگڑا ہوتا ہو وغیرہ وغیرہ تو ایک سے زائد جگہ پڑھنے میں بھی کچھ حرج نہیں، بلکہ اگر ایک جگہ فتنہ وفساد کا خوف ہو تو بہتر یہ ہے کہ الگ الگ پڑھی جائے تاہم تقلیل افضل واجب ہے۔ اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا گناہ ہے اس سے اجتناب اور توبہ لازم ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۶ جلد ۶ بحوالہ درمختار ص ۱۱۶ جلد ۱)

مسئلہ اگر چہ وقت ضرورت ایک سے زائد جگہ بھی پڑھنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۴۰ جلد ۱۶)

Marfat.com

دومنزلہ عیدگاہ

سوال: عیدگاہ آبادی میں آ گئی اور نمازیوں کے لیے ناکافی ہوتی ہے۔ آبادی سے باہر دوسری عیدگاہ بنانا اولیٰ ہے یا اسی کو دوسری منزل کر دیا جائے؟

جواب: عیدگاہ کو دومنزلہ بنا سکتے ہوں تو دومنزلہ بنالیں، اگر آبادی سے باہر دوسری عیدگاہ بنائیں تو موجودہ عیدگاہ کو پنجگانہ نماز کے لیے مسجد قرار لیں۔

اور یہ بھی کر سکتے ہیں کہ موجودہ عیدگاہ کو عیدگاہ ہی رکھیں اور اس میں معذورین نماز عید ادا کرلیا کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۶ جلد ۷ و امداد الاحکام ص ۴۵۴ ج ۱)

عیدگاہ میں چھت ڈالنا اور غیر آباد میں ہسپتال وغیرہ کی تعمیر

سوال: (۱) کیا عیدگاہ مسجد ہے۔ (۲) کیا عیدگاہ صرف اس مخصوص وقت کے لیے مسجد کے حکم میں آتی ہے جب عیدین کا اجتماع ہوتا ہے۔ (۳) عیدین کے اجتماع کے علاوہ عیدگاہ کا مقام کیا ہے اور ایسے وقت میں کیا جنگل کی تعریف میں آتی ہے جہاں پر کام کیا جا سکتا ہے؟

جواب: نمازِ عیدین آبادی سے باہر جا کر کھلے میدان (غیر مسقف) میں اداء کرنا مسنون و مستحب ہے، اس میں شوکتِ اسلام کا اظہار زیادہ ہے دھوپ تیز ہونے سے پہلے اداء کر لی جائے۔ شدید بارش کے وقت جامع مسجد میں اداء کی جائے۔ ایسی حالت میں (یعنی شدید بارش وغیرہ میں) نماز عید الفطر دو تاریخ کو اور عید الاضحیٰ گیارہ بارہ تاریخ کو بھی درست ہے۔

عیدگاہ کو مسقف کرنا زمانۂ سلف میں نہیں تھا اور اب بھی عموماً نہیں ہے، عیدگاہ کا میدان ادب و احترام کے لحاظ سے مسجد کے حکم میں نہیں ہے، اس لیے وہاں نمازِ جنازہ مکروہ نہیں ہے۔ جو جگہ نمازِ عید کے لیے وقف کر دی گئی اس کو دوسرے کاموں میں استعمال کرنے کا حق نہیں رہا۔ جو جگہ مصارفِ عیدگاہ کے لیے وقف کر دی گئی اب اسکے مصارف تبدیل کرنے کا حق نہیں رہا۔

علاوہ ازیں دیگر اقوام پر اس کے غلط اثرات بھی پڑ سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنی عبادت گاہ کو رہائش گاہ یا دفتر یا ہسپتال یا بینک یا زچہ خانہ وغیرہ بنالیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مذہب میں ضرورت کے وقت اس قسم کا تصرف درست ہے، پھر غیر آباد مساجد میں اس کی اجازت کیوں نہ ہوگی۔ اب تک حکومت کو بھی یہی معلوم ہے کہ عبادت خانہ کسی دوسرے

کام میں نہیں آسکتا۔اس پر بیشمار مقدمات فیصل کیے گئے ہیں۔اگر میرٹھ میں مسئولہ تصرفات کیے گئے تو یہ تمام ملک میں نظیر بنیں گے اور فتنوں کا نیا باب کھل جائے گا اور گورنمنٹ بھی سماج کی ضرورت کے پیش نظر قبضہ کرنا شروع کردے گی اور اس کو خلاف مذہب تصور نہیں کیا جائے گا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۳ جلد ۱۸)

رہن شدہ زمین پر عیدگاہ بنانا؟

سوال اگر کسی نے وقتِ متعینہ کے لیے زمین فروخت کی پھر جب وقت معینہ واپسی کا آیا تو مشتری (خریدار) نے اس پر عیدگاہ بنادی اور بیچنے والا بار بار تقاضہ کرتا ہے کہ عیدگاہ توڑ دی جائے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ایسی بیع شرعاً رہن کا حکم میں ہے جس سے انتفاع ناجائز ہے، اس کا وقف کرنا اور عیدگاہ وغیرہ بنادینا بھی درست نہیں ہے بلکہ مالک کو واپس کردینا ضروری ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۱ جلد ۱۵ بحوالہ مع الانہر ص ۳۸۷ جلد ۱)

عیدگاہ شہید کرکے اسکول بنانا؟

مسئلہ عیدگاہ کو توڑ کر اس کی جگہ اسکول بنانا ہرگز جائز نہیں، یہ غرض واقف کے خلاف ہے۔"مشروط الواقف کنص الشارع"۔(درمختار)۔منتظمین کو مسئلہ بتا کر روکا جائے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۷ جلد ۱۵ واحسن الفتاویٰ ص ۴۲۴ جلد ۶)

عیدگاہ کا تبادلہ کرنا؟

سوال پرانی عیدگاہ سے کچھ فاصلہ پر دوسری زمین جو رقبہ میں تین گنی ہے بدلہ میں مفت مل رہی ہے۔اگر جدید عیدگاہ کو بنایا جائے تو ہر طرح کی سہولت (وسعت وغیرہ ہے) تو کیا تبادلہ اراضی قدیم وجدید صحیح ہے؟

جواب اگر سابق عیدگاہ وقف ہے تو اس کے تبادلہ کی اجازت نہیں، اگر نمازِ عیدین اداء کرنے کے لیے دوسری وسیع جگہ عیدگاہ بنالی جائے تو یہ سابق عیدگاہ بھی وقف رہے گی، اس میں باغ لگا کر جدید عیدگاہ کی ضرورت میں اس کی آمدنی صرف کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۲۴ جلد ۱۵)

Marfat.com

(یا کمزور، بیمار اور ضعفاء کے لیے چھوٹی عیدگاہ نماز کے لیے رکھی جائے یا پنجگانہ نمازوں کے لیے مسجد بنادی جائے، اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو باغ وغیرہ لگا کر اس کی آمدنی جدید عیدگاہ میں صرف کیجائے۔ رفعت)

نمازِ عید کا عیدگاہ میں سنت ہونا؟

مسئلہ عیدگاہ جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے تکبیر پڑھنا مستحب ہے، عیدگاہ میں پہنچ کر تکبیر موقوف کر دینی چاہیے، اگر عیدگاہ میں تکبیر آہستہ کہے تو گنجائش ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۳ جلد ۱۰ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۱۰۶ جلد ۱)

مسئلہ عیدگاہ میں جا کر نمازِ عید اداء کرنا مندوب ہے، اگرچہ جامع مسجد میں وسعت ہو۔

(طحطاوی ص ۲۹۰)

مسئلہ اگر عیدگاہ میں جا کر لوگ نماز اداء کر لیں اور کچھ لوگ شہر کی جامع مسجد میں پڑھ لیں تب بھی مستحقِ ملامت نہیں ہیں۔ سب لوگ اگر مسجد ہی میں پڑھیں تو خلافِ مندوب ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۳۵ جلد ۱۶)

مسئلہ عیدین کی نمازیں عیدگاہ میں اداء کرنا سنت مؤکدہ متوارثہ ہے، آنحضرت ﷺ مسجدِ نبویؐ کے باوجود علیٰ سبیل المواظبۃ برسبیل عبادت عیدین کی نماز عیدگاہ میں اداء فرماتے رہے، صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے آپؐ نے مسجد میں پڑھی ہے۔

نیز عیدین کے لیے عیدگاہ جانا سنت ہے، بلا عذر اس کا تدارک لائقِ ملامت اور مستحقِ عتاب ہے اور ترک کرنے کا عادی گنہگار ہوتا ہے، درمختار میں ہے کہ مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جس طرح ترکِ واجب سے گنہگار ہوتا ہے اور سنتِ مؤکدہ کا بھی یہی حکم ہے۔

(شامی ص ۲۹۵ جلد ۵)

مسئلہ شہر سے عیدگاہ دور ہونے کی وجہ سے ضعیفوں اور بیماروں کو تکلیف ہوتی ہو تو ان کے لیے مسجد میں عیدین کی نماز کا انتظام کرنے کی اجازت فقہاء کرامؒ نے دی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۴ جلد ۱۰ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۴ جلد ۶ و کفایت المفتی ص ۲۴۹ جلد ۳)

عیدگاہ کو مسجد بنانا؟

مسئلہ ہر شہر سے متعلق آبادی کے باہر (فنائے شہر میں) عیدگاہ ہونا ضروری ہے کہ عید کی نماز

Marfat.com

عیدگاہ میں اداء کرنا سنت مؤکدہ ہے، اس لیے عیدگاہ کو قائم اور باقی رکھتے ہوئے کسی اور جگہ مسجد بنائی جائے۔

اگر عیدگاہ آبادی کے اندر آ گئی ہو تو پوری جماعت متفقہ طور پر (عیدگاہ کو) مسجد بنانے کی نیت کرلیں تو مسجد شرعی بن جائے گی مگر عیدگاہ بنانے کی ذمہ داری باقی رہے گی، بانی سے مراد وہ شخص ہے جس نے مسجد کے لیے زمین وقف کی ہو، اور اگر چند اشخاص چندہ کر کے زمین خریدیں اور وقف کر کے مسجد بنالیں تو پوری جماعت کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۳ جلد ۶)

مسجد کا فرش و منبر عیدگاہ میں لے جانا؟

مسئلہ مسجد کا فرش عیدگاہ میں لے جانا درست نہیں ہے، ہاں ایک روایت میں منبر کا لے جانا جائز ہے۔ اور دوسری میں مکروہ ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ ممبر بھی نہ لے جائیں۔

(امداد الاحکام ص ۴۶۲ ج ۱)

مسئلہ جب عیدگاہ میں صفیں اس نیت سے دی جائیں کہ عیدین کے موقع پر عیدگاہ میں استعمال ہوں اور بقیہ دنوں میں مسجد میں تو مضائقہ نہیں، اسی طرح مسجد میں دیتے وقت یہ کہا جائے کہ عید کے موقع پر عیدگاہ میں استعمال کی جائے تب بھی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۱۰ جلد ۶)

(اگر صفیں دیتے وقت کوئی قید نہیں لگائی تو جس جگہ کے لیے دیں وہاں پر ہی استعمال کریں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ عیدگاہ میں آواز ملا کر زور سے تکبیر کہنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۷، جلد ۵)

(بعض جگہ عیدگاہ میں سب لوگ ملکر زور زور سے تکبیرات پڑھتے ہیں جماعت ہونے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، یہ غلط ہے، اگر پڑھنی ہے تو خود آہستہ پڑھیئے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ سیلاب کی وجہ سے عیدگاہ کے معدوم ہوجانے کا یقین ہے تو مسلمانوں کے لیے گنجائش ہے کہ اس کا تمام سامان منتقل کر کے دوسری جگہ عیدگاہ تعمیر کرلیں۔ لیکن یہ پہلی عیدگاہ بھی اگر بچ گئی تو بدستور وقف رہے گی، اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ۲۲۴ جلد ۵ بحوالہ رد المختار ص ۵۱۴ جلد ۳)

مسئلہ عیدین کی نماز مسجد میں ہوجاتی ہے مگر عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے۔ عیدگاہ میں بلا عذر نمازِ عیدین نہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۶ ج ۵)

Marfat.com

مسئلہ عیدین کی نماز جامع مسجد میں بھی ادا کرنا درست ہے لیکن مسنون وافضل صحراء (جنگل) میں ادا کرنا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۹ جلد ۵)

احتجاجاً عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنا؟

سوال حکومت یا غیر مسلموں کے نازیبا رویے کی مذمت میں احتجاجاً عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنے کی کیا گنجائش ہے؟

جواب کوئی خطرہ لاحق ہو، یا یہ اندیشہ ہو کہ عیدگاہ میں نماز پڑھنے پر خواتین، بچوں، بیماروں اور ضعیفوں کو پریشانی ہوگی تو عیدگاہ چھوڑنا درست ہے، محض احتجاجاً عیدگاہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے، احتجاج کے لیے دوسرے جائز اور مناسب طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ نیز اظہارِ ناراضگی کے لیے دوسری جائز صورت اختیار کی جاسکتی ہے، سیاہ پٹی لگا کر نماز پڑھنے میں تشبہ لازم آئے گا، یہ غیروں کا شعار ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۷ جلد ۶)۔

(سیاہ پٹی نماز میں تو اتار دیں، پہلے یا بعد میں باندھ لیں، کیونکہ آج کل بغیر احتجاج کے کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ جہاں اجازت کی ضرورت معلوم ہو وہاں اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا اور جس جگہ (زمین) کے متعلق یہ معلوم ہو کہ یہ ناراض نہ ہوں گے بلکہ خوش ہوں گے تو وہاں اجازت کے بغیر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۷ جلد ۶)

عیدگاہ کی زمین میں مدرسہ بنانا؟

سوال عیدگاہ کی زمین دو تین بیگہ پڑی ہے جس کو لوگ استعمال کرتے ہیں کیا اس زمین میں دینی مدرسہ بنا سکتے ہیں؟

جواب اگر وہ زمین عیدگاہ کی ہے اور عیدگاہ میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں تو وہاں دینی مدرسہ بنادیں مگر زمین کا کرایہ عیدگاہ کے لیے تجویز کردیں۔ زمین عیدگاہ کی رہے گی، جس کا کرایہ مدرسہ دیتا رہے گا اور عمارت مدرسہ کی رہے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۴ جلد ۱۴ واحسن الفتاویٰ ۴۳۳ جلد ۶)

مسئلہ وقف مسجد سے حاصل شدہ روپیہ سے عیدگاہ بنانا، اور وقف عیدگاہ سے حاصل شدہ روپیہ سے مسجد بنانا درست نہیں۔ نیز عیدگاہ اور مسجد کا روپیہ قرض دینا جائز نہیں ہے، وہ امانت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۹ جل ۱۰)

Marfat.com

پرانی عیدگاہ پر مدرسہ بنانا؟

سوال نئی عیدگاہ بننے کے بعد پرانی عیدگاہ بالکل ویران ہے تو کیا اس کو مفت یا قیمتاً خرید کر مدرسہ میں داخل کرنا جائز ہے؟

جواب اس میں اختلاف ہے کہ عیدگاہ بحکم مسجد ہے یا نہیں، ایسی صورت کے موقع پر قولِ ثانی انسب ہے اور وقف غیر مسجد کا بصورت تعطل استبدال قاضی کی اجازت سے جائز ہے۔

تحقیق مذکور کے مطابق معطل عیدگاہ کی جگہ مدرسہ بنانے کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس عیدگاہ کے عوض اس کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ قیمتی زمین کسی قریب تر شہر میں عیدگاہ کے لیے وقف کی جائے۔ اور یہ بدلنا قاضی کی اجازت سے ہو، اگر قاضی نہ ہو تو باتفاق جماعتِ مسلمین۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۶۱ جلد ۶)

عیدگاہ میں دوبارہ جماعت کرنا؟

مسئلہ عیدگاہ میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے، جن کی نمازِ عید فوت ہوئی ہو وہ اس مسجد میں جا کر نماز با جماعت ادا کریں جہاں نمازِ عید ادا نہ کی گئی ہو۔

مسئلہ نماز عید الفطر و عید الاضحیٰ کے لیے عیدگاہ میں جانا سنت ہدیٰ اور سنتِ مؤکدہ ہے، بلا عذر نہ جانے والا تارکِ سنت، قابلِ ملامت و لائق عتاب ہے اور عادی اس کا گنہگار ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۷ جلد ۱ بحوالہ طحطاوی ص ۲۶۰ جلد ۱ و کبیری ص ۵۲۹ و شامی ص ۲۹۵ جلد ۲)

مسئلہ شہر سے عیدگاہ دور ہونے کی وجہ سے ضعیفوں اور بیماروں کو تکلیف ہوتی ہو تو ان کے لیے مسجد میں فقہاء نے انتظام کرنے کی عیدین کی نماز کے لیے اجازت دی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۶ جلد ۱)

عیدگاہ میں امام صاحب کے لیے چندہ کرنا؟

مسئلہ عید کے موقع پر امام صاحب کو چندہ کر کے دے دینا بھی درست ہے اور اس مقصد کے لیے عیدگاہ میں چندہ کرنا بھی درست ہے، مگر خطبہ کے وقت چندہ نہ کیا جائے، خطبہ سننا واجب ہے اس میں خلل نہ آئے۔

مسجد میں مسجد و مدرسہ یا اور دینی ضرورت کے لیے چندہ کرنا درست ہے۔ کسی کی نماز میں تشویش نہ ہو، اس کا لحاظ ضروری ہے، نیز شور و شغب سے پرہیز لازم ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۲۸ جلد ۱۶ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۸ جلد ۵)

مسئلہ دوران خطبہ لوگ خطیب کو روپیہ دینے کے لیے اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ اُٹھ کر جاتے ہیں اور خطیب کے لیے کچھ لوگ روپیہ لینے کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دوران خطبہ اس قسم کے کاموں کی اجازت نہیں، ادب کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ کر خطبہ سننا لازم ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۳۱ جلد ۱۶)

عیدگاہ کے درخت کٹوا کر مسجد میں صرف کرنا؟

مسئلہ جو باغ عیدگاہ کے لیے وقف ہے اس کے درخت نہ کٹوائے جائیں، البتہ جو درخت خشک ہو گئے اور ان سے کوئی نفع نہیں، ان کو کٹوا کر عیدگاہ کے لیے عمارت میں صَرف کر دیا جائے، اگر عیدگاہ میں ضرورت نہ ہو، اور نہ آئندہ ضرورت کی اُمید ہو تو پھر وہاں کی مسجد کی تعمیر میں صرف کی اجازت ہے اور جس قدر ضرورت ہو وہ چندہ سے پوری کر لی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۷ جلد ۱۵)

(وقف کرنے والے نے جو وقف جس مقصد کے لیے کیا ہے اس میں ہی صرف کیا جائے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

عیدگاہ میں نمازیوں کا انتظار کرنا

۱ نمازِ عید کا وقت ایسا ہونا چاہئے کہ نمازِ فجر سے فارغ ہو کر بطریق مسنون لوگ تیاری کر کے عیدگاہ پہنچ جائیں۔

۲ عید کے موقع پر کچھ لوگوں کا پیچھے رہ جانا متوقع ہے۔ لہٰذا امام اور حاضرین کو چاہئے کہ عجلت نہ کریں، وقتِ مقررہ کے بعد بھی پانچ سات منٹ ٹھہر کر نماز شروع کی جائے۔

حاضرین کو ایسے موقع پر ذرا ضبط اور صبر سے کام لینا چاہئے۔ امام صاحب کو مشورہ دے سکتے ہیں لیکن نماز شروع کرنے پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ اور امام کی بھی ذمہ داری ہے کہ حاضرین کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے پیچھے رہ جانے والوں کی رعایت کرے اور قرأت خطبہ

میں اختصار کر کے تلافی مآفات کر لے۔ سال میں دو موقعے آتے ہیں کہ بے نمازی بھی اس میں شرکت کرتے ہیں۔ ضعیف، بیمار اور معذورین بھی ہوتے ہیں، نماز فوت ہوگی تو بڑی برکتوں سے محروم رہیں گے، لہٰذا قدرے انتظار کیا جائے۔ البتہ جو آخری وقت میں آنے کے عادی ہیں ان کو حاضرین کی تکلیف کا احساس نہیں ہے اور اپنی نماز کی بھی فکر نہیں ہے، اس طرح اپنا انتظار کراتے ہیں۔ ایسے غافل، کاہل اور سست لوگوں کا انتظار کرنا، ان کی عادت کو بگاڑتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۴ جلد ۳)

عیدگاہ سے متعلق مسائل

مسئلہ شریعت میں عیدگاہ کے لیے تخصیص کسی جانب کی نہیں ہے، بلکہ مسنون صرف یہ ہے کہ شہر سے باہر جا کر نمازِ عیدین ادا کی جائے، اس میں کچھ حرج نہیں کہ عیدگاہ بنائی جائے۔ (غرض یہ کہ) عیدگاہ کے لیے کوئی جانب (دائیں، بائیں یا کسی اور جانب) شہر کی مقرر نہیں ہے، جس طرف سہولت ہو اور موقع ہو، اسی طرف عیدگاہ بنائی جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۳۰، ۲۳۳ جلد ۵ بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب العیدین ص ۱۲۵ جلد ۱)

مسئلہ جس جگہ عیدگاہ میں حرام پیسہ لگا ہو، اس میں (نماز پڑھنا) مکروہ ہے، اس سے بہتر ہے کہ میدان میں نماز پڑھے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۵۷۹ جلد ۱)

مسئلہ عیدگاہ کی زمین فروخت نہیں کی جا سکتی ہے، عیدگاہ وقف ہوتی ہے اور مسجد کے حکم میں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۴ جلد ۵ بحوالہ رد المختار کتاب الوقف ص ۵۰۷ جلد ۱)

مسئلہ عیدگاہ وقف ہے، اس میں کوئی تصرف تعمیرِ مکان وغیرہ درست نہیں، البتہ اگر نمازیوں کے آرام کے لیے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے کوئی حصہ مسقف (پاٹ) کر دیا جائے، مسجد کی طرح، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۴ جلد ۵)

مسئلہ ایک شہر میں دو عیدگاہ ہونے میں اور دو جگہ نمازِ عیدین ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۰۸ جلد ۵ بحوالہ رد المختار ص ۷۸۳ جلد ۱)

مسئلہ عیدین مختلف مسجدوں میں پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ جس بستی میں ایک جگہ جمعہ و عیدین جائز ہیں وہاں چند جگہ بھی جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ایک جگہ جمعہ و عیدین پڑھیں اور عید کی نماز باہر صحراء (جنگل) میں پڑھنا مسنون ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۸)

(مطلب یہ ہے کہ چند جگہ بھی جائز ہے، اگر ضرورت ہو کہ جگہ کی تنگی یا دوری کی وجہ سے یا فسادات وغیرہ کی وجہ سے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ اگر عیدگاہ میں امام بدعتی ہے، دوسری جگہ صحراء میں اس سنت کو اداء کریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۹ جلد ۵ بحوالہ درمختار ص ۱۱۱۴ جلد ۱)

مسئلہ مشترکہ زمین پر بغیر مالکوں کی رضامندی کے عیدگاہ بنانا جائز نہیں اور قریۂ صغیرہ (جہاں پر نمازِ جمعہ جائز نہ ہو) میں عید کی نماز پڑھنا اور وہاں پر عیدگاہ بنانا جائز ہے اور نہ عیدگاہ بنانے کی قریۂ صغیرہ میں ضرورت ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۵۷۹ جلد ۱)

مسئلہ جونشہ کی حالت میں عیدگاہ میں آئے اور لوگوں کو بدبو کی وجہ سے تکلیف ہو، اگر لوگ اس کو نکال دیں تو یہ نکالنا شرعاً جائز ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۳۰۸ جلد ۱)

مسئلہ عیدگاہ میں نمازِ جنازہ پڑھنی جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۷۵ ج ۲)

مسئلہ وہ جگہ جو نمازِ جنازہ اور عید کے لیے بنائی گئی ہے وہ صرف اقتداء کے جائز ہونے کے اندر مسجد کے حکم میں ہے اگرچہ اس کی صفوں میں دوری واقع ہو، یہ لوگوں کی آسانی کے لیے کیا گیا، اقتداء کے سوا اور کسی حکم میں مسجد نہیں ہے، اسی پر فتویٰ بھی ہے (گو یہ جگہ مسجد نہیں ہے مگر چونکہ ایک خاص کام کے لیے ہے اور وہ نماز ہی ہے، اس لیے اُسے پاک وصاف رکھنا ضروری ہے) مگر اس عیدگاہ اور نمازِ جنازہ پڑھانے والی جگہ میں ناپاک اور حائضہ کا داخل ہونا جائز ہوگا۔

(درمختار ص ۶۰۰ جلد ۱)

(بعض امور مثلاً وقف وغیرہ میں مسجد کے حکم میں ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ عیدگاہ میں جا کر اس طور پر تکبیر کہنا کہ اول ایک شخص تکبیر کہے، اس کے بعد اور لوگ آواز ملا کر متفقہ طور پر تکبیر کہیں، اسی طرح نماز تک یہ سلسلہ جاری رکھیں یہ جائز نہیں ہے اور اس میں کراہت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۱۷ ج ۵)

اور مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۷ جلد اول پر حدیث سے بھی اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ عیدین کے دن عیدگاہ میں کوئی آواز اور تکبیر وغیرہ لوگوں کو بلانے کی غرض سے نہ کہی جائے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ غیر قصابان کی نماز عیدین اس عیدگاہ میں درست ہے جو قصابان نے بنائی ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۸ جلد ۵)

Marfat.com

مسئلہ عورتوں کا عیدگاہ جانا اس زمانہ میں بلکہ بہت پہلے عورتوں کا جماعت میں شرکت کے لیے مسجد وعیدگاہ میں جانا ممنوع ومکروہ ہے۔ صحابۂ کرامؓ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں ہی یہ ممنوع ہو چکا تھا۔ (الدر المختار ص ۸۳ جلد ۱)

(تفصیلی حکم ملاحظہ ہو مکمل ومدلل مسائل نمازِ جمعہ ص ۱۲۷ تا ۱۳۰)

مسئلہ

۱ جب کہ ایک عیدگاہ کافی ہو تو بلاضرورت شرعی دوسری عیدگاہ بنانا شریعت کی منشاء کے خلاف ہے۔

۲ جب بستی اتنی چھوٹی ہو کہ وہاں جمعہ قائم کرنے کی شرائط نہیں پائی جاتیں تو وہاں عید کی نماز بھی ادا کرنا صحیح نہیں۔ جب ان پر عیدین کی نماز نہیں ہے تو عیدگاہ بنانا بھی ضروری نہیں ہے، لہٰذا یہ تارکِ سنت نہ ہوں گے، البتہ اگر قصبہ میں (جہاں پر نمازِ جمعہ جائز ہے) عیدگاہ نہ ہو تو ان پر عیدگاہ بنانا ضروری ہے، نہ بنائیں گے تو تارکِ سنت ہوں گے۔

۳ اگر کوئی خطرہ لاحق ہو یا اندیشہ ہو کہ عیدگاہ میں نماز پڑھنے پر خواتین اور بچوں کو، بیماروں اور ضعیفوں کو پریشانی ہوگی تو عیدگاہ چھوڑنا درست ہے، محض احتجاجاً عیدگاہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے، احتجاج کے لیے دوسرے جائز اور مناسب طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں۔

۴ شہر وسیع ہو اور دور دور تک مسلمان آباد ہوں اور عیدگاہ تک پہنچنا دشوار ہو تو ضرورت اور دفع حرج کے پیشِ نظر ایک سے زائد عیدگاہ بنانا درست ہے۔

۵ عذر کی وجہ سے اصل عیدگاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ عید کی نماز ادا کرنے میں واقعی مجبوری ہو تو انشاء اللہ سنت کا ثواب ملے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۸ جلد ۶)

مسئلہ دیہاتوں میں (جہاں پر نمازِ جمعہ جائز نہ ہو) عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ عیدین کی نماز پڑھنا ایسی نمازوں میں مشغول ہونا ہے جو دیہات میں درست نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عیدین کی نماز کے لیے شہر ہونا شرط ہے، دیہات (چھوٹے گاؤں قریہ) درست نہیں ہے۔

(درمختار ص ۸۵ جلد ۱)

مسئلہ جو عیدگاہ آبادی کے بڑھ جانے سے آبادی کے اندر آ گئی، وہ صحراء کے حکم میں نہیں رہی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۵ جلد ۵ بحوالہ غنیۃ المستملی باب العیدین)

مسئلہ عیدگاہ بہت سے امور میں مسجد کے حکم میں ہے، اس لیے عیدگاہ میں کھیل تماشہ اور کشتی

Marfat.com

وغیرہ کا کرنا اور ہارمونیم باجہ بجانا، یہ جملہ امور محرمہ حرام اور ناجائز ہیں۔ متولی عیدگاہ ہرگز ان امور کی اجازت کسی کو نہیں دے سکتا۔ اور بغیر اجازت یا با اجازت متولی بھی کسی کو ارتکاب ان امور کا کرنا عیدگاہ میں درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۱۵ جلد ۵ بحوالہ شامی احکام المسجد ص ۶۱۵ جلد ۱)

مسئلہ قبرستان میں جو عیدگاہ بنی ہو، اس میں نماز جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۴ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۲۵۳ جلد ۱)

مسئلہ حنفیہ کے نزدیک اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے قبر ہو تو نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ (قبر کے سامنے ہونے کا) یہ مطلب ہے کہ خشوع کے ساتھ (نظریں جھکائے ہوئے) نماز پڑھنے کی حالت میں نظر قبر پر پڑتی ہو۔ اگر قبر پیچھے کی جانب یا اوپر ہو، یا جہاں نماز پڑھی جا رہی ہے، اس کے نیچے ہو تو اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ کراہت نہیں ہے۔

واضح رہے کہ کراہت اس صورت میں ہے جب کہ قبرستان میں نماز کے لیے کوئی مخصوص جگہ ایسی نہ مہیا ہو جو نجاست اور گندگی سے پاک ہو۔ اگر ایسا ہو تو نماز مکروہ نہیں ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام کے مقبرے اس سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ وہاں پر قبر سامنے ہو تو تب بھی نماز مکروہ نہیں ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۴۴۱ جلد ۱)

مسئلہ عیدگاہ میں فاصلہ اگر دو صفوں کے برابر یا اس سے زیادہ ہے اقتداء جائز ہوگی۔

(عالمگیری ص ۶۲ جلد ۱)

مسئلہ عید کی نماز کے بعد اسی عیدگاہ میں زوال کے بعد نمازِ جمعہ ادا کرنا درست ہے اور نماز ہو جاتی ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ حسب معمول نمازِ جمعہ جامع مسجد میں ادا کی جائے کیونکہ عیدگاہ میں جا کر عیدین کی نماز پڑھنا اور اس کا مستحب ہونا خاص عیدین کے لیے ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۴۵ جلد ۳)

مسئلہ جامع مسجد کا فرش، چٹائی وغیرہ عیدگاہ میں بچھانا درست نہیں ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۵۹۲ جلد ۱)

مسئلہ جو جگہ نمازِ عیدین کے لیے وقف ہے جو کہ عیدگاہ کے نام سے موسوم ہے اس میں تصرفات کرنا، تعمیرِ مدرسہ کتب خانہ وغیرہ اور کھیل کود ورزش وغیرہ اور مجلس خورد و نوش اس کو قرار دینا جائز نہیں ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۷۹۱ جلد ۱)

مسئلہ بلاضرورت محض ذاتی رنجشوں کی بناء پر دوسری عیدگاہ بنانا فضول خرچی اور تفرقہ کی بنیاد

Marfat.com

ڈالنا ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۴۰۸ جلد ۲)

مسئلہ شہر، قصبہ اور وہ بڑا گاؤں جو مثل قصبہ کے ہو، اور وہاں نمازِ جمعہ وعیدین وغیرہ پڑھنے کی علماء نے اجازت دی ہو وہاں آبادی سے باہر جنگل میں عیدگاہ بنانا ضروری ہے۔ لہٰذا جس طرح ہو جلد سے جلد عیدگاہ بنالیں اور جب تک عیدگاہ بنے اس وقت تک کے لیے آبادی سے باہر کوئی جگہ تجویز کرلیں۔ تمام مسلمان اسی میں نماز پڑھیں اور اجرِ عظیم کے حقدار بنیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۶ جلد ۳)

رب اوزعنی ان اشکرنعمتك التی انعمت علی وعلٰی والدی وان اعمل صالحاً وانی من المسلمین وتقبل منی هذا العمل وجنبنی فیه عن الخطأ والنسیان واجعله ذریعة للفلاح والنجاح فی الدنیا ووسیلة للنجاة فی الأخرة۔

محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند
۵/شوال ۱۴۲۱ھ یکم جنوری ۲۰۰۱ء

Marfat.com

مأخذ ومراجع کتاب

نام کتاب	مصنف ومؤلف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	ربانی بکڈپو دیوبند
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم	الفرقان بکڈپو ۳ نیا گاؤں لکھنؤ
فتاویٰ دارالعلوم	مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ سابق مفتی اعظم دیوبند	مکتبہ دارالعلوم دیوبند
فتاویٰ رحیمیہ	مولانا سید عبدالرحیم صاحب مدظلہم	مکتبہ منشی اسٹیٹ راندیر، سورت
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ
فتاویٰ عالمگیری	علماء وقت عہد اورنگ زیبؒ	شمس پبلشرز دیوبند
کفایت المفتی	مولانا کفایت اللہ دہلویؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
علم الفقہ	مولانا عبدالشکور صاحبؒ لکھنوی	ایضاً
عزیز الفتاویٰ	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ	ایضاً
امداد المفتین	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	ایضاً
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ عبدالرحمن الجزریؒ	اوقاف پنجاب لاہور پاکستان
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	عارف کمپنی دیوبند
درمختار	علامہ ابن عابدینؒ	پاکستانی
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
معارف مدنیہ	افادات مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ
الترغیب والترہیب	مولانا زکی الدین عبدالعظیم المنذری	ندوۃ المصنفین دہلی
احسن الفتاویٰ	فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب	سعید کمپنی کراچی (پاکستان)
نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا نظام الدین صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند	اسلامی فقہ اکیڈمی دہلی

Marfat.com

فتاویٰ محمدیہ	مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
الجواب المتین	مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ	ایضاً
رکنِ دین	مولانا رکن الدین علیہ الرحمہ	اشاعت الاسلام دہلی
اسرارِ شریعت	مولانا محمد فضل صاحب علیہ الرحمہ	پنجاب پاکستان
کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمہ	ادارہ رشیدیہ دیوبند
غنیۃ الطالبین	شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ	مسلم اکیڈمی سہارنپور
اشرف الجواب	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	اشرف المواعظ دیوبند
المصالح العقلیہ	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	اشرف المواعظ دیوبند
اغلاط العوام	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
فضائل نماز	حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپوری	دارالاشاعت دہلی
نماز مسنون	مولانا صوفی عبدالحمید صاحب	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
مظاہر حق جدید	نواب قطب الدین خان علیہ الرحمہ	
آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
امداد الاحکام	مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ و مولانا عبدالکریم صاحب	مکتبہ دارالعلوم کراچی
حجۃ اللہ البالغہ	شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ	دارالکتاب دیوبند

Marfat.com

مکمل ومدلل

مسائلِ شرک وبدعت

قرآن وحدیث کی روشنی میں

حضرات مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق کے ساتھ

مؤلف

مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

اُستاذ دارالعلوم دیوبند

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فون: (042) 7321118

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مسائل شرک وبدعت
مصنف	:	مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی اُستاذ دارالعلوم دیوبند
تاریخ اشاعت	:	دسمبر 2003ء
تعداد	:	1,100
ناشر	:	مکتبہ خلیل
طباعت	:	گنج شکر پرنٹرز
قیمت	:	۔/ روپے

Marfat.com

فہرست عنوانات مکمل ومدلل مسائل شرک وبدعت

عنوان	صفحہ
انتساب	8
عرض مؤلف	9
تقریظ فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہٗ پالنپوری	10
تصدیق حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب دامت برکاتہم مفتی دارالعلوم دیوبند	11
ارشادِ گرامی قدر مولانا مفتی کفیل الرحمٰن صاحب نشاط عثمانی، مفتی دارالعلوم دیوبند	13
شرک کی تعریف اوراس کی چند صورتیں	14
علم میں شریک ٹھہرانا	14
اشراک فی التصرف	15
عبادت میں شریک ٹھہرانا	15
توحید کے معنی وتعریف	15
کفر کیا ہے؟	16
شرک کیا ہے؟	16
شرک کی قسمیں	18
امورِ غیر عادیہ اور شرک	21
کافر اور مشرک میں کیا فرق ہے؟	21
کسی کو کافر کہنا	22
یارسول اللہ! کہنا کیسا ہے؟	25
یارسول اللہ! کہنے کی تفصیل	26
یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ، پڑھنا	27
یاغوث الاعظم المدد، پکارنا	28
بزرگ کے نام کی چوٹی رکھنا	29
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا کہنا	30
اولیاء اللہ کو حاجت روا سمجھنا	31
بزرگوں کو مختارِ کل سمجھنا	33
آنحضرتؐ کو حاضر وناظر ماننا	34
کیا آنحضرتؐ بشر نہ تھے؟	35
سلام کے وقت آپؐ کی آمد کا عقیدہ	36
مکالمہ میں کفریہ کلمات بولنا	37
اپنے مسلمان ہونے کا انکار کرنا	39
سی آئی ڈی کا غیر مسلم بننا	40
نشہ کرنے والا کیا کافر ہے	41
علماء کو گالی دینے والے کا حکم	41
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا	41
روزہ کا مذاق بنانا	42
اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا	43
نماز کا مذاق اڑانا	43
ضروریاتِ دین کا مذاق اڑانا	44
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑانا	44
مسلمان کا غیر مسلم گرو جی کو جھک کر سلام کرنا	45
رکوع کی طرح جھک کر تعظیم یا شکریہ ادا کرنا	45
کلمۂ کفر کہنے والے کے ذبیحہ کا حکم	46

Marfat.com

بزرگوں کے پیروں کو بوسہ دینا	46
قبر بوسی کرنا	47
مزار سے متعلق عقیدہ کا حکم	47
مزار پر جا کر عقیقہ کرنا	49
بارش نہ ہونے پر چندہ کا بکرا صدقہ کرنا	49
کیا اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حلول ہے؟	49
جان بچانے کے لیے کفر کا اقرار کرنا	50
کلماتِ کفریہ سے نکاح کا حکم	50
تجدیدِ ایمان کا طریقہ	50
منکرینِ حدیث کیا مسلمان ہیں؟	51
کیا استاذ کی توہین کفر ہے؟	51
گناہوں پر فخر کرنا	51
بتوں کو سجدہ کرنا	52
غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا	52
مشرکانہ منتر سے علاج کرانا	53
درود تاج پڑھنا کیسا ہے؟	53
وسیلہ سے دعاء کرنا	55
وسیلہ کی قسمیں اور ان کا حکم	55
نبی یا ولی کے طفیل سے دعاء کرنا	56
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعاء مانگنا	56
علم الاعداد کا سیکھنا	57
علم الاعداد پر یقین کرنا	57
مستقبل معلوم کرنے کے لیے ہاتھ دکھلانا	58
نجوم پر اعتقاد کفر ہے	59
جنتری کی پیشینگوئیاں	60
زمانہ کو برا کہنا	60
اُلو کو منحوس سمجھنا	61
جانوروں کو منحوس سمجھنا	61
انگلیاں چٹخانے کو منحوس سمجھنا	62
نقصان ہونے پر کہنا کہ کوئی منحوس صبح ملا ہوگا	62
کیا جھلی میں پیدا ہونے والا بچہ خوش نصیب ہے	62
کسی جگہ کو منحوس سمجھنا	63
نظر لگنے کی حقیقت	63
نظر بد کے لیے مرچیں جلانا	64
نظر بد اور جدید سائنس	64
پیراسائیکالوجسٹ کی تحقیق	65
وباء زدہ آبادی کو چھوڑنا	66
مجذوم بیمار سے تعلق رکھنے کا حکم	67
پتھروں کا انسانی زندگی پر اثر انداز ہونا	68
فیروزہ پتھر کی اصلیت	69
پتھروں کے اثرات کا عقیدہ رکھنا	69
انگوٹھی کا پتھر اور جدید سائنس	69
انگوٹھی کا پہننا	70
کیا تقدیر میں تبدیلی ممکن ہے؟	71
عقائد کی خرابیاں	72
جان کے بدلہ بکرا ذبح کرنا	73
بیماری سے شفاء کے لیے بکرا ذبح کرنا	74
چیلوں کو گوشت ڈالنا	75
بیمار کے لیے بکرا آزاد کرنا	75
صدقہ کے لیے خاص چیزیں مقرر کرنا	76
شیخ احمد نامی کے خواب سے متعلق عقیدہ	76
استخارہ کی اغلاط	78
استخارہ کی حقیقت	79

قرانِ کریم سے فال نکالنا	81
عملیات کی کتابوں سے فال نکالنا	81
تعویذ گنڈے کی شرعی حیثیت	83
دفع طاعون کیلئے لی خمسة اطفی بها	
الخ پڑھنا یا بطور تعویذ لکھنا جائز ہے یا نہیں	84
تعویذ پر معاوضہ لینا	84
آیت الکرسی پڑھ کر تالی بجانا	85
بدشگونی اور اسلام	86
بدشگونی سے متعلق مسائل	88
قادیانی سے تعلقات رکھنے کا حکم	90
منت کیا ہے؟	91
منت کی شرائط	92
کام ہونے سے پہلے منت ادا کرنا	93
نذر اور منت کی تعریف	94
صدقہ اور منت میں فرق	94
خیرات، صدقہ اور نذر میں فرق	94
صدقہ کی تعریف اور اقسام	94
نذر کے مسائل	96
منت کا مصرف کیا ہے؟	97
صدقہ کا مصرف	98
صدقہ غریب کے بجائے کتوں کو ڈالنا	98
ولی کے نام سے بکرا ذبح کرنے کی نذر	
ماننا	99
روزہ کی نذر کی صورت میں فدیہ دینا	99
اللہ کے سوا کسی کی نذر کرنا	99
مندر اور قبر کا چڑھاوا خریدنا	100
بتوں کے نام کا پرشاد کھانا	101
مزارات پر جو تیل جمع ہو، اس کو کیا کریں؟	101
قبر پر بکرا نذر کرنا	102
کسی کے نام پر ذبح کرنا	102
صدقہ میں رنگ کی قید لگانا	102
بھینٹ کے مرغ کا حکم	103
غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ کا حکم	103
کالی بکری کو مخصوص طور پر ذبح کرنا	104
دریا کے نام پر ذبح کرنا	104
غیر اللہ کی نیاز کا حکم	104
بکری کسی زندہ یا مردہ کے نام کرنا	105
منت کا پورا کرنا واجب ہے	106
صدقہ کی امانت گم ہوگئی	107
رسومات کیا ہیں؟	107
شادی میں بھات دینا	108
نکاح کے وقت کلمہ پڑھنا	109
مایوں اور مہندی کی رسموں کا حکم	109
سہرا باندھنا	110
سندور اور مہندی لگانا	110
سالگرہ منانا	110
روزہ کشائی کی رسم کا حکم	111
بسم اللہ خوانی کی تقریب کرنا	112
عید مبارک کہنا	112
عیدی مانگنا	113
لباس پہننے کی رسم	113
سجادہ نشینی کی رسم	114
حجاج کرام کی دعوت اور ہدیہ کا لین دین کرنا	114
میت والے گھر عید کے دن کھانا بھیجنا	115

Marfat.com

تبرکات کی زیارت کرانا	115
عقیقے کی رسموں کا بیان	116
عقیقہ کیسے کریں؟	116
ختنوں کی رسمیں	117
ختنوں کی دعوت کرنا	117
قرانِ کریم کا شہید ہو جانا	118
کھانے کے بعد کی دعاء میں ہاتھ اٹھانا کیا مسنون ہے؟	119
حائضہ کے ہاتھ کی چیز کھانا	119
دعاء گنج العرش، دعاء قدح، وغیرہ پڑھنا	120
ختم خواجگان کا دوامی معمول بنانا	121
سوا لاکھ کے ختم کا ثبوت	123
مصائب کے وقت سورۂ یٰسین کا ختم کرنا	123
دریا میں صدقہ کی نیت سے پیسے ڈالنا	124
مکان کی بنیاد میں خون ڈالنا	124
نئے مکان یا دکان کی خوشی کرنا	124
چیچک میں تدابیر کرنا	125
پوجا کے لیے چندہ دینا	125
غیر مسلم کے تہواروں کی مبارک بادی دینا	126
غیر مسلم کے تہوار ہولی میں شرکت کرنا	126
سورج گہن اور حاملہ عورت	126
بسم اللہ کے بجائے ۷۸۶ تحریر کرنا	127
غمی کی تقریبات اور ضیافتیں	127
مزارات پر عرس اور قوالی	130
قبروں پر سجدہ کرنا	132
قبروں کا طواف کرنا	135
قبروں پر چراغ جلانا	135
قبروں پر پھول چڑھانا	136
قبروں پر چادر چڑھانا	138
قبر پر اذان بدعت ہے	138
مزار پر پیسے دینا کیسا ہے؟	139
میت کو پکارنا	139
روح کا بھٹکنا	140
قبور کی زیارت کے لیے سفر کرنا	142
اہل میت کی طرف سے دعوت کی رسم	143
اہل میت کے گھر کھانا بھیجنا	144
اہل میت کی تعزیت کرنا	145
تعزیتی جلسہ کرنا	146
ایصال ثواب کا غلط طریقہ	146
بے غیرتی کی انتہاء	147
ایصال ثواب میں دعوتیں کیوں؟	148
صدقہ میں پیسے ہی کیوں؟	149
ایصال ثواب میں نقد ہی بہتر ہے	150
کھانے پر فاتحہ پڑھنا	152
فاتحہ خوانی کی حقیقت	153
فاتحہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟	154
بدعت کی تعریف	155
بدعت کی اقسام	155
بدعت کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟	157
بدعت ہڑک کی طرح ہے	159
بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی	160
بدعت کس کو کہتے ہیں؟	161
بدعتی متوازی حکومت بناتا ہے	165
جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو	167
سنت کس کو کہتے ہیں؟	168

Marfat.com

فرائض، واجبات، مسنونات اور مستحبات کس کو کہتے ہیں؟ 169
۱۲/ رجب کے کونڈوں کی حقیقت کیا ہے؟ 170
مبارک راتوں میں بیداری کیلئے جمع ہونا 172
بارہ ربیع الاول کی شب میں چراغاں کرنا 175
ربیع الاول کی رسمیں 175
عید میلاد النبیؐ میں جدت پسندی اور اس کا سیاسی رنگ 176
ربیع الاول کے منکرات اور علماء اہل سنت والجماعت 178
عید میلاد النبیؐ کی ایجاد 179
عید میلاد النبیؐ شرعی دلائل کی روشنی میں 179
بدعت کی پہچان 180
سنت وبدعت کا شرعی فیصلہ کن ضابطہ 180
ایجاد کردہ چیزوں کی پہلی قسم 181
ایجاد کردہ چیزوں کی دوسری قسم 182
عید منانا یہ شرعی حکم ہے 182
حضورؐ کی پیدائش کا دن مذہبی خوشی ہے 183
شریعت میں صرف دو عیدیں ہیں، تیسری کوئی عید نہیں 184
مولود کا شرعی حکم کیا ہے؟ 185
محرم اور ربیع الاول وغیرہ میں وعظ کا حکم 186
ماہِ محرم کو سوگ کا مہینہ کہنا 187
محرم کا شربت 187
تعزیہ سازی جائز نہ ہونے کی دلیل 188
غیر ذی روح کا تعزیہ بنانا 188
کیا عاشورہ کا روزہ شہادت کی وجہ سے ہے؟ 189
دس محرم کو مجلس شہادت کرنا 190
محرم کی رسومات کا حکم 191
تعزیہ بنا کر مسجد میں رکھنا 192
گیارہویں منانے کا کیا حکم ہے؟ 193
گیارہویں کے کھانے کا حکم 194
شش عید کے روزوں کا صحیح طریقہ 194
شب برأت میں حلوہ بنانا 194
مخصوص راتوں میں چراغاں کرنا 196
صفر کے آخری چہار شنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا 196
ماہِ ذیقعدہ کو منحوس سمجھنا کیسا ہے؟ 197
شدید بارش یا وبا کے وقت اذان دینا 197
آنحضرتؐ کا نام سنتے وقت انگوٹھے چومنا 199
حضورؐ کے بال مبارک کی زیارت کرنا 199
اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنا 200
نمازِ جمعہ کے بعد اجتماعی صلوٰۃ وسلام 200
جس عبادت میں اجتماع ثابت نہ ہو، اس میں اجتماع سے روکا جائے گا 202
دعاء ثانی 204
ہمیشہ نماز کے بعد زور سے کلمہ پڑھنا 207
نماز کے بعد مصافحہ کرنا 207
میت کے گھر قرآن کے لیے اجتماع 209
جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ پڑھنا 209
بدعتیوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا 210
ایک التجاء 211
ماخذ ومراجع کتاب 212

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس کاوش ''مسائل شرک وبدعت'' کو
حضرت مجدد الفِ ثانی احمد بن عبدالاحد سرہندیؒ
و محدثِ ہند حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
و حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلویؒ
و قطب عالم، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
وجامع شریعت وطریقت محی السنۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
و شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب دیوبندیؒ
رحمہم اللہ تعالیٰ
کے نام منسوب کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں جن کی مخلصانہ، مجددانہ اور مجاہدانہ زندگیاں، خاص طور پر علم حدیث کو فروغ دینے اور شرک وبدعت وغلط رسومات کے خاتمہ کے لیے وقف تھیں۔

محمد رفعت قاسمی
(خادم التدریس، دارالعلوم دیوبند)
۱۰ر محرم الحرام ۱۴۲۴ھ، ۱۶ر مارچ ۲۰۰۳ء، یوم جمعہ

Marfat.com

عرضِ مؤلف

الحمد للّٰہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء و سید المرسلین، محمد و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ اجمعین.

امابعد! اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ مسائل کے انتخاب کا جو سلسلہ شروع کیا گیا تھا، ان ہی منتخبہ مسائل کی سترہویں کتاب ''مسائل شرک و بدعت'' پیش ہے، جس میں کفر وشرک، نذر و نیاز، منت، بدشگونی، تعزیہ داری، میلاد، تیجہ، چالیسواں، عرس، صندل، قبر پرستی، قبر بوسی، دست بوسی، روانِ قبیحہ، عقائد باطلہ، رسوماتِ جاہلیت اور مختلف النوع بدعات سے متعلق کثیر تعداد میں ضروری مسائل جمع کر دیئے گئے ہیں، نیز بدعات و رسوم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ ان کی کوئی خاص شکل عموماً عالمگیر نہیں ہوتی؛ کیونکہ ان کی بنیاد قرآن وسنت میں نہیں ہے؛ اس لیے ہر علاقے کے لوگ اپنی اپنی طبیعت کے مطابق کچھ رسمیں گھڑ لیتے ہیں، جن کی دوسرے علاقے میں بعض اوقات خبر بھی نہیں ہوتی اور وہاں کے لوگ کچھ اور طرح کی رسم کے پابند ہوتے ہیں، اسی لیے ہر علاقے میں اس کی الگ الگ صورتیں نظر آتی ہیں۔

بہرحال یہ سب فضلِ خداوندی، فیضِ دار العلوم اور مفتیانِ کرام (دامت برکاتہم) دار العلوم دیوبند کی سرپرستی کا ثمرہ ہے۔

یا اللہ! اِن حضرات کا سایۂ عاطفت تا دیر صحت و عافیت کے ساتھ قائم رکھئے اور سابقہ کتابوں کی طرح اس کو بھی قبولِ عام عطا فرما کر، زادِ آخرت بنایئے اور آئندہ بھی دینی کام کرنے کی توفیق عنایت فرمایئے۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۞

محمد رفعت قاسمی

(خادم التدریس، دار العلوم دیوبند)

۱۰ر محرم الحرام ۱۴۲۴ھ، ۱۴ر مارچ ۲۰۰۳ء، یوم جمعہ

Marfat.com

تقریظ

فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ پالنپوری
محدث کبیر دارالعلوم دیوبند

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دارالعلوم کے استاذ جناب مولانا رفعت قاسمی صاحب موفق ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے کام لے رہے ہیں، ان کی متعدد قیع تالیفات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں، اور خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اب موصوف نے ایک نئی کتاب تیار کی ہے، جو ان کی سترہویں کتاب ہے، اس کا نام ہے: ''مسائل شرک و بدعت'' موضوع نام سے ظاہر ہے، شرک، انسانوں کی وہ گمراہی ہے جس کے ساتھ مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور حدیث صحیح میں اس کو اکبر الکبائر شمار کیا گیا ہے، پھر شرک کی مختلف صورتیں ہیں، شرک فی الذات اور شرک فی الصفات وغیرہ، حتیٰ کہ ریاؤ سمعہ کو بھی شرک کے دائرہ میں لایا گیا ہے؛ اس لیے ایک مؤمن کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرک کی تفصیلات سے آگاہ ہو، تاکہ اس سے بالکلیہ احتراز کر سکے۔

اسی طرح بدعت کا معاملہ بھی نہایت سنگین ہے، حدیث نے قطعی ممانعت کی ہے کہ کوئی بے اصل بات دین میں داخل نہ کی جائے؛ کیونکہ ایسا کرنے سے دین کا حلیہ بگڑ جاتا ہے، اور وہ دین جو بدعات پر مشتمل ہوتا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین نہیں ہے، وہ جاہلوں کی اختراعات ہیں، ان پر عمل کر کے کوئی نہ دیندار ہو سکتا ہے نہ ناجی! پس بدعات کی معرفت بھی اشد ضروری ہے، تاکہ ان سے دامن کشاں زندگی گزارے۔

مولانا قاسمی کی یہ کتاب ان شاء اللہ دونوں مقاصد کے لیے کافی وافی ہے، قارئین کرام توجہ سے اس کا مطالعہ کریں گے تو ان کو وافر معلومات حاصل ہوں گی، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی ان کی دیگر کتابوں کی طرح قبول فرمائیں، اور امت کے لیے ذریعہ اصلاح اور مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ (آمین)

کتبہٗ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم دارالعلوم دیوبند
۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

Marfat.com

تصدیق

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب دامت برکاتہم
مفتی دارالعلوم دیوبند، ومرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسلمانوں میں دینی زندگی کروٹ لے رہی ہے، اور وہ دینی احکام ومسائل سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں، اسی کے ساتھ عمل کا جذبہ بھی پیدا ہو رہا ہے، اقوام وملل میں مسلم قوم زندگی کے میدان میں اس سب سے آگے ہے، عبادت خانے ہر جگہ آباد نظر آتے ہیں، جائز وناجائز پر ان کی پوری نظر ہے۔

جماعت علماء میں بھی علمی زندگی عروج پر ہے، عوام وخواص سے جس قدر احکام و مسائل متعلق ہیں، ان تمام کو الگ الگ کر کے کتابی شکل دے رہے ہیں، تاکہ مسائل کی تلاش میں ان کو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

دارالعلوم دیوبند جو ایشیا؛ بلکہ پورے عالم میں اپنی ممتاز دینی حیثیت رکھتا ہے، اور جہاں کتاب وسنت کی دن رات تعلیم ہوتی ہے، اس کے اساتذہ تعلیم وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں، اور قوم وملک کی تمام شعبوں میں رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہتے ہیں۔

مولانا قاری محمد رفعت صاحب کی متعدد کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور لوگ ان کتابوں سے برابر مستفید ہو رہے ہیں، اسی کے ساتھ ملک کی مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے بھی ہو کر شائع ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی خدمت قبول فرمائے۔

اس وقت ان کی نئی کتاب ''مسائل شرک و بدعت'' خاکسار کے سامنے ہے، میں نے بڑے شوق کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا، دل خوش ہوا کہ قاری صاحب نے دسیوں فقہ و فتاویٰ کی کتابوں سے ان تمام مسائل کو یکجا کر دینے کی سعی کی ہے، جو شرک و بدعت اور غلط رسوم پر کیے گئے ہیں، اور ہر ایک مسئلہ کا باضابطہ حوالہ بھی درج کیا گیا ہے۔

Marfat.com

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور علمی کاموں میں محنت کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ وہ برابر اس لائن پر چلتے رہیں، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

طالب دعاء: محمد ظفیر الدین غفرلہٗ
(مفتی دارالعلوم دیوبند)
۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

Marfat.com

ارشادِ گرامی قدر!

مولانا مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی

مفتی دارالعلوم دیوبند، نبیرہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ

علمی اور کتابی حلقہ میں جناب مولانا محمد رفعت قاسمی استاذ دار العلوم دیوبند کی شخصیت ایک مقبول مؤلف ومصنف کی حیثیت سے کسی تعارف کی محتاج نہیں، اس سے قبل موصوف کی سولہ کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکیں اور خراجِ تحسین حاصل کرچکی ہیں۔

مولانا کی کتابوں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ مستند حوالوں کا اہتمام کرتے ہیں، اس سے جہاں کتاب پر اعتماد بڑھتا ہے وہیں افادیت بھی بڑھ جاتی ہے، عوام کے علاوہ خواص واہل علم کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ کتاب کے حوالہ کے باعث بآسانی اصل ماخذ سے رجوع کرلیتے ہیں۔

زیرنظر کتاب ''مسائل شرک و بدعت'' اپنے موضوع پر پوری طرح حاوی و جامع ہے، شرک و بدعت، فاتحہ مروّجہ، میلادِ مروّجہ، تیجہ، چالیسواں، نذر و نیاز، تعزیہ داری، قبر پرستی وغیرہ شرک و بدعت کے ہر گوشہ پر کتاب محیط ہے اور حسبِ روایتِ سابق معتبر حوالے کتاب کی زینت ہیں، موصوف نے ایک طرح دریا کو کوزہ میں سمیٹ کر اور شرک و بدعت کے موضوع پر کثیر مواد یکجا کرکے بلاشبہ بڑی عرق ریزی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب بھی مؤلف کی دیگر کتابوں کی طرح عوام وخواص میں یکساں مقبول ہوگی، اللہ تعالیٰ موصوف کو مزید نافع ترین تالیفات کے لیے بیش از پیش توانائی قلم اور سازگار ماحول عطا فرمائے، آمین۔

کفیل الرحمٰن نشاط

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ

بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ

لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

جس کے چاہے، اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا۔

خلاصۂ تفسیر: بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو (سزا دے کر بھی) نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے (بلکہ ہمیشہ دائمی سزا میں مبتلا رکھیں گے) اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں (خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ) جس کے لیے منظور ہوگا (بلا سزا) وہ گناہ بخش دیں گے، (البتہ اگر وہ مشرک مسلمان ہو جائے تو پھر مشرک ہی نہ رہا، اب وہ سزا دائمی بھی نہ رہے گی) اور (وجہ اس شرک کے نہ بخشنے کی یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا (جو اپنے عظیم ہونے کی وجہ سے قابل مغفرت نہیں)

معارف ومسائل

شرک کی تعریف اور اس کی چند صورتیں

قولہ تعالیٰ ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ'' اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں جو عقائد ہیں، اس طرح کا کوئی عقیدہ کسی مخلوق کے لیے رکھنا یہ شرک ہے، اس کی کچھ تفصیلات یہ ہیں:

علم میں شریک ٹھہرانا

یعنی کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ اعتقاد رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت

Marfat.com

خبر ہے، نجومی، پنڈت سے غیب کی خبریں دریافت کرنا یا کسی بزرگ کے کلام میں فال دیکھ کر اس کو یقینی سمجھنا یا کسی کو دُور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی، یا کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔

اشراک فی التصرف

یعنی کسی کو نفع یا نقصان کا مختار سمجھنا، کسی سے مرادیں مانگنا، روزی اور اولاد مانگنا۔

عبادت میں شریک ٹھہرانا

کسی کو سجدہ کرنا، کسی کے نام کا جانور چھوڑنا، چڑھاوا چڑھانا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا، خدا کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے قول یا رسم کو ترجیح دینا، کسی کے روبرو رُکوع کی طرح جھکنا، کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا، دنیا کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا اور کسی مہینہ کو منحوس سمجھنا وغیرہ۔

(معارف القرآن: جلد دوم، ص ۴۳۰)

توحید کے معنی وتعریف

مسئلہ توحید کے معنی ہیں خدا کو ذات وصفات میں واحد، کامل و یکتا اور بے نظیر سمجھنا، شریعت میں توحید سے محض وحدت عددیہ عرف اہل حساب مراد نہیں؛ بلکہ وحدتِ عرفیہ مراد ہے، اور عرف میں وحدت کا مفہوم یہی ہے کہ کوئی ذات وصفات میں کامل و یکتا اور بے نظیر ہو، اور جو شخص قرآن کریم کو کلام الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ نہیں سمجھتا، وہ نعوذ باللہ خدا کو کاذب سمجھتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اپنا کلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء، جن کا ذکر قرآن (وحدیث) میں آیا ہے، ان کو اپنا نبی اور رسول فرمایا ہے، اور جو شخص اس کا انکار کر کے خدا کی تکذیب کرتا ہے، اور جو شخص خدا کو ایک مانے مگر اس کے ساتھ اس کو کاذب (جھوٹا) بھی کہے وہ ہرگز موحد نہیں ہوسکتا۔ (یعنی وہ کافر ہی ہے) (امداد الاحکام: ج ۱، ص ۱۳۵)

Marfat.com

کفر کیا ہے؟

مسئلہ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک بات کو بھی نہ ماننا کفر ہے، مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو نہ مانے، یا اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرے، یا دو تین خدا مانے، یا فرشتوں کا انکار کرے، یا اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا انکار کرے، یا کسی پیغمبر کو نہ مانے، یا تقدیر سے منکر ہو، یا قیامت کے دن کو نہ مانے، یا اللہ تعالیٰ کے قطعی احکام میں سے کسی حکم کا انکار کرے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی کسی خبر کو جھوٹا سمجھے، تو ان تمام صورتوں میں وہ کافر ہو جائے گا۔ (تعلیم الاسلام: ج۴، ص۱۸)

شرک کیا ہے؟

مسئلہ: شرک کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا، ذات میں شرک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دو یا تین خدا ماننے لگے جیسے عیسائی کہ تین خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہیں، اور جیسے آتش پرست کہ دو خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہوئے اور جیسے بت پرست کہ بہت سے خدا مان کر مشرک ہو گئے ہیں۔

مسئلہ صفات میں شرک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی صفات کی طرح کسی دوسرے کے لیے کوئی صفت ثابت کرنے، یہ شرک ہے کیونکہ کسی مخلوق میں خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی، ولی ہو یا شہید، پیر ہو یا امام، اللہ تعالیٰ کی صفتوں کی طرح کوئی صفت نہیں ہو سکتی ہے۔

مسئلہ شرک کی بہت سی قسمیں ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ شرک فی القدرت، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح صفت قدرت کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا، مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ پانی برسا سکتے ہیں یا بیٹا بیٹی دے سکتے ہیں، یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں، یا مارنا جلانا اُن کے قبضہ میں ہے، یا وہ کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتے ہیں، یہ تمام باتیں شرک ہیں۔

۲۔ شرک فی العلم: یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے لیے صفت علم ثابت کرنا، مثلاً یوں سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی وغیرہ غیب کا علم رکھتے تھے یا خدا کی

Marfat.com

طرح ذرّہ ذرّہ کا اُنہیں علم ہے یا وہ ہمارے تمام حالات سے واقف ہیں یا دور ونزدیک کی چیزوں کی خبر رکھتے ہیں، یہ سب شرک فی العلم ہے۔

۳۔شرک فی السمع والبصر: یعنی خدا تعالیٰ کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا، مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا پیر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور ونزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، یہ سب شرک ہے۔

۴۔شرک فی الحکم: یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی اور کو حاکم سمجھنا اور اس کے حکم کو خدا کے حکم کی طرح ماننا، مثلاً پیر صاحب نے حکم دیا کہ یہ وظیفہ نمازِ عصر سے پہلے پڑھا کرو تو اس حکم کی تعمیل کو اس طرح ضروری سمجھے کہ وظیفہ پورا کرنے کی وجہ سے عصر کا وقت مکروہ ہو جائے یا نماز قضا ہو جانے کی پرواہ نہ کرے، یہ بھی شرک ہے۔

۵۔شرک فی العبادت: یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو عبادت کا مستحق سمجھنا، مثلاً کسی قبر یا پیر کو سجدہ کرنا یا کسی کے لیے رکوع کرنا، یا کسی پیر، پیغمبر، ولی، اور امام کے نام کا روزہ رکھنا یا کسی کی نذر اور منت ماننی یا کسی قبر یا مرشد کے گھر کا خانہ کعبہ کی طرح طواف کرنا، یہ سب شرک فی العبادت ہیں۔ (تعلیم الاسلام: ج۴، ۲/آپ کے مسائل: ج۱، ص۴۱)

تفصیل کے لیے دیکھئے قرآنِ کریم پارہ پانچ سورۂ نساء، و بخاری شریف ج۲، ص۳۳۶۔ کتاب الرقاق، مشکوٰۃ شریف: ج۲، ص۸۲۷ و مظاہر حق: ج۴، ص۳۳۴، مسلم شریف: ج۱، ص۱۶، کتاب الایمان و ترمذی شریف ج۲، ص۱۰۳۔

مسئلہ شرک کے معنی ہیں حق تعالیٰ کے الوہیت میں یا اس کی صفاتِ خاصہ میں کسی دوسرے کو شریک کرنا اور یہ جرم بغیر توبہ کے ناقابل معافی ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۱، ص۴۳)

مسئلہ شرک کی باتوں کے قریب مت جاؤ، اولاد کے ہونے یا زندہ رہنے کے لیے ٹونے ٹوٹکے مت کرو، فال مت کھلواؤ، فاتحہ و نیاز ولیوں کی مت کرو، بزرگوں کی منت مت مانو، شب برأت، محرم، عرفہ تبارک کی روٹی، تیرہ تیزی کی گھونگنیاں کچھ مت کرو، اور جہاں رسومات وغیرہ ہوتی ہوں وہاں پر مت جاؤ۔ (بہشتی زیور: ج۷، ص۶۲)

Marfat.com

شرک کی قسمیں

سوال وہ شرک جس کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ الخ) اس کی کیا حقیقت ہے؟ اور آیا اس شرک کا کوئی مرتبہ ایسا بھی ہے کہ بعض غیر اللہ کو اس درجہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا منافی نجات نہ ہو؟ اور بعض کو شریک کرنا منافی نجات ہو؟ مثلاً ایک تو بزرگوں کی قبروں یا تعزیہ وغیرہ کو خاص نیت واعتقاد کے ساتھ سجدہ کرنا ہے، حاجت مانگنا ہے، یا اُن پر حلوہ، مالیدہ، شیرینی وغیرہ چڑھانا ہے، دوسرے بتوں یا پیپل کے درخت کو اسی نیت واعتقاد کے ساتھ سجدہ کرنا، حاجت مانگنا یا اُن پر حلوا وغیرہ چڑھانا ہے، تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ان بزرگوں کی مقبولیت عنداللہ ہونے کی وجہ سے سجدہ وغیرہ کرنا منافی نجات نہ ہو اور بتوں اور پیپل کے ساتھ وہی برتاؤ منافی نجات ہو؟

اور اگر یہ نہیں ہوسکتا بلکہ شرک کا ہر درجہ اور ہر مرتبہ منافی نجات ہے، تو کیا وجہ ہے کہ بزرگوں کی قبروں یا تعزیہ وغیرہ کو سجدہ کرنے اور ان سے مرادیں مانگنے، حلوہ، مالیدہ چڑھانے کو شرک منافی نجات نہ کہا جائے، اور پیپل کے درخت، بتوں وغیرہ کے ساتھ وہی برتاؤ، شرک منافی نجات سمجھا جائے؟ حالانکہ مشرکین مکہ بھی بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ماتحت بلکہ وسیلۂ قرب الی اللہ سمجھتے تھے، چنانچہ ارشاد ہے **ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفٰی** اور جس طرح تعزیوں کی نسبت حضرات شہداءِ کربلا کی طرف کی جاتی ہے، ایسے ہی بتوں کو بھی حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، چنانچہ کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نامزد تھا، اور کوئی حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ، پس شرک کی حقیقت کیا ہے؟ جو اوّل میں پائی جاتی ہے اور دوسرے میں نہیں؟

جواب وہ شرک جس پر عدم نجات وخلودِ نار مرتب ہے، اس کی تعریف یہ ہے، جو حاشیہ خیالی میں شرح مقاصد سے نقل کی گئی ہے **ان الکافر ان اظھر الایمان فھو المنافق و ان طرأ کفرہ بعد الایمان فھو المرتد و ان قال بالشریک فی الالوھیۃ فھو المشرک.** (ص۱۲۴)

پس اب سمجھنا چاہئے کہ مشرکین عرب جو اصنام کی عبادت کرتے تھے اور قبر پرست

Marfat.com

مسلمان جو قبروں اور تعزیوں کو سجدہ کرتے ہیں دونوں میں فرق ہے، مشرکین عرب ان کو شریک فی الالوہیۃ کرتے تھے اور زبان سے بھی ان کو شریک خدائی کہتے تھے، دَلّ علیہ قولہ تعالٰی: وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَائِنَا و قال تعالٰی وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ قَالَ تعالٰی وَ يَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ؕ وَّ غَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْاٰيَاتِ اور گو وہ لوگ اس میں تاویلیں کرتے تھے مگر اسی کے ساتھ کلمۂ توحید سے متوحش بھی ہوتے تھے، اور کہتے تھے لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تملكه و ما ملك اور قبر پرست یا تعزیہ پرست ایسے نہیں ہیں نہ وہ کلمۂ توحید کے منکر ہیں نہ اس سے متوحش ہیں؛ بلکہ بلا استثناء خدا تعالٰی کو معبود واحد کہتے اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، اور ہنود اپنے دیوتاؤں کو شریکِ الوہیت مانتے ہیں اور کلمۂ توحید سے منکر و متوحش ہیں جیسا کہ مشرکین عرب کی حالت اوپر معلوم ہوئی ہے، پس دونوں میں فرق یہ ہے کہ قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں کا شرک عملی ہے جب تک کہ وہ اپنے کو مسلم و موحد کہتے رہیں اور ہنود کا شرک اعتقادی و عملی دونوں سے مرکب ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ سجدہ غیر اللہ کو کرنا مطلقاً شرک نہیں بلکہ بعض صورتوں میں امارت شرک ہے، باقی حقیقتِ شرک وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی،

ای القول بالشریک فی الالوهیة قلبًا و لسانا، قل فی شرح العقائد و لا نزاع فی ان من المعاصی ما جعله الشارع امارة للتكذيب و علم كونه كذٰلك بالادلّة الشركية كسجود الصنم و القاء المصحف فی القاذورات والتلفظ بالفاظ الكفر. (ص ۱۴۸)

باقی قبروں اور تعزیوں کو سجدہ کرنا یہ علامت تکذیبِ شرع نہیں؛ کیونکہ کفار میں اُن کی عبادت رائج نہیں، ہاں جس چیز کی عبادت کفار میں رائج ہے، اس کو سجدہ کرنا قضاءً حکم کفر کو مستلزم ہوگا (كما صرّح به فی حاشية شرح العقائد، ص مذکور) اور دیانۃً اگر تصدیق و ایمان قلبی میں خلل نہ ہوا تو عنداللہ مؤمن ہوگا، علامہ ابن تیمیہؒ کی کتاب ''صراط مستقیم'' (ص ۱۵۰ سے ۱۶۵ تک) ملاحظہ ہو، علامہ نے اس میں تعظیم قبور اور سجدۂ قبور کے متعلق سخت تہدیدی کلام فرمایا ہے؛ مگر ان لوگوں کو کافر و مشرک نہیں کہا جو اس میں مبتلا ہیں، ہاں مشابہ مشرکین ضرور کہا، نیز حدیث میں ہے لعن اللّٰه اقواما اتخذوا قبور

انبیاء ھم مساجد، الٰلھم لا تجعل قبری و ثنا یعبد الخ مگراس سے فقہاء نے سجدۂ قبر کی حرمت ہی مستنبط کی ہے، کسی نے ساجد قبر کو محض سجدہ کی وجہ سے کافر نہیں کہا، اللّٰھم الّا ان یقربانہ علی طریق العبادۃ و ان صاحب القبر معبود ای شریک فی الالوھیۃ فافھم واللّٰہ تعالٰی اعلم.

ان عبارات کا مقتضا یہ ہے کہ قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں میں جو لوگ اہل قبور یا تعزیہ کی نسبت تاثیر غیبی کے معتقد ہیں، وہ مشرک ہیں اور جو محض ظاہری تعظیم کے طور پر ان کو سجدہ وغیرہ کرتے ہیں اور ان کی تاثیر کے معتقد نہیں وہ شرک عملی کی وجہ سے فاسق ہیں کافر نہیں، اور حضرت شیخؒ نے اعتقاد تاثیر وعدم اعتقاد تاثیر کے معیار کا یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اس کی مقرب ہے کچھ قدرت مستقلہ نفع وضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اس کا اپنے معتقد ومخالف کو نفع یا ضرر پہنچانا مشیت جزئیہ حق پر موقوف نہیں، گو اگر روکنا چاہے تو پھر قدرتِ حق ہی غالب ہے، جیسے سلاطین اپنے نائبین حکام کو خاص اختیارات اس طرح دے دیتے ہیں کہ ان کا اجراء اس وقت سلطان اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا، گو روکنا چاہے تو سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا، سو یہ عقیدہ تو اعتقاد تاثیر ہے، (اور مشرکین عرب کا اپنے آلہۂ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا) اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرت مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں؛ مگر بعض مخلوق کو قرب وقبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ یہ اپنے متوسلین کے لیے سفارش کرتے ہیں پھر اس سفارش کے بعد بھی ان کو نفع وضرر کا اختیار نہیں دیا جاتا؛ بلکہ حق تعالیٰ ہی نفع وضرر پہنچاتے ہیں؛ لیکن اس سفارش کے قبول میں تخلف کبھی نہیں ہوتا اور اس سفارش کی تحصیل کے لیے اس کے ساتھ بلاواسطہ یا بالواسطہ معاملہ مشابہ عبادت کرتے ہیں، یہ عقیدۂ اعتقاد تاثیر نہیں ہے؛ لیکن بلا دلیل شرعی بلکہ خلافِ دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکھنا معصیت اعتقادیہ ہے اور مشابہ عبادت معاملہ کرنا معصیتِ عملیہ ہے، اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقات شرعیہ میں اس کو مشرک کہہ دیا جاتا ہے قال الشیخ اشرف علی ھٰذا ما سنح لی و اللّٰہ اعلم، و من ھٰھنا لم یکفر مشائخنا و اکابرنا عابدی القبور والساجدین لھا و امثالھم لحملھم حالتھم علی الصورۃ الثانیۃ دُون الاولٰی و قرینتہ دعوٰی ھٰؤلاء الاسلام والتوحید والتبرّی من الشرک

Marfat.com

بخلاف مشرکی العرب والهند فانهم یتوحشون من التوحید و من نفی القدرة المستقلة عن الهتهم و قالوا اجعل الآلهة الهًا وَّاحدًا، واللّٰه اعلم.

(امدادالاحکام: ج۱،ص۱۱۸تا ص۱۲۳)

امورِ غیر عادیہ اور شرک؟

سوال کیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء، اولیاء اور فرشتوں کو اختیارات اور قدرتیں بخشی ہیں؟ جیسے کہ انبیاء نے مردوں کو زندہ کیا اور فرشتے ہوائیں چلاتے ہیں، کوئی پانی وغیرہ برساتے ہیں؛ مگر توحید کی کتاب میں ہے کہ بھلائی برائی، نفع ونقصان کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں، خواہ نبی ہو یا ولی، اللہ کے سوا کسی اور میں نفع نقصان کی قدرت ماننا شرک ہے؟

جواب جو امور اسباب عادیہ سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً کسی بھوکے کا کسی سے روٹی مانگنا یہ تو شرک نہیں، باقی انبیاء واولیاء کے ہاتھ پر جو خلاف عادت واقعات ظاہر ہوتے ہیں، وہ معجزات وکرامات کہلاتے ہیں، اس میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، یہ ان کی قدرت سے نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا تھا، یہ بھی شرک نہیں، یہی حال فرشتوں کا ہے جو مختلف کاموں پر مامور ہیں، امورِ غیر عادیہ میں کسی نبی یا ولی کا متصرف ماننا شرک ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۲،ص۴۳)

کافر اور مشرک میں کیا فرق ہے؟

مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں سے کسی بات سے جو انکار کرے وہ ''کافر'' کہلاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات میں، صفات میں، یا اس کے کاموں میں کسی دوسرے کو شریک سمجھے وہ ''مشرک'' کہلاتا ہے۔

مسئلہ کافر اور مشرکوں کے نجس ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں یہ تو قرآنِ کریم کا فیصلہ ہے؛ لیکن ان کی نجاست ظاہری نہیں، معنوی ہے؛ اس لیے کافر ومشرک کے ہاتھ منہ اگر پاک ہوں (ظاہری نجاست لگی نہ ہو تو) ان کے ساتھ کھانا جائز ہے، آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے دستر خوان پر کافروں نے بھی کھانا کھایا ہے۔ (آپ کے مسائل: ص۴۳)

مسئلہ ہر مشرک تو کافر ہے لیکن ہر کافر مشرک نہیں، کافر تو وہ بھی ہوتا ہے جو ضروریاتِ دین، نص قطعی وغیرہ کا انکار کرے؛ مگر اس کو مشرک نہیں کہتے بلکہ مشرک اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرے، خواہ ذات میں خواہ صفات و افعال وغیرہ میں، اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نہ بخشنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۱۱۷)

کسی کو کافر کہنا

مسئلہ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے دوسرے کو کافر کہا، ان میں سے ایک کفر کے ساتھ لوٹے گا، اگر وہ شخص جس کو کافر کہا، واقعتاً کافر تھا تو ٹھیک، ورنہ کہنے والا کفر کا وبال لے کر جائے گا، کسی کو کافر کہنا گناہِ کبیرہ ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۸ ص۳۵۵)

سوال الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب اگر آپ اپنی زندگی کے تمام گوشوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے منور کر رہے ہیں اور اعلیٰ درجے کا آپ کو سنت سے تعلق ہے، سارا عمل سنت کے موافق ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پیدا ہو گئی اور محبت آگے بڑھ کر عشق کے درجہ تک پہنچ گئی اور یہاں سے مدینہ منورہ تک جتنے حجابات تھے، سارے آپ کے لیے اٹھا دیئے گئے اور آپ کو یہیں سے کھڑے کھڑے روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نظر آ رہا ہے، تو بلا تکلف پڑھئے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ! کسی کے روکنے سے نہ رکئے، اور اگر حجابات نہیں اٹھے، یہاں سے روضۂ مقدسہ آپ کو نظر نہیں آتا تو معلوم ہوتا ہے عشق میں کمی ہے؛ لہٰذا آپ یہاں سے پڑھئے، اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد (آخر تک)

لہٰذا تکلیف کیجئے اور سفر کیجئے، مدینے پاک پہنچ کر روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت ادب واحترام کے ساتھ دھیمی آواز سے وہاں پڑھئے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ! دور سے بڑوں کو چلّا چلّا کر پکارنا یہ بے ادبی ہے، کھیت والوں کا طریقہ ہوتا ہے، کھیت والے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں، اے فلانے! کوئی جواب میں کہتا ہے ہاں بھئی! بڑوں کو اس طرح نہیں پکار سکتے، بڑوں کے سامنے حاضر ہو کر عرض کیا جاتا ہے

Marfat.com

(قرآن پاک میں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق موجود ہے، یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم (الآیۃ) اپنی آواز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کرو، بعضے آدمی کی آواز قدرتاً بلند تھی، بات کرنے میں آواز بلند ہو جاتی تھی۔

جیسے وہاں آیت نازل ہوئی اپنی آواز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کرو، ولا تجھروا لہ بالقول نبی کے سامنے ایسے زور سے نہ بولو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بولا کرتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے، جو لوگ آواز دھیمی اور ہلکی کرتے ہیں نبی کے سامنے، یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کا امتحان لے لیا ہے، ان کے دلوں میں تقویٰ موجود ہے؛ لہٰذا اس آیت کے نزول کے بعد بعضے صحابہؓ تو اس طریقہ سے بولتے تھے کہ بار بار پوچھنے کی نوبت آتی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، ڈر کے مارے کہ زور سے بولنے سے کہیں اعمال حبط نہ ہو جائیں، ان الذین ینادونک من ورآء الحجرات جو لوگ دور سے کھڑے ہو کر چلّا کر پکارتے ہیں ان کو قرآن نے بے وقوف کہا ہے اکثرھم لا یعقلون یہاں سے یا کسی اور مقام سے آواز دے کر چلّانا، یا رسول اللہ! اس طرح سے چلّانے والے کو قرآن نے بیوقوف کہا ہے۔

لہٰذا دور سے کھڑے ہو کر چلّانا، آواز لگانا، دور سے اس طرح صلوٰۃ وسلام پڑھنا جیسے اسکول کے بچے پہاڑے پڑھا کرتے ہیں، ایک نے ایک لفظ کہا، پھر سب نے مل کر وہی کہا (یہ طریقہ) غلط ہے، نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث پاک سے، نہ صحابہؓ نے ایسا کیا، نہ ائمہ مجتہدین نے کیا، آپ درود شریف پڑھئے ایک کونہ میں بیٹھ کر پورے انہماک اور یکسوئی کے ساتھ ہر طرف سے دل کو ہٹا کر آپ پڑھئے جتنا جی چاہے پڑھئے کوئی آپ کو روک نہیں سکتا، اگر روکے تو نہ رکئے اس کا کہنا وحی تو نہیں ہے، نہ رکئے، اتنی بات ہوئی۔

اس واسطے صلوٰۃ وسلام صیغۂ خطاب کے ساتھ یا ندا کے ساتھ یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک کہے یا رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیک یہ زور زور سے چلّا کر پڑھنا، ایک آواز ملا کر گا گا کر یہ غلط طریقہ ہے اور یہ بھی ساتھ ساتھ تصور ہو کہ براہِ راست آپؐ یہاں تشریف فرما ہیں اور زیادہ غلط ہے اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد پڑھنا چاہئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جوش میں آ کر عقائد خراب بھی نہ ہونے پائیں، عقائد کو صاف اور

Marfat.com

صحیح رکھنا ضروری ہے۔

جوش اور محبت میں آ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جو شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو، جس میں عقائد کو خطرہ ہو، اس کی حفاظت بہت ضروری ہے، ورنہ جوش اور محبت ہی کا نتیجہ تھا جو یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو پوجا تھا، نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، اور جتنے بت پرست ہیں جن چیزوں کو معبود قرار دیتے ہیں جوشِ محبت ہی کا نتیجہ ہے؛ اس لیے اسلام میں جوش اور محبت کے حدود قائم کر کے ان حدود کو مقید کیا گیا ہے۔

اس واسطے عقائد کی تصحیح کی بہت ضرورت ہے، عقیدے پر مدار نجات ہے، ایمان کا مدار عقیدے کی صحت پر ہے، عقیدہ غلط ہوگا، ایمان خراب ہوگا، نجات نہیں ہوگی۔

(ملفوظات جامع شریعت استاذی حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، حوالہ انور، اکتوبر ۲۰۰۲)

مسئلہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے قریب سے درود شریف پڑھتا ہے تو آپؐ اس کو سنتے ہیں (چونکہ آپؐ کو قبر میں حیات برزخی حاصل ہے) اور جو شخص دور سے درود شریف پڑھتا ہے تو وہ آپؐ کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے (خود نہیں سنتے حدیث سے ثابت ہے) پس دور سے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ" اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ ملائکہ، صلوٰۃ وسلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں تو درست ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی کو خط لکھتا ہے اور اس میں صیغۂ (لفظ) خطاب استعمال کرتا ہے اور جانتا ہے کہ مکتوب الیہ کے پاس میرا خط بذریعہ ڈاک پہنچے گا، یہ درست ہے، اور اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بلا توسط اس کو سنتے ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو یہ اعتقاد احادیث اور شریعت کے خلاف ہے۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں۔ اس اعتقاد سے توبہ فرض ہے کیونکہ یہ عقیدہ شرک ہے، عوام چونکہ اس فرق کو نہیں سمجھتے اس لیے ان کو ایسے موقع پر صیغۂ خطاب استعمال کرنے سے روکنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۶، ص ۷۳)

مسئلہ مصیبت اور حاجت کے وقت انبیاء علیہم السلام یا اولیاء اللہ کو دور سے مدد کے لیے بعض حضرات پکارتے ہیں، یہ عقیدہ بھی اسلام کے خلاف ہے، جب ایسا عقیدہ حضور

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رکھنا کفر ہے تو کسی اور نبی یا ولی کے متعلق کیسے درست ہوگا، یا رسول اللہ! اس عقیدہ سے کہنا کہ ہر جگہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آواز کو خود سنتے ہیں، ناجائز ہے اور اس عقیدہ سے کہنا کہ ملائکہ آپؐ کو اس کی اطلاع کرتے ہیں درست ہے؛ لیکن عوام کے عقائد میں ضرور اس سے فساد آتا ہے؛ لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ ایھا النبی! نماز میں پڑھنا شرعاً ثابت ہے؛ لہٰذا اس کو پڑھنا جائز ہے اور عقیدہ یہ رکھنا چاہئے کہ ملائکہ کے ذریعہ سے درود وسلام آپؐ تک پہنچتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۵، ص۲۷۶، بخاری شریف: ج۳، ص۲۶، مظاہر حق: ج۲، ص۲۵۷)

یارسول اللہ! کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ یارسول اللہ! کہنے میں بڑی تفصیل ہے، بعض طریقے جائز اور بعض طریقے سے ناجائز ہے، بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں، قبر شریف کے پاس درود سلام پڑھا جاتا ہے تو آپؐ خود سنتے ہیں اور کسی دور دراز مقام سے صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے تو فرشتے آپؐ کی خدمت اقدس میں بھیجنے والے کے نام کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور آپؐ اس کا جواب دیتے ہیں (یہ حدیث سے ثابت ہے) نزدیک ہو یا دور صحیح عقیدہ کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھتے وقت یارسول اللہ! کہا جائے تو وہ جائز ہے؛ مگر یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ دور سے پڑھے ہوئے درود وسلام آپؐ کو بذریعہ فرشتہ پہنچائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرح بہ نفس نفیس سن لینے کا عقیدہ نہ رکھے، اسی طرح التحیات میں السّلام علیک ایّھا النبیّ! کہہ کر سلام پہنچایا جاتا ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، نیز قرآن شریف پڑھتے وقت یا ایھا المزّمّل! عبادت کے طور پر پڑھا جاتا ہے، اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس کو حاضر وناظر کی دلیل بنالینا جہالت ہے، حاضر وناظر کے عقیدے کے بغیر فقط جوش محبت میں یارسول اللہ کہا جائے یہ بھی جائز ہے، کبھی غایت محبت اور شدید غم کی حالت میں حاضر وناظر کے تصور کے بغیر غائب کے لیے لفظ ''ندا'' بولتے ہیں، یہ بھی جائز ہے، کبھی صرف تخیل کے طریقہ کے ساتھ شاعرانہ وعاشقانہ خطاب کیا جاتا ہے، اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہوتا (شعراء تو دیواروں اور کھنڈرات کو بھی مخاطب بناتے ہیں) یہ ایک محاورہ ہے، حاضر وناظر وغیرہ کا کوئی عقیدہ یہاں نہیں ہوتا؛ البتہ بغیر صلوٰۃ وسلام حاضر و

Marfat.com

ناظر جان کر حاجت روائی کے لیے اٹھتے بیٹھتے یا رسول اللہ!، یا علی!، یا غوث! وغیرہ کہنا بیشک ناجائز اور ممنوع ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے، چاہے نبی ہو، یا ولی، حاضر و ناظر اور حاجت روا ہونے کا عقیدہ بالکل غلط اور باطل ہے، حاضر و ناظر صرف خدا کی ذات ہے۔

غرض یہ کہ یا رسول اللہ!، یا غوث! وغیرہ اس عقیدہ سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرح یہ حضرات بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، یا ہماری پکار اور فریاد کو سنتے ہیں اور حاجت روا ہیں، جائز نہیں ہے، اگر اپنا عقیدہ نہ ہو لیکن اوروں کا عقیدہ بگڑنے کا اندیشہ ہو تب بھی جائز نہیں کہ ان کے سامنے ایسے کلمات کہیں (یہ کلماتِ کفریہ ہو جاتے ہیں جبکہ حاضر و ناضر جان کر کہے) (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۳۴۸، بحوالہ مشکوٰۃ شریف: ج ۱، ص ۴۱، وفتاویٰ محمودیہ: ج ۱۵، ص ۹۰)

مسئلہ علمائے دیوبند کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت افضل المستحبات؛ بلکہ قریب واجب اور بڑی فضیلت اور اجر عظیم کا موجب ہے، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جب مدینہ کا عزم ہو تو بہتر یہ ہے کہ روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کر کے جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱، ص ۶۶، بحوالہ زبدۃ المناسک: ص ۱۱۳)

یا رسول اللہ! کہنے کی تفصیل

قرآن کریم کی بہت سی آیات سے بالکل واضح اور قطعی طور پر مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہیں:

ایک یہ کہ صرف خدا ہی وہ ہستی ہے جو ہر وقت ہر جگہ موجود ہے اور نہ صرف پکار کو سنتا ہے بلکہ دل ہی دل میں مانگی جانے والی دعاؤں کو بھی سنتا ہے اور قلب و ذہن کی ہر ہر کیفیت سے باخبر ہے۔

دوسرے یہ کہ تمام انبیاء و اولیاء اس کے بندے ہیں اور بشر (انسان) ہیں، ان میں کوئی مافوق البشر طاقت و صلاحیت نہیں ہے، ان سے جن معجزات یا کرامات کا ظہور ہوتا ہے وہ اسی وقت ہوتا ہے جب اللہ اسے مناسب سمجھے اور وہ ارادہ فرمالے۔

تیسرے یہ کہ اللہ کے سوا کسی ہستی میں کوئی بھی ایسی صلاحیت فرض کر لینا شرک ہے

Marfat.com

جواللہ کے لیے مخصوص ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات ہی میں یکتا نہیں صفات میں بھی یکتا ہے، ہر وقت ہر جگہ موجود ہونا اور ہر دعاء و پکار، فریاد و گزارش کو سن کر اس کے بارے میں فیصلہ کرنا اس کا کام ہے، یہ وصف کسی اور میں نہیں ہوسکتا اور جو لوگ اس وصف کو کسی اور میں تسلیم کریں گے وہ مشرک ہوں گے۔

یہ تینوں باتیں جب قطعی اور اٹل ہو گئیں تو اب کسی بھی دلیل سے ان کے خلاف عقیدہ نہیں رکھا جاسکتا، ہر استدلال کو رد کیا جاسکتا ہے مگر قرآن کو نہیں رد کیا جاسکتا۔

خوب سمجھ لیجئے کہ خدا کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں اور یا رسول اللہ! کا نعرہ اس عقیدہ کے ساتھ لگانا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر فرشتوں کے توسل خود سن رہے ہیں شرک کی بدترین قسم ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ (محمد رفعت قاسمی)

یا شیخ عبدالقادر شیئًا للّٰہ پڑھنا

سوال یا شیخ عبدالقادر شیئًا للّٰہ لکھنا اور بطور وظیفہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب اس جملہ میں حضرت سید عبدالقادر صاحبؒ سے کچھ اللہ کے واسطے مانگا گیا ہے، سوال خود ان ہی سے ہے اور اللہ جل جلالہ وعم نوالہٗ کو وسیلہ بنایا گیا ہے، یہ طریقہ غلط ہے، برعکس ہو گیا، مانگنا چاہئے تھا اللہ تعالیٰ سے پاک مالک الملک سے اور وسیلہ بنالیا جاتا ہے اس کے مقبول بندہ کو مگر یہاں معاملہ الٹا ہو گیا، اس کا وظیفہ ناجائز ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ص ۱۸۱، ص ۱۹۸)

مسئلہ مذکورہ وظیفہ پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ شیخ عبدالقادرؒ ہر جگہ حاضر و ناظر، عالم الغیب وغیرہ وغیرہ ہیں، شرعاً کسی طرح جائز نہیں، ایسا عقیدہ حرام بلکہ شرک ہے؛ کیونکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں اور جو شخص کسی اور میں ان صفات کا عقیدہ رکھتا ہو، فقہاء نے اس کی تکفیر کی ہے، پس ایسے وظیفہ کا کتبہ مسجد میں آویزاں کرنا بھی جائز نہیں اور مسجد کی پیشانی پر کندہ (کھدائی) کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کا مٹانا باعث اجر ہے۔

یا شیخ عبدالقادر! کی جگہ یا ارحم الراحمین پڑھنا چاہئے، جس کے قبضۂ قدرت میں شیخ عبدالقادرؒ بلکہ تمام عالم ہے، خلاف شرع عقیدہ رکھنے والوں کو کسی بہتر تدبیر شرعی سے سمجھا

بجھا کر راہِ راست پر لانا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۶، ص۷۵، ونظام الفتاویٰ: ج۱، ص۵۲)

یا شیخ عبدالقادر شیئًا للّٰہ کا وظیفہ ایسا کھلا شرک ہے کہ اگر کہیں سچی اسلامی حکومت قائم ہوتو وہ ایسا وظیفہ پڑھنے والوں اور ایسا نعرہ لگانے والوں کو مرتد قرار دے کر ان سے توبہ کا مطالبہ کرے گی، اور اگر توبہ نہ کریں تو گردن اڑا دے گی، غلط قسم کی تعلیمات کے کوڑے کرکٹ میں اگر قرآن کریم وحدیث شریف کے آب دار موتی چھپا نہ دیئے گئے ہوتے تو بیوقوف سے بیوقوف مسلمان بھی ایسے وظیفوں کے چکر میں نہیں آسکتا تھا؛ مگر غلط قسم کی پیری ومریدی اور بگڑے ہوئے تصوف نے سادہ دل اور خداپرست مسلمانوں کے دل ودماغ پر چھاپا مار کر ان کی عقل خراب کردی۔

یاد رکھو! قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوگا تو ہمارے سب کے عقائد واعمال بس قرآنِ کریم اور احادث قویہ ثابتہ کی کسوٹی پر جانچے و پرکھے جائیں گے، وہاں پر نہ بڑے پیر صاحب کام آئیں گے نہ چھوٹے، سیدنا شاہ عبدالقادر جیلانیؒ تو صاف کہہ دیں گے، اے اللہ! میری کچھ خطا نہیں، میں تو اپنی قبر میں پڑا تھا اور زندگی بھر میں نے توحید کی تعلیم دی، یہ شیطان نے بہکا کر سکھا کر سارا فساد پھیلا دیا ہے، کم عقل لوگ اگر شیطان کے بہکاوے میں آکر مجھ کو دستگیر اور حاجت روا اور نہ جانے کیا کیا سمجھنے لگے، تو میرا اس میں کیا قصور؟ میری تو مغفرت فرمادیجئے ان کا جو چاہیں کریں۔

اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ شاہ صاحبؒ تو کیا بڑے سے بڑے بزرگ وپیر نے بھی اگر کوئی قول یا فعل ایسا کہا ہوگا جو قرآن وسنت کے خلاف ہوتو ان سے باز پرس ہوگی، خدا کی عدالت میں سب بندے مسئول ہیں، انبیاءؑ تک اس کے خوف سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ (محمد رفعت قاسمی)

یاغوث الاعظم المدد، پکارنا

سوال حضرت امام حسینؓ سے "یا حسینؓ امداد کن" "یا حسینؓ اغثنی" پکار کر مدد طلب کرنا، روزی اور اولاد چاہنا، جائز ہے یا نہیں؟ یاغوث الاعظم دستگیر اغثنی باذن اللہ یا شیخ محی الدین مشکل کشا بالخیر، اس طریقہ سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس طرح پکار کر مدد مانگنے اور مذکورہ وظیفہ

Marfat.com

پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں، ممانعت ہے، وسیلہ پکڑنا جائز ہے؛ مگر اس کا یہ طریقہ نہیں ہے، مزکورہ طریقہ جاری رہنے سے دوسروں کے بھی عقائد، فاسد ہونے کا خوف ہے؛ لہٰذا اس وظیفہ کو چھوڑ دینا ضروری ہے، خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے اولاد مانگنا، بیمار کے لیے شفا طلب کرنا، اہل قبور سے روزی مانگنا، مقدمہ میں کامیاب کرنے کی درخواست کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ مشرکانہ فعل ہے؛ اس لیے کہ عبادت اور طلب حاجت واستعانت فقط اللہ ہی کا حق ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۷، وج۱، ص۱۰۶، بحوالہ مشکوٰۃ شریف: ص۴۵۳، فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۴۰)

مسئلہ ان اعتقادات اور اعمال سے ایمان سلامت نہیں رہتا، اس عقیدہ کو (غوث الاعظم وغیرہ سے مانگنے کو) فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۱۲۳)

مسئلہ خدا کو چھوڑ کر دوسرے اہل قبور سے اولاد مانگنا بیمار کے لیے شفا چاہنا اور رزق طلب کرنا مشرکانہ فعل ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۳، ص۴، وفتاویٰ رشیدیہ: ص۱۴۲، ومحمودیہ: ج۱، ص۱۰۸)

مسئلہ قبرستان بحالت قیام، قبلہ رخ ہوکر اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا آداب میں سے ہے اور مسنون ہے بدعت نہیں ہے، نیز بیٹھے ہوئے بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے بھی دعا جائز ہے؛ لیکن دعا کے وقت ایسی ہیئت اختیار نہ کی جائے کہ دیکھنے والے کو شبہ ہو کہ اہل قبور سے حاجت طلب کر رہا ہے، اسی لیے جب ہاتھ اٹھا کر دعا کرے تو قبر کی طرف منھ نہ ہونا چاہئے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۳، ص۱۰۲ بحوالہ مسلم شریف: ج۱، ص۳۱۳، عالمگیری: ج۵، ص۳۵)

مسئلہ مراد وحاجت صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے، کسی مرحوم ولی کو مدد کے لیے پکارنا منع ہے، اگر یہ عقیدہ ہو کہ ہم جہاں سے پکاریں ولی سنتے اور مدد کے لیے آتے ہیں تو یہ عقیدہ قطعاً غلط اور تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہے اور سخت خطرناک ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۱۱۱)

بزرگ کے نام کی چوٹی رکھنا

سوال ہمارے یہاں دستور ہے کہ بچوں کے سر کے بال نہیں کاٹتے بلکہ بزرگوں

Marfat.com

کے نام کی چوٹی، ایک مدت تک رکھ کر، پچاس ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ بزرگ کے مزار پر پہنچ کر چوٹی کاٹتے ہیں، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب یہ طریقہ غیر اسلامی ہے، اہل سنت والجماعت کے عقیدے اور طریقے کے خلاف ہے اور بدعت ہے، اسلامی طریقہ تو یہ ہے کہ ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے، اس کے بجائے کسی بزرگ کے نام کی چوٹی رکھنا اور اس کے مزار پر جا کر کاٹنا، اسلامی طریقے کے خلاف اور ایک قبیح بدعت اور مشرکانہ فعل ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۳، ص۱۹۲)

مسئلہ بزرگوں کے نام پر بچوں کے سر پر چوٹی رکھنا اور پھر مقررہ وقت پر درگاہوں میں جا کر منڈوانا حرام اور شرک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۲۰۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا کہنا

سوال حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے شجرات اور حضرت نانوتویؒ کے قصائد میں ایک دو مقام ایسے ہیں جن کو بریلوی حضرات سامنے رکھ کر ہمارے نوجوانوں کے ذہن خراب کرتے ہیں، ہم کو ان اشعار کا مطلب اور حکم مطلوب ہے۔

جواب ۱۔ اصطلاحات کے فرق سے مفہوم میں فرق ہو جاتا ہے۔ ''مشکل کشا'' فارسی کا لفظ ہے، اور اس کے معنی ہیں ''مشکل مسائل کو حل کرنے والا'' اور یہ لقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا، عربی میں اس کا ترجمہ ''حل العویضات'' ہے، اور اردو میں آج کل ''مشکل کشا'' کے معنی سمجھے جاتے ہیں، ''لوگوں کے مشکل کام کرنے والا'' حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے شعر میں مشکل مسائل کو حل کرنے والا معنی مراد ہیں، یہ معنی مراد نہیں ہے۔

۲۔ حضرت نانوتویؒ کے قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے استشفاع ہے ''کرم احمدی'' کو خطاب ہے اور یہ استمداد (مدد) دنیا کے کاموں کے لیے نہیں؛ بلکہ آخرت میں اور دنیا میں استقامت علی الدین کے لیے ہے۔

جس طرح عشاق اپنے محبوبوں کو خطاب کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی آواز ان کے محبوب کے کان تک نہیں پہنچتی، اور واقعتاً ان کو سنانا مقصود بھی نہیں ہوتا، یہ بلکہ اظہارِ عشق ومحبت کا ایک پیرایہ ہے، اسی طرح اکابر کے کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو جو خطاب کیا گیا ہے، وہاں اظہارِ عشق ومحبت اور طلب شفاعت مقصود ہے نہ کہ اس زندگی میں اپنے کاموں کے لیے مدد طلب کرنا۔ (آپ کے مسائل: ج۸، ص۲۷۵، تفصیل کے لیے دیکھئے ''اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم'')

مسئلہ ''مشکل کشا'' صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، کسی اور کو (حضرت علیؓ وغیرہ کو مشکل کشا) کہنا درست نہیں ہے اور حضرت علیؓ کو جو ''مشکل کشا'' بعضوں نے کہہ دیا ہے وہ ''حلُّ الـمُعْضَلات'' کا ترجمہ ہے جو ان کی شان میں وارِد ہے اور اس کا مفہوم یہ نہیں ہے جو عام طور پر عوام میں مشہور ہو گیا ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپؓ مشکل سے مشکل مقدمات ومعاملات کا فیصلہ نہایت آسان فرما دیتے تھے اور یہ معنی صحیح اور درست ہیں۔

(نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۸۸)

مسئلہ مشکلات حل کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو آواز دینا (یا علی مشکل کشا کہنا) اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس سے مشکلات حل ہوتی ہیں، غلط ہے اور مشابہ کفر ہے، اس سے توبہ اور احتیاط لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۴، ص۸۱)

اولیاء اللہ کو حاجت روا سمجھنا

مسئلہ اکثر عوام، حضرات اولیاء اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ ونیاز دلاتے ہیں کہ ان سے ہمارے کاروبار میں ترقی ہوگی، مال واولاد میں زیادتی ہوگی، ہمارا رزق بڑھے گا، اولاد کی عمر بڑھے گی؛ اس لیے ہر مسلمان کو جاننا چاہئے کہ اس طرح کا عقیدہ محض شرک ہے، تمام قرآنِ کریم اس عقیدہ کے ابطال سے بھرا پڑا ہے، اور بعض لوگ زبردستی تاویل کرتے ہیں کہ ہم قادرِ مطلق، عالم الغیب، حق تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں سمجھتے ہیں؛ مگر بزرگوں کا توسل تو جائز اور ثابت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ توسل کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وسائل کو کارخانۂ تکوین میں کچھ دخیل سمجھا جائے تو خواہ ان کو فاعل (کام کرنے والا) سمجھیں، اس طرح کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کارخانے سپرد کر رکھے ہیں اور خواہ یوں سمجھیں کہ فاعل تو اللہ تعالیٰ ہی ہے؛ مگر ان حضرات کے عرض ومعروض کرنے سے اللہ تعالیٰ کو ضرور ہی ہمارا کام کرنا پڑتا ہے، ایسا فعل تو شرک محض ہے۔

مشرکین عرب کے عقائد بھی اسی قسم کے تھے، وہ بھی اصنام (بتوں) وارواح کو فاعل بلاصالت نہ جانتے تھے؛ بلکہ اسی طرح کارکن سمجھتے تھے جیسا کہ آیت وَلَئِنْ سَأَلْتَهُم الخ (ترجمہ) اگر آپؐ ان لوگوں سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا آسمان وزمین کو؟ تو وہ کہیں گے: ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے، ان عقائد کی یہ آیت شاہد ہے۔

یہاں ایک موٹی سی بات سمجھنے کے قابل ہے کہ کسی شخص سے کسی چیز کی توقع رکھنے کے لیے کئی امر کا جمع ہونا ضروری ہے، اول: تو اس شخص کو اس کی حاجت کی اطلاع ہو، دوسرے: اس کے پاس وہ چیز بھی موجود ہو، تیسرے: اس کو دینے کی قدرت بھی ہو، چوتھے: اس سے بڑا کوئی روکنے والا نہ ہو، پانچویں: اس کے پاس ذرائع اس چیز کو اس شخص تک پہنچانے کے بھی ہوں۔

اب خیال فرمائیں جو شخص بزرگوں سے اولاد ورزق وغیرہ کی توقع رکھتا ہے، مانگنے والوں سے پوچھنا چاہئے کہ اوّل ان اولیاء کو تمہاری حاجت کی اطلاع کیسے ہوئی؟ اگر کہو کہ ان کو (اولیاء اللہ کو) تو سب کچھ معلوم ہے تو یہ شرک صریح ہے، اور اگر کہیں کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کو اطلاع کر دیتا ہے، تو یہ محال تو نہیں؛ مگر کچھ ضروری بھی نہیں، بلا حجت شرعیہ کسی امر ممکن کے وقوع کا عقیدہ رکھنا محض معصیت وکذب قلب ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرآنِ کریم میں فرمان ہے کہ ''جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد نہ کیا کرو''

اور پھر ان اولیاء اللہ کے پاس رزق اور اولاد کہاں جمع رکھا ہے، جو نعمتیں اولیاء کے پاس ہیں وہ اور چیز ہیں، بچوں اور روپیوں کا ڈھیر ان کے پاس نہیں لگا ہے، پھر یہ کہ قدرت کو اگر ذاتی ان کا سمجھا جائے تب تو شرک ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ تصرف دیا ہے تو اس کے لیے دلیل شرعی کی حاجت ہے اور بغیر اس کے یہ اعتقاد بھی باطل وافتراء (بہتان) محض ہے؛ بلکہ قرآن وحدیث شریف میں تو لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ہے جس سے دوسروں سے ایسی قدرت کی نفی ہو رہی ہے، پھر یہ کہ کس طرح معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہیں وہ ہرگز اس تصرف سے نہ روکیں گے، جس طرح چاہتے ہیں وہی ہو جائے گا، اگر ایسا کوئی سمجھے یعنی یہ کوئی سمجھے کہ اولیاء جس طرح چاہتے ہیں کرتے ہیں، تو اس نے تمام قرآنِ کریم کی تکذیب کی، پھر وہ ذرائع دریافت کیے جائیں کہ اولاد اس کو کس طرح دی اور کس طرح ان کے پاس بھیجا؟ اور اگر

ان تمام اشکالات کے جواب میں کوئی یوں کہے، وہ لوگ یعنی اہل قبور دعاء کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ویسا ہی کر دیتے ہیں۔

تو اس کا جواب یہی ہے کہ دعاء کے لیے اول ان کو اطلاع کی ضرورت ہے اور اس کی دلیل کوئی نہیں، پھر بعد اطلاع اس کی دلیل کیا ہے کہ وہ دعاء کر ہی دیتے ہیں؟ پھر دعاء کے بعد اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے؟ غرض توسل کے یہ معنی نہیں ہیں، اور یا الٰہی فلاں مقبول بندہ کی برکت سے میری فلاں حاجت پوری فرما دیجئے، جس طرح حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے توسل سے بارش کی دعاء مانگی تھی، تو ایسا توسل بلاشک جائز ہے اور جیسے جہلاء کا عقیدہ ہے وہ محض شرک ہے، یاد رکھو! جن کمالات کا اختصاص حق تعالیٰ کے ساتھ عقلاً ونقلاً ثابت ہے ان کمالات کا کسی دوسرے میں اعتقاد کرنا ''شرکِ اعتقادی'' ہے، اور جن معاملات اور افعال کا خاص ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت ہے، وہ برتاؤ کسی سے کرنا ''شرک فی العمل'' ہے

اس قاعدہ کے لحاظ کرنے سے انشاء اللہ کسی بلا میں مبتلا نہ ہوں گے۔

(اصلاح الرسوم: از مولانا اشرف علی تھانویؒ)

بزرگوں کو مختار کل سمجھنا

مسئلہ آج کل کثرت سے مسلمانوں کے عقیدے بھی خراب ہو گئے ہیں، بزرگوں کو مختارِ کل سمجھتے ہیں جو عقیدے غیر مسلموں کے تھے وہ مسلمانوں کے بھی ہو گئے، کتنے بڑے ظلم کی بات ہے، یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اگر کسی بزرگ کو اعتقاد سے تو بندہ ہی سمجھے؛ مگر معاملہ ان کے ساتھ خدا کا سا کرے وہ بھی شرک میں داخل ہے۔

(انفاس عیسیٰ: ص ۵۵۲)

مسئلہ بزرگوں کے متعلق اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ حق تعالیٰ نے ان کو ایسا اختیار دیا ہے کہ جب چاہیں اس اختیار سے تصرف کر سکتے ہیں تو حق تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کی ضرورت نہیں رہتی، یعنی یہ اعتقاد ہو کہ وہ بزرگ اگر کسی کام کو کرنا چاہیں اور حق تعالیٰ نہ اس کام کو روکیں نہ اس کام کا ارادہ کریں تو ایسی حالت میں اگر وہ بزرگ چاہیں تو اس کام کو کر سکتے ہیں، یہ یقینی کفر اور شرک اکبر ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۲۴)

Marfat.com

مسئلہ اگر ان بزرگ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ مشیتِ ایزدی کے محتاج تو ہیں اوراذنِ جزئی کی (تھوڑی سی اجازت کی) بھی ان کوضرورت تو ہوتی ہے مگران کے چاہنے کے وقت مشیت ایزدی ہوجاتی ہے (اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوہی جاتا ہے) تو گو یہ شرک وکفرتو نہیں؛ مگر کذب فی الاعتقاد ومعصیت اور شرکِ اصغر ہے۔ (مآثر حکیم لامت: ص۱۷۲)

مسئلہ بعض مریض یا اس کے متعلقین صدقہ کرنے میں ایک یہ غلطی کرتے ہیں کہ بزرگ مرحوم کے نام کا کھانا پکوا کر تقسیم کرتے ہیں یا کھلاتے ہیں اور اس میں ان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ بزرگ خوش ہوکر کچھ سہارا (مدد) لگادیں گے، یہ عقیدہ شرک ہے۔

مسئلہ بعض لوگ بجائے مدد کے ان کی دعاء کا یقین رکھتے ہیں، وہ بھی اس طرح کہ ان کی دعاء رد نہیں ہوسکتی، ایسا اعتقاد بھی خلافِ شرع ہے۔

(اغلاط العوام: ص۲۳ بحوالہ اصلاح انقلاب: ص۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر ماننا

سوال زید کا اعتقاد ہے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تصرف عطا فرمایا کہ عالم میں جہاں چاہیں اور جس وقت چاہیں اللہ کے حکم سے تشریف فرما ہوجائیں، زید نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر مانتا ہوں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ زید کے پیچھے نماز جائز نہیں اس کی وضاحت کریں، اور یہ بھی کہ زید مسلمان ہے یا نہیں؟

جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام عطا فرمایا جو کسی کو نہیں ملا، اللہ تعالیٰ جہاں چاہے اور جب چاہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچادے اور جس چیز پر چاہے مطلع فرمادے، اس اعتبار سے حاضر وناظر آپؐ کی صفت نہیں بنے گی، حاضر وناظر وہ ہے جو ہر جگہ، ہر وقت، ہر شئی (چیز) کے حق میں حاضر وناظر ہو، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، زید نے جو تاویل کی ہے اس تاویل کے اعتبار سے خدا پاک کی دوسری صفات بھی دوسروں کے لیے ثابت کی جاسکتی ہیں، جس میں عقائد کے فساد کا قوی اندیشہ ہے، تاویل مذکور کے اعتبار سے زید پر کفر وارتداد کا حکم نہ لگایا جائے؛ مگر اطلاق کو موجب ضلال کہا جائے گا، زید کو اس سے باز آنا لازم ہے، جب تک وہ باز نہ آئے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۱۰۸)

Marfat.com

مسئلہ علم غیب، کلی طریق پر کہ کوئی ذرہ مخفی نہ رہے بلکہ ہر چیز ہر وقت سامنے ہو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، ہر جگہ حاضر وناظر اور ہر چیز سے باخبر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے، کوئی ولی یا نبی یا فرشتہ اس صفت میں شریک نہیں؛ لہٰذا کسی اور کو اس صفت میں شریک اعتقاد رکھنا شرک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۰، ص۲۱) (تفسیر ابن کثیر پارہ پانچ، سورۂ نساء، و بخاری شریف: ج۲، ص۴۵۶)

مسئلہ جس شخص کا عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حاضر وناظر ہونے کا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب جانتا ہے تو یہ عقیدہ شرکیہ ہے، اس کو فوراً توبہ کرنا ضروری ہے ورنہ اس کے پیچھے نماز مکرہ تحریمی ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۹۴) (بخاری شریف: ج۲، ص۱۹۵، و مشکوٰۃ: ج۱ ص۳۷۶، وکفایت المفتی: ج۱، ص۱۶۴)

(فرشتوں کو یا نبیوں کو یا ولیوں کو جو کچھ غیب کی باتیں بتائی گئیں وہ اطلاع علی الغیب ہے اور عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام زمین وآسمان کے رہنے والوں سے زیادہ علم وعزت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑی ہستی اور سب سے بڑا مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے؛ مگر عالم الغیب سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی بھی نہیں ہے، صرف وہ ہی ایک ذات تنہا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہ تھے؟

مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا بشر (انسان) ہونا قطعی ہے، حدیث وقرآن سے ثابت ہے، اس کا منکر نص قرآنی واحادیث کا منکر ہے، اہل بدعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ہی کے منکر ہیں، حالانکہ قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ آپؐ کی بشریت کا اعلان کیا گیا ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بشر (انسان) کہیں تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت بشریہ کا امت کو علم ہو جائے اور وہ عیسائیوں کی طرح آپؐ کو الوہیت (خدائی) میں داخل کر کے گمراہی میں مبتلا نہ ہوں "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم" (اور بہت جگہ پر یہ الفاظ آئے

ہیں) مشکوٰۃ ج ۲، ص ۲۷۹، میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ نماز میں سہو (بھول) ہوگیا، آپؐ نے فرمایا: میں بھی ایک بشر (انسان) ہوں، جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں، میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔

آیات قرآنی واحادیث صحیحہ اور اقوال بزرگان سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے شک بشر اور انسان تھے؛ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے قائل کو کافر سمجھنا، کافر کہنا اور خارج از اسلام بتانا قطعاً غلط اور باطل ہے بلکہ مفتی بغداد علامہ نے اپنی کتاب تفسیر روح المعانی میں فتویٰ نقل فرمایا ہے جس میں اس کو کافر قرار دیا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرے؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر جاننا اور سمجھنا، صحت ایمان اور شرائط اسلام میں سے ہے۔

(تفسیر روح المعانی: ج ۲، ص ۱۰۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہی ہیں؛ مگر مجموعۂ بشر سے عالی مرتبت، افضل واکمل اور اقدس واطہر ہیں، بہر حال جس طرح آپؐ کو بشر ماننا جزو ایمان ہے، ایسے ہی آپؐ کی بشریت کو ہر بشر (انسان) سے بالا اور مقدس ماننا ضروری ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۳۹۵ بحوالہ بخاری ج ۲، ص ۲۳۲، ج ۲ ص ۱۰۶۲، عینی شرح بخاری: ج ۱، ص ۲۵۷، وشرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۲۸۷ واحسن الفتاویٰ ج ۱، ص ۵۷)

سلام پڑھنے کے وقت آپؐ کی آمد کا عقیدہ رکھنا

سوال بعض مساجد میں لوگ جمعہ یا دوسری نمازوں کے بعد "یا نبی سلام علیک اور یا رسول سلام علیک" وغیرہ وغیرہ کھڑے ہوکر پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوکر جواب دیتے ہیں اور مجلس میں تشریف لاتے ہیں۔

اور جو لوگ شریک نہیں ہوتے ان کو طرح طرح سے بدنام کرتے ہیں، کیا مسجد میں اس طرح سلام پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب یہ عقیدہ بدعتِ شنیعہ ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا (کہ آپؐ مجلس میں آتے ہیں) شرک کو مستلزم ہے، اس سے پرہیز کرنا اور اس رواج اور عقیدہ کو مٹانا، اس کی اصلاح

Marfat.com

کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے، بالخصوص بااختیار لوگوں پر، اور ان ہی بااختیار لوگوں میں متولیانِ مساجد بھی ہیں، ان پر بھی روکنا زیادہ ضروری ہے، مسجد کے باہر بھی یہی حکم ہے، طریقہ مذکورہ پر سلام بغیر قیام ہو یا قیام کے (کھڑے ہونے کے) ساتھ، سب کا یہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۹۲)

مسئلہ حاضر و ناظر فقط اللہ تعالیٰ و تقدس کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور کو حاضر و ناظر ماننا اور اس کا عقیدہ رکھنا شرک ہے؛ لہٰذا جو لوگ حاضر و ناظر کا عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھتے ہیں، شرک میں مبتلا ہیں، ان کو اس سے توبہ کرنا بیحد ضروری ہے، وہ عمل کے گناہ کے ساتھ غلط عقیدہ کے اندر بھی مبتلا ہیں اور جو لوگ بغیر اس عقیدہ کے اس پر دوام کرتے ہیں، وہ بھی عاصی (گناہ گار) ہوتے ہیں۔

(نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۲۹۳)

مسئلہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا حاضر و ناظر نہیں، ایسا عقیدہ شرک ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ (جہاں پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، یا جلوہ گر ہوتے ہیں، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے؛ بلکہ جو درود شریف پڑھا جاتا ہے صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ ملائکہ (فرشتے) اس کو لے کر جاتے ہیں اور جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، وہاں پیش کرتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں کا درود شریف ہے، اس نے آپ پر پیش کیا ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۹۵ و کفایت المفتی: ج۱، ص۱۵۶)

مکالمہ میں کفریہ کلمات بولنا

سوال جلسوں میں مکالمے کیے جاتے ہیں، دو بچوں میں سے ایک بچہ خود کو کافر ظاہر کرتا ہے؛ البتہ اس کا عقیدہ ایسا نہیں ہوتا، صرف جلسوں میں دلچسپی پیدا کرنے یا تعلیم کی غرض سے یہ کیا جاتا ہے۔ کافر کا رول کرنے والا بچہ کہتا ہے کہ میں خدا کا منکر ہوں، خدا کا اقرار حماقت ہے وغیرہ وغیرہ کفریہ کلمات کہتا ہے اور جواب دینے والا لڑکا اس کو "اے کافر بچہ!، مردود" وغیرہ کہتا ہے تو ایسے مکالمہ میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

جواب ضرورۃً کسی، منکر خدا اور مخالف اسلام کا کفریہ کلمہ اور عقیدہ نقل کیا جا سکتا

Marfat.com

ہے کہ فلاں یوں کہتا ہے اور فلاں کا عقیدہ یہ ہے اور حکم بیان کرنے کی غرض سے یوں کہا جا سکتا ہے کہ یوں کہنا کفر ہے اور یوں کہنا کفر نہیں، اسی طرح حالت اکراہ (جان پر بننے پر) اور سخت ترین حالت خوف میں دل سے ایمان پر قائم رہتے ہوئے صرف زبان سے کلمات کفر بولنے کی اجازت ہے۔ (سورۂ نحل)

اس کے علاوہ علیٰ سبیل الاختیار ہنسی مذاق میں یا تعلیمی مقصد سے بے تحاشہ زبان سے کلمات کفر بولنا اور محض ڈھونگ کے لیے کافرانہ اور فاسقانہ لباس پہننا، خود کو غیر مسلم بتلانا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، اگر چہ عقیدہ ایسا نہ ہو، ناجائز اور حرام ہے اور بعض صورتوں میں اندیشۂ کفر بھی ہے۔ مجموعہ فتاویٰ ج ۲، ص ۳۶۰ میں ہے کلمۂ کفر بولنا اگر چہ اعتقاد اس پر نہ ہو، کفر ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: کفریہ کلمات کا استعمال کرنا اگر چہ عقیدہ نہ ہو، تب بھی حرام اور موجب غضب خداوندی ہے، جیسے کہ کوئی شخص تم کو گدھا یا سؤر کہے یا کوئی مغلظ گالی دے تو وہ شخص عقیدہ نہیں رکھتا کہ تم گدھے سؤر یا ایسے ہو جیسا کہ گالی میں تم کو بتلا رہا ہے صرف زبان ہی سے کہہ رہا ہے؛ مگر بتلاؤ تو سہی تمہیں اس پر غصہ آئے گا یا نہیں؟ ضرور آئے گا، پس ایسے ہی سمجھو کہ کلماتِ کفر و شرک ضرور موجب غضب خداوندی ہوں گے۔

مطلب یہ کہ مذکورہ طریقہ جائز نہیں، لائق ترک ہے، تعلیم و اصلاح اس پر موقوف نہیں ہے، اس کے جائز طریقے بہت سے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱، ص ۴۳ بحوالۂ تذکرۃ الرشید: ج ۱، ص ۹۴)

مسئلہ اگر فرقۂ باطلہ سے مناظرہ سکھایا جائے تو کسی طالب علم کا اپنے آپ کو ان کے فرقوں میں شمار کرنا اور اہل حق کی تضلیل و تکفیر کرنا، ہرگز ہرگز جائز نہیں، سخت معصیت ہے؛ بلکہ اپنے ایمان کا خطرہ ہے، اقرارِ کفر اور اجراء کلمۂ کفر اگر چہ اعتقاداً نہ ہو، استہزاء ہو، اس کو بھی فقہاء نے موجب کفر لکھا ہے۔

اس لیے مناظرہ کا طریقہ اختیار کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان باطل فرقوں کی طرف سے ایک کہے: اگر قادیانی یہ کہے تو آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ اگر رضاخانی یہ کہے تو آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

Marfat.com

کفریات کو کبھی بھی اپنا مقولہ بنا کر نہ پیش کرے اگر چہ جعلی وکیل کی نیت سے ہو، ویسے بھی کلمۂ کفر زبان پر لانا موجب ظلمت ہے جب تک کہ اس کی تردید نہ کی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۸، ص ۱۲۴)

اپنے مسلمان ہونے کا انکار کرنا

سوال اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں، حالانکہ وہ نماز وغیرہ کا بھی پابند ہے تو کیا وہ مسلمان شمار کیا جائے گا یا نہیں؟

جواب ایسا کہنا نہایت خطرناک ہے، اس کو توبہ واستغفار اور کلمہ پڑھنا لازم ہے، احتیاطاً تجدید نکاح کرے۔

اگر وہ اپنے ایمان کو کمزور سمجھتے ہوئے ایسا کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہونا چاہئے اور اس کے احکام کا پابند ہونا چاہئے وہ بات مجھ میں نہیں ہے اور بطور رنج وافسوس کے کہتا ہے گویا اللہ پاک سے قوی ایمان کی تمنا رکھتا ہے تو اس پر تجدید نکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور اس کے احساس وافسوس کی تعریف کی جائے گی؛ مگر ایسا کہنے سے پھر بھی روکا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱، ص ۱۲۰)

مفاد کے لیے اپنے کو غیر مسلم کہنا

سوال رمضان المبارک میں چند ہوٹل دن میں غیر مسلموں کے کھلے رہتے ہیں، ان ہوٹلوں پر غیر مسلموں کے علاوہ مسلمان روزہ خوروں کی ایک بڑی تعداد کھانا وغیرہ چھپ کر کھاتی ہے، اگر کبھی روزہ کے دوران ان ہوٹلوں پر پولیس کا چھاپہ پڑ جائے تو مسلمان روزہ خور بھی پکڑے جاتے ہیں، وہ سزا کے خوف سے پولیس کے سامنے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم مسلمان نہیں، ان کا زبانی اقرار سن کر پولیس چھوڑ دیتی ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب یہ کہنے سے کہ میں مسلمان نہیں ہوں، آدمی دین سے خارج ہو جاتا ہے، مسلمان نہیں رہتا، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے اور آئندہ کے لیے ایسی مذموم حرکت سے توبہ کرنی چاہئے۔

Marfat.com

روزہ چھوڑنے کے دوسرے عذر بھی تو ہو سکتے ہیں، کسی کو جھوٹ ہی بولنا ہے تو اسے کوئی اور عذر پیش کرنا چاہئے، اپنے کو غیر مسلم کہنا حماقت ہے (آپ کے مسائل: ج۱، ص۵۱)

سی آئی ڈی کا غیر مسلم بننا

سوال زید پیشہ خورد ونوش (بہروپیہ) اپنے روپ بدلتا ہے جس سے اس کے ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے مثلاً ماتھے پر قشقہ لگاتا ہے، گلے میں مالا ڈالتا ہے، یہ تو اس کے افعال ہوتے ہیں؛ مگر بعض مرتبہ وہ خود اپنا ہنود ہونا بیان کرتا ہے اور مسلمان ہونے کی خواہش کرتا ہے تو ایسی حالت میں اس کے مسلمان رہنے اور نکاح قائم رہنے کی نیت کا کیا حکم ہے؟

۲۔ بکر ملازمت کی وجہ سے سرکاری سی آئی ڈی (خفیہ پولیس) کے مفرور ملزم کی تلاش یا کسی معلومات واقعہ کے لیے اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لیے ایسا روپ بھرلے کہ انجان آدمی کو اس کے مسلمان ہونے کا شبہ بھی نہیں ہوتا بلکہ اس کو ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے اگرچہ وہ زبان سے ہندو ہونے کا مفر نہیں ہے تو ایسی حالت میں اسلام ونکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب بلاضرورت شدیدہ کفار کا مخصوص لباس استعمال کرنا ممنوع اور ناجائز ہے اور قشقہ لگانا کفر کا مذہبی شعار ہے جیسے زنار پہننا، اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور اپنے ہندو ہونے کا اقرار کرنا خود کفر ہے، اور ارتداد کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اس کے بعد وہ شخص مسلمان ہو جائے تو اس کا نکاح اس پہلی عورت سے جو اس کے نکاح میں تھی بلا حلالہ کیے شرعاً درست ہے۔

۲۔ اگر محض کفار کا لباسِ قومی اختیار کیا ہے تو اس سے کفر نہیں؛ بلکہ گناہ ہوتا ہے۔ اگر کفار کا شعار مذہبی اختیار کیا ہے تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر نمبر ا میں مذکور ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۶، ص۱۱۴ بحوالہ عالمگیری ج۲، ص۸۹۴ و قاضی خاں ج۴، ص۶۰۷ و شامی ج۲، ۶۴۳)

مسئلہ رام اور رحیم کے ایک ہونے کا عقیدہ کفری عقیدہ ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہوگی۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۰۳)

Marfat.com

نشہ کرنے والا کیا کافر ہے؟

مسئلہ شراب کے نشہ میں مرنے کے بعد ایمان زائل نہیں ہوتا، ایمان کفر سے زائل ہوتا ہے، اور یہ فعل (شراب پینا) کفر نہیں ہے؛ بلکہ معصیت (گناہ) کبیرہ ہے، یہ شخص مسلمان ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی (اگرچہ نشہ میں مرا) البتہ زجر وتوبیخ کے لیے عالم مقتدا اور امام جامع مسجد اس کی نماز نہ پڑھے، عام مسلمان نماز پڑھ کر دفن کر دیں اور اگر بغیر نماز پڑھے دفن کیا گیا تو سب گنہگار ہوں گے۔

مسئلہ ڈاکہ زنی سے بھی ایمان زائل نہیں ہوتا؛ اس لیے یہ شخص بھی مسلمان ہے، گو گنہگار ہے، اگر قاطع طریق بحالت ڈاکہ زنی قتل کیا جائے تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے اور اگر گرفتار ہو کر قتل کیا جائے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

مسئلہ جو مسلمان بحالت زنا مر جائے اس کا حکم وہی ہے جو اوپر شرب خور کا حکم مذکور ہوا۔ (امداد الاحکام: ج۱، ص۱۱۷ وعین الہدایہ باب کراہت: ج۴، ص۲۸۶)

علماء کو گالی دینے والے کا حکم

مسئلہ کسی خاص عالم کو گالیاں دینے سے کفر نہیں ہوتا، اور مناظرہ وغیرہ کی گفتگو میں عام علماء سے ہی خطاب ہوتا ہے، اس سے مخاطبِ ہی مراد ہوتا ہے؛ لہٰذا کفر کا حکم نہیں کیا جا سکتا؛ البتہ ایسے لوگ جو علماء کو گالیاں دیں وہ اس قابل نہیں کہ مسلمان ان سے ملیں، پس ان سے ملنا جلنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینا مسلمانوں کے ذمہ ہے، جب تک وہ اس گناہ سے توبہ نہ کر لیں۔ (امداد الاحکام: ج۱، ص۱۱۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا

سوال ایک مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی، سبب دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو دھمکانے کی وجہ سے کہا ہے، اس شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب ایسا شخص (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے) بالکل ایمان سے نکل جاتا ہے اور اس کی بیوی بھی اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے، ایسے شخص پر توبہ اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح

ضروری ہے، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے شخص کی سزا قتل تھی؛ مگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے ایسی سزا نہیں دے سکتے؛ البتہ جس طرح ہو سمجھا کر یا دباؤ ڈال کر اس سے توبہ کرانا اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرانا ضروری ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۵۳)

روزہ کا مذاق بنانا

مسئلہ کارآمد چیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، بہت سے جاہل اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے؛ لیکن بہت سے بددین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ بک دیتے ہیں جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں، مثلاً روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو، یا ہم کو بھوکا مارنے سے اللہ کو کیا مل جاتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور و اہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہئے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر کا سبب ہوتا ہے، اگر کوئی شخص عمر بھر روزہ نہ رکھے اور نماز نہ پڑھے، اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اُس کا منکر نہ ہو تو وہ کافر نہیں، جس فرض کو ادا نہیں کرتا اس کا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے ان کا اجر ملتا ہے؛ لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کا تمسخر (مذاق) کفر ہے، جس سے اور بھی تمام عمر کے نماز، روزہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، بہت زیادہ قابل لحاظ امر ہے؛ اس لیے روزہ کے متعلق بھی کوئی ایسا لفظ ہرگز نہ کہے، اور تمسخر وغیرہ نہ کرے۔ (فضائل رمضان: ۳۳ وامداد احکام: ج۱، ص۱۳۳)

مسئلہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا بشرطیکہ نماز کا مذاق (استہزاء) نہ کرتا ہو، حنیفہ کے نزدیک کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے، جس کی سزا یہ ہے کہ (اسلامی حکومت میں) اس کو اتنا مارا جائے کہ بدن سے خون بہنے لگے، پھر قید کر دیا جائے یہاں تک مر جائے یا توبہ کر لے۔

عام مسلمان کو تارکِ صلوٰۃ کے ساتھ دوستانہ تعلقات نہ کرنے چاہئیں، اس کے یہاں کھانا وغیرہ بھی نہ کھائیں تاکہ زجر حاصل ہو۔ (امداد الاحکام: ج۱، ص۱۱۳ و ج۱، ص۱۴۳)

(نوٹ: ان سزاؤں کا اختیار عام لوگوں کو نہیں بلکہ اسلامی حکومت ہو تو یہ معاملہ امیر المؤمنین کے سپرد کر دیا جائے یعنی شرعی عدالت میں؛ البتہ نابالغ اولاد کو یا غلام کو باپ

Marfat.com

بھی سزا دے سکتے ہیں؛ لیکن نابالغ کو ہاتھ سے سزا دی جائے، مارا جائے لیکن لکڑی وغیرہ سے نہیں۔ (محمد رفعت قاسمی)

اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا

مسئلہ بعض پیر پرست کہتے ہیں: جو کچھ مانگنا ہے بڑے پیر سے مانگو، اور اللہ تعالیٰ کی نسبت کہتے ہیں (کفریہ الفاظ) کہ میاں اللہ سے کیا مانگنا، ان کا تو یہ کام ہے کہ اس سے لیا اس کو دیا، اور اُس سے لیا دوسرے کو دے دیا، خدا کی پناہ! اللہ تعالیٰ کی عظمت وقعت دل میں بالکل نہیں، جو منہ میں آیا بک دیا، نہ اس کی پرواہ ہے کہ اس بات سے ہمارا ایمان جاتا رہے گا، اور نہ اس کا خیال کہ یہ الفاظ کفر کے ہیں (یعنی ایسا کہنے سے ایمان جاتا رہے گا کیونکہ یہ الفاظ کفریہ ہیں) (اغلاط العوام: ص۹۶)

مسئلہ اللہ تعالیٰ کی شان میں محض گستاخی سے بھی ایمان سلب ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کو گالی دینا، بہت ہی سخت گناہ اور نہایت خطرناک وبال میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو جاتا ہے اور اس سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۲۵)

نماز کا مذاق اڑانا

سوال کوئی شخص مثلاً کہے، روزہ وہ رکھے جو بھوکا ہو، یا روزہ وہ رکھے جس کے گھر آٹا نہ ہو، نماز میں اٹھک بیٹھک کون کرے؟ یا اسی طرح کا اور کوئی کلمۂ کفر بولے تو کیا اس کا ایمان ختم ہو جاتا ہے؟

جواب دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا کفر ہے، اس سے ایمان ساقط ہو جاتا ہے، ایسے شخص کو اپنے کلمات کفریہ سے توبہ کر کے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے، نکاح بھی دوبارہ پڑھوایا جائے گا، اگر بغیر توبہ یا بغیر تجدید نکاح کے اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو بدکاری کا گناہ دونوں کے ذمہ ہوگا۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۵۰)

مسئلہ بیوی نے کہا کہ میں تمہارے قرآن پر پیشاب کرتی ہوں تو تمہاری بیوی ان الفاظ سے مرتد ہو گئی اور نکاح سے نکل گئی، اگر وہ توبہ کرے تو ایمان کی تجدید کے بعد دوبارہ نکاح تمہارے سے ہو سکتا ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۸، ص۴۶۳ ونظام الفتاویٰ: ج۱، ص۴۸)

مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالِ مبارک کی توہین بھی کفر ہے، فقہ کی کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کے لیے تصغیر کا صیغہ استعمال کیا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

(آپ کے مسائل: ج۱، ص۵۲ وکفایت المفتی: ج۱، ص۳۱)

ضروریاتِ دین کا مذاق اڑانا

مسئلہ حدیث کے نہ ماننے والوں کا لقب منکرین حدیث ہے، نماز پنجگانہ بھی اسی طرح متواتر ہیں، جس طرح قرآن کریم متواتر ہے، جو شخص پانچ نمازوں کا منکر ہے وہ قرآن کریم کا بھی منکر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کا بھی منکر ہے۔

ایسے تمام دینی امور جن کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور جن کا دین محمدی میں داخل ہونا ہر خاص و عام کو معلوم ہے ان کو "ضروریاتِ دین" کہا جاتا ہے، ان تمام امور کو بغیر تاویل کے ماننا شرطِ اسلام ہے، ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس میں تاویل کرنا کفر ہے؛ اس لیے جو فرقہ صرف تین نمازوں کا قائل ہے، پانچ نمازوں کو نہیں مانتا وہ اسلام سے خارج ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۴۹)

صحابہؓ کا مذاق اڑانا

مسئلہ جو شخص کسی خاص صحابیؓ کا مذاق اڑاتا ہے وہ بدترین فاسق ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہئے، ورنہ اس کے حق میں بُرے خاتمہ کا اندیشہ ہے، اور جو شخص تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معدودے چند کے سوا گمراہ سمجھتے ہوئے ان کا مذاق اڑاتا ہے، وہ کافر اور زندیق ہے اور یہ کہنا کہ میں فلاں صحابیؓ کی حدیث کو نہیں مانتا، نعوذ باللہ، اس صحابیؓ پر فسق کی تہمت لگانا ہے، ان کی روایات کو قبول کرنے سے انکار کرنا، نفاق کا شعبہ اور دین سے انحراف کی علامت ہے۔

مسئلہ صحابہؓ کو کافر کہنے والا شخص خود کافر اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

مسئلہ کوئی ولی، غوث قطب، امام، مجدد، کسی ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا، نبیوں کی تو بڑی شان ہے (آپ کے مسائل: ج۱، ص۴۹، ۳۰، وکفایت المفتی: ج۸، ص۴۱)

Marfat.com

مسلمان کا غیر مسلم گرو جی کو جھک کر سلام کرنا

سوال پادری کو جولوگ اپنے گھر بلا کر اس کے پاؤں کے سامنے سرخم کر کے اس کو کچھ رقم دیتے ہیں اسی طرح ایک مسلمان نے بھی اس کو اپنے گھر بلا کر اس کے پاؤں پر جھک کر رقم اس کے قدموں پر رکھی، سر سجدہ کی طرح جھکایا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اللہ وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کسی کے سامنے (چاہے پیر ہو یا پیغمبر و بادشاہ وغیرہ) سجدہ کرنا، غیر اللہ کے سامنے زمین پر سر ٹیکنا شریعت محمدی میں قطعی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اگر عبادت کی نیت ہو تو موجب کفر ہے اور اگر تعظیم مقصود ہو یا کوئی نیت نہ ہو پھر بھی بہت سے علماء کے نزدیک موجب کفر ہے درمختار مع الشامی: ج ۵، ص ۲۳۷ میں ہے جو لوگ عالم یا بادشاہ وغیرہ کے سامنے زمین چومتے ہیں یہ حرام ہے، چومنے والا اور پسند کرنے والا دونوں گنہگار ہیں کیونکہ یہ طریقہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔ اور یہ بات کیا اس کو کافر قرار دیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عبادت اور تعظیم مقصود ہو تو کافر ہو جاتا ہے، اگر بطور سلامی کے ہو تو کافر نہیں ہوتا مگر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے، (درمختار) صورت مسئولہ میں جین گرو جی کے سامنے عبادت کی غرض سے نہیں بلکہ تعظیم کی غرض سے سجدہ کی طرح سرخم (جھکایا) کیا ہو، پھر بھی اس کے لیے توبہ و استغفار اور تجدید نکاح ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۳۷۸)

رکوع کی طرح جھک کر تعظیم یا شکریہ ادا کرنا

مسئلہ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ ہی سب سے زیادہ قابل تعظیم ہے، اللہ ہی کی ذات اس قابل ہے کہ انسان اس کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکائے، اسی وجہ سے اسلام میں غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح اس صورت کو بھی فقہاء نے مکروہ لکھا ہے کہ کوئی شخص کسی کے سامنے رکوع کی مانند جھک کر سلام کرے یا اس کی تعظیم بجالائے، اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنا حدیث شریف سے بھی ثابت ہے، اپنے محسن ہونے کے اعتبار سے شکریہ ادا کریں، چاہے جس زبان میں بھی ہو، اگرچہ سب سے بہتر الفاظ یہ ہیں کہ ''جزاک اللہ'' کہے؛ لیکن جس طرح غیر اللہ کو سجدہ کرنا ناجائز ہے اسی طرح رکوع کے

Marfat.com

بقدر جھکنا بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ۲۹۰ وشامی: ج۵، ص۲۳۸ وترمذی شریف: ج۲، ص۱۷، وعالمگیری: ج۶، ص۲۴۴)

مسئلہ تعظیم کے لیے ماں کے پیر کو چھونا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، یہ اسلامی تعظیم نہیں ہے؛ بلکہ غیروں کا طریقہ ہے جس سے بچنا چاہئے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۳۵۳)

مسئلہ جھک کر کسی کی قدم بوسی کرنا اور قبر بوسی کرنا نہیں چاہئے؛ کیوں کہ جھک کر سلام کرنا بھی جب درست نہیں ہے تو جھک کر قدم بوسی کرنا جو کہ سجدہ کے مشابہ ہے، کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اور قبر بوسی اس وجہ سے حرام ہے کہ یہ تقبیل ارض یعنی زمین چومنا ہے، اور اس وجہ سے بھی حرام ہے کہ اس میں تشبہ بالسجود ہے، اور نیز اس وجہ سے بھی حرام ہے کہ اس میں تعظیم غیر اللہ ہے، وکل منها حرام. (عزیز الفتاویٰ: ج۴، ص۱۴)

مسئلہ اگر از راہِ عبادت وتعظیم علماء وعظماء کے سامنے سر جھکایا ہے اور زمین بوسی کی ہے تو کافر ہو جاتا ہے اور بطریق سلام اور تحیۃ ایسا کیا ہے تو کافر نہیں ہوتا؛ البتہ گناہ گار اور مرتکب کبیرہ گناہ ہوتا ہے۔ (عزیز الفتاویٰ: ج۱، ص۱۶)

کلمۂ کفر کہنے والے کے ذبیحہ کا حکم

مسئلہ مسلمان کی زبان سے اگر کوئی کلمہ ایسا نکلے جس سے کفر لازم آتا ہو، اور اس کے اندر تاویل کر کے کفر سے بچایا جا سکتا ہو تو کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا اور ایسے شخص کا ذبیحہ ناجائز نہیں ہوتا؛ البتہ ایسا کلمہ کہنے سے اس کو پوری قوت کے ساتھ روکا جائے گا۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ، ص۳۵۳)

بزرگوں کے پیروں کو بوسہ دینا

مسئلہ احتیاط اس میں ہے کہ بزرگوں کے پیروں کو بوسہ نہ دیا جائے؛ کیونکہ یہ بوسہ دینا (چومنا) وتعظیم، سجدہ کرنا اور زمین اور مشائخ اور علماء کے ہاتھوں کو چومنا بالاتفاق حرام اور کبیرہ گناہ ہے؛ بلکہ بعض فقہاء نے اس میں کفر کا حکم بھی دیا ہے۔

(عزیز الفتاویٰ: ج۱، ص۱۵)

Marfat.com

مسئلہ سجدۂ تعظیم مرشد حرام ہے۔(امدادالاحکام: ج۱،ص۱۱۴)

مسئلہ سجدۂ تعظیمی کو مطلقاً سب علماء کفر فرماتے ہیں، یہ سجدہ خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، اور اپنے پیر کی تصویر کو سجدہ کرنا (لعنت ہے) اور وہ لوگ جو تصاویر کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں ملعون ومردود ہیں اور ان کے کفر اور مرتکب افعال شرک وکفر ہونے میں کچھ تردد معلوم نہیں ہوتا۔(عزیز الفتاویٰ: ج۱،ص۱۷)

قبر بوسی کرنا

مسئلہ جھک کر کسی کی قدم بوسی (پیروں کو چومنا) اور قبر بوسی کرنا نہیں چاہئے، جب کہ جھک کر سلام کرنا درست نہیں ہے تو جھک کر قدم بوسی کرنا جو مشابہ بالسجود ہے، کیسے درست ہوسکتا ہے، اور قبر بوسی اس وجہ سے بھی حرام ہے کہ اس میں تشبہ بالسجود ہے اور اس وجہ سے بھی حرام کہ اس میں تعظیم غیر اللہ ہے۔(عزیز الفتاویٰ: ج۱،ص۱۴)

مزار سے متعلق عقیدہ کا حکم

سوال اولیاء کرام کے نام سے نیاز، نذر اور منتیں ومرادیں مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے مزار پر پھول اور چادر وغیرہ چڑھانا درست ہے یا نہیں؟

جواب اولیاء کرام کے لیے نذر ماننا اور ان کے مزارات پر چڑھاوے چڑھانا حرام ہے، اگر یہ عقیدہ بھی ہو کہ وہ صاحب مزار ہماری مرادیں پوری کرتے ہیں اور دنیا کی سب چیزیں ان کے تصرفات سے ہوتی ہیں تو شرک ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱،ص۱۲۲ بحوالہ مراقی ص۳۳۸)

مسئلہ مسجد یا مکان کے طاق میں یہ کہہ کر کہ یہاں شہید بابا ہیں، اس پر چڑھاوے چڑھانا مشرکانہ حرکت ہے، (جس سے) توبہ لازم ہے۔(فتاویٰ محمودیہ: ج۱،ص۲۳۲)

مسئلہ مزارات پر چادر چڑھانا منع ہے اور اولیاء اللہ کی ارواح سے استمداد یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ ہم جب مصیبت میں گرفتار ہو کر ان بزرگوں کو آواز دیتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں تو وہ ہماری فریاد کو ہر جگہ سنتے اور ہماری مدد کے لیے آتے ہیں، یہ عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے؛ بلکہ مشرکانہ عقیدہ ہے، اس سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار

Marfat.com

ہے۔(فتاویٰ محمودیہ: ج۱،ص۲۰۶ واحسن الفتاویٰ: ج۱،ص۳۶)

مسئلہ مزار کے درواز پر جا کر سر رکھنا، سجدہ کی ہیئت بنانا اگر بہ قصد تعظیم ہوتو حرام ہے اور اگر بہ قصد عبادت ہوتو شرک ہے، قبر کو بوسہ دینا یا مزار کے در و دیوار کو چومنا بھی حرام ہے۔(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۰،ص۶۱ بحوالہ فقہ اکبر ص۲۳۸)

مسئلہ مصنوعی قبر بنا کر کسی ولی کا مزار قرار دینا، مخلوق کو دھوکہ دینا ہے؛ لہٰذا یہ قطعاً ناجائز ہے، اور چراغ جلانا، منت چڑھانا، مزار کو سجدہ کرنا ممنوع اور ناجائز ہیں۔ اگر واقعی کسی بزرگ کی قبر ہوتب بھی افعال مذکورہ کا ارتکاب ناجائز ہوگا اور قبر کو سجدہ کرنا عبادت کی نیت سے شرک ہے، اگر تعظیم کی نیت سے ہوتو حرام ہے، مشابہ بالشرک ہے، اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لیے کی جائے اور اس کا کھانا مزار کے فقراء کو کھلایا جائے تو وہ کھانا فقراء کے لیے جائز ہے، اور اگر نذر صاحبِ مزار کے لیے کی جائے تو حرام ہے، اس کا کھانا درست نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ: ج۵،ص۳۲۲)

مسئلہ اکثر حضرات اولیاء اللہ کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ و نیاز دلاتے ہیں کہ ان سے ہمارے کاروبار میں ترقی ہوگی، مال و اولاد میں زیادتی ہوگی، ہمارا رزق بڑھے گا اور اولاد کی عمر بڑھے گی، اس طرح کا عقیدہ شرک ہے، تمام قرآنِ کریم اس عقیدہ کے ابطال سے بھرا ہوا ہے۔

مسئلہ بعض لوگ قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں، چونکہ مقصود اس سے تقرب و رضامندی اولیاء اللہ کی ہوتی ہے اور ان کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں یہ اعتقاد شرک ہے اور چڑھاوا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ اسی طرح عرس کے زمانہ میں؛ بلکہ غیر عرس میں بھی اولیاء اللہ کے مزارات پر چادر چڑھاتے ہیں جو مکروہ و اسراف ہے اور عوام کا اس میں جو اعتقاد ہے وہ بالکل شرک ہے، پھر غضب یہ کہ اس کی نذر و منت مانی جاتی ہے، بعض لوگ دور دراز علاقہ سے سفر کر کے اپنے بچوں کا چلہ چھٹی وہاں کرتے ہیں اور یہ نذر پوری کرتے ہیں اور بعض آسیب اتروانے کے لیے آتے ہیں، بعض وہاں پر چراغ روشن کرتے ہیں، قبریں پختہ بناتے ہیں؛ جبکہ قرآنِ کریم میں صاف صاف ان امور سے توبہ کا حکم ہے۔(اغلاط العوام: ص۲۳)

Marfat.com

مزار پر جا کر عقیقہ کرنا

سوال ہمارے یہاں پر عورتیں یہ کہتی ہیں کہ اگر ان کے لڑکا پیدا ہوا تو وہ اس کے سر کے بال مخصوص جگہ پر جا کر اتروائیں گی اور قربانی بھی وہاں جا کر کرتی ہیں، یہ کیسا ہے؟

جواب یہ ایک ہندوانہ رسم ہے جو مسلمانوں میں آ گئی ہے اور چونکہ اس میں فسادِ عقیدہ شامل ہے؛ اس لیے اعتقادی بدعت، جو بعض صورتوں میں کذب وشرک تک پہنچ سکتی ہیں، چنانچ بعض لوگوں کا عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ بچہ فلاں بزرگ نے دیا ہے؛ اس لیے وہ اس بزرگ کے مزار پر نیاز چڑھانے کی منت مانتے ہیں اور منت پوری کرنے کے لیے اس مزار پر جا کر بچے کے بال اتارتے ہیں، وہاں قربانی کرتے ہیں اور دوسری بہت سی خرافات کرتے ہیں، مسلمانوں کو ایسی خرافات سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(آپ کے مسائل: ج۴، ص۲۳۹)

بارش نہ ہونے پر چندہ کا بکرا صدقہ کرنا

مسئلہ ایسے موقع پر چندہ کر کے بکرا خرید کر اس کے گوشت کے صدقہ کو واجب سمجھنا غلط ہے، ایسے وقت جس کے پاس جو کچھ ہو حسب حیثیت محض اللہ کے لیے مستحق کو دے دے، بکرے کے کاٹنے کی رسم غلط ہے (کیونکہ یہ سمجھنا کہ گوشت ہی کا صدقہ ہوتا ہے، غلط ہے) اور صدقات نافلہ غیر مسلم کو بھی دے سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۳، ص۲۰۴)

مسئلہ یہ طریقہ ٹھیک نہیں کہ بارش نہ ہونے پر گاؤں سے، خاندان سے پیسے، چاول وغیرہ جمع کر کے پکا کر سب بچوں کو بلا امتیاز غریب وامیر کھلانا اور خود بھی کھانا، صدقہ تو غریبوں کا حق ہے، غریبوں کی حاجتیں مخفی طریقہ پر پوری کی جائیں۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۳۶۷)

کیا اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حلول ہے؟

مسئلہ خداوند کریم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا (غیر مسلموں کی طرح) کہ وہ ہر چیز میں حلول کیے ہوئے ہے، کفر ہے، اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عرش پر یا کسی اور مکان میں

Marfat.com

ہے جس طرح کہ بادشاہ تخت وغیرہ میں ہے، یہ بھی کفر ہے، ان دونوں عقیدوں سے توبہ اور اجتناب (بچنا) واجب ہے، خدا تعالیٰ کسی مکان میں محدود نہیں، وہ مکان سے منزہ (پاک) اور بالاتر ہے، شرح عقائد ص ۳۴ میں ہے کہ البتہ عرش پر اس کا خاص تسلط اور استیلاء ہے، اور اس کی کیفیت کو وہی خوب جانتا ہے اور اپنے علم کے اعتبار سے ہر چیز کو محیط (گھیرے ہوئے) ہے۔" (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱، ص ۱۲۲ بحوالہ عالمگیری: ج ۲، ص ۸۸۱ و مدارک: ص ۱۱۷)

جان بچانے کے لیے کفر کا اقرار کرنا

مسئلہ جب کوئی مسلمان کفار و مشرکین میں پھنس جائے اور جان چھڑانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو بجز اس کے کہ وہ جھوٹ کہہ دے کہ میں مسلمان نہیں ہوں، اور جب امان کی جگہ پہنچ جائے تو اس جھوٹ سے توبہ کر لے، ایسا وقتی طور پر صرف زبان سے کہہ دینے سے وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا؛ البتہ ایسا کہنا جان کے خوف کے وقت ہی بہتر ہے، حضرت عمارؓ بن یاسر کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۴، ص ۹۱ بحوالہ قرآن کریم)

کلماتِ کفر سے نکاح کا حکم

مسئلہ کفریہ کلمہ بولنے سے نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے یعنی جس بات سے یا کام کی وجہ سے ایک آدمی کا ایمان ختم ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے نکاح بھی ختم ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۴، ص ۷۹)

مسئلہ تجدید ایمان توبہ و استغفار کے ساتھ تجدید نکاح کا بھی حکم ہے، دو گواہوں کے سامنے مہر جدید سے دوبارہ ایجاب وقبول کر لیا جائے، خطبۂ نکاح اور اعلان فرض نہیں، سنت ہے، تجدید نکاح کے لیے عدت لازم نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۸، ص ۱۱۰)

تجدید ایمان کا طریقہ

مسئلہ کلمۂ شہادت زبان سے ادا کرنا ہوگا اور دل سے اس کی تصدیق کرے اور جس چیز کے انکار کی بنا پر ایمان سے خارج ہو گیا تھا اس کا اقرار کرے، اگر اسلام سے خارج ہو کر عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا تو اس سے بیزاری اور برأت کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ:

Marfat.com

ج۱۲،ص۱۱۶)

مسئلہ ارتداد بہت بڑا گناہ اور جرم عظیم ہے؛ مگر جب مرتد نے صدق دل سے توبہ کرلی ہے تو اسلام میں داخل ہوگیا، مسلمان (اُسے) اپنے میں شامل کرلیں۔

(کفایت المفتی: ج۱،ص۴۶)

منکرین حدیث کیا مسلمان ہیں؟

مسئلہ مدعیانِ اہل قرآن جو احادیث کا انکار کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں، اور نماز کی تضحیک کرتے ہیں اور پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں، یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں، ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا اور ان سے شادی بیاہ وغیرہ، کسی قسم کے تعلقات رکھنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱،ص۲)

مسئلہ جو شخص خدا کے وجود کا انکار کرنے لگے تو ایسا شخص بدعقیدہ، ملحد اور بددین ہے، اس پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱،ص۱۳)

کیا استاد کی توہین کفر ہے؟

مسئلہ والدین یا استاد کی بلاوجہ شرعی توہین کرنا گناہ ہے؛ مگر کفر نہیں، نہ اس سے ایمان جاتا ہے اور نہ نکاح ٹوٹتا ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص حرام لعینہ (یعنی جس کی حرمت قطعی ہو) کو حلال اعتقاد کرے تو یہ کفر ہے، اس سے ایمان سلب ہوجاتا ہے اور نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۰،ص۶۱)

مسئلہ یہ کلمہ بولنا کہ ''اللہ تعالیٰ بہت بے انصاف ہے، کسی کو اولاد دیتا ہے اور کسی کو نہیں دیتا'' یہ کلمہ کفر ہے، نعوذ باللہ منہ استغفر اللہ! کہنے والے کے ذمہ ضروری ہے کہ توبہ و استغفار کرے، تجدید ایمان کرے اور نکاح بھی دوبارہ پڑھوائے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۶،ص۷۹)

گناہوں پر فخر کرنا

سوال ایک شخص جو اعلانیہ گناہوں میں مبتلا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ مجھے

اپنے گناہوں پر فخر ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب احکام شریعت کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر فخر کرنا بلاشبہ کفر ہے؛ لہٰذا ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے، اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے، حاکم وقت پر فرض ہے کہ اسے توبہ اور تجدید ایمان کی تلقین کرے، اگر خدانخواستہ توبہ نہ کرے تو اس کے قتل کا حکم دے۔ جب مزاحاً کلمۂ کفر کہنے والے اور اعلانیہ گناہ کرنے والے کو مرتد اور واجب القتل قرار دیا گیا ہے، تو گناہوں پر فخر کرنے والے کے کفر میں کیا شبہ؟ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۴۰)

بتوں کو سجدہ کرنا

سوال زید کی بیوی نے مندر میں جا کر بت کے آگے اپنے ہاتھ جوڑے اور سجدہ بھی کیا بت کو، اور اس سے منت و مراد بھی طلب کی تو کیا یہ مسلمہ ہے؟

جواب یہ عورت بت کو سجدہ کرنے کی وجہ سے کافر ہوگی۔ (امداد المفتین: ج۸، ص۳)

مسئلہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر بہ نیت عبادت ہو تو کفر صریح اور ارتداد محض ہے، اور اگر بہ نیت عبادت نہ ہو بلکہ قصد تعظیم معروف ہو تو ارتداد اور کفر تو نہیں، سخت تر گناہ اور شرک کے قریب ہے۔ (امداد المفتین: ج۸، ص۱۷)

غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا

مسئلہ غیر مسلم سے ایک تو علاج کرانے کی یہ صورت ہے کہ وہ فن معالجہ کا ماہر ہے جیسے ڈاکٹر و حکیم وغیرہ کہ اس میں محض مہارت فن سے فائدہ حاصل کرنا ہے، جیسے کہ کسی وکیل غیر مسلم سے مقدمہ کی پیروی کرائی جائے تو اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے، دوسری صورت معالجہ کی یہ ہے کہ اس کو مقبول بارگاہِ الٰہی تصور کیا جائے اور یہ عقیدہ ہو کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بابرکت و مقبول ہیں، جب وہ دم کرے گا تو اللہ تعالیٰ مرض کو ختم فرما دیں گے، اس صورت میں غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا گویا کہ اس کو مقبولِ بارگاہِ الٰہی قرار دینا ہے، حالانکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق نہیں ہے، اس سے عقائد فاسد ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۴، ص۶۳)

Marfat.com

مشرکانہ منتر سے علاج کرانا

سوال ایک شخص جس منتر سے جھاڑتا ہے اس میں غیر اللہ سے اعانت لی جاتی ہے، خدا کا بالکل ذکر نہیں کرتا، تو جھاڑ پھونک کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب ایسے شخص سے بذریعۂ جھاڑ پھونک علاج کرانا جائز نہیں، اس میں دیوی دیوتا کو شافی اور متصرف مانا گیا ہے، اور اس جھاڑنے والے کو اس دیوی دیوتا کا مقرب تسلیم کیا گیا ہے، ایسا عقیدہ بھی اسلام کے خلاف اور کفر ہے اور ایسے شخص سے جھاڑ پھونک کرانے میں اس کے عقیدہ کی تصدیق اور اس کا اعزاز ہے، شافی مطلق، حاجت روا متصرف صرف اللہ پاک ہے، اس سے بغاوت کر کے زندگی بھی وبال اور موت بھی عذاب۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۰، ص ۱۱۵)

مسئلہ کفریہ الفاظ سے جھاڑ پھونک کرنا یا کرانا کسی طرح جائز نہیں اور ان الفاظ (کفریہ) کو حق اور صحیح سمجھنا تو کفر ہے اور اس سے بیوی نکاح سے نکل جائے گی اور ایمان ختم ہو جائے گا (جھاڑنے والا کفریہ الفاظ) خواہ بسم اللہ پڑھ کر ہی کیوں نہ شروع کرے، اور اس سے لوگ شفایاب بھی کیوں نہ ہوتے ہوں، ایسے شخص کو جو جان بوجھ کر اس طرح (کفریہ) جھاڑ پھونک کرتا ہے، اس کو توبہ کے بعد تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔

(نظام الفتاویٰ: ج ۱، ص ۵۱)

درود تاج پڑھنا کیسا ہے؟

سوال درود تاج پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اس درود میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم کے الفاظ ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام چیزوں کے دور کرنے والے فرمایا۔

جواب درود تاج کے الفاظ قرآن پاک اور حدیث شریف کے نہیں ہیں، اور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ وسلف صالحینؒ وغیرہ سے درود تاج پڑھنا ثابت نہیں ہے، یہ درود تاج سینکڑوں سال بعد کی ایجاد ہے، جس درود شریف کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کرامؓ کو سکھلائے ہیں (جیسے درودِ ابراھیم وغیرہ) کوئی دوسرا درود جس کے الفاظ

Marfat.com

ایجاد کردہ ہوں، اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے صادر شدہ الفاظ اور کسی امتی کے ایجاد کردہ الفاظ کی برکت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

خلاصہ یہ کہ حتی الامکان وہی درود شریف پڑھا جائے جو حدیث شریف سے ثابت ہو، اور جس درود کے الفاظ حدیث سے ثابت نہ ہوں، اس کو مسنون نہ سمجھے، مذکورہ کلمات پڑھنے کی محققین علماءؒ اجازت نہیں دیتے؛ کیونکہ مشکلات کا حل کرنے والا خداوند قدوس ہی ہے، مخلوق میں کسی کو بھی حقیقتاً دافع البلاء وغیرہ ماننا، اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۲، ص۲۹۸ بحوالہ ترمذی شریف: ج۲، ص۱۷۵ وفتاویٰ رشیدیہ: ص۱۶۲)

مسئلہ درود تاج کے فضائل جو جہلاء میں مشہور ہیں وہ بے اصل و بے بنیاد ہیں، حدیث شریف سے ثابت نہیں ہیں، فضائل ومقدار ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کیے بغیر جاننا محال ہے، یہ درود سینکڑوں سال بعد کی ایجاد ہے تو اس کے پڑھنے کی فضیلت اور مقدار ثواب کس نے اور کب بتائی؟

حدیث شریف سے جس درود کے الفاظ ثابت ہیں انہیں چھوڑ کر غیر مسنون الفاظ پر بڑے بڑے ثواب کے وعدوں کا عقیدہ رکھ کر اس کا وظیفہ ضروری اور لازم کر لینا بدعت ہے، نیز اس میں دافع البلاء وغیرہ الفاظ کی نسبت کا فرق عوام نہیں جانتے؛ لہٰذا اس کو پڑھنے کا حکم دینا ان کو شرک میں مبتلا کرنے کے برابر ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۲، ص۳۰۱ بحوالہ مجمع البحار: ج۲، ص۲۲۴ وفتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۲۲۲)

خلاصہ: درود تاج کے بارے میں یہ بات نوٹ فرمالیں: یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، نہ ہی اس کا پڑھنا صحابہ کرامؓ کے معمولات میں شامل رہا ہے، یہ درود بعد کے کاریگروں نے ایجاد کیا ہے، اس میں جو الفاظ موجود ہیں، ان سے شرک کی بو آتی ہے؛ لہٰذا اس سے احتراز کرنے میں ہی خیر ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا اہتمام نہایت مبارک اہتمام ہے؛ لیکن اس اہتمام کو نبھاتے وقت ان ہی درود کو زبان پر رکھنا چاہئے جو احادیث صحیحہ وسنن سے ثابت ہیں۔ دوسرے لوگوں کے تصنیف کردہ درود خواہ بظاہر اپنے اندر کتنی ہی کشش کیوں نہ رکھتے ہوں؛ لیکن ان کے پڑھنے میں وہ سعادت اور برکت حاصل نہیں ہوسکتی ہے جس کی تعلیم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور اس پر تمام صحابہ کرامؓ کا عمل رہا ہو۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ''سیدنا'' کا لفظ بولنا بدعت نہیں ہے، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۳،ص۳۰۹)

وسیلہ سے دعاء کرنا

سوال توسل بالانبیاء والاولیآء جائز ہے یا نہیں؟

جواب توسل خواہ زندوں سے ہو یا مُردوں سے، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے عمل سے ہو یا غیر کے عمل سے، بہر حال اس کی حقیقت اور ان سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ تعالیٰ ہے، بایں طور کہ فلاں مقبول بندہ پر جو رحمت ہے اس کے توسل سے دعاء کرتا ہوں، یا فلاں نیک عمل اپنا یا غیر کا جو محض آپ کی عطا اور رحمت ہے اس سے توسل کرتا ہوں، چونکہ توسل بالرحمۃ کے جواز بلکہ ارجی للقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور یہ سب صورتیں، مذکورہ توسل کو شامل ہیں؛ لہٰذا توسل کی مذکورہ صورتیں جائز ہیں، اور اس کی حقیقت بھی یہ ہے کہ یا اللہ! آپ کی جس رحمت نے ہمیں فلاں فلاں عمل صالح کی توفیق عطا فرمائی ہے، ہم اس رحمت کے توسل سے دعاء کرتے ہیں، توسل کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد اس کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱،ص۳۳۲ و آپ کے مسائل: ج۱،ص۳۲)

مسئلہ وسیلہ کی پوری تفصیل تو اختلافِ امت اور صراط مستقیم میں ملاحظہ فرمائیں، بزرگوں کو مخاطب کر کے (وہ خواہ زندہ ہوں یا مردہ) ان سے مانگنا تو شرک ہے؛ مگر اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ! بہ طفیل اپنے نیک اور مقبول بندوں کے میری فلاں مراد پوری کر دیجئے، یہ شرک نہیں ہے۔ (اس لیے کہ اس صورت میں جس شخصیت سے توسل کیا جائے اسے بطور شفیع پیش کرنا مقصود ہوتا ہے)

(آپ کے مسائل: ج۱،ص۳۱ و فتاویٰ عبدالحی: ص۳۴۹ و ۳۹۵)

وسیلہ کی قسمیں اور ان کا حکم

مسئلہ توسل لوگ دو طرح سے کرتے ہیں (۱) یہ کہ (کہے) اے فلاں پیر صاحب! آپ اللہ تعالیٰ سے میری مراد پوری کرا دیجئے، یا اپنے پیر یا بزرگوں کو مدد کے لیے بلانا،

Marfat.com

ان سے اپنی مرادیں مانگنا یا ان کو خدا کے کاموں میں دخیل سمجھنا، جیسے: ''یا بڑے پیر صاحب! المدد'' کہنا یا کسی صاحب مزار سے کہنا کہ میرا فلاں کام بنا دیجئے، وغیرہ وغیرہ، یہ توسل ناجائز بلکہ شرک ہے، یہ اگرچہ استمداد ہے مگر عوام اس کو وسیلہ ہی سمجھتے ہیں؛ اس لیے (اس میں) مبتلا ہوتے ہیں۔

(۲) دوسری قسم کی توسل یہ ہے کہ اس طرح وسیلہ بنایا جائے اور توسل کیا جائے کہ اے اللہ! میں آپ کے فلاں بندے کی برکت سے اور وسیلے سے آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں، ان کی مقبولیت کے اور محبت کے طفیل میری دعاء قبول فرمالیجئے، یہ توسل وسیلہ جائز ہے اور اس کے جواز پہ بہت سی دلیلیں ہیں، مثلاً خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سابقین سے توسل فرمایا ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۷۰ وجمع الفوائد: ص۲۶۴)

نبی یا ولی کے طفیل سے دعا کرنا

مسئلہ ہاں اگر محض خدا ہی سے دعاء مانگی جائے، ولی یا نبی سے نہ مانگی جائے؛ بلکہ ان کو محض وسیلہ قرار دیا جائے مثلاً یوں کہے: یا اللہ! فلاں نبی یا ولی آپ کے مقبول و بزرگ بندے ہیں، ان کے وسیلہ سے ہماری دعاء قبول فرمالیجئے، تو یہ جائز ہے۔

(نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۷۲ بحوالہ شامی: ج۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعاء مانگنا

سوال ایک صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے دعاء مانگنے میں متفق نہیں ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جو کچھ بھی طلب کرنا ہے صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کریں، بغیر وسیلہ کے کام چل جاتا ہے تو گویا ہم وسیلہ طلب کرنے میں شرک کر رہے ہیں؟

جواب اگر کوئی شخص حق تعالیٰ سے بغیر وسیلہ کے دعاء مانگتا ہے تو یہ بھی درست ہے اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعاء مانگتا ہے کہ یا اللہ! میری فلاں حاجت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل پوری فرمادے، تو یہ بھی جائز ہے، اس کو شرک کہنا غلط ہے، اس طرح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۷، ص۴۹۹ وترمذی شریف: ج۱، ص۹۹ ومشکوٰۃ شریف: ص۱۹۶)

Marfat.com

علم الاعداد کا سیکھنا

مسئلہ ان علوم کے بارے میں چند باتوں کو سمجھ لینا ضروری ہے:

(۱) مستقبل بینی کے جتنے طریقے ہیں، سوائے انبیاء علیہم السلام کی وحی کے، ان میں سے کوئی بھی قطعی ویقینی نہیں؛ بلکہ وہ اکثر حساب اور تجربہ پر مبنی ہیں، اور تجربہ وحساب کبھی صحیح ہوتا ہے، کبھی غلط؛ اس لیے ان علوم کے ذریعہ کسی چیز کی قطعی پیشین گوئی ممکن نہیں کہ وہ لازماً صحیح نکلے؛ بلکہ وہ صحیح بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی۔

(۲) کسی غیر یقینی چیز کو یقینی اور قطعی سمجھ لینا عقیدہ اور عمل میں فساد کا موجب ہے؛ اس لیے ان علوم کے نتائج پر سو فیصد یقین کر لینا ممنوع ہے کہ اکثر عوام ان کو یقینی سمجھ لیتے ہیں۔

(۳) مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں دو قسم کی ہیں؟ بعض تو ایسی ہیں کہ آدمی ان کا تدارک کرسکتا ہے اور بعض ایسی ہیں کہ ان کا تدارک ممکن نہیں۔

ان علوم کے ذریعہ اکثر پیشینگوئیاں اسی قسم کی کی جاتی ہیں جن سے سوائے تشویش کے اور کوئی نفع نہیں ہوتا (بعض حضرات اس سے مایوسی کا شکار ہو کر غلط اقدامات کر بیٹھتے ہیں) ان علوم کو علوم غیر محمودہ میں شمار کیا گیا ہے۔

(۴) ان علوم کی خاصیت یہ ہے کہ جن لوگوں کا ان سے اشتغال بڑھ جاتا ہے خواہ تعلیم وتعلم کے اعتبار سے یا استفادہ کے اعتبار سے، ان کو اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خصوصاً ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان علوم میں مشغول نہیں ہونے دیا؛ بلکہ ان کے اشتغال کو ناپسند فرمایا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے سچے جانشین بھی ان علوم میں اشتغال کو پسند نہیں کرتے تھے، پس ان علوم میں سے جو اپنی ذات کے اعتبار سے مباح ہوں، وہ ان عوارض کی وجہ سے لائق احتراز ہوں گے۔ (آپ کے مسائل: ج۸، ص۲۶۷)

علم الاعداد پر یقین کرنا

سوال آپ نے ہاتھ دکھا کر قسمت معلوم کرنے پر جو کچھ لکھا ہے کیا اس سے

Marfat.com

بالکل مطمئن ہوں؛ مگر علم الاعداد اور علم نجوم میں بڑا فرق ہوتا ہے، اس میں یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ شخص کے نام کو بحساب ''ابجد'' ایک عدد کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے اور پھر جب ''عدد'' سامنے آجاتا ہے تو علم الاعداد کا جاننے والا اس شخص کو اس کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ کرسکتا ہے، اگر اس علم کو محض علم جاننے تک لیا جائے اور اگر اس میں کچھ غلط باتیں لکھی ہوں تو ان پر یقین نہ کیا جائے تو کیا یہ بھی گناہ ہی ہوگا؟

جواب علم نجوم اور علم الاعداد میں مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، وہاں ستاروں کی گردش اور ان کے اوضاع (اجتماع افتراق) سے قسمت پر استدلال کیا جاتا ہے اور یہاں بہ حساب جمل اعداد نکال کر ان اعداد سے قسمت پر استدلال کیا جاتا ہے، گویا علم نجوم میں ستاروں کو انسانی قسمت پر اثر انداز سمجھا جاتا ہے اور علم الاعداد میں نام کے اعداد کی تاثیرات کے نظریہ پر ایمان رکھا جاتا ہے، اول تو ان چیزوں کو مؤثر حقیقی سمجھنا ہی کفر ہے، علاوہ ازیں محض اٹکل پچو سے اتفاقی امور کو قطعی ویقینی سمجھنا بھی غلط ہے؛ لہٰذا اس علم پر یقین رکھنا گناہ ہے، اگر فرض کیجئے کہ اس سے اعتقاد کی خرابی کا اندیشہ نہ ہو، نہ اس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچے، نہ اس کو یقینی اور قطعی سمجھا جائے تب بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا سیکھنا گناہ نہیں؛ مگر ان شرائط کے باوجود اس کے فعل عبث (بیکار کام) ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، ان چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے دین ودنیا کی ضروری چیزوں پر توجہ نہیں کرسکتا ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۳۷۱)

مستقبل معلوم کرنے کے لیے ہاتھ دکھلانا

سوال کیا آئندہ کا حال جاننے کے لیے اس فن کے کسی ماہر کو ہاتھ دکھلانا جائز ہے؟ اگر شوقیہ دکھلائے اور ماہر فن کی باتوں پر یقین نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب ناجائز ہے، جس کا عقیدہ پہلے سے خراب ہو اس کو عقیدہ صحیح کرکے توبہ کرنا لازم ہے، اور جس کا عقیدہ پہلے سے خراب نہ ہو، بلکہ تجربہ کے لیے دکھلاتا ہو، اس کے لیے بھی قطعاً اجازت نہیں؛ کیونکہ خود اس کے عقیدہ کے خراب ہونے کا خطرہ ہے اور فاسد العقیدہ لوگوں کے لیے فسادِ عقیدہ کی اس سے تائید ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۸، ص۷۷)

نجوم پر اعتقاد کفر ہے

سوال میں نے اپنے لڑکے کا رشتہ ایک عزیز کے یہاں دیا، انہوں نے کچھ دنوں بعد جواب دے دیا کہ میں نے علم الاعداد اور ستاروں کا حساب نکلوایا ہے، میں مجبور ہوں کہ بچوں کے ستارے آپس میں نہیں ملتے، شریعت میں یہ فعل کہاں تک درست ہے؟

جواب نجوم پر اعتقاد کفر ہے۔

مسئلہ نجومی کو ہاتھ دکھانے کا شوق بڑا غلط ہے، اور ایک بے مقصد کام بھی ہے اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے، جس شخص کو ہاتھ دکھانے کی لت پڑ جائے وہ ہمیشہ پریشان رہے گا اور لوگوں کی انٹ شنٹ باتوں میں الجھا رہے گا۔

مسئلہ اسلام کی رو سے دست شناسی (ہاتھ دکھانا) اور ان چیزوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ ہاتھ دیکھ کر جو لوگ باتیں بناتے ہیں ایسے لوگوں کے پاس جانا گناہ ہے اور ان کی باتوں پر یقین کرنا کفر ہے، صحیح مسلم شریف کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص کسی پنڈت، نجومی، یا قیافہ شناس کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات دریافت کی، تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی''۔ مسند احمد اور ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کے بارے میں فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین سے بری ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۳۷۳ بحوالہ مسلم: ج۲، ص۲۳۳ و بہشتی زیور: ج۷، ص۳۹ و بخاری شریف: ج۳، ص۹۷ باب طلاق، وترمذی: ج۱، ص۳۹۱)

مسئلہ اپنی قسمت کا حال دریافت کرنا یا اخبارات وغیرہ میں جو کیفیات یا حالات درج کیے جاتے ہیں کہ فلاں فلاں برج والے کے ساتھ یہ ہوگا، وہ ہوگا، پڑھنا یا معلوم کرنا اور اس بات پر یقین رکھنا کہ فلاں تاریخ کو پیدا ہونے والے کا برج فلاں ہے، یہ گناہ ہیں؛ کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک نہ تو کوئی شخص کسی کی قسمت کا صحیح صحیح حال بتا سکتا ہے اور

Marfat.com

نہ برجوں اور ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر ہے، ان باتوں پر یقین کرنا گناہ ہے، ایسے لوگ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور توہم پرست بن جاتے ہیں۔

مسئلہ ستاروں کا علم یقینی نہیں اور پھر ستارے بذات خود مؤثر بھی نہیں؛ اس لیے اس پر یقین کرنے کی ممانعت ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۱، ص۳۷۳ وامداد الاحکام: ج۱، ص۱۱۸ ومشکوٰۃ شریف: ج۲، ص۴۴۲)

مسئلہ فال اور نجوم پر اعتماد و اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے، اعتقاد محض خدا ہی پر رکھنا ضروری ہے، ان چیزوں کی سچائی کا اعتقاد شرک ہے، سچا سمجھنے سے ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے، نیز فال نکالنا بھی منع ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۸۲)

جنتری کی پیشینگوئیاں

سوال تاریخوں کی جنتریاں جس میں پیشینگوئیاں لکھی رہتی ہیں، اس کو دیکھنا اور اس پر اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

جواب اس میں بعض چیزیں تو حساب سے متعلق ہیں (شرعی نہیں) جیسے ریلوے ٹائم ٹیبل کو دیکھ کر کوئی بتائے کہ فلاں گاڑی فلاں اسٹیشن پر اتنے بجے پہنچے گی، بعض چیزیں صرف عوام کو مائل کرنے کے لیے ہیں، غرض شرعی طریقہ سے ان پر اعتماد و یقین نہیں کیا جا سکتا، نہ اس مقصد کے لیے دیکھا جاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۱۱۳)

زمانہ کو برا کہنا

مسئلہ زمانۂ جاہلیت میں عام طور پر لوگوں کی عادت تھی کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی یا کسی آفت و مصیبت میں مبتلا ہوتے تو زمانہ کو برا و بھلا کہتے تھے (جیسا کہ اب بھی جاہلوں کی عادت ہے وہ بات بات پر زمانہ کو برا و بھلا کہتے ہیں) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ زمانہ بذاتِ خود کوئی چیز نہیں ہے، حالات میں الٹ پھیر اور زمانہ کے انقلابات مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں کہ جس بھلائی و برائی اور مصیبت و راحت کی نسبت زمانہ کی طرف کی جاتی ہے حقیقت میں وہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے اور وہی فاعل حقیقی ہے، پس زمانہ کو برا کہنا دراصل اللہ

تعالیٰ کو برا کہنا ہے۔(جو کہ کفریہ کلمات ہیں اس سے پرہیز لازم ہے)

اُلّو کو منحوس سمجھنا

مسئلہ بعض حضرات اُلو کو منحوس سمجھتے ہیں اس کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ جس مکان پر بولتا ہے وہ اجاڑ ہو جاتا ہے؛ اس لیے وہ منحوس ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

نہ اُلو منحوس ہے نہ اس کے بولنے سے کوئی جگہ اجاڑ ہوتی ہے، یاد رکھو! وہ جو بولتا ہے خدا کی یاد کرتا ہے، کیا خدا کی یاد کرنے سے نحوست آئی؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اُلو ایسی جگہ تلاش کرتا ہے جہاں تنہائی ہو، اور اس کو کسی کا اندیشہ نہ رہے؛ اس لیے وہ ویرانیوں یعنی اجڑی ہوئی جگہوں میں بیٹھتا ہے، اب یہ دیکھئے کہ وہ اجڑی ہوئی جگہ کس وجہ سے اجاڑ ہوئی؟ اُلو تو اجاڑ ہونے کے بعد آیا ہی ہے؛ اس لیے اس کی وجہ سے تو وہ جگہ اجاڑ ہوئی نہیں، بس وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے اجاڑ ہوئی تو اب اجاڑنے والے ہمارے گناہ ہوئے نہ کہ اُلو۔

اور جب یہ بات ہے تو منحوس ہم گنہگار ہوئے، اُلو کیوں منحوس ہوا؟ بس یہ اعتقاد کرنا کہ بعض چیزوں میں نحوست ہے سراسر غلط ہے۔(اغلاط العوام: ص ۳۰)

مسئلہ اگر کسی کے مکان پر اُلو بیٹھ جائے یا کوئی شخص اُلو کو دیکھ لے تو اس پر مصیبتیں اور تباہیاں آنا شروع ہو جاتی ہیں، یہ محض توہم پرستی ہے جو کہ غلط ہے۔

نحوست کا اسلام میں تصور نہیں ہے؛ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اُلو ویرانہ چاہتا ہے جب کوئی قوم یا فرد اپنی بدعملیوں کے سبب اس کا مستحق ہو کہ اس پر تباہی نازل ہو تو الو کا بولنا اس کی علامت ہو سکتا ہے، خلاصہ یہ کہ الو کا بولنا تباہی و مصیبت کا سبب نہیں ہے؛ بلکہ انسان کی بدعملیاں اس کا سبب ہیں۔(آپ کے مسائل: ج ۱، ص ۳۵۸)

جانوروں کو منحوس سمجھنا

مسئلہ بعض حضرات گھوڑوں وغیرہ کو منحوس سمجھتے ہیں، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، یعنی یہ کوئی شرعی چیز نہیں ہے، سب واہیات ہیں، لوگوں کو اپنے عیوب دوسروں میں نظر آتے ہیں، مصیبت تو آتی ہے اپنے معاصی (گناہ) کی نحوست سے اور منسوب کر

Marfat.com

دیتے ہیں بے گناہ جانوروں کی طرف کہ فلاں گھوڑا ایسا منحوس آیا، فلاں بیل وغیرہ منحوس آیا، یا فلاں جانور فلاں وقت بولا اس لیے کام نہ ہوا، یا اس کے بولنے سے وباء، بیماری وغیرہ آئی (یا بلی وغیرہ راستہ کاٹ کر چلی گئی) یہ بھی بدعقیدگی اور بدشگونی ہے۔ (شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے)

مسئلہ بعض عورتیں کیلے کے درخت کو منحوس سمجھتی ہیں، یہ بھی بدعقیدگی اور بدشگونی ہے، شرعی چیز نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۳۱)

مسئلہ مشہور ہے کہ زمین پر نمک گرا دینے سے قیامت کے دن پلکوں سے اُٹھانا پڑے گا، یہ بھی محض بے اصل ہے، نیز یہ بھی مشہور ہے کہ اگر زمین پر کھولتا ہوا گرم پانی ڈال دیا جائے تو قیامت کے دن زمین بدلہ لے گی، یہ بھی بے اصل ہے، اس کی شرعی حیثیت کوئی نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۴۸)

انگلیاں چٹخانے کو منحوس سمجھنا

مسئلہ اسلام نحوست کا قائل نہیں؛ البتہ نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے اور نماز سے باہر بھی انگلیاں چٹخانا پسندیدہ نہیں، فعل عبث ہے۔ (آپ کے مسائل: ج ۸، ص ۱۳۴)

نقصان ہونے پر کہنا کہ کوئی منحوس صبح ملا ہوگا

مسئلہ جب کسی شخص کو کسی کام میں نقصان ہوتا ہے یا کسی مقصود میں ناکامی ہوتی ہے تو وہ یہ جملہ کہتا ہے کہ ''آج صبح سویرے نہ جانے کس منحوس کی شکل دیکھی تھی'' جبکہ انسان صبح سویرے بستر پر آنکھ کھلنے کے بعد سب سے پہلے اپنے گھر کے کسی فرد کی شکل دیکھتا ہے، تو کیا گھر کا کوئی آدمی اس قدر منحوس ہوسکتا ہے کہ صرف اس کی شکل دیکھنے سے سارا دن نحوست میں گزر جائے؟ اسلام میں نحوست کا تصور نہیں، یہ محض توہم پرستی ہے۔
(آپ کے مسائل: ج ۱، ص ۳۷۵)

کیا جھلی میں پیدا ہونے والا بچہ خوش نصیب ہے؟

سوال بعض بچوں کی پیدائش ایک خاص جھلی میں ہوتی ہے، بعض کا کہنا ہے کہ اس

Marfat.com

جھلی کو سکھا کر رکھ لیا جائے، یہ بہت نیک فال ثابت ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب یہ جھلی عموماً دفن کر دی جاتی ہے، اس کو رکھنے اور ایسے بچے کے خوش نصیب ہونے کا قرآن وحدیث شریف میں کہیں ثبوت نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۸، ص۱۴۰)

کسی جگہ کو منحوس سمجھنا

سوال کیا خاص خاص جگہوں میں بھی نحوست کا اعتقاد درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے گاؤں میں چند گھر رہ گئے ہیں جن میں ترقی تو کیا ہوتی؟ کیا تبدیلی جگہ کی رائے درست ہے؟

جواب نحوست کا اعتقاد تو جائز نہیں، ہاں یہ اعتقاد جائز ہے کہ اس جگہ کی آب وہوا اچھی نہیں؛ اس لیے دوسری جگہ جہاں امراض کم ہوں اور سلسلہ ولادت زیادہ ہو، منتقل ہو جانا جائز ہے۔ (امدادالاحکام: ج۱، ص۱۳۹، ومظاہر حق جدید: ج۵، ص۳۰۱)

نظر لگنے کی حقیقت

سوال بڑے بوڑھوں سے اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص کو نظر لگ گئی، اور اس طرح اس کی آمدنی کم ہو گئی یا کاروبار میں نقصان ہو گیا یا ملازمت ختم ہو گئی وغیرہ وغیرہ، براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ نظر لگنے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب صحیح بخاری شریف کتاب الطب، باب العین کی حدیث میں ہے کہ "العین حق" یعنی نظر لگنا برحق ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جلد۱۰، ص۲۰۴ پر اس کے ذیل میں مسند بزار سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قضاء وقدر کے بعد اکثر لوگ نظر لگنے سے مرتے ہیں" اس سے معلوم ہوا کہ نظر لگنے سے بعض مرتبہ آدمی بیمار بھی ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں یہ بیماری موت کا پیش خیمہ بھی بن جاتی ہے، دوسرے نقصانات کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ "جو شخص کسی چیز کو دیکھے اور وہ اس کو بہت ہی اچھی لگے تو اگر وہ "ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ" کہہ دے تو اس کو نظر نہیں لگے گی۔"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج۱، ص۳۷۸)

مسئلہ بچے کی پیدائش پر مائیں اپنے بچوں کو بدنظری سے بچانے کے لیے اس کے گلے یا ہاتھ کی کلائی میں کالے رنگ کی ڈوری باندھ دیتی ہیں، یا بچے کے سینے یا سر پر کاجل سے کالا رنگ کا نشان (تل) لگا دیا جاتا ہے، یہ محض توہم پرستی ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۱،ص۲۷۲)

مسئلہ اگر (اس ٹیکہ لگانے سے) اعتقاد کی خرابی نہ ہو تو جائز ہے، مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچوں کو بدنما کر دیا جائے (کالا ٹیکہ وغیرہ لگا کر) تاکہ نظر نہ لگے۔

(آپ کے مسائل: ج۸،ص۱۲۵)

مسئلہ نظر لگنا برحق ہے اور اس کا اتارنا جائز ہے بشرطیکہ اتارنے کا طریقہ خلاف شریعت نہ ہو۔ (آپ کے مسائل: ج۸،ص۴۵۳)

نظر بد کے لیے مرچیں جلانا

سوال بچہ کو یا کسی جانور وغیرہ کو نظر بد لگ جانے پر عورتیں سات مرچیں یا سات کپڑے کی کتریں بچہ وغیرہ پر سات مرتبہ اشارہ کر کے جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیتی ہیں، اس طریقہ سے نظر جھاڑنا کیسا ہے؟

جواب نظر بد اتارنے کے لیے مرچیں وغیرہ پڑھ کر آگ میں جلانا درست ہے؛ جبکہ کوئی خلاف شرع چیز ان پر نہ پڑھی جائے، مثلاً کسی دیوی دیوتا وغیرہ کی دہائی یا کسی جن وشیطان سے مدد (استعانت) وغیرہ مانگنا نہ ہو۔ فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵،ص۳۵۰)

نظر بد اور جدید سائنس

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے اپنے گھر میں ایک لڑکی دیکھی، اس کے چہرہ میں سفعہ (یعنی زردی) تھی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دم کراؤ؛ کیونکہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "العین حق" یعنی بدنظر حق ہے۔ (رہبر زندگی)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کے شر اور

Marfat.com

انسانوں کی نظر لگ جانے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے، یہاں تک کہ معوذتین نازل ہوئیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو لے لیا اور ان دونوں کے ماسوا کو ترک کر دیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

بدنظری اور اس کی کارفرمائی نفی الامر میں موجود ہے اور حق تعالیٰ نے بعض آنکھوں میں ایسی خاصیت پیدا فرمائی ہے کہ جب وہ نظر بھر کر کسی چیز کی طرف دیکھتے ہیں تو اس چیز کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

آپؐ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی چیز قضاوقدر سے سبقت لے جاتی تو نظر ہوتی۔

بعض ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں جن کی صرف ایک نگاہ انسان، جانور، حتیٰ کہ بے جان چیز کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے، اس ضمن میں قرآن کا پڑھنا نفع ہے، کیا جدید سائنس نظر بد کی قائل ہے؟ اور سائنس نے اس ضمن میں کیا انکشافات کیے ہیں؟

پیراسائیکالوجسٹ کی تحقیق

نظر نہ آنے والے علوم یعنی مخفی علوم کی تحقیق کا نام پیراسائیکالوجی ہے، ماہرین کے مطابق دراصل ہر انسان کی آنکھ سے غیر مرئی لہریں نکلتی ہیں، جن میں ایموشنل انرجی کی بجلی بھری ہوئی ہوتی ہے، یہ بجلی جلدی مسامات کے ذریعہ جسم میں جذب ہو کر جسم کی تعمیر یا تنزلی کا باعث بنتی ہے۔

اگر ایموشنل انرجی کی بجلی یا لہریں مثبت ہوں تو اس سے انسان کو نفع پہنچتا ہے اور اگر یہ لہریں منفی ہوں تو مسلسل نقصان ہوتا ہے۔

اب بدنظر شخص کی آنکھ سے نکلنے والی لہریں دراصل منفی ہوتی ہیں اور ان کے اندر اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ جسم کے نظام کو درہم برہم کر دیتی ہیں۔

ایک بدنظر شخص نے حسین مکھڑے کو دیکھ کر اپنی غیر مرئی لہریں چھوڑیں تو دوسرے شخص کا چہرہ سیاہ ہو گیا تو اس بدنظر کی لہروں نے اس کے خون میں میلانن کو زیادہ کر دیا جس سے جلد کی رنگت سیاہ ہو گئی۔

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حق ہے، بدنظری کا رَد قرآن ہے اور اس میں معوذتین منفی لہروں کا رَد ہیں۔ (سنت نبویؐ اور جدید سائنس: ص ۲۶۷)

Marfat.com

وباءزدہ آبادی کو چھوڑنا

سوال (۱) جہاں، بیماری پھیلی ہوئی ہو، وہاں سے چلے جانا چاہئے یا نہیں؟ (۲) مثلاً کسی شہر گئے اور وہاں پر وباء شروع ہوگئی اور ہم کام سے فارغ ہوگئے، اب گھر لوٹنا ہے تو وہاں سے آسکتے ہیں یا نہیں؟ یا وہاں وباء دفع ہونے تک ٹھہرنا ضروری ہے؟ (۳) وہاں کا باشندہ کسی کام کے لیے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟ (۴) ہوا پانی بدلنے کے لیے وبائی جگہ چھوڑ کر جنگل کی طرف جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب وبائی اور طاعونی جگہ سے اس خیال سے اور ایسے عقیدے سے بھاگنا کہ اس سے ہم بیماری اور موت سے بچ جائیں گے ورنہ بیماری میں پھنس کر مر جائیں گے، ناجائز اور سخت گناہ کا کام ہے، موت اپنے وقت اور خدا کے حکم کے بغیر نہیں آتی اور وقت اگر آگیا تو ٹل بھی نہیں سکتی۔ (تفسیر مظہری: ج۱، ص۳۴۳)

زمانۂ جاہلیت میں یہ عقیدہ تھا کہ جو کوئی بیمار کے پاس بیٹھے یا اس کے ساتھ کھائے تو اس سے اس کی بیماری اس کو لگ جاتی ہے؛ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عدوی یعنی بلا تقدیر اور بلا حکم خداوندی کے ایک بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جذامی (برص کے مریض) کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کھانے کے برتن میں شریک کرلیا، مطلب یہ کہ خدا کے حکم اور تقدیر الٰہی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا؛ مگر عقیدہ کی حفاظت کے لیے شریعت نے تعلیم دی ہے کہ وبائی جگہوں میں بلاضرورت نہ جائے اور نہ وہاں سے بھاگے؛ کیونکہ اگر وہاں جاکر بیماری میں مبتلا ہوجائے گا تو طبیعت کے کمزور اور ضعیف العقیدہ لوگ سمجھیں گے کہ وہاں جانے سے یہ ہوا اور بھاگنے والا یہ سمجھے گا کہ بھاگنے سے بچ گیا، ورنہ ضرور مبتلا ہوجاتا۔ بھاگنے والا دوسروں کے لیے بھی زیادہ پریشانی اور کم ہمتی کا باعث بنتا ہے؛ اس لیے ایسی بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت فرمائی کہ ”کسی جگہ وباء پھیلی ہو مت جاؤ اور جہاں تم ہو وہاں وباء پھیل جائے تو بھاگنے کے ارادہ سے وہاں سے مت نکلو۔ (بخاری شریف: ج۲، ص۸۵۳ و مسلم شریف: ج۲، ص۲۹)

شریعت نے دور رہنے کی ہدایت محض حفاظت عقیدہ اور سلامتی ایمان کے لیے کی

ہے، نہ اس لیے کہ وہ مرض سے بچے اور وہ بھی ہر ایک کے لیے ہر حال میں حکم وجوبی نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے: فرارًا منه (وبا سے بھاگنے کے ارادہ سے نہ نکلو) کے الفاظ ہیں، اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر وباء سے بھاگنے کے علاوہ کوئی دوسری وجہ اور غرض ہو تو وہاں سے جانے میں اور بہ ضرورت وہاں جانے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عقیدہ میں پختہ اور مضبوط ہو، ڈانواڈول نہ ہو۔ (فتح الباری) درمختار مع شامی: ج ۵، ص ۶۶۱ پر ہے کہ جو شخص وبائی شہر سے نکلے لیکن اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز تقدیر الٰہی سے ہے، خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، تو اس کو نکلنے اور وہاں جانے کی اجازت ہے اور اعتقاد ایسا نہیں ہے تو نکلنے اور جانے کی اجازت نہیں تا کہ اس کا عقیدہ محفوظ رہے"۔

(۲) ہاں! آ سکتے ہیں، دفع وباء تک وہاں قیام کرنا لازم نہیں، قیام کے مقصد سے وہاں نہیں گئے تو کام سے فارغ ہو کر واپس آنا فرار شمار نہ ہوگا، تاہم نیت کی درستی ضروری ہے۔

(۳) ہاں تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے شہر کی حد میں جنگل و میدان میں جا سکتے ہیں مگر نیت یہ ہونی چاہئے کہ تبدیلی آب و ہوا بھی ایک علاج ہے۔

غرض یہ کہ وبائی جگہ سے بہ ارادۂ فرار نہ نکلے، خدا پر بھروسہ کر کے صبر و ہمت سے رہے، تقدیر میں ہوگی تو آئے گی اور درجۂ شہادت حاصل ہوگا، جب موت بھاگنے سے نہیں ٹلتی تو بھاگ کر ایمان کیوں خراب کرے؟ ڈاکٹر و حکیم بعض امراض کو متعدی مانتے ہیں، اس کے جراثیم ثابت کرتے ہیں، ہم کو اس کی تردید کی ضرورت نہیں؛ مگر ان کو بھی ماننا چاہئے کہ بیماری از خود متعدی اور مؤثر نہیں ہوتی؛ بلکہ بحکم خدا اور تقدیر سے ہوتی ہے، جس کے لیے حکم خدا نہ ہو تو ذرّہ برابر بھی اثر نہیں ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۱۷۳ بحوالہ نووی شرح مسلم: ج ۲، ص ۲۲۸ و فتح الباری: ج ، ص ۱۵۹)

مجذوم بیمار سے تعلق رکھنے کا حکم

مسئلہ اس کا جواب سمجھنے کے لیے دو باتوں کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے، ایک یہ کہ بعض لوگ قوی المزاج ہوتے ہیں، ایسے مریضوں کو دیکھ کر یا ان کے ساتھ مل کر ان کے مزاج میں کوئی تغیر نہیں آتا اور بعض کمزور طبیعت کے ہوتے ہیں (اور اکثریت اسی

Marfat.com

مزاج کے لوگوں کی ہے) ان کی طبیعت ایسے موذی امراض کے مریضوں کو دیکھنے اور ان سے میل جول رکھنے کی متحمل نہیں ہوتی۔

دوم یہ کہ شریعت کے احکام قوی وضعیف سب کے لیے ہیں؛ بلکہ ان میں کمزوروں کی رعایت زیادہ کی جاتی ہے، چنانچہ امام کو حکم ہے کہ نماز پڑھاتے ہوئے کمزوروں کے حال کی رعایت رکھے۔

یہ دو باتیں معلوم ہو جانے کے بعد اب سمجھئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بہ نفس نفیس مجذوم کے ساتھ کھانا تناول فرمایا؛ چنانچہ حدیث شریف میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے سالن کے برتن میں داخل کیا اور فرمایا "کھا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہوئے۔" (ترمذی شریف: ج۲، ص۴)

امام ترمذیؒ نے اسی نوعیت کا واقعہ حضرت عمرؓ کا بھی نقل کیا ہے، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے واضح فرما دیا کہ نہ مجذوم قابل نفرت ہے اور نہ وہ اچھوت ہے؛ لیکن چونک ضعفاء کی ہمت وقوت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی؛ اس لیے ان کے ضعفِ طبعی کی رعایت فرماتے ہوئے ان کو اس سے پرہیز کا حکم فرمایا ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۸، ص۱۲۲ ونظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۱۲ ومظاہر حق جدید: ج۵، ص۲۹۶)

پتھروں کا انسانی زندگی پر اثر انداز ہونا

سوال ہم جو انگوٹھی وغیرہ پہنتے ہیں اور اس میں اپنے نام کے ستارے کے حساب سے پتھر لگواتے ہیں مثلاً عقیق، فیروزہ، وغیرہ وغیرہ کیا یہ اسلام کی رو سے جائز ہے؟

جواب پتھر انسان کی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے، انسان کے اعمال اثر انداز ہوتے ہیں۔

مسئلہ پتھروں سے آدمی مبارک نہیں ہوتا، انسان کے اعمال اس کو مبارک یا ملعون بناتے ہیں، پتھروں کو مبارک و نامبارک سمجھنا عقیدے کا فساد ہے، جس سے توبہ کرنی چاہئے۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۳۷۶)

Marfat.com

فیروزہ پتھر کی اصلیت

مسئلہ پتھروں کو کامیابی وناکامی میں کوئی دخل نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام فیروز تھا، اس کے نام کو عام کرنے کے لیے سبائیوں نے ''فیروزہ'' کو متبرک پتھر کی حیثیت سے پیش کیا۔

پتھروں کے بارے میں نحس وسعد (یعنی اثر انداز اور غیر مؤثر) سبائی افکار کا شاخسانہ ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۱،ص۳۷۷)

پتھروں کے اثرات کا عقیدہ رکھنا

سوال اکثر لوگ مختلف ناموں کے پتھروں کی انگوٹھیاں پہنتے ہیں یا گلے میں ڈالتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں پتھر میری زندگی پر اچھے اور برے اثرات ڈالتا ہے، اور ساتھ ساتھ ان پتھروں کے اپنے حالات کو اچھے اور برے کرنے پر یقین رکھتے ہیں، شرعی لحاظ سے ان پتھروں پر یقین رکھنا اور سونے میں ڈالنا کیسا ہے؟

جواب پتھر انسان کی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے، انسان کے نیک یا بد عمل اس کی زندگی کے بننے اور بگڑنے کے ذمہ دار ہیں۔

پتھروں کو اثر انداز سمجھنا مشرک قوموں کا عقیدہ ہے، مسلمانوں کا نہیں اور سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۱،ص۳۷۸)

انگوٹی کا پتھر اور جدید سائنس

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔ (ترمذی، شمائل ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی پہنی جس کا نگینہ چاندی ہی کا تھا، عقیق کے نگینے والی بھی پہنی، کبھی دائیں ہاتھ میں اور کبھی بائیں ہاتھ میں؛ لیکن زیادہ دائیں ہاتھ میں پہنتے اور نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے۔ (تنویر الازہار، رہبر زندگی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیق کا نگینہ استعمال کیا جیسا کہ احادیث سے واضح

Marfat.com

ہے؛ لیکن آپؐ نے عقیق کا نگینہ اس لیے استعمال نہیں کیا کہ اس سے تمام مشکلات آسان ہوں گی؛ بلکہ علماء حدیث کے مطابق آپؐ نے زینت کے لیے یہ نگینہ استعمال فرمایا۔

(سنت نبویؐ اور جدید سائنس: ص ۳۶۷)

انگوٹھی کا پہننا

مسئلہ بعض لوگ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں میں انگوٹھیاں پہنتے ہیں اور انگوٹھیوں میں پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لگے ہوتے ہیں، جن کو اکثر لوگ تو بے سمجھے بوجھے شوقیہ پہنتے ہیں اور بعض لوگ اس نیت سے پہنتے ہیں اور گلے میں بھی لٹکاتے ہیں کہ یہ کارآمد ہیں ان سے نفع ہوتا ہے اور نقصان سے انسان بچ جاتا ہے۔

یاد رکھئے! مستقل تاثیر کا اعتقاد کر کے جو لوگ پہنتے ہوں یہ تو حرام ہے؛ بلکہ ایک طرح کا شرک ہے، اور اگر یہ اعتقاد نہیں ہے تو اس کی اجازت ہے؛ مگر ایک ہی انگوٹھی ہو اور چاندی کی ہو اور اس میں ایک ہی نگینہ ہو (اور پہننے کے وقت نگینہ مرد نیچے کی طرف یعنی ہتھیلی کی طرف اور عورتیں اوپر کی طرف رکھیں)۔

مسئلہ بعض پیروں کے انگوٹھوں میں یا انگلیوں میں تانبے، پیتل کا تار باندھتے ہیں، یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے، (اگر کوئی طبیب حاذق بطور علاج رگ، نس وغیرہ دبانے کے لیے بتائے تو الگ بات ہے) (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ اسی طرح کچھ لوگ لوہے کی یا تانبے کی انگوٹھی بھی پہنتے ہیں اور اس سے نفع تندرستی کی امید رکھتے ہیں، یہ ناجائز ہے، اور اس عقیدہ سے پہننا کہ اس سے ہی ہمارا کام ہوگا، کفر ہے، اگر کوئی بیماری ہے تو علاج کرانا جائز ہے؛ اس لیے تانبہ، پیتل اور لوہا پہننا بذات خود منع ہے۔

مسئلہ بعض مرد یا عورتیں ہاتھ یا پیر میں لوہے یا پیتل یا تانبے کا کڑا پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ غریب نواز کی درگاہ سے آیا ہے اور اس کو بابرکت سمجھ کر پہنتے ہیں، یہ بھی جہالت ہے۔

مسئلہ بادشاہ، قاضی اور وقف مال کے متولی کے علاوہ دوسروں کو انگوٹھی کا ترک (نہ پہننا ہی) افضل ہے۔

Marfat.com

مسئلہ انگوٹھی کے مسئلے سے عموماً لوگ واقف نہیں ہیں، رواجی طور پر پہنتے ہیں اور اگر کسی نے اتفاقیہ پوچھ لیا کہ انگوٹھی کا پہننا کیسا ہے؟ تو یہ انگوٹھی پہننے والے جواب میں کہتے ہیں کہ سنت ہے، حالانکہ انگوٹھی کا پہننا سنت نہیں ہے، اگر انگوٹھی کا پہننا سنت ہوتا تو تمام صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں میں انگوٹھی ہوتی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی صرف مہر لگانے کے لیے پہنی تھی) جن تین آدمیوں کے نام اوپر لکھے گئے ہیں ان کے علاوہ اگر دوسرے لوگ بھی انگوٹھی پہنیں تو جائز ہے منع نہیں ہے؛ لیکن انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف ہونا چاہیے اور انگوٹھی صرف ایک ہونی چاہیے دو نہیں۔

انگوٹھی کا نہ پہننا افضل اس لیے بتایا گیا ہے کہ اگر غسل کرنے کے وقت انگوٹھی کے نیچے ایک بال کے برابر خشک رہ گیا تو غسل اور وضو صحیح نہ ہوگا اور جب غسل و وضو نہیں ہوگا تو نماز بھی نہ ہوگی؛ اس لیے انگوٹھی کا ترک افضل ہے۔

مسئلہ بعض مرد اپنے کان یا ناک میں سونے، چاندی و پیتل وغیرہ کی بالیاں اولیاء اللہ کے نام کی پہنتے ہیں، یہ بھی حرام اور شرک ہے، یاد رکھو! جب انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ نفع ونقصان کے مالک نہیں تو پھر پتھر کے ٹکڑے لوہے، تانبے، پیتل کی کیا حقیقت ہے؟ یاد رکھو! جب اللہ کے ولی کفر وشرک کے شائبہ سے بالکل پاک وصاف تھے اور اس کی تعلیم ساری مخلوق کو دیتے رہے، تو کیا یہ بزرگ ایسی حرکتیں پسند کریں گے؟ ہرگز نہیں، یہ صرف جہالت کی وجہ سے ہے، سوچتے نہیں کہ کل قیامت کے دن اس کا انجام کیا ہوگا؟

(شریعت یا جہالت: ص ۵۰۰ بحوالہ مسلم: ج ۲، ص ۱۱۶ ومشکوٰۃ: ج ۲، ص ۶۶۶، شمائل: ص ۸۲، فتاویٰ عالمگیری: ج ۴، ص ۲۹۵، عین الہدایہ: ج ۴، ص ۲۳۳)

کیا تقدیر میں تبدیلی ممکن ہے؟

مسئلہ علم الٰہی میں ہر چیز کے لیے ایک نقشہ ہے کہ اس کا اس طرح ظہور ہوگا، اس کو تقدیر کہتے ہیں، اس نقشہ میں تبدیلی نہیں ہوتی؛ مگر کوئی چیز مطلق ہوتی ہے جس کا اظہار پہلے سے کارکنانِ قضاء وقدر پر بھی بسا اوقات نہیں ہوتا، اور قلوب قدسیہ پر بھی انکشاف نہیں ہوتا ہے اور وہ عدم ظہور تعلیق کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کو لوگ مبدل سمجھ جاتے ہیں، تعلیق کبھی دعاء کی ہوتی ہے کبھی کسی اور چیز کی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۵، ص ۱۲۶)

Marfat.com

عقائد کی خرابیاں

مسئلہ مشہور ہے کہ جو شخص نیا مسلمان ہو اس کو دست آور دوا دینا چاہئے ورنہ وہ پاک نہیں ہوتا، یہ بات بے اصل ہے۔

مسئلہ مشہور ہے کہ گالی دینے سے چالیس روز تک ایمان سے دور ہو جاتا ہے، اگر اس مدت میں مر جائے تو بے ایمان مرتا ہے، یہ محض غلط ہے، ہاں گالی دینے کا گناہ الگ چیز ہے۔

مسئلہ مشہور ہے کہ سوتے میں قطب شمالی کی طرف پاؤں نہ کرے، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

مسئلہ بعض جاہلوں کا دستور ہے کہ جس دن گھر سے بونے کے لیے اناج لے جاتے ہیں، اس دن دانے نہیں بھناتے، ایسا عقیدہ بالکل گناہ ہے، اس خیال کو ختم کر دینا چاہئے۔

مسئلہ بعض حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ دن میں کہانیاں مت کہو (سناؤ) نہیں تو مسافر راستہ بھول جائیں گے، یہ سب باتیں واہیات اور بے اصل ہیں، ایسا اعتقاد رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ بعض عورتیں چیچک کی بیماری کو کوئی آسیب بھوت کا اثر سمجھتی ہیں اور اس وجہ سے اس گھر میں بہت سے بکھیڑے کرتی ہیں، یہ سب واہیات خیال ہیں، ان سے توبہ کرنی چاہئے۔ (اغلاط العوام: ص ۱۹)

مسئلہ اکثر عوام خصوصاً عورتیں مرض چیچک اور کنٹھی میں علاج کرانے کو برا سمجھتے ہیں اور بعض اس مرض کو بھوت پریت کے اثر سے سمجھتے ہیں، یہ خیال بالکل غلط ہے۔

مسئلہ بعض عورتیں مرض چیچک میں گھر میں سالن بنانا، بگھارنا برا سمجھتی ہیں اور مرض کے بڑھ جانے میں مؤثر سمجھتی ہیں، سو اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، ہاں کسی طبیب (حکیم و ڈاکٹر) کی رائے سے احتیاط کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(اغلاط العوام: ص ۲۷)

مسئلہ بعض عورتیں ایسی عورت کے پاس کہ جس کے بچے اکثر مر جاتے ہیں خود

Marfat.com

جانے اور اس کے پاس بیٹھنے سے رُکتی ہیں اور اپنے بچوں کو بھی ایسی جگہ سے روکتی ہیں اور یوں کہتی ہیں کہ ''مرت بیائی لگ جائے گی'' یہ بہت بری بات ہے (شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے) ایسا کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۲۶)

جان کے بدلہ بکرا ذبح کرنا

سوال جانور اس نیت سے ذبح کیا جائے کہ جان کے بدلہ جان ہو جائے، جانور کی جان چلی جائے اور انسان کی جان بچ جائے، اللہ تعالیٰ جانور کی جان قبول فرما کر بندے کی جان نہ لیں، کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب (۱) زندہ جانور کا صدقہ کر دینا زیادہ بہتر ہے، شفائے مریض کی غرض سے ذبح کرنا اگر محض لوجہ اللہ ہو تو مباح ہے؛ لیکن اصل مقصد بالا راقتہ صدقہ ہونا چاہئے نہ کہ فدیۂ جان بہ جان۔

(۲) یہ خیال تو بے اصل ہے، اباحت صرف اس خیال سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے جان کی قربانی دی جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ جیسے صدقہ مالیہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرتا ہے، اسی طرح یہ قربانی جالب رحمت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مریض کو شفاء عطا فرمائے (تو درست ہے) (کفایت المفتی: ج ۵، ص ۸۵۵)

مسئلہ بعض لوگ صدقہ میں جان کا بدلہ جان ضروری سمجھتے ہیں اور بکرے وغیرہ کو تمام رات مریض کے پاس رکھ (باندھ) کر اور بعض لوگ مریض کا ہاتھ لگوا کر خیرات کرتے ہیں یا مریض کے پاس بکرے کو ذبح کرتے ہیں اور اس کے بعد خیرات کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مریض کا بکرے پر ہاتھ لگانے سے تمام بلائیں گویا اس کی طرف منتقل ہو گئیں، پھر خیرات کرنے سے وہ بھی چلی جاتی ہیں اور جان کے بدلے جان دینے سے مریض کی جان بچ جائے گی، یاد رکھئے! ایسا اعتقاد خلاف شرع ہے۔

مسئلہ یہ ایک عام رسم ہے کہ بیماری میں اکثر بکرا ذبح کرتے ہیں، حالانکہ جان کا بدلہ جان یعنی فدیہ ذبح کرنا بجز عقیقہ کے کہیں ثابت نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ جان کا بدلہ جان سمجھ کر ذبح نہیں کرتے؛ بلکہ مقصد صدقہ کرنا ہے جس کو ردّ بلاء یعنی پریشانی کو دور کرنے کے لیے حدیث شریف میں بتایا گیا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ اگر یہی خیال ہے تو صرف

Marfat.com

بکرے کی قیمت صدقہ کردینے کو دل کیوں گوارہ نہیں کرتا؟

اس سے معلوم ہوا کہ دل میں ضرور چور ہے اور ذبح ہی کو دفع بیماری میں زیادہ مؤثر سمجھا جاتا ہے اور یہی فاسد عقیدہ دل میں جمع ہوا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہو جائے گا، بعض لوگ وباء یا ویسی بیماری میں بہ اعتقاد بھینٹ بکرا ذبح کرتے ہیں، یہ شرک ہے، یا بعض حضرات باعتقاد فدیہ بکرا ذبح کرتے ہیں، یہ محض کذب و باطل ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۲۳)

مسئلہ بیماری سے شفاء کے لیے اللہ سے منت ماننا جائز ہے؛ مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ بغیر منت کے صدقہ وخیرات کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے صحت کی دعاء کی جائے۔

(آپ کے مسائل: ج ۳، ص ۴۲۱)

بیماری سے شفا کے لیے بکرا ذبح کرنا

سوال زید سخت بیمار ہے، اگر اس کی طرف سے بکرا ذبح کر کے گوشت فقیروں کو تقسیم کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے اس پر رحم کرے یا آسانی سے روح نکل جائے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب آفات اور بیماری سے حفاظت کے لیے صدقہ وخیرات کی ترغیب آئی ہے؛ مگر عوام کا اعتقاد اس بارے میں یہ ہو گیا ہے کہ کسی جانور کا ذبح کرنا ہی ضروری ہے، جان کو جان کا بدلہ سمجھتے ہیں، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ عوام کی خود ساختہ بدعت ہے، اگر کوئی یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو تو بھی اس میں چونکہ اس عقیدے کی خرابی اور بدعت کی تائید ہے؛ لہٰذا ناجائز ہے، اور کسی قسم کا صدقہ وخیرات کر دے (صدقہ میں اخفاء یعنی پوشیدگی مطلوب ہے، بکرے کے ذبح میں یہ نہیں ہوگا اور نقد صدقہ میں فقیروں، محتاجوں کا زیادہ فائدہ ہے اور بکرے کی قیمت ہی سے ضرورت مندوں کی کافی حاجت روائی ہو سکتی ہے) (محمد رفعت قاسمی)

شریعت میں قربانی اور عقیقہ کے سوا اور کہیں بھی جانور کا ذبح کرنا ثابت نہیں، یہ غلط عقیدہ اچھے اچھے دیندار لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے؛ اس لیے علماء پر لازم ہے کہ اس کی اصلاح پر توجہ دیں اور جن مدارس دینیہ میں اس قسم کے بکرے دیئے جاتے ہیں، ان کو ہرگز قبول نہ کریں، علماء کی چشم پوشی اور ایسے بکروں کو قبول کر لینے سے اس گمراہی کی تائید ہوتی

Marfat.com

ہے۔(احسان الفتاویٰ: ج۱،ص۳۶۷)

چیلوں کو گوشت ڈالنا

مسئلہ کسی بیمار کی طرف سے بکرا صدقہ کرنا اور اس کا گوشت چیلوں کو پھینکنا کہ جلدی آسانی سے روح نکل جائے یا صدقہ کی برکت سے خدا شفاء عنایت فرمائے، یہ جاہلوں کی خرافات میں سے ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، اس قسم کے ٹونے ٹوٹکے ہندوؤں (غیر مسلموں) سے لیے گئے ہیں، اس کا بہت سخت گناہ ہے؛ البتہ مطلق صدقہ سے آفت ٹلتی ہے اور صدقہ بصورتِ نقد زیادہ افضل ہے یعنی کچھ رقم کسی مسکین کو دے دی جائے یا کسی کارِ خیر میں لگا دی جائے۔(احسن الفتویٰ: ج۱،ص۳۶۶)

مسئلہ بعض لوگ صدقہ میں گوشت وغیرہ چیلوں کو دینا ضروری خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے، شریعت نے صدقہ کا مصرف مقرر کر دیا ہے، چنانچہ مسلمان مساکین اس کا بہترین مصرف ہیں، چیلیں اس کا مصرف نہیں ہیں۔

(اغلاط العوام: ص۲۳ بحوالہ اصلاح انقلاب)

مسئلہ جاہلوں میں ایک رواج یہ ہے کہ کسی بیماری کا اتار سمجھ کر چیل وغیرہ کو گوشت کھلاتے ہیں، چونکہ اکثر یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ بیماری اس گوشت میں لپٹ کر چلی جائے گی اور اسی لیے اس گوشت کو آدمی کے کھانے کے قابل نہیں سمجھتے ہیں، ایسے اعتقاد کی شرع میں کوئی سند نہیں ہے؛ اس لیے یہ بھی بالکل خلاف شرع ہے۔(بہشتی زیور: ج۶،ص۵۲)

مسئلہ چیلوں کو گوشت ڈالنا اور اس کو جان کا صدقہ سمجھنا بھی فضول بات ہے، ہاں اگر کوئی جانور بھوکا ہو تو اس کو کھلانا پلانا بلاشبہ موجب اجر ہے؛ لیکن ضرورتمند انسان کو نظر انداز کر کے چیلوں کو گوشت ڈالنا لغو حرکت ہے۔(آپ کے مسائل: ج۳،ص۴۳۰)

بیمار کے لیے بکرا آزاد کرنا

مسئلہ ایک رواج یہ بھی ہے کہ بیمار آدمی کے لیے جانور بازار سے لے کر اس کو (جنگل وغیرہ میں آزاد) چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک جان کو آزاد کیا ہے، اللہ تعالیٰ (اس کے بدلہ) ہمارے بیمار کی جان کو مصیبت سے آزاد کر

Marfat.com

دیں گے، سو یہ اعتقاد کرنا کہ جان کا بدلہ جان ہوتا ہے، شرع میں اس کی بھی کوئی سند نہیں ہے، ایسی بے سند بات کا اعتقاد کرنا خود گناہ ہے۔

مسئلہ ایک رواج اس سے بڑھ کر غضب کا یہ ہے کہ کوئی چیز کھانے پینے کی چوراہے (راستہ میں) رکھوا دیتے ہیں، یہ بالکل کافروں کی رسم ہے (وہ غیر مسلم ہولی و دیوالی کے موقع پر خاص کر راستوں میں ٹوٹکے کے طور پر رکھتے ہیں)

ویسے بھی غیر مسلموں کا طریقہ منع ہے اور جب اس کے ساتھ عقیدہ بھی خراب ہو تو اس میں شرک اور کفر کا بھی ڈر ہے، اس کام کے کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ مریض پر کسی جن بھوت یا پیر کا دباؤ، یا ستاؤ ہو گیا ہے، ان کے نام کی بھینٹ دینے سے وہ خوش ہو جائیں گے اور یہ بیماری یا مصیبت جاتی رہے گی، سو یہ بالکل مخلوق کی پوجا ہے، جس کا شرک ہونا صاف ظاہر ہے اور اس میں جو رزق کی بے ادبی اور راستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس کا گناہ الگ رہا۔

صدقہ وخیرات کا سیدھا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میسر کیا (دیا) ہے خواہ وہ کوئی چیز ہو، چپکے سے کسی محتاج کو یہ سمجھ کر دے دیا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوں گے اور اس کی برکت سے بلاء اور مرض کو دفع کر دیں گے، اس سے زیادہ سب فضول پاکھنڈ؛ بلکہ گناہ ہیں۔ (بہشتی زیور: ج۶، ص۵۳)

صدقہ کے لیے خاص چیزیں مقرر کرنا

مسئلہ بعض لوگوں نے صدقہ کے لیے خاص خاص چیزیں مقرر کر رکھی ہیں مثلاً ماش کی دال (اڑد کی کالی) سیاہ رنگ کی چیزیں گویا بلاء کو کالی سمجھ کر اس کو دور کرنے کے لیے بھی کالی چیزیں منتخب کی گئی ہیں، یہ سب من گھڑت باتیں ہیں اور خلاف شرع ہیں، شریعت میں مطلق صدقہ دافع بلاء ہے، کوئی خاص چیز یا خاص رنگ بالکل (شریعت میں) طے نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص۲۳)

شیخ احمد نامی کے خواب سے متعلق عقیدہ

سوال گذارش ہے کہ ایک طبع شدہ پرچہ بھیج رہا ہوں، ایسے پرچے بکثرت چھپے

Marfat.com

اور لکھے ہوئے تقسیم ہو رہے ہیں، جیسا کہ پرچہ کے آخر میں بانٹنے والے کے لیے مالی منفعت اور جھوٹ سمجھنے والے کے لیے تباہی کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ کارِ خیر ہے تو روپے کے لالچ میں اس کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

پرچہ طبع شدہ کی نقل

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم کو مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ قیامت آنے والی ہے، توبہ کا دروازہ بند ہونے والا ہے، غافل مت رہو، گناہوں سے توبہ کرو، پیر کے دن سے چار روزے رکھو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، جو شخص ایسے تین پرچے بانٹ دے گا، اس کو چودہ دن میں خوشی ہوگی، بمبئی میں ایک شخص نے تین پرچے بانٹ دیئے تھے، اس کو ڈھائی ہزار کا فائدہ ہوا اور ایک شخص نے اس پرچہ کو جھوٹ جانا اس کو اپنے بیٹے سے ہاتھ دھونا پڑا، جو شخص تقسیم نہیں کرے گا غم ضرور دیکھے گا۔ بندۂ خدا ایک یا دو پرچے لکھ کر ضرور تقسیم کرے گا، جو زیادہ چھپوا کر بانٹے گا زیادہ فائدہ ہوگا۔

بھائیو! یہ بات یقین جانو اور پہچانو، خدا ہم سب کو نیک ہدایت اور توفیق عطا فرمائے، آمین''

نوٹ: یہ پرچہ پاس رکھنا گناہ ہے۔

جواب حامدًا و مصلیًا توبہ کا دروازہ بند ہونا اور قیامت کا قریب آنا احادیث میں کثرت سے مذکور ہوا ہے اور جو وقت بھی گزرتا ہے یہ دونوں چیزیں قریب سے قریب تر آ رہی ہیں، ان کے لیے کسی کے خواب کی حاجت نہیں، گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم قرآن پاک میں زیادہ مذکور ہے، اور ہر وقت ہر آدمی کو توبہ کرتے ہی رہنا چاہئے، دنیا میں جس قدر مصائب اور فتنے ہیں اور آخرت میں جو سزائیں ہیں، وہ سب گناہوں کی وجہ سے ہیں، اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمائے اور آئندہ کو بچائے، نفلی روزہ رکھنے کی بھی فضیلت ثابت ہے، پیر اور جمعرات کا روزہ بھی روایات میں بکثرت آیا ہے، نماز اور زکوٰۃ دونوں

Marfat.com

اسلام کے مستحکم ارکان میں سے ہیں۔

غرض ان میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا ثبوت کسی کے خواب سے ہو، پیر کے دن سے چار روزہ کا اہتمام کسی روایت سے ثابت نہیں، یہ بالکل بے اصل ہے، محض خواب سے اس کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

دین کی تبلیغ اور اشاعت امت کا اہم فریضہ ہے، اس سے غفلت برتنے پر سخت وعید آئی ہے، اب باقی رہا، اس کاغذ کے تین پرچے تقسیم کرنا، اور اس پر چودہ دن میں اس کو خوشی کا ہونا اور جو تقسیم نہ کرے اس کا اپنے بیٹے سے ہاتھ دھونا یا غم دیکھنا اور اس کو اپنے پاس رکھنا گناہ ہونا، یہ سب بے اصل، لغو، ڈھونگ ہے، ایک دو پرچہ لکھ کر تقسیم کرنے کو ضروری قرار دینا بھی جہالت ہے۔

اس سے قبل بھی مدت دراز سے ہر سال اس قسم کا اشتہار چھپتا رہا، اس میں خواب دیکھنے والے خادم کا نام بھی شیخ احمد درج ہوتا تھا اور خرافات درج ہوتی تھیں، مثلاً یہ کہ 'امسال اتنے مسلمان مرے جن میں فقط ایک یا دو جنت میں گئے، باقی سب جہنم میں گئے'' اس وقت اکابر نے تحقیق کی۔ نہ مدینے میں شیخ احمد نامی کوئی خادم تھا، نہ وہاں کسی سے اس خواب کا تذکرہ سنا گیا، درحقیقت یہ کسی دشمن اسلام کی ایک چال تھی، جس کے ذریعہ وہ اسلام سے بدظن کرتا تھا کہ اتنے مسلمانوں میں سے جب فقط ایک یا دو جنت میں گئے باقی سب جہنم میں گئے تو ایسے اسلام سے کیا فائدہ؟ تذکرۃ الخلیل فتاویٰ دارالعلوم، دینی کتب میں ایسا ہی درج ہے۔

ہم نے ہمیشہ اس اشتہار کو چاک کر دیا ہے، خدا کے فضل سے کوئی غم نہیں ہوا اور نہ اپنے سے نہ اپنی اولاد سے ابھی تک ہاتھ دھوئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۵، ص ۳۵۰)

استخارہ کی اغلاط

مسئلہ بعض کو خاص استخارہ اس غرض سے بتلاتے دیکھا ہے کہ اس سے کوئی واقعہ ماضیہ یا مستقبلہ معلوم ہو جائے گا، سو استخارہ اس غرض کے لیے شریعت میں منقول نہیں؛ بلکہ وہ تو محض کسی امر (یعنی کام) کے کرنے نہ کرنے کا تردّد رفع کرنے کے لیے ہے، نہ کہ

واقعات معلوم کرنے کے لیے؛ بلکہ ایسے استخارہ کے ثمرہ (نتیجہ) پر یقین کرنا بھی ناجائز ہے

استخارہ کی حقیقت

مسئلہ عموماً لوگ استخارہ کی حقیقت نہیں جانتے، سو استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ استخارہ ایک دعاء ہے، اس سے مقصود صرف طلب اعانت علی الخیر ہے، یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو اور جو کام میرے لیے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے، پس جب وہ استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ سوچے کہ میرے قلب کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے، پھر جس بات کی طرف رجحان ہو اس پر عمل کرے، اور اسی کے اندر اپنے لیے خیر کو مقدر سمجھے؛ بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح کی بنا پر جس بات میں ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے اور اسی کے اندر خیر سمجھے کیوں کہ پہلی صورت میں الہام کا حجت شرعیہ ہونا لازم آتا ہے اور لازم صحیح نہیں؛ لہٰذا ملزم بھی صحیح نہیں، پس اگر یہ سمجھے ہوئے ہے تو وہ اپنے غلط خیال کی اصلاح کرے کیوں کہ یہ اعتقاد بالکل باطل ہے۔

مسئلہ تنبیہ (۱) یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اس سے واقعہ گذشتہ نہیں معلوم ہوتا اسی طرح واقعہ آئندہ بھی (کہ فلاں بات یوں ہوگی) معلوم نہیں کی جا سکتی ہے، پس استخارہ کا صرف اتنا اثر ہے کہ جس کام میں تردد ہو کہ یوں کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا؟ تو اس عمل مسنون (استخارہ) سے (جس کا حاصل دعاء ہے اس امر کی کہ جو میرے لیے مصلحت ہو میرا قلب اس پر مطمئن ہو جائے اور ویسا ہی سامان غیب سے ہو جائے تو اس سے) دو اثر ہوتے ہیں: (۱) قلب کا اس شق پر مجتمع ہو جانا (۲) اور اس مصلحت کے اسباب میسر ہو جانا (بس اس کے علاوہ اور کوئی اس کا فائدہ واثر نہیں) بلکہ خواب نظر آنا بھی ضروری نہیں

(اصلاح انقلابِ اول)

تنبیہ: بعض بزرگانِ دین سے جو بعضے "استخارے" اس قسم کے منقول ہیں جس سے واقعتاً صراحتاً یا اشارۃً خواب میں نظر آجائے سو وہ استخارہ نہیں؛ بلکہ خواب نظر آنے کا عمل ہے، پھر یہ اثر بھی اس "عمل" کا لازمی نہیں۔ (چنانچہ) خواب کبھی نظر آتا ہے کبھی نہیں، پھر خواب بھی اگر نظر آیا تو محتاجِ تعبیر ہے، اگرچہ صراحت سے نظر آئے۔ پھر تعبیر بھی جو کچھ

Marfat.com

ہوگی وہ ظنی ہے یقینی نہیں تو اس میں اتنے شبہات تو بتو (تہ بہ تہ) ہیں۔

پس اس کو استخارہ کہنا یا تو مجاز ہے اگر ان بزرگوں سے یہ تسمیہ (استخارہ) منقول ہو، ورنہ اغلاط عامہ سے ہے۔

مسئلہ استخارہ میں ضروری چیز دو رکعت نماز اور دعائے استخارہ ہے، باقی سونا اور خواب کا دیکھنا ہرگز شرط نہیں، یہ سب کچھ عوام نے تصنیف کر رکھا ہے، ہاں! یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات استخارہ کا اثر خواب کی شکل میں ظاہر ہو جائے؛ لیکن اس میں اشتراط بالکل نہیں۔ (الفصل والوصل: ص۴۰۰)

مسئلہ بعض لوگ کسی نئے کام کرنے کے لیے ہر حال میں استخارہ کے لیے کہہ دیتے ہیں سو یہ صحیح نہیں'' بات یہ ہے کہ استخارہ (ہر شخص کے لیے نہیں بلکہ استخارہ کرنا) اس شخص کا مفید ہوتا ہے جو خالی الذہن ہو، ورنہ جو خیالات دماغ میں بھرے ہوتے ہیں ادھر ہی قلب مائل ہو جاتا ہے اور وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات مجھ کو استخارہ سے معلوم ہوئی ہے حالانکہ خواب میں متخیلہ میں اس کے خیالات ہی نظر آئے ہیں۔ (الافاضات: ص۴۳۵)

مسئلہ یہ طریقہ استخارہ کا نہیں ہے کہ ارادہ بھی کرو، پھر برائے نام استخارہ بھی کر لو، استخارہ ارادہ سے پہلے چاہئے تا کہ ایک طرف قلب کو سکون پیدا ہو جائے اور اسی طرف کا ارادہ کیا جائے، اس میں لوگ غلطی کرتے ہیں، صحیح طریقہ یہ ہے کہ ارادہ سے اول استخارہ کرنا چاہئے، پھر استخارہ سے جس طرف قلب میں ترجیح پیدا ہو جائے وہ کام کرنا چاہئے۔

مسئلہ رات کا وقت ہونا استخارہ کے لیے ضروری نہیں، یہ صرف ایک رسم ڈال لی ہے، صلوٰۃ الاستخارہ کے بعد نہ سونا ضروری ہے نہ رات کی قید ہے، کسی وقت مثلاً ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھ کر دعاء مسنونہ پڑھے اور تھوڑی دیر قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔

تنبیہ: ایک دن میں چاہے کتنی بار استخارہ کرے اور ایک دفعہ بھی کافی ہے، حدیث میں تو ایک دفعہ ہی آیا ہے (ہاں کئی دفعہ کی بھی ممانعت نہیں آئی ہے)

مسئلہ استخارہ ہوتا ہے تردّد کے موقع پر، اور تردّد کے معنی یہ ہیں کہ مصالح طرفین کے برابر ہوں اور جب ایک جانب کی ضرورت متعین ہو تو استخارہ کا کیا معنی؟

مسئلہ پہلے سے اگر کسی جانب اپنی رائے کو رجحان ہو تو اس کو فنا کر دے، جب طبیعت یکسو ہو جائے تب استخارہ کرے اور یوں عرض کرے کہ اے اللہ! جو میرے لیے

Marfat.com

بہتر ہو وہ ہو جائے اور یہ دعاء مانگنا اردو میں بھی جائز ہے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بہتر ہیں۔ (اغلاط العوام، از مولانا تھانویؒ: ص ۱۱۲ تا ۱۱۴)

قرآن کریم سے فال نکالنا

سوال اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ فال کا بے اصل ہونا ثابت ہوتا ہے؛ جبکہ حدیث شریف سے فال لینا ثابت ہے اور بعض بزرگوں سے قرآن کریم یا کلام عرفاء سے تفاول یعنی فال لینا منقول ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟

جواب جواب اس کا یہ ہے کہ منشاء اس شبہ کا اشتراک لفظی ہے، ایک شریعت کی اصطلاح ہے وہ ثابت، اور ایک غلاۃ (شریعت کی حد سے تجاوز کرنے والوں) کی اصطلاح، وہ غیر ثابت۔

اس ثابت بالسنہ وعن الاکابر (یعنی بزرگوں سے اور سنت سے جو ثابت ہے اس) کی اصل اتنی ہے کہ کسی شخص کو کچھ تشویش یا فکر ہے اس وقت اتفاق سے یا کسی قدر قصد سے کوئی لفظ خوشی و کامیابی کا اس کے کان میں پڑا، یا نظر سے گزرا تو رحمت الٰہیہ سے جو امید ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس (فال دیکھنے والے) کو بھی پہلے سے تھی وہ اس لفظ سے اور قوی ہو گئی۔

پس حاصل اس کا تقویت رجاء رحمت (اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید) ہے، اس سے آگے اختراع اور ابتداع ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنی چاہئے اور اس سے آگے کی تمام باتیں گھڑی ہوئی ہیں۔ (اغلاط العوام: ص ۳۲)

مسئلہ بعض فال دیکھنے والوں کا یا اکثر ان عام لوگوں کا جو جلسہ فال میں موجود ہوں یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے قرآن سے یہ خبر دی ہے، تو اب اس میں اس کے خلاف کا احتمال ناممکن ہے اور نہایت جرأت سے کہتے ہیں کہ واہ صاحب! کیا قرآن میں غلط لکھا ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۳۱، مظاہر حق جدید: ج ۵، ص ۲۹۲)

عملیات کی کتابوں سے فال نکالنا

مسئلہ نیک فال لی جا سکتی ہے، اس کو یقینی چیز نہ سمجھا جائے؛ البتہ نجومی اور کاہن

Marfat.com

کے پاس جا کر فال نکلوانا اور ان سے غیب کی باتیں معلوم کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ”جو نجومی کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی، پس تحقیق کہ وہ اس چیز سے بیزار ہوا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی“ یعنی کافر ہوا، اور یہ محمول ہے حلال جاننے پر، یا تغلیظ وتشدید ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۷۰ بحوالہ مظاہر حق: ج۴، ص۳۰ وفتاویٰ محمودیہ: ج۱۸، ص۶۱)

مسئلہ قرآن شریف سے فال دیکھنا حرام اور گناہ ہے اور اس فال کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھنا نادانی ہے؛ کیونکہ قرآن مجید کے صفحے مختلف ہو سکتے ہیں، ایک شخص فال کھولے گا، تو کوئی آیت نکلے گی اور دوسرا کھولے گا تو دوسری آیت نکلے گی، جو مضمون میں پہلی آیت سے مختلف ہوگی، پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم سے فال نکال کر کسی شخص نے کوئی کام کیا اور اس کا انجام اچھا نہ نکلا، تو قرآن کریم سے بدعقیدگی پیدا ہوگی، جس کا نتیجہ کفر تک نکل سکتا ہے۔

بہر حال علمائے امت نے قرآن کریم سے فال نکالنے کو ناجائز اور گناہ فرمایا ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے مجموعہ کفایت المفتی میں ہے کہ ایک لڑکی کے کچھ زیور کسی نے اٹھا لیے، لوگوں کا خیال ایک شخص کی طرف گیا، اور قرآن کریم سے فال نکالی گئی تو اس شخص کا نام نکلا جس کی طرف خیال کیا گیا تھا، اس کو جب معلوم ہوا تو اس نے مسجد میں جا کر قرآن مجید کے ورق کو پھاڑ کر ان پر پیشاب کر کے (نعوذ باللہ) کہنے لگا: قرآن مجید بھی جھوٹا اور مولوی سالا بھی جھوٹا، تو سائل نے معلوم کیا یہ شخص اسلام میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب شریعت میں فال نکالنا منع ہے اور اس کے منع ہونے کی دو وجہیں ہیں: اول تو یہ کہ علم غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ممکن ہے نام غلط نکلے اور پھر جس کا نام نکلے خدانخواستہ کہیں وہ ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس طرح اس شخص نے کی، شریعت کی خلاف ورزی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے جو آپ نے دیکھا، جس شخص نے کلام مجید اور مولویوں کے ساتھ ایسی گستاخیاں کی ہیں وہ کافر ہے؛ لیکن ایسا کافر نہیں کہ کبھی اسلام میں داخل نہ ہو سکے، بلک جدید توبہ سے اسلام میں داخل ہوسکتا ہے، آئندہ فال نکالنے سے احتراز چاہیے، تاکہ فال نکال کر، نکالنے والے اس شخص کی طرح خود بھی اور جس کا نام نکلا تھا اسے بھی

Marfat.com

گناہگار نہ کریں۔ (کفایت المفتی: ج۹،ص۱۲۹، آپ کے مسائل: ج۱،ص۳۶۵)

مسئلہ قرآن مجید سے فال نکالنی ناجائز ہے، فال نکالنی اور اس پر عقیدہ کرنا کسی اور کتاب مثلاً دیوان حافظ، یا گلستاں وغیرہ سے بھی ناجائز ہے؛ مگر قرآن کریم سے نکالنی تو سخت گناہ ہے کہ اس سے بسا اوقات قرآن مجید کی توہین یا اس کی جانب سے بدعقیدگی پیدا ہوجاتی ہے۔ (کفایت المفتی: ج۹،ص۲۲۱)

مسئلہ فال دیکھنے والوں کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سے یہ خبر دی ہے، اب اس کے خلاف کرنا ناممکن ہے اور نہایت جرأت سے کہتے ہیں (جب ان سے کہا جائے کہ ایسا نہ کرو، کہتے ہیں) کہ واہ صاحب! کیا قرآن میں غلط لکھا ہے؟

(اغلاط العوام: ص۳۱)

مسئلہ سنت طریقہ کے مطابق استخارہ تو مسنون ہے، حدیث شریف میں اس کی ترغیب آئی ہے؛ لیکن فال کھلوانا ناجائز ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۱،ص۳۶۳)

تعویذ گنڈے کی شرعی حیثیت

مسئلہ تعویذ گنڈے کا اثر ہوتا ہے مگر ان کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہے، کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے جو تعویذ گنڈے کیے جاتے ہیں ان کا حکم تو وہی ہے جو جادو کا ہے، ان کا کرنا اور کرانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے؛ بلکہ اس سے کفر کا اندیشہ ہے، اور اس کے اثر ہونے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی پر گندگی پھینک دے تو ایسا کرنا تو حرام اور گناہ ہے اور یہ نہایت کمینہ حرکت ہے مگر جس پر گندگی پھینکی گئی ہے اس کے کپڑے اور بدن ضرور خراب ہوں گے اور اس کی بدبو بھی ضرور آئے گی، پس کسی چیز کا حرام اور گناہ ہونا دوسری بات ہے، اور اس گندگی کا اثر ہونا فطری چیز ہے، تعویذ اگر کسی جائز مقصد کے لیے کیا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ اور شرک کی بات لکھی ہوئی نہ ہو، پس تعویذ گنڈے کے جواز کی تین شرطیں ہیں:

(اول) کسی جائز مقصد کے لیے ہو، ناجائز مقصد کے لیے نہ ہو۔

(دوم) اس کے الفاظ کفر وشرک پر مشتمل نہ ہوں، اور اگر وہ ایسے الفاظ پر مشتمل ہو جس کا مفہوم معلوم نہیں تو وہ بھی ناجائز ہے۔

(سوم) تعویذ کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۳۵۱)

دفع طاعون کے لیے "لی خمسة اطفی بها الخ" پڑھنا یا بطور تعویذ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ یہ تعویذ لگانا ناجائز اور شرک ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۴۸)

مسئلہ بعض تعویذ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ قابل منع کرنے کے ہیں، ایک طاعون کا تعویذ یہ مشہور ہے۔ (جو کہ ناجائز ہے؛ بلکہ شرکیہ الفاظ بھی ہیں)

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمه
المصطفٰی والمرتضٰی وابناهما والفاطمة

یہ حضرات پنج تن کے نام مبارک ہیں، اگر کچھ تاویل نہ کی جائے تو اس کا مضمون شرک ہے۔

مسئلہ ایک بات اور بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ شیعہ حضرات تو عموماً اور سنی حضرات بھی بہت سے "نادعلی" کا مضمون چاندی کے تعویذ پر نقش کرا کر بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں، تو یاد رکھو کہ "نادعلی" کا مضمون بھی شرک ہے، اس کو چھوڑنا چاہئے، وہ مضمون یہ ہے:

ناد علیا مظهر العجائب تجده عونا لک فی النوائب
کل همّ و غمّ سینجلی بنبوتک یا محمد! و بولایتک
یا علی! یا علی! یا علی!

یہ معلوم نہیں کہ کونسی بحر ہے، نہ بحر طویل ہے نہ بحر قصیر، اول کے مصرعے تو چھوٹے چھوٹے اور اخیر کا مصرعہ بہت طویل، غرض بعض سنی بھی گلے میں اس کو بڑے شوق سے ڈالتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص۱۱۱ بحوالہ الافاضات: ص۲۶۶)

تعویذ پر معاوضہ لینا

مسئلہ قرآنی آیت پڑھ کر دم کرنے کا احادیث طیبہ میں ذکر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ اور بعد کے صلحاء کا یہ معمول رہا ہے، تعویذ بھی اسی کی ایک شکل ہے؛

Marfat.com

اس لیے اس کے جواز میں شبہ نہیں؛ البتہ تعویذ کی حیثیت کو سمجھ لینا چاہئے، بعض لوگ تعویذ کی تاثیر کو قطعی یقینی سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں؛ بلکہ تعویذ بھی منجملہ اور تدابیر کے ایک علاج اور تدبیر ہے، اس کا مفید ہونا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت (مرضی) پر موقوف ہے۔

بعض لوگ تعویذ کو ''روحانی'' عمل سمجھتے ہیں، یہ خیال بھی قابل اصلاح ہے، روحانیت اور چیز ہے؛ جبکہ تعویذ وغیرہ محض دنیوی تدبیر وعلاج ہے؛ اس لیے جو شخص تعویذ کرتا ہے اس کو بزرگ سمجھ لینا غلطی ہے، بعض لوگ دعاء پر اتنا یقین نہیں رکھتے جتنا تعویذ پر، یہ بھی قابل اصلاح ہے، دعاء عبادت ہے اور تعویذ کرنا کوئی عبادت نہیں ہے، اور کسی ناجائز مقصد کے لیے تعویذ حرام ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۳۵۲)

مسئلہ دعاء تو ایک عبادت ہے اور اس کا معاوضہ طلب کرنا غلطی ہے، باقی وظیفہ تعویذ جو کسی دنیوی مقصد کے لیے کیا جاتا ہے (بطور علاج) اس کی حیثیت عبادت کی نہیں؛ بلکہ دنیوی تدبیر اور علاج کی ہے، اور اس کا معاوضہ لینا دینا جائز ہے۔

باقی ایسے لوگوں کے وظیفے اور تعویذ کارگر بھی ہوتے ہیں یا نہیں؟ یہ شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۳۵۳)

مسئلہ ایسی انگوٹھی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا آیت قرآنی کندہ ہوں، اس کو پہن کر بیت الخلاء میں جانا مکروہ لکھا ہے۔ (عالمگیری مصری: ج۱، ص۵۰)

آیت الکرسی پڑھ کر تالی بجانا

سوال میرے گھر سونے سے پہلے روزانہ آیت الکرسی پڑھ کر زور سے تالی بجائی جاتی ہے، عقیدہ یہ ہے کہ تالی کی آواز جتنی دور جائے گی، گھر ہر بلاء اور چور سے اتنا ہی محفوظ رہے گا، تالی کا اس سے کیا تعلق ہے، مطلع فرمائیں۔

جواب اس طرح تالی بجانا حرام ہے، اور یہ عقیدہ کہ تالی کے بجانے سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور چور بھاگ جاتے ہیں، جاہلانہ توہم پرستی ہے، آیت الکرسی پڑھنا صحیح ہے اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۸، ص۲۷۲)

الترغیب والترہیب: ج۳، ص۳۴۹ پر حدیث ہے کہ ''آیت الکرسی جس گھر میں پڑھی جائے اور وہاں شیطان (شیطانی اثرات) ہوں تو دور ہو جائیں گے۔''

Marfat.com

(اس کے متعلق یہ بات تجربات میں آئی ہوئی ہے کہ اگر رات کو اس کو پڑھ کر سو جائیں تو گھر میں چور، اچکے اور ناگہانی آفتیں نہیں آتیں؛ لیکن تالی بجانا حدیث سے ثابت نہیں ہے، اگر یہ عقیدہ نہ ہو اور اپنے تجربات وعملیات کے اعتبار سے بجائے تو اور بات ہے) (محمد رفعت قاسمی)

بدشگونی اور اسلام

سوال اسلام میں نحوست کی کیا اہمیت ہے؟ بعض لوگ پاؤں پر پاؤں رکھنے کو نحوست سمجھتے ہیں، اور کچھ لوگ انگلیاں چٹخانے کو، بعض جمائیاں لینے کو نحوست سمجھتے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ فلاں دن منحوس ہے وغیرہ وغیرہ ان سب کا کیا حکم ہے؟

جواب اسلام میں نحوست اور بدشگونی کا کوئی تصور نہیں، یہ محض توہم پرستی ہے، حدیث شریف میں بدشگونی کے عقیدہ کی تردید فرمائی گئی ہے، سب سے بڑی نحوست انسان کی اپنی بدعملیاں اور فسق وفجور ہے، جو آج مختلف طریقوں سے گھر گھر میں ہو رہا ہے، الا ماشاء اللہ۔ اور یہ بدعملیاں اور نافرمانیاں خدائی قہر اور لعنت کی موجب ہیں، ان سے بچنا چاہئے، نیز اسلام نحوست کا قائل نہیں ہے؛ اس لیے کسی کام یا دن کو منحوس سمجھنا غلط ہے، انگلیاں چٹخانا نامناسب ہے اور اگر جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے۔

مسئلہ لڑکوں کی پیدائش پر زیادہ خوشی ایک طبعی امر ہے؛ لیکن لڑکیوں کو یا ان کی ماں کو منحوس سمجھنا اور ان کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرنا گناہ ہے۔

مسئلہ مختلف رنگ چوڑیاں اور کپڑے پہننا جائز ہے اور یہ خیال کہ فلاں رنگ سے مصیبت آجاتی ہے، محض توہم رستی ہے، رنگوں سے کچھ نہیں ہوتا، اعمال سے انسان اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول یا مردود ہوتا ہے۔

مسئلہ ماہ محرم، صفر، شعبان، شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ وغیرہ کے مہینوں میں شادی نہ کرنا، اس عقیدے پر مبنی ہے کہ یہ مہینے منحوس ہیں، اسلام اس نظریہ کا قائل نہیں ہے، ماہِ محرم میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی؛ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مہینہ میں عقد نکاح ممنوع ہو گیا، ورنہ ہر مہینے میں کسی نہ کسی شخصیت کا انتقال ہوا جو حضرت حسینؓ سے بھی بزرگ تر تھے، اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے کسی

Marfat.com

میں بھی نکاح نہ کیا جائے، پھر شہادت کے مہینہ کو سوگ اور نحوست کا مہینہ سمجھنا بالکل غلط ہے۔

مسئلہ ہفتہ کے سارے دنوں میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے کسی خاص دن کی تخصیص نہیں ہے۔

مسئلہ عصر ومغرب کے درمیان کھانے پینے میں کوئی کراہت نہیں ہے، یہ دونوں باتیں غلط ہیں کہ عصر ومغرب کے درمیان کچھ نہ کھانے پینے سے روزہ کا ثواب ملتا ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ج۱،ص ۳۵۸)

بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے

مسئلہ لوگوں میں مشہور ہے کہ شام کے وقت مرغا اذان دے تو اس کو فوراً ذبح کردو؛ کیونکہ یہ اچھا نہیں، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، نیز یہ بھی مشہور ہے کہ مرغی اذان دے تو اس کو بھی فوراً ذبح کردو؛ کیونکہ اس سے وباء پھیلتی ہے، سو یہ غلط ہے، شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مسئلہ بعض جگہ غیر شادی شدہ لڑکے یا لڑکی کے چمچہ، ڈوئی، چاٹ لینے سے ان کی شادی میں بارش کا گمان کر لیتے ہیں، یہ بھی لغو اور مہمل بات ہے۔

مسئلہ اکثر لوگ دُمدار ستارے کے ظاہر ہونے کو منحوس سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ”جب یہ ستارہ ظاہر ہوتا ہے تو انسانوں پر مصیبت بلائیں آتی ہیں اور ملک میں جنگیں شروع ہو جاتی ہیں“ یہ بالکل غلط ہے، محض نجومی خیال ہے، شریعت اسلام اس قسم کے خیالات کو باطل ٹھہراتی ہے۔

مسئلہ بعض حضرات منگل کے دن کو منحوس سمجھتے ہیں، یہ بھی بالکل غلط ہے، کسی بھی دن کو منحوس سمجھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ چڑیوں کے ریت میں نہانے سے بارش کا گمان کر لینا، اسی طرح مور کے بولنے کو بارش ہونے کی علامت قرار دینا بے اصل ہے۔

مسئلہ صبح سویرے کسی کو گالی دینے، ٹھوکر لگ جانے یا اور کوئی ضرر پہنچ جانے پر شام تک اسی طرح ہوتے رہنے کا شگون لینا، بے اصل اور خلاف شرع ہے۔

Marfat.com

مسئلہ رات کو کتے کے رونے سے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ کل صبح اس بستی میں موت ہونے والی ہے، یہ خیال غلط ہے۔

مسئلہ مشہور ہے کہ جب ہچکی آتی ہے تو قبر یاد کرتی ہے، یہ بھی غلط ہے، ہچکی آنے کا یہ سبب نہیں ہے۔

مسئلہ جب کسی شخص کا غائبانہ تذکرہ ہو رہا ہو اور تذکرہ کے دوران یا کچھ دیر بعد وہ آدمی آجائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ شخص لمبی عمر والا ہے، شریعت میں اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

بدشگونی سے متعلق مسائل

مسئلہ بعض عوام سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں آنکھ اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت، رنج وغم اور اس کے برعکس ہونے سے خوشی پیش آتی ہے، یہ خیال بالکل غلط ہے، اس کی بھی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

مسئلہ اکثر عوام کہتے ہیں کہ ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے سے یا جوتے پر جوتا چڑھنے سے سفر درپیش ہوتا ہے، یہ سب لغو اور مہمل باتیں ہیں، بدشگونی ہے۔

مسئلہ بعض عورتیں مکان کے منڈیر پر کوے کے بولنے سے کسی مہمان کی آمد کا شگون لیتی ہیں، یہ خیال کرنا گناہ ہے۔

مسئلہ بعض صبح کے وقت کسی خاص مقام کے نام سے یا کسی جانور جیسے سانپ، سؤر وغیرہ کے نام لینے کو منحوس سمجھتے ہیں، یہ سب بالکل لغو باتیں ہیں۔

مسئلہ عوام میں رائج ہے کہ کسی دوسرے کے ہاتھ سے جھاڑو لگ جائے تو معیوب سمجھا جاتا ہے اور برا مان کر کہتا ہے کہ میں کنوئیں میں نمک ڈال دوں گا جس سے تیرے منہ پر جھائیاں پڑ جائیں گی، یہ بھی محض بے اصل ہے، نیز یہ خیال کرتے ہیں کہ جس کے جھاڑو ماری گئی ہے اس کا جسم جھاڑو کی وجہ سے سوکھ جاتا ہے؛ اس لیے جھاڑو پر تھوک دو یعنی تھتکار دو، یہ بات بھی بے اصل ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

مسئلہ بعض عوام یہ سمجھتے ہیں کہ ڈوئی مارنے سے بھوکا ہو جاتا ہے یعنی جس کے

ڈوئی ماری جائے وہ کھانا زیادہ کھانے لگتا ہے، یہ بات بھی بالکل بے اصل ہے۔

مسئلہ بعض حضرات کے یہاں مروج ہے کہ جب کہیں کوئی آدمی جارہا ہو اور اس کو پیچھے سے بلایا جائے تو وہ لڑائی لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے کہ مجھے پیچھے سے تم نے کیوں بلایا ہے؟ کیونکہ میرا کام نہیں ہوگا، اس بات کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

مسئلہ بعض کا دستور ہے کہ جب کوئی کہیں جارہا ہو اور کوئی چھینک دے تو جانے والا واپس چلا جاتا ہے یعنی لوٹ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اب میرا کام نہیں ہوگا، یہ بھی غلط اور بے اصل ہے۔

مسئلہ بعض لوگ کسی کام کے لیے جاتے وقت بلی کے سامنے سے گزر جانے سے اس کام میں ناکامی ہونے کا خیال کرتے ہیں، یہ خیال بھی بالکل غلط ہے۔

(اغلاط العوام: ص ۲۵)

مسئلہ بہت سے دکاندار صبح سویرے سامان ادھار دینے سے اس لیے منع کر دیتے ہیں کہ اگر ہم نے صبح اول ہی ادھار دے دیا تو شام تک ہمارا سامان ادھار ہی فروخت ہوگا، یہ محض بدشگونی ہے، ہاں! اگر کسی مصلحت سے ادھار نہ دیں تو اور بات ہے۔

مسئلہ مشہور ہے کہ جس گھر میں مکڑی کے جالے ہو جاتے ہیں تو اس گھر والے مقروض ہو جاتے ہیں، سو شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، ہاں! گھر کو مکڑی کے جالوں وغیرہ سے صاف رکھنا شرعاً محبوب ہے، صفائی اور ستھرائی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۳۸)

مسئلہ اگر کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو آگے جانا خطرے کا باعث نہیں ہوتا، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، محض توہم پرستی کی بات ہے (آپ کے مسائل: ج ۱، ص ۳۷۶)

مسئلہ بعض عوام کسی خاص دن یا خاص وقت میں سفر کرنے کو برا یا اچھا سمجھتے ہیں، یہ کفار اور نجومیوں کا اعتقاد ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

مسئلہ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر نئی دلہن اپنے گھر میں یا صندوق میں تالہ وغیرہ لگا دے تو اس کے گھر تالہ لگ جاتا ہے (یعنی گھر بند ہو جاتا ہے) ویران ہو جاتا ہے، یہ بالکل بے اصل ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۲۷)

مسئلہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے کہ جھاڑو نہیں کھڑی کرنی چاہئے، با

Marfat.com

رات کے وقت جھاڑو نہ دو، یا چارپائی پر چادر لمبائی والی جانب کھڑے ہو کر بچھانی چاہئے، یا چپل پر چپل نہیں رکھنی چاہئے، یا رات کے وقت ناخن نہ کاٹو، منگل کو بال و ناخن جسم سے الگ نہ کرو یا کھانا کھا کر جھاڑو نہ دو، یہ ساری باتیں شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، ان کی حیثیت توہم پرستی کی ہے یعنی شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

مسئلہ غروب آفتاب کے بعد فوراً لائٹ یا چراغ جلانا ضروری نہیں ہے، یہ توہم پرستی ہے، شریعت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مسئلہ بچے کے دانت اگر الٹے نکلتے ہیں تو بعض کہتے ہیں کہ ننھیال یا ماموں پر بھاری پڑتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، محض توہم پرستی ہے۔

مسئلہ عوام میں غلط فہمی یہ ہے کہ جائے نماز (مصلیٰ) کا کونا الٹنا شیطان کو عبادت سے روکنے کے لیے ہے، یہ قطعاً غلط ہے۔

مصلیٰ کا کونا الٹنے کا رواج تو اس لیے ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلاضرورت جائے نماز بچھی نہ رہے اور خراب نہ ہو، عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اگر جائے نماز نہ الٹی جائے تو شیطان نماز پڑھتا ہے، یہ بالکل مہمل اور لایعنی بات ہے، اس رواج کی کوئی اصل نہیں اور یہ اعتقاد بالکل غلط ہے

مسئلہ نمک زمین پر گرنے سے کچھ نہیں ہوتا، قصداً گرانا برا ہے؛ کیونکہ نمک بھی خدا کی نعمت ہے، اس کو جان کر زمین پر نہیں گرانا چاہئے، لوگوں میں یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ قیامت کے دن پلکوں سے اٹھانا پڑے گا، نیز زمین پر گرم پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمین کو تکلیف ہوتی ہے، یہ محض غلط خیال ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۱، ص۱۱۱)

مسئلہ جس عورت کا پہلا بچہ ضائع ہو جاتا ہے اس کے لیے شگون کرتے ہیں کہ زچہ (عورت) کے پاس تلوار یا چھری حفاظت بلیات کے لیے رکھ دیتے ہیں، یہ بھی محض ٹوٹکا اور شرک کی بات ہے۔ (جو کہ نہیں کرنی چاہیے) (بہشتی زیور: ج۶، ص۸)

قادیانیوں سے تعلقات رکھنے کا حکم

سوال ایک شخص صحیح العقیدہ ہے، نماز و روزہ وغیرہ کا پابند ہے؛ لیکن دنیوی

Marfat.com

تعلقات قادیانی جماعت کے ساتھ ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ایسا شخص جو نماز و روزہ کا پابند ہے؛ لیکن اس کے تعلقات قادیانی جماعت کے ساتھ ہیں اگر وہ دل سے بھی ان کو اچھا سمجھتا ہو تو وہ مرتد ہے، اس سے تعلقات رکھنا ناجائز ہے، اگر وہ قادیانیوں کے عقائد سے متفق نہیں اور نہ ہی ان کو اچھا سمجھتا ہے؛ بلکہ صرف تجارت وغیرہ، دنیوی معاملات کی حد تک ان سے تعلق رکھتا ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ وہ قادیانی جس سے ان کے تجارتی تعلقات ہیں اگر پہلے سے مسلمان تھا بعد میں العیاذ باللہ مرتد ہوا یا اس کا باپ مرتد ہوا تو وہ قادیانی چونکہ خود اپنے مال کا مالک نہیں ہے اور اس کا عقیدہ صحیح نہیں ہے؛ اس لیے یہ شخص اگر ان سے تجارت کرتا ہے تو یہ تجارت ہی صحیح نہ ہوگی۔ (شامیہ: ج۳، ص۳۱۱)

اگر وہ قادیانی مرتد یا مرتد کا بیٹا نہیں؛ بلکہ باپ دادا ہی سے باطل عقیدہ پر ہے تو ایسے قادیانی سے تجارت کرنے سے مال کا مالک تو ہو جائے گا؛ لیکن ایسے لوگوں سے تجارت کا معاملہ جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس سے ان کے ساتھ ایک قسم کا تعاون ہو جاتا ہے، نیز اس قسم کے معاملات میں یہ قباحت بھی ہے کہ عوام قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھنے لگتے ہیں، علاوہ ازیں اس طرح قادیانیوں کو اپنا جال پھیلانے کے مواقع ملتے ہیں؛ اس لیے قادیانی سے لین دین اور دیگر قسم کے معاملات میں قطع تعلق رکھنا ضروری ہے، ان سے تعلقات رکھنے والا آدمی اگر چہ ان کو برا سمجھتا ہو، قابل ملامت ہے، ایسے شخص کو سمجھانا دوسرے مسلمانوں کا فرض ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۴۶)

مسئلہ قادیانی کا حکم مرتد کا ہے، ان کے گھر جانا ہی درست نہیں نہ کسی قسم کا تعلق رکھنا۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۷۱)

منت کیا ہے؟

بعض مسلمان مرد اور عورتوں کی جہالت کی کوئی حد نہیں رہی ہے، مثلاً لڑکا بیمار ہوا تو اس کی نذر (منت) مانی جاتی ہے کہ اے فلاں ولی اللہ! اگر میرے لڑکے کو آرام ہو جائے گا تو تیرے نام کی اتنی نذر یعنی منت کریں گے، اب اگر اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے رحم و کرم سے آرام دے دیا تو نذر و نیاز لے کر بڑی خوشی سے اس درگاہ پر کفر و شرک کرنے لگتے ہیں

اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کو دنیا سے اٹھا لیا یعنی موت دے دی تو ساری بدنامی اللہ تعالیٰ کے سر پڑتی ہے، اور اس ولی پر کچھ بھی نہیں، اگر کوئی پوچھے کہ تمہارے لڑکے کو آرام نہیں ہوا، آپ لوگوں نے تو کوششیں بہت کیں، یعنی کفر بھی کیا، شرک بھی کیا اور بدعت باقی نہیں چھوڑی پھر بھی آپ کے بچے کو آرام نہیں ہوا؟ تو جواب میں کہیں گے کہ بھائی اللہ کو منظور ہی نہیں تھا تو پھر ہمارے حیلوں سے آرام کیسے ہوتا؟

دیکھئے کہ کس قدر بے وقوفی اور جہالت ہے، جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی آرام نہیں دے سکتا ہے۔

سیکڑوں جاہل حضرات اولیاء علیہم السلام اور فرشتوں اور دیگر غیر محسوس چیزوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری ضرورت کو پورا کرتے ہیں، اگر ہم ان کی پرستش نہ کریں تو ہمارے کاروبار میں فرق آجائے گا اور وہ ہم کو نقصان یا تکلیف پہنچائیں گے، اور اس پر اتفاقاً مراد کا حاصل ہو جانا، یا پرستش (پوجا) میں کمی سے اتفاقاً کوئی حادثہ پیش آنا، ان کے خیال باطل کی اور بھی قوی دلیل ہو جاتی ہے، درحقیقت یہ قوت وہمیہ کی کاری گری ہے اور کچھ نہیں، جس طرح تنہا مقام یا مکان میں عوام کو مردے سے ڈراتی ہے اسی طرح ان لوگوں کو نفع ونقصان کا وہم بھی یہی قوتِ وہمیہ دلاتی ہے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی نذر یعنی منت ماننی جائز نہیں ہے، چاہے فرشتہ ہو یا نبی ہو یا ولی ہو۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ نذر یعنی منت ماننی کسی کی سوائے اللہ تعالیٰ کے جائز نہیں، نہ نبی کی، نہ فرشتے کی، نہ ولی کی، نہ اور کسی کی۔ (مظاہر حق: ج۳، ص۲۲۳، نذر کا بیان)

مسئلہ شرک کی قسموں میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے اپنی حاجتوں میں مدد طلب کریں جیسے مریض کے لیے شفاء یا محتاج کے لیے مالداری اور اس کی نذر اور منت مانیں اور امید رکھیں کہ ہماری نذر سے مرادیں پوری ہوں گی یا ان کے ناموں کا وظیفہ بنالیں۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ص۶۲، اقسام شرک، وفتاویٰ رشیدیہ: ج۱، ص۳۷)

منت کی شرائط

مسئلہ شرعاً منت ماننا جائز ہے مگر منت ماننے کی چند شرطیں ہیں:

Marfat.com

(۱) اول یہ کہ منت اللہ تعالیٰ کے نام کی مانی جائے، غیر اللہ کے نام کی منت جائز نہیں؛ بلکہ گناہ ہے۔ (۲) یہ کہ منت صرف عبادت کے کام کی صحیح ہے، جو کام عبادت نہیں اس کی منت بھی صحیح نہیں۔ (۳) سوم یہ کہ عبادت بھی ایسی ہو کہ اس طرح کی عبادت کبھی فرض، یا واجب ہوتی ہے، جیسے نماز، روزہ، حج اور قربانی وغیرہ، ایسی عبادت کہ اس کی جنس کبھی فرض یا واجب نہیں، اس کی منت بھی صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل: ج ۳، ص ۴۱۹)

مسئلہ صرف کسی بات کا دل میں خیال آنے سے منت نہیں ہوتی؛ بلکہ زبان سے ادا کرنے کے ساتھ ہوتی ہے۔ (آپ کے مسائل: ج ۳، ص ۴۲۵)

کام ہونے سے پہلے منت ادا کرنا

سوال اگر کوئی شخص منت مانے کہ فلاں کام ہونے پر روزے رکھوں گا، یا نفل پڑھوں گا تو وہ شخص کام ہونے پر منت پوری کرے یا اس سے پہلے؟

جواب اللہ تعالیٰ کے نام کی منت جائز ہے اور کام ہونے کے بعد منت کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے، پہلے نہیں، اور کام پورا ہونے سے پہلے اس منت کا ادا کرنا بھی صحیح نہیں، پس اگر منت کا روزہ پہلے رکھ لیا،، اور کام بعد میں پورا ہوا، تو کام ہونے کے بعد دوبارہ روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ (آپ کے مسائل: ج ۳، ص ۴۲۵، وفتاویٰ رشیدیہ: ص ۵۴۷)

مسئلہ اگر کسی نے منت مانی کہ میرا بھائی آجائے تو دس روپے خیرات کروں گا، پھر آنے کی خبر پاکر آنے سے پہلے ہی دس روپے خیرات کر دیئے، تو یہ منت پوری نہیں ہوئی، بھائی کے آنے کے بعد پھر خیرات کرے۔ (بہشتی زیور: ج ۳، ص ۵۰)

مسئلہ منت ماننا جائز ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا؛ اس لیے بجائے منت ماننے کے نقد صدقہ کرنا چاہئے؛ مگر صدقہ پاک مال سے ہونا چاہئے، ناپاک اور حرام مال میں سے کیا ہوا صدقہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا ہے۔ (آپ کے مسائل: ج ۳، ص ۴۲۰)

مسئلہ حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا؛ بلکہ الٹا موجب وبال ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاک چیزیں قبول کرتے ہیں، حرام اور ناجائز مال سے صدقہ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص گندگی کا ٹوکرا کسی بادشاہ کو ہدیہ کے

Marfat.com

طور پر پیش کرے، ظاہر ہے کہ اس سے بادشاہ خوش نہیں ہوگا؛ بلکہ الٹا ناراض ہوگا۔
(آپ کے مسائل: ج۳،ص۴۲۲)

نذر اور منت کی تعریف

مسئلہ نذر کے معنی ہیں کسی شرط پر کوئی عبادت اپنے ذمہ لے لینا، مثلاً اگر فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے نفل پڑھوں گا، اتنے روزے رکھوں گا، بیت اللہ کا حج کروں گا یا اتنی رقم فقراء کو دوں گا وغیرہ، اسی کو منت بھی کہا جاتا ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۳،ص۴۱۹)

صدقہ اور منت میں فرق

سوال صدقہ اور منت میں کیا فرق ہے؟

جواب نذر اور منت اپنے ذمہ کسی چیز کو لازم کرنے کا نام ہے، مثلاً کوئی شخص منت مان لے کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنا صدقہ کروں گا، کام ہونے پر منت مانی ہوئی چیز واجب ہو جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص بغیر لازم کیے ہوئے اللہ کے راستے میں خیر خیرات کرے تو اس کو صدقہ کہتے ہیں، گویا منت بھی صدقہ ہی ہے؛ مگر وہ صدقہ واجبہ ہے؛ جبکہ عام صدقات واجب نہیں ہوتے۔ (آپ کے مسائل: ج۳،ص۴۱۸)

خیرات، صدقہ اور نذر میں فرق

مسئلہ صدقہ خیرات تو ایک ہی چیز ہے یعنی جو مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کسی خیر کے کام میں خرچ کیا جائے وہ صدقہ وخیرات کہلاتا ہے، اور کسی کام کے ہونے پر کچھ صدقہ کرنے کی یا کسی عبادت کے بجالانے کی منت مانی جائے تو اس کو ''نذر'' کہتے ہیں، نذر کا حکم زکوٰۃ کا سا حکم ہے، اس کو صرف غریب غرباء ہی کھا سکتے ہیں، مالدار نہیں کھا سکتے، نیاز کے معنی بھی نذر ہی کے ہیں۔ (آپ کے مسائل: ج۳،ص۴۱۸)

صدقہ کی تعریف اور اقسام

مسئلہ جو مال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اللہ کی راہ میں غرباء ومساکین کو دیا جاتا

Marfat.com

ہے، یا خیر کے کسی کام میں خرچ کیا جاتا ہے، اس کو ''صدقہ'' کہتے ہیں۔ صدقہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) فرض، جیسے زکوٰۃ (۲) واجب، جیسے نذر، صدقۂ فطر اور قربانی وغیرہ (۳) نفلی صدقات، جیسے عام خیر خیرات۔ (آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۱۸)

غلط نذر کا حکم

مسئلہ بعض گناہ کی منت (نذر) مان لیتے ہیں مثلاً کسی نے منت مانی کہ میرا بیٹا اچھا ہو جائے تو ناچ کا جلسہ کروں گا، یہ بیہودہ نذر ہے، اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے۔

(فروع الایمان: ص۴۱)

مسئلہ بعض حضرات مکروہ اور بدعت کی نذر مان لیتے ہیں، مثلاً اپنے بیٹے کو امام حسینؓ کا فقیر بنانا، کسی کے نام کی چوٹی رکھنا، یا کان میں بالی پہننا، یا کسی مزار پر غلاف بھیجنا، یا شیخ سدّو کا بکرا کرنا، خدائی رات کرنا، مشکل کشا کا روزہ رکھنا، اور بہت سی غلط باتیں مشہور ہیں، جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں؛ بلکہ کلیاً یا جزیاً ممانعت آئی ہے۔

(اغلاط العوام: ص۱۴۱)

مسئلہ نہ تو مزار پر سلامی کی منت ماننا جائز ہے اور نہ اس کا پورا کرنا، اگر کسی نے مزار پر سلام کرنے کی منت مانی تھی تو ایسی منت ماننا صحیح نہیں ہے، اور اس کا پورا کرنا بھی درست نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۱)

مسئلہ خاتونِ جنت کی کہانی من گھڑت ہے، نہ اس کی منت درست ہے نہ اس کو پورا کرنا جائز۔ (آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۱ وفتاویٰ محمودیہ: ج۱۴، ص۳۱۶)

مسئلہ بعض عورتیں منت مانتی ہیں کہ اگر میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو مسجد میں جا کر سلام کروں گی، یا بعض کہتے ہیں کہ مسجد کا طاق (مٹھائی وغیرہ سے) بھروں گی، مراد پوری ہونے پر مسجد میں جا کر اپنی منت پوری کرتی ہیں، یہ غلط ہے، مسجد کا سلام یہ ہی ہے کہ کچھ نوافل پڑھ لو اور دل سے شکر ادا کر لو، اور یہ کام گھر بھی ممکن ہے، اور طاق بھرنا یہ ہی ہے کہ جو توفیق ہو محتاجوں کو تقسیم کر دو، اور یہ کام گھر میں بیٹھے بھی ہو سکتا ہے۔

(اغلاط العوام: ص۱۱۸)

مسئلہ بعض حضرات نذر غیر اللہ کی کرتے ہیں کہ اے فلاں بزرگ! اگر ہمارا کام

ہوگیا تو آپ کے نام کا کھانا کریں گے، یا آپ کی قبر پر غلاف چڑھائیں گے، یا آپ کی قبر پختہ بنادیں گے، یہ بالکل شرک جلی ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۱۴۰)

نذر کے مسائل

مسئلہ کسی کام پر عبادت کی کوئی منت مانی (بشرطیکہ وہ عبادت ایسی جنس سے ہو جس کا کرنا کسی وقت میں فرض یا واجب ہوتا ہے) پھر وہ کام پورا ہوگیا جس کے واسطے وہ منت مانی تھی تو اب منت کا پورا کرنا واجب ہے، اگر منت پوری نہ کرے گا تو بہت گناہ ہوگا؛ لیکن اگر کوئی واہیات منت ہو جس کا شریعت میں کچھ اعتبار نہیں تو اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ کسی نے کہا کہ اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو پانچ روزے رکھوں گا تو جب کام ہو جائے تو پانچ روزے رکھنے پڑیں گے، اور اگر کام نہ ہوا تو نہیں رکھنے پڑیں گے۔

مسئلہ اگر فقط اتنا ہی کہا کہ پانچ روزے رکھوں گا تو اختیار ہے کہ چاہے پانچوں روزے ایک دم سے لگاتار رکھے اور چاہے ایک ایک دو دو کرکے پورے پانچ کرلے، دونوں باتیں درست ہیں، اگر نذر کرتے وقت یہ کہہ دیا کہ پانچوں روزے لگاتار رکھوں گا یا دل میں یہ نیت تھی تو سب ایک ساتھ ہی (لگاتار) رکھنے پڑیں گے، اگر بیچ میں ایک آدھ چھوٹ جائیں تو پھر سے رکھنے پڑیں گے۔

مسئلہ اگر کسی نے ایک رکعت پڑھنے کی منت مانی تو پوری دو رکعت پڑھنی ہوں گی، اور اگر تین کی نیت کی تو چار پڑھنی پڑیں گی، اور اگر پانچ کی منت کی تو چھ رکعتیں پڑھے، اسی طرح آگے کا بھی حکم ہے۔

مسئلہ اگر کسی نے یہ منت مانی کہ فلاں کام ہو جائے تو فلاں کے مزار پر جا کر چادر چڑھاؤں گا، یہ منت بھی نہیں ہوئی، اور پوری کرنا بھی ضروری نہیں ہے، یا بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں ہوئی، اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ مولیٰ مشکل کشا کا روزہ کی منت یا کونڈے وغیرہ کی منت یہ سب واہیات و

Marfat.com

خرافات ہیں، نیز مشکل کشا کا روزہ ماننا شرک ہے۔ (غرض یہ ہے کہ حرام وناجائز کام کی منت ماننا ہی صحیح نہیں ہے تو اس کا ادا کرنا کیسے ضروری ہوگا؟)

مسئلہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے منت ماننا مثلاً یوں کہنا: اے بڑے پیر! اگر میرا کام ہو جائے تو تمہاری میں فلاں بات پوری کروں گا، چادر وغیرہ چڑھاؤں گا، ایسی درخواست کرنا حرام اور شرک ہے؛ بلکہ اس منت کی چیز کا کھانا بھی حرام ہے۔

(بہشتی زیور: ج۳، ص۵۰)

منت کا مصرف کیا ہے؟

سوال میری بہن نے منت مانی تھی کہ اگر میرا کام ہو گیا تو اللہ کے نام پر بکرا ذبح کروں گی، کام ہو گیا، اب منت پورا کرنا چاہتی ہے تو کیا اس بکرے کا گوشت عزیز ورشتہ دار اور گھر والے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب منت کی چیز کو صرف غریب غرباء کھا سکتے ہیں، عزیز واقارب اور کھاتے پیتے لوگوں کو اس کا کھانا جائز نہیں، ورنہ منت پوری نہیں ہوگی۔

مسئلہ منت کا پورا کا پورا گوشت اللہ کی راہ میں تقسیم کرنا چاہئے، یہ خود کھانا یا رشتہ داروں کو کھلانا جائز نہیں۔

مسئلہ اگر کوئی بکرے کے علاوہ کسی چیز کی منت مانتا ہے تو وہ بھی ساری کی ساری اللہ کی راہ میں تقسیم کرنی چاہئے، غرض یہ کہ نذر کی تمام چیزوں کا یہی حکم ہے کہ ان کو غریب غرباء پر تقسیم کر دیا جائے، مالداروں کو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور نذر ماننے والا اور اس کے اہل وعیال خود بھی نہیں کھا سکتے ہیں۔ (آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۶)

مسئلہ بعض حضرات نذر کے مصرف میں مالداروں کو بھی شامل کر لیتے ہیں یہ غلط ہے۔ (جو مصرف فطرہ، صدقہ اور زکوٰۃ کا ہے وہی نذر کا بھی ہے) (اغلاط العوام: ص۱۴۱)

مسئلہ نذر کا مال فقراء کو دینا واجب ہے، اگر دوست واحباب کو دے گا تو ان کے لیے اس کا کھانا حرام ہے اور نذر کرنے والے کے ذمہ سے نذر ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میرا فلاں عزیز اچھا ہو جائے تو جانور ذبح کر کے اللہ کے نام پر دوں گا، تو اس نذر ومنت کی جو بھی چیز ہو اس کو خود کھانا حرام ہے اور کسی

Marfat.com

مالدار کو بھی نہ دینا چاہئے اور نہ نذر کرنے والے کے ماں باپ، بیٹا و بیٹی کو اس میں سے کھانا درست ہے، یہ صرف فقراء کا ہی حق ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ج۱، ص۵۴۸)

مسئلہ اگر نذر میت کے لیے مانی گئی تو وہ حرام ہے، اس کا کھانا کسی کے لیے جائز نہیں ہے، اگر نذر خدا کے لیے اور ثواب میت کے لیے مانی ہے تو فقراء کو اس کا کھانا شرعاً درست ہے، مالدار اور عہدہ دار علماء کو ایسا کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۱۲۴)

صدقہ کا مصرف

سوال ایک شخص صدقہ میں بکرا کرتا ہے اور وہ گوشت آس پاس پڑوس میں بانٹتا ہے اور گھر میں بھی استعمال کرتا ہے تو کیا صدقہ کے بکرے کا گوشت گھر میں بھی استعمال ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب بکرا ذبح کرنے سے صدقہ نہیں ہوتا؛ بلکہ فقراء و مساکین کو دینے سے صدقہ ہوتا ہے؛ اس لیے جتنا گوشت محتاجوں کو تقسیم کر دیا اتنا صدقہ ہو گیا اور جو گھر میں کھا لیا وہ نہیں ہوا؛ البتہ اگر نذر مانی ہوئی تھی تو اس پورے بکرے کا محتاجوں پر صدقہ کرنا واجب ہوگا، نہ مالدار پڑوسیوں کو دینا جائز ہے اور نہ گھر میں کھانا جائز ہے۔
(آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۵)

صدقہ غریب کے بجائے کتے کو ڈالنا

سوال میں شام کو اللہ کے نام کا کھانا روٹی یا ایک پلیٹ چاول کتے کو ڈلوا دیتی ہوں، فقیر کو نہیں دیتی؛ کیونکہ آج کل فقیر تو بناوٹی ہوتے ہیں، تو کیا میں یہ کھانا کتے کو ڈال کر صحیح کرتی ہوں؟

جواب جو فرق انسان اور اور کتے میں ہے، وہی انسان اور کتے کو دی گئی ''خیرات'' میں ہے، اور آپ کا یہ خیال کہ آج کل فقیر بناوٹی ہوتے ہیں، بالکل غلط ہے، اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ضرورت مند اور محتاج ہیں؛ مگر کسی کے سامنے اپنی حاجت مندی کا اظہار نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو صدقہ دینا چاہئے، دینی مدارس کے طلبہ کو دینا چاہئے، اسی طرح ''فی سبیل اللہ'' کی بہت سی صورتیں ہیں؛ مگر آپ کے صدقہ کا مستحق صرف کتا ہی رہ

Marfat.com

گیا؟ (آپ کے مسائل: ج۳،ص۴۲۸)

ولی کے نام سے بکرا ذبح کرنے کی نذر ماننا

مسئلہ اس طرح منت ماننا کہ ''اے بزرگ! میرا فلاں کام ہوجائے گا تو آپ کے نام پر بکرا ذبح کروں گا (یہ غیر اللہ سے مانگنا ہوا) یا آپ کے مزار پر الٹا لٹکوں گا، سخت گناہ اور حرام ہے اور مشرکانہ فعل ہے، یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوئی (کیونکہ منت میں ضروری ہے کہ جو چیز منت میں مانی جائے وہ فی نفسہٖ گناہ نہ ہو، اگر وہ گناہ کا فعل ہے تو منت کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے) یہ چیز جہالت سے سرزد ہوتی ہے؛ اس لیے توبہ واستغفار لازم ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۶،ص۶۹ وشامی: ج۳،ص۳۹۹)

روزہ کی نذر کی صورت میں فدیہ دینا

سوال زید نے نذر مانی کہ بھائی کی طبیعت ٹھیک ہو جائے تو میں تیس روزے رکھوں گا، زید تاجر ہے، اس کے لیے روزہ رکھنا مشکل ہے، کیا وہ فدیہ دے سکتا ہے؟

جواب طبیعت ٹھیک ہو جانے پر زید پر ایک ماہ کے روزے رکھنا ضروری ہیں، مسلسل رکھنا ضروری نہیں متفرق بھی رکھ سکتا ہے، کفارہ کافی نہ ہوگا، جس چیز کی نذر مانی ہے وہ پورا کرنا لازم ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۶،ص۷۱ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری: ج۳،ص۴۲ وہدایہ: ج۱،ص۴۶۳)

اللہ کے سوا کسی کی نذر کرنا

سوال کسی بزرگ اور ولی کی زیارت کو جانا اور مدد اور حاجت روائی چاہنا اور نذر کرنی کہ اگر یہ کام ہوجائے تو اتنی رقم خیرات وصدقہ کروں گا، جائز ہے یا نہیں؟

جواب بزرگوں کی زیارت درست ہے؛ مگر سنت طریقہ سے جائے (قبر پر ہاتھ رکھنا اور اس کو چھونا اور چومنا سجدہ وغیرہ کرنا نصاریٰ کی عادت ہے) اور مدد مانگنا اولیاء سے حرام ہے، مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہیے، اللہ کے علاوہ کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، پس غیر اللہ سے مدد مانگنا، اگرچہ ولی ہو یا نبی، شرک ہے اور یہ نذر کرنا کہ اللہ تعالیٰ میرا کام

کردے تو میں اتنی رقم اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ کروں گا، درست ہے، اور اگر یوں کہے کہ اگر میرا کام ہوگیا تو (فلاں) ولی کے نام پر دس روپے (یا اتنی رقم) دوں گا تو یہ نذر حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ نذر عبادت ہوتی ہے، اور عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی درست نہیں ہے، اور اگر یوں کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میرا کام کردیں تو دس روپے (یا اتنی رقم) کا ثواب اللہ تعالیٰ کے واسطے فلاں بزرگ کو پہنچاؤں گا تو مضائقہ نہیں کہ اس میں نذر غیر اللہ کی نہیں ہے صرف غیر کو ثواب کا پہنچانا ہے، نذر اللہ تعالیٰ کی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص ۵۵۰ وصحیح بخاری: ج ۱، ص ۱۳۱)

مسئلہ اکثر عوام کی طرف سے مردوں کی خاطر جو نذر چڑھائی جاتی ہے اور بزرگوں کے مزارات پر جو موم بتی،، خوشبو اور روپیہ پیسہ چڑھایا جاتا ہے، جس کا مقصد بزرگوں کو خوش کرنا اور ان کا تقرب حاصل کرنا ہے، یہ سب باتفاق ائمہ حرام اور باطل ہیں، اور ان کے حرام اور ناجائز ہونے کی کئی وجہیں لکھی ہیں: ایک تو یہ کہ یہ مخلوق کے لیے نذر ماننا ہے، حالانکہ نذر عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے یہ کہ جس کے لیے نذر مانی ہے وہ مردہ ہے تو بھلا وہ کسی چیز کا کیسے مالک ہوسکتا ہے، اور تیسرے یہ کہ اس میت کے ساتھ یہ اعتقاد بھی کیا جاتا ہے کہ وہ عالم میں تصرف کرتا ہے، یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۱، ص ۲۱۵ بحوالہ درمختار)

مندر اور قبر کا چڑھاوا خریدنا

مسئلہ جو مرغ، بکرا وکھانا کفار اپنے معابد (مندر) پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور لیتا ہے تو اس کا خریدنا درست ہے؛ کیونکہ کافر مالک ہوجاتا ہے اور جو مسلمان مجاور ایسی چیز لیتا ہے وہ مالک نہیں ہوتا؛ اس لیے اس کا خریدنا درست نہیں، اور یہ جب ہے کہ خریدنے والے کو علم ہو اس کے چڑھاوا ہونے کا اور بغیر علم کے تو مباح ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۴۹۰)

مسئلہ اگر بکرے غیر اللہ کے نام پر چڑھائے گئے تو ان کو خریدنا اور گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۷، ص ۲۹۸)

مسئلہ بعض عوام سمجھتے ہیں کہ قسم کھاتے وقت بائیں ہاتھ کا انگوٹھا موڑ لیا جائے تو قسم نہیں ہوتی، یہ غلط ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۱۲۸)

Marfat.com

بتوں کے نام کا پرشاد کھانا

سوال غیر مسلموں کے تہواروں پر ''پرشاد'' تقسیم کی جاتی ہے، جس میں پھل اور پکے پکائے کھانے بھی ہوتے ہیں اور یہ مختلف بتوں کی نذر کر کے تقسیم کی جاتی ہے، تو کیا اس کا کھانا حرام ہے؟

جواب بتوں کے نام کی نذر کی ہوئی چیز شرعاً حرام ہے، کسی مسلمان کو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۱۷)

مزارات پر جو تیل جمع ہو اس کو کیا کریں؟

مسئلہ قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں؛ اس لیے جو تیل درگاہ کی روشنی کے لیے دیا جاتا ہے اس کو اصل مزار پر جلانا نہیں چاہیے؛ البتہ اگر مزار کے متعلق کمرے ہوں، یا راستہ پر روشنی کی ضرورت ہو، تو وہاں جلایا جا سکتا ہے اور اگر کوئی مسجد درگاہ ہی کے متعلقات میں سے ہو تو اس مسجد میں بھی جلایا جا سکتا ہے، اسی طرح امام صاحب کا کمرہ اگر متعلقات درگاہ میں ہو تو اس میں بھی جلا سکتے ہیں، ورنہ بلا اجازت مالک دوسری جگہ استعمال کرنا جائز نہیں، اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ تیل بطور نذرانہ مزار پر چڑھایا ہے تو کسی جگہ بھی اس کا استعمال جائز نہیں؛ کیونکہ غیر اللہ کے نام کی نذر حرام ہے اور اس چیز کا استعمال بھی حرام ہے، جس کو نذر کی گئی ہے۔ (امداد المفتیین: ج۱، ص۱۸)

مسئلہ بعض لوگ قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں، یہ تو بالکل حرام ہے اور اس چڑھاوے کا کھانا بھی درست نہیں ہے، نہ خود کھاؤ، نہ دوسروں کو دو؛ کیونکہ جس کا کھانا درست نہیں ہے اس کا دینا بھی درست نہیں۔ (بہشتی زیور: ج۶، ص۵۲)

مسئلہ قبر پر چادر چڑھانا خود بھی ناجائز ہے اور نذر اس کی کرنا دوسرا گناہ ہے، یہ نذر صحیح بھی نہیں ہوئی؛ لہٰذا منت پوری ہونے پر چادر چڑھانا جائز نہیں ہے، ہاں! اگر بطور شکرانہ کے (فقیروں کو) صدقہ کر دے تو بہتر ہے۔ (امداد المفتیین: ص۱۹، ج۱)

مسئلہ بعض حضرات مزاروں پر چادریں اور غلاف بھیجتے ہیں اور اس کی منت مانتے ہیں، تو یاد رہے کہ چادر چڑھانا منع ہے اور جس عقیدے سے لوگ ایسا کرتے ہیں، وہ

Marfat.com

شرک ہے۔(بہشتی زیور: ج۶،ص۵۲)

قبر پر بکرا نذر کرنا

سوال عوام قبروں پر بکرا چڑھاتے ہیں اور نذریں مانتے ہیں، یا یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا فلاں پیر کا ہے، پھر اس کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتے ہیں، ایسے جانور کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

جواب جس جانور کو تعظیماً اور تقرباً الیٰ غیر اللہ ذبح کیا جائے، اگر چہ کرتے وقت اللہ کا نام اس پر لیا جائے، اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم قدیم: ج۳،ص۱۲)

کسی کے نام پر ذبح کرنا

سوال کسی کے نام کا بکرا یا مرغ ذبح کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام پر ہو حرام ہے، اور عمر کہتا ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کے نام کے سوا کسی کا نام لیا جائے تو حرام ہو جاتا ہے اور غیر وقت میں نام لینے سے حرام نہیں ہوتا، اگر غیر وقت نام لینے سے حرام ہو جایا کرتا تو سب بیل بکری وغیرہ حرام ہوتے؛ کیونکہ جو کوئی بکرا پالتا ہے تو لوگ کہتے ہیں فلاں کا بکرا، اس پر بھی اللہ کے سوا غیر کا نام آ گیا، تو اس کا جواب کیا ہے؟

جواب جو جانور غیر کے نام کا ہو اُس کو اُس ہی نیت سے ذبح کرنا، بسم اللہ کہہ کر بھی حرام ہے، اور جانور حرام ہی رہتا ہے، ایسے جانور کو ذبح نہ کرے، اور کسی کا بکرا کہنا مالک ہونے کی وجہ سے درست ہے؛ مگر کسی کے تعظیم اور قربت کا کہنا حرام ہے اور اگر یہ نیت ہو کہ اس کا ثواب لوجہ اللہ کسی کو پہنچے تو اُس میں کچھ حرج نہیں، تعظیم غیر پر ذبح سے حرام ہوتا ہے، نہ کہ مالک ہونے سے کسی شخص کے، دونوں میں فرق ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص۵۴۹، وفتاویٰ محمودیہ: ج۱،ص۱۸۸)

صدقہ میں رنگ کی قیود لگانا

سوال کیا صدقہ میں کالا مرغا یا کسی رنگ ونسل کا مرغا ضروری ہے؟

جواب جو چیز رضائے الٰہی کے لیے فی سبیل اللہ دی جائے وہ صدقہ کہلاتی ہے۔ نفلی صدقہ کم یا زیادہ اپنی توفیق کے مطابق آدمی کرسکتا ہے، صدقہ سے بلائیں دور ہو جاتی ہیں، صدقہ میں بکرے یا مرغ کا ذبح کرنا کوئی شرط نہیں اور نہ کسی رنگ ونسل کی قید ہے، بعض لوگ جو اس قسم کی قیود لگاتے ہیں وہ اکثر بددین ہوتے ہیں۔

(آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۳)

مسئلہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جو بھی مال خرچ کیا جائے وہ صدقہ ہے، وہ کسی محتاج کو نقد روپیہ پیسہ دے دے، یا کھانا کھلا دے یا کپڑا دیدے یا کوئی اور چیز دیدے؛ لیکن کالا بکرا یا کالی مرغی کی کوئی خصوصیت نہیں، نہ صدقہ کے لیے بکرا یا مرغی ذبح کرنا ہی کوئی شرط ہے؛ بلکہ اگر ان کی نقد قیمت ہی محتاج کو دیدے تو اس کا بھی اتنا ہی ثواب ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۳۰)

مسئلہ کام ہونے پر اگر مٹھائی کی منت مانی تھی تو مٹھائی تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اتنی رقم کسی محتاج کو دے دی جائے۔ (آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۴)

بھینٹ کے مرغ کا حکم

سوال کسی جانور مثلاً مرغا وغیرہ کو جانوروں کے اوپر سے پھیر کر یا کسی انسان کے سر پر سے پھیر گھما کر رکھا جائے تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

جواب یہ مشرکانہ طریقہ ہے، اس کو بھینٹ چڑھانا کہتے ہیں، یہ غیر اللہ کے لیے نذر ہوتی ہے جو کہ مردار کے حکم میں ہے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۷، ص۳۹۴)

غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ کا حکم

سوال غیر اللہ کے نام پر بیل بھینسا چھوڑے جاتے ہیں، اگر اس کا کھانا درست نہیں تو اس سے گابھن کرانا اور بچہ پیدا کرانا کیا درست ہے؟

جواب غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور حرام ہیں، ان کا کھانا ہرگز جائز نہیں؛ لیکن اگر ایسے جانور سے گائے وغیرہ گابھن ہو کر بچہ دے تو وہ بچہ مردار نہیں

Marfat.com

ہے۔(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۷،ص۳۹۱)

کالی بکری کو مخصوص طور پر ذبح کرنا

سوال ایک شخص رمضان کی ۲۷ر تاریخ کو ایک سیاہ رنگ کی بکری ذبح کرتا ہے اور تمام گھر کے آدمی ہلدی میں ہاتھ رنگ کر اس پر لگاتے ہیں، پھر امام صاحب سے ذبح کراتے ہیں، اس کے سری پائے چوراہے پر دفن کرتے ہیں، گوشت پکا کر کھلاتے ہیں اور وہ بکری کالی کے نام کی ذبح کرتے ہیں، اس بکری کا کھانا کیسا ہے؟

جواب یہ فعل سخت گناہ، قریب شرک ہے اور اس بکری کا کھانا حرام ہے، وہ بالکل مردار ہے۔(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۰،ص۸۵)

دریا کے نام پر ذبح کرنا

مسئلہ کوئی چیز بغیر حکم خداوندی کے نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان، دریا کا زمین کو نفع یا نقصان پہنچانا بھی حکم خداوندی کے تحت ہے، پس دریا کے نام پر یا دریا کے لیے بکرا ذبح کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ دریا بکرا لے کر خوش ہو جائے گا، اور ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا، یا حضرت خضر علیہ السلام کے لیے بکرا ذبح کرنا، اس اعتقاد سے کہ وہ خوش ہو کر زمین کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، ناجائز ہے، ایسا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے، اس فعل سے بچنا چاہئے، اس عقیدہ سے توبہ واجب ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنا کہ وہ دریا کے نیز اور ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رکھے درست، نافع اور مستحسن ہے، اور نقصان سے بچنے کے لیے حسب مقدرت اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات کرنا بھی مفید اور موجب ثواب ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۵،ص۲۸۹)

غیر اللہ کی نیاز کا حکم

سوال بزرگوں کے مزارات پر جو نذر و نیاز چڑھائی جاتی ہے، ان بزرگوں کو خوش کرنے کے لیے، کہ ان پر مرغ وغیرہ ذبح کرتے ہیں ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب جو عوام بزرگوں کے نام کی نذر و نیاز مانتے ہیں اور مزارات پر چڑھاوے

Marfat.com

چڑھاتے ہیں، وہ سخت گنہگار ہیں اور وہ نذر حرام ہے، اس کا کھانا بالکل ناجائز ہے، اور مرغ وغیرہ جو جانور بزرگوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں، وہ بالکل مردار ہے، اگر نذر مانتے وقت بزرگوں کے نام کی نذر مانی جائے؛ لیکن اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے، وہ بھی حرام ہے۔ (اگر ذبح اللہ کے لیے اور ثوابِ میت کے لیے کیا جائے تو جائز ہے)

مسئلہ وہ جانور بھی حرام ہیں جن کے بارے میں یہ اعلان اور شہرت دیدی گئی ہو کہ یہ غیر اللہ کے واسطے ہیں خواہ وہ غیر اللہ بت ہوں یا خبیث روح، جیسا کہ بت وغیرہ کے نام پر بھوگ چڑھاتے ہیں اور خواہ وہ روح کسی ایسے جن کی ہو جو کسی مکان پر مسلط ہو اور خواہ بغیر اس جانور کے بھینٹ چڑھائے وہ جن اس گھر کے رہنے والوں سے دست بردار نہ ہو، اور ایسے ہی کسی پیر پیغمبر کے واسطے کوئی زندہ جانور موسوم کر دیا جائے یہ سب شکلیں حرام ہیں، اور صحیح حدیث شریف میں ہے کہ ''جو شخص کسی جانور کو ذبح کر کے غیر اللہ کا تقرب کرنا چاہے وہ ملعون ہے'' خواہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے یا نہ لے؛ کیونکہ وہ جانور غیر اللہ کی طرف منسوب ہو ہی چکا ہے اور اس نسبت کی وجہ سے اس میں ایسی برائی پیدا ہو گئی جو مردار کی برائی سے کہیں زیادہ ہے؛ کیونکہ مردار میں صرف یہی برائی ہے کہ اس کی موت بغیر اللہ کے نام لیے ہوئے واقع ہوئی ہے اور اس جانور کی جان اس غیر خدا کے لیے مقرر کر کے لی گئی ہے، جو عین شرک ہے اور جب یہ برائی اس میں سرایت پذیر ہو گئی تو اب خدا کا نام لینے سے یہ حلال نہیں ہو سکتا، جیسا کہ کتا اور سؤر اگر خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو حلال نہیں ہو جاتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۲۱۶)

مسئلہ غیر اللہ کے نام جو نیاز دی جاتی ہے، اگر اس سے مقصود اس بزرگ کی روح کو ایصال ثواب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو صدقہ کیا جائے اس کا ثواب اس بزرگ کو بخش دینا مقصود ہو تو یہ صورت جائز ہے، اور اگر محض اس بزرگ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے نام کی نذر و نیاز دی جائے، تاکہ وہ خوش ہو کر ہمارے کام بنائے تو یہ ناجائز اور شرک ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۰)

بکری کسی زندہ یا مردہ کے نام کرنا

سوال ایک بکری کسی زندہ یا وفات شدہ کے نام کر دیں اور پھر اس کو ذبح کریں تو

Marfat.com

اس کا کھانا جائز ہے؟ یا ایسا کہے کہ میرا یہ فلاں کام ہو گیا تو میں یہ بکری اس بزرگ کے نام پر ذبح کروں گا؟

جواب بکری کسی بزرگ کے نام کر دینے سے اگر یہ مراد ہے کہ اس صدقہ کا ثواب اس بزرگ کو پہنچے، تو ٹھیک ہے اور اس بکری کا گوشت حلال ہے؛ جبکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کی گئی ہو، اور اگر اس بزرگ کے نام چڑھاوا مقصود ہو تو یہ شرک ہے اور وہ بکری حرام ہے، اِلّا یہ کہ نذر ماننے والا اپنے فعل سے توبہ کر کے اپنی نذر سے باز آجائے۔

(آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۱)

منت کا پورا کرنا واجب ہے

سوال میری والدہ بیمار تھیں، میں نے منت مانی تھی کہ آپریشن ٹھیک ہونے پر سو نفل نماز پڑھوں گا؛ مگر میں نے ٹھیک ہونے پر ۴۸ نفل پڑھے باقی نہیں، کیا کروں؟

جواب اگر آپ کی والدہ صاحبہ کا آپریشن ٹھیک ہو گیا تھا تو سو نفل آپ کے ذمہ واجب ہو گئے، اپنی منت کو پورا کرنا واجب ہے؛ اس لیے باقی بھی پڑھ لیجئے۔

(آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۷)

مسئلہ اگر منت ماننے والا نفل کی تعداد بھول جائے کہ کتنے قبولے تھے، تو حافظے پر زور ڈال کر یاد کیا جائے، جتنے نفلوں کا خیال غالب ہو، اتنے پڑھ لیے جائیں، اور نفل ہی پڑھنا واجب ہوگا، ان کی جگہ صدقہ دینے سے وہ منت پوری نہیں ہوگی۔

(آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۷)

مسئلہ جس کام کے لیے آپ نے منت مانی تھی اگر وہ پورا نہیں ہوا تو منت لازم نہیں ہوئی، اگر آپ نے یوں کہا تھا کہ اتنے روزے رکھوں گا یا اتنا صدقہ دوں گا، تب تو کام پورا ہو جانے کی صورت میں آپ کو اتنے ہی روزے رکھنے ہوں گے، اور صدقہ دینا ہوگا، اور اگر تعداد یاد نہیں تو غور وفکر کے بعد جو مقدار ذہن میں آئے اس کو پورا کرنا ہوگا، اور اگر یوں کہا تھا کہ کچھ روزے رکھوں گا یا کچھ صدقہ دوں گا تو اب اس کا تعین کر سکتے ہیں۔ (آپ کے مسائل: ج۳، ص۴۲۴)

Marfat.com

صدقہ کی امانت گم ہوگئی

سوال میری بہن نے مجھ کو چار سو روپے بکرا صدقہ کرنے کے لیے دیئے؛ لیکن اتفاق سے وہ روپے میری جیب سے کہیں نکل گئے، تو کیا ایسی صورت میں صدقہ ہو گیا یا نہیں؟

جواب آپ کے ذمہ ان پیسوں کا ادا کرنا لازم نہیں، اگر آپ کی بہن نے نفلی صدقہ کے لیے دیئے تھے تو ان کے ذمہ کچھ لازم نہیں، اور اگر نذر مانی تھی تو ان کے ذمہ نذر کا پورا کرنا لازم ہے۔ (آپ کے مسائل: ج ۳، ص ۴۲۴)

رسومات کیا ہیں؟

مسئلہ جتنی رسمیں دنیا میں آنے کے وقت سے مرتے دم تک کی جاتی ہیں ان میں سے اکثر؛ بلکہ تمام رسمیں اسی قسم سے ہیں جو بڑے بڑے سمجھدار اور عقلمند لوگوں میں طوفان عام کی طرح پھیل رہی ہیں، جن کی نسبت لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں گناہ کی کونسی بات ہے؟ مرد اور عورتیں جمع ہوتے ہیں کچھ کھانا پلانا ہوتا ہے، کچھ دینا دِلانا ہوتا ہے، کوئی ناچ نہیں رنگ نہیں، راگ باجہ نہیں، پھر اس میں شرع کے خلاف ہونے کی کیا بات ہے، جس سے روکا جائے؟

اس غلط گمان کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ عام دستور ورواج ہو جانے کی وجہ سے عقل پر پردے پڑ گئے ہیں؛ اس لیے ان رسموں کے اندر جو خرابیاں اور باریک برائیاں ہیں، وہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہوتی، جیسے کوئی نادان چھوٹا بچہ مٹھائی کا مزہ اور رنگ دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی چیز ہے اور اس نقصان اور خرابیوں پر نظر نہیں کرتا جو اس کے کھانے سے پیدا ہوں گی، جن کو ماں باپ ہی سمجھتے ہیں اور اسی کی وجہ سے اس کو روکتے ہیں اور وہ بچہ اُن خیر خواہوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

حالانکہ ان رسموں میں جو خرابیاں ہیں وہ ایسی زیادہ باریک اور پوشیدہ بھی نہیں؛ بلکہ ہر شخص ان رسموں کی وجہ سے پریشان اور تنگ ہے اور ہر شخص چاہتا ہے کہ اگر یہ رسمیں نہ ہوتیں تو بہت ہی اچھا ہوتا؛ لیکن یہ دستور پڑ جانے کی وجہ سے سب خوشی خوشی کرتے ہیں

Marfat.com

اور یہ کسی کی بھی ہمت نہیں ہوتی کہ سب کو ایک دم سے چھوڑ دیں؛ بلکہ طرہ یہ کہ سمجھاؤ تو اُلٹے ناخوش ہوتے ہیں۔

ہر مسلمان مرد وعورت کو لازم ہے کہ ان سب بیہودہ رسموں کے مٹانے پر ہمت باندھے اور دل و جان سے کوشش کرے کہ ایک رسم بھی باقی نہ رہے اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بالکل سادگی سے سیدھے سادھے طور پر کام ہوا کرتے تھے، اسی کے موافق اب پھر ہونے لگیں، اور جو بھی مرد وعورت یہ کوشش کریں گے ان کو بڑا ثواب ملے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''سنت کا طریقہ مٹ جانے کے بعد کوئی زندہ کر دیتا ہے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے'' کیونکہ ساری رسمیں تمہارے ہی متعلق ہیں اس لیے تم اگر ذرا بھی کوشش کرو گے تو بڑی جلدی اثر ہوگا، انشاء اللہ۔ (بہشتی زیور: ج۶، ص۷)

شادی میں بھات دینا

سوال بھانجی کو شادی کے موقع پر سامان ماموں اپنی ہمت کے موفق دیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب بھانجی وغیرہ کے ساتھ صلہ رحمی کرنا امر مباح؛ بلکہ مستحسن ہے؛ لیکن جس طرح پر ہندوستان میں بھات دینے کا رواج ہے وہ محض ہندوانہ رسم اور نمائش ہے اور اصل مقصود جو صلہ رحمی ہے، اس کا ذہن میں تصور تک نہیں؛ بلکہ نام ونمود کی امید اور لوگوں کی طعن وتشنیع اور برادری میں ناک کٹنے کے خوف سے دیا جاتا ہے، اگر پاس موجود نہ ہو تو قرض لے کر دیا جاتا ہے، جو کسی طرح درست نہیں ہے، اگر امورِ مذکورہ نہ ہوں؛ بلکہ محض صلہ رحمی کی نیت سے کوئی دے تب بھی چونکہ عام رواج پڑ چکا ہے؛ اس لیے اس طرز پر نہیں دینا چاہئے؛ بلکہ شادی سے (کافی) پہلے یا کسی دوسرے وقت ضرورت کا احساس کرتے ہوئے جس چیز کی ضرورت ہو بلا ریا کاری اور بغیر کسی کو اطلاع کیے ہوئے دیدے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۲۴۳)

مسئلہ عوام میں مشہور ہے کہ دونوں عیدوں کے درمیان نکاح نہ کیا جائے، کیونکہ میاں بیوی کا نباہ نہیں ہوتا، یہ بالکل غلط اور من گھڑت ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ کا نکاح

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ہی ماہِ شوال میں ہوا ہے۔ (اغلاط العوام: ص۱۶۲)

نکاح کے وقت کلمہ پڑھنا

مسئلہ دولہا کو کلمہ پڑھائے بغیر بھی نکاح صحیح ہو جائے گا؛ کیونکہ وہ پہلے سے ہی مسلمان ہے، نکاح کے وقت مسلمان کو کلمہ پڑھانا شرعاً لازم نہیں، پڑھ دیا جائے تو بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۱۳۱)

مسئلہ شادی بیاہ کے موقع پر لوگ تاریخ رکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مہینہ کی ۳ر ۱۳ر ۲۳ تاریخ نہ ہونا چاہئے اور باقی تاریخ کوئی بھی ہو جائیں، یہ رواج شرعاً بے اصل ہے، اس کی پابندی لازم نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۲، ص۱۹۱)

مایوں اور مہندی کی رسموں کا حکم

مسئلہ ''مایوں بٹھانے'' کی رسم کی کوئی شرعی اصل نہیں، ممکن ہے جس شخص نے یہ رسم جاری کی ہو، اس کا مقصد یہ ہو کہ لڑکی کو تنہا بیٹھنے، کم کھانے اور کم بولنے؛ بلکہ نہ بولنے کی عادت ہو جائے اور اس کو سسرال جا کر پریشانی نہ ہو، بہر حال اس کو ضروری سمجھنا اور محارم شرعی تک سے پردہ کرا دینا، نہایت بے ہودہ بات ہے، اگر غور کیا جائے تو یہ رسم لڑکی کے حق میں ''قید تنہائی'' بلکہ زندہ درگور کرنے سے کم نہیں۔ تعجب ہے کہ روشنی کے زمانہ میں تاریک دور کی یہ رسم خواتین اب تک سینے سے لگائے ہوئے ہیں اور کسی کو اس کی قباحت کا احساس نہیں ہوتا۔

مسئلہ مہندی کی رسم جن لوازمات کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، یہ بھی دورِ جاہلیت کی یادگار ہے جو بظاہر بڑی معصوم نظر آتی ہے؛ مگر درحقیقت بہت سے محرمات کا مجموعہ ہے، اس کو بند کر دینا چاہئے، بچی کے مہندی لگانا تو برائی نہیں ہے؛ لیکن اس کے لیے تقریبات کا منعقد کرنا اور لوگوں کو دعوتیں دینا، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا شوخی انگیز اور بھڑکیلے لباس پہن کر بے محابا ایک دوسرے کے سامنے جانا بے شرمی و بے حیائی کا مرقع ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۸، ص۱۳۲)

Marfat.com

سہرا باندھنا

مسئلہ شادی وغیرہ کے موقع پر سہرا باندھنا ہندانہ رسم ہے جو کہ ہندوستان کے بے علم یا بے عمل مسلم خاندانوں میں بھی ان کے اختلاط (ملنے جلنے کی وجہ) سے باقی رہ گئی ہے، اس کو چھوڑنا لازم ہے، ہندستان کے اکابر علماء کرام حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ ومفتی کفایت اللہ صاحبؒ ومولانا خلیل احمد صاحبؒ اور مولانا تھانویؒ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث "من تشبه بقوم فهو منهم" کی رو سے اس کو منع فرمایا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ص ۱۵۵، ج ۱، وص ۱۹۷، ج ۲)

سندور ومہندی لگانا

مسئلہ عورتوں کا سر کی مانگ (بالوں) میں سندور لگانا بھی اسی حکم میں شامل ہے (یعنی یہ غیر مسلموں کے اختلاط کی وجہ سے مسلم عورتوں میں آ گیا ہے) بلکہ کچھ بڑھ کر ہے، عورتوں کو مہندی لگانا درست ہے؛ بلکہ ان کے لیے مخصوص ہے کہ ہاتھ پیروں کو مہندی لگائیں، مردوں کو ان کی مشابہت اختیار کرنا درست نہیں ہے، حدیث شریف میں لعنت فرمائی گئی ہے۔ لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء."

(مشکوٰۃ شریف، فتاویٰ محمودیہ: ج ۱، ص ۱۵۵)

مسئلہ مسلمان عورتوں کا مانگ میں سندور اور پیشانی پر بندی لگانا، یہ غیر مسلم عورتوں کا شعار ہے، اس سے بچنا لازم ہے، ہرگز اس کو اختیار نہ کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۷، ص ۲۹۴)

سال گرہ منانا

مسئلہ رسم "سال گرہ" یہ خالص غیر اقوام کا طریقہ اور انہی کی رسم ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ مذکور طریقہ (بچہ کی تاریخ پیدائش پر کیک کاٹنا اور جتنے سال کا بچہ ہے اتنی ہی موم بتیاں جلا کر بجھوانا وغیرہ) سے اجتناب کریں، ورنہ اس کی نحوست سے ایمان خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۷، ص ۷۷ وفتاویٰ محمودیہ: ج ۱۷، ص ۳۶۰ وآپ کے

مسائل: ج۸،ص۱۲۷)

مسئلہ چالیس روزہ بچہ کو مسجد میں بھیج کر سجدہ کرانے کی رسم کی بھی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، یہ قابل ترک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۰،ص۸۲)

مسئلہ ایک شخص خود سالگرہ نہیں مناتا، لیکن اس کا کوئی قریبی عزیز سالگرہ میں شرکت کی دعوت دیتا ہے تو اس میں شرکت نہیں کرنی چاہئے؛ کیونکہ فضول چیزوں میں شرکت بھی فضول ہے۔

مسئلہ تحفہ دینا اچھی بات ہے؛ لیکن سالگرہ کی بناء پر دینا بدعت ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۸،ص۱۲۷)

مسئلہ سالگرہ منانا اور قسم قسم کے خرافات کرنا سب شریعت کے خلاف ہے، یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

مسئلہ نئے عیسوی سال کی آمد پر خوشی منانا عیسائیوں کی رسم ہے اور مسلمان جہالت کی وجہ سے مناتے ہیں (جو کہ جائز نہیں ہے) (آپ کے مسائل: ج۸،ص۱۲۹)

روزہ کشائی کی رسم کا حکم

سوال ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ جب بچے کو پہلا روزہ رکھواتے ہیں تو افطار کے وقت اس کے گلے میں ہار پہناتے ہیں، کھانے پکا کر دوست واحباب کو کھلاتے ہیں تو کیا یہ کسی حدیث سے ثابت ہے؟

جواب اس رسم کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، اس کو ثواب سمجھ کر کرنا دین میں اپنی طرف سے زیادتی کرنے کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے؛ بلکہ ثواب نہ بھی سمجھے تو بھی اس کا ترک لازم ہے؛ کیونکہ یہ ایسی رسم بن چکی ہے جس کی قباحت اہل عقل پر ظاہر ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱،ص۳۷۱)

مسئلہ نومولود بچے کی پیدائش پر اسے تحفہ دینا تو بزرگانہ شفقت کے زمرے میں آتا ہے؛ لیکن اس کو ضروری اور فرض وواجب کے درجہ میں سمجھ لینا اور اس کو بچے کی نیک بختی کی علامت تصور کرنا غلط اور جاہلانہ تصور ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۸،ص۱۴۱)

Marfat.com

بسم اللہ خوانی کی تقریب کرنا

سوال یہاں پر بچہ کی بسم اللہ خوانی کا رواج ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ ایسے موقع پر دعوت وغیرہ کی جاتی ہے تو اس کو قبول کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب کسی بزرگ وصالح شخص سے بسم اللہ کرادی جائے اور کچھ غرباء واحباب کو کھلا پلا دیا جائے، تاکہ بچہ کی تعلیم میں برکت ہو تو درست ہے؛ مگر تکلفات وریاء وفخر سے بچنا لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۷، ص ۴۶۲)

مسئلہ آج کل بسم اللہ کے لیے چار سال کی رسم بھی مسلمانوں میں بہت رائج ہے؛ حدیث وقرآن میں اس (چار سال کی عمر کی) کی کوئی اصل نہیں ملتی۔ (اغلاط العوام: ص ۸۱)

مسئلہ رسومات میں سے ایک بسم اللہ کی بھی رسم ہے جو بڑے اہتمام اور پابندی کے ساتھ لوگوں میں جاری ہے، مثلاً بچہ کا چار سال اور چار مہینے اور چار دن کا ہونا اپنی طرف سے مقرر کرلیا جو محض بے اصل اور لغو ہے اور پھر اس کی اتنی پابندی کہ چاہے کچھ ہو اس کے خلاف نہ ہونے پائے، اور جاہل لوگ تو اس کو شریعت کی بات ہی سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے عقیدہ میں خرابی اور شریعت کے حکم میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا (یا سمجھنا) ہے، اصل تو یہ ہے کہ جب بچہ بولنے لگے تو اس کو کلمہ طیبہ سکھاؤ، پھر کسی دیندار بزرگ متبرک کی خدمت میں لے جا کر بسم اللہ کہلا دو اور اس نعمت کے شکریہ میں اگر دل چاہے تو بلا پابندی کے جو توفیق ہو چھپا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خیرات کر دو، لوگوں کو دکھلا کر ہرگز مت کرو۔

مسئلہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب بچے کی زبان کھلنے لگتی ہے تو گھر والے اس سے ابا، اماں، بابا وغیرہ کہلاتے ہیں، اس کی جگہ اگر اللہ اللہ سکھلائیں تو کیسا اچھا ہو۔
(بہشتی زیور: ج ۶، ص ۱۶)

عید مبارک کہنا

سوال آج کل عید کے روز بالخصوص عید کی نماز کے بعد "عید مبارک" کہنے کا عام رواج ہے، کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟

Marfat.com

جواب شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور عوام میں اس کا التزام ہونے لگا ہے؛ اس لیے مکروہ ہے، اور اگر ثواب بھی سمجھا جاتا ہو تو شریعت میں زیادتی اور بدعت ہونے کی وجہ سے سخت گناہ ہے۔

۱۔ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یوم عید کی سنتیں اور مستحبات کی تفصیل بیان فرمائی ہے، اگر ''عید مبارک'' کہنا مستحب ہوتا تو وہ اسے بھی ضرور ذکر فرماتے۔

۲۔ اگر یہ کہنا مستحب ہوتا تو علماء وصلحاء کا اس پر تعامل ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، صرف عوام میں یہ رسم ہے۔

۳۔ مطلقاً دعاء برکت مستحب ہے اور الفاظ مخصوصہ کا التزام بدعت ہے، اگر عید کے روز دعاء کو مقصود سمجھ کر کچھ کہہ دیا جائے مثلاً اللہ تعالیٰ عید کی برکات عطا فرمائیں، مبارک فرمائیں، برکت دیں وغیرہ، تو اس میں کوئی قباحت نہیں، ہمیشہ ہر موقع پر لفظ ''عید مبارک'' ہی کا استعمال اس کی دلیل ہے کہ ان الفاظ ہی کو مقصود سمجھا جانے لگا ہے؛ لہٰذا یہ دین پر زیادتی ہونے کی وجہ سے مکروہ اور بدعت ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۸۴)

(مقصد یہ ہے کہ ''عید مبارک'' کہنے کو مسنون یا ثواب سمجھ کر نہ کہے اور اس لفظ کو ضروری نہ سمجھے؛ بلکہ متفرق دعائیہ جملہ استعمال کریں تو کوئی حرج نہیں ہے)

عیدی مانگنا

مسئلہ عیدی مانگنا (یعنی عیدین کے دن اپنے بڑوں سے زبردستی پیسے لینا) تو جائز نہیں؛ البتہ خوشی سے بچوں کو، ماتحتوں کو، ملازموں کو، ہدیہ دیدیا جائے تو بہت اچھا ہے؛ مگر اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھا جائے اور نہ اس کو سنت تصور کیا جائے۔

(آپ کے مسائل: ج۸، ص۱۲۶)

لباس پہننے کی رسم

مسئلہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ عمامہ باندھنے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں اور بعض بیٹھے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

مسئلہ بعض عوام سمجھتے ہیں کہ نیا جوتا اور نیا کپڑا پہننے سے اس کے ذمہ حساب ہو

Marfat.com

جاتا ہے؛ لیکن ماہِ رجب سے رمضان کے آخری جمعہ تک پہنے ہوتو بے حساب ہو جاتا ہے، یہ سب غلط ہے، غیر شرعی باتیں ہیں۔ (اغلاط العوام: ص۱۴۹)

سجادہ نشینی کی رسم

مسئلہ ایک رسم یہ ہے کہ جب کسی شیخ (پیر) کا انتقال ہو جاتا ہے تو (یہ حماقتیں ہوتی ہیں کہ) اس کے مریدوں نے جمع ہو کر اس کے کسی بیٹے کو یا کسی خادم کو سجادہ نشین کر دیا اور سند کے لیے دستار بندی کر دی خواہ اس میں اہلیت ہو یا نہ ہو۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ جو لوگ ابھی خود اس راستے سے نا آشنا ہیں ان کی اجازت کہاں تک قابل اعتبار ہو سکتی ہے؟ یاد رکھنا چاہئے کہ جتنے لوگ ایسے رسمی سجادہ نشیں سے بیعت ہوں گے ان سب کی گمراہی کا وبال اس سجادہ نشین کے برابر ان اربابِ جلسہ کو بھی مل جائے گا کہ یہ لوگ بانی ضلالت ہوئے، حدیث شریف میں علاماتِ قیامت میں سے آیا ہے کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے۔ (اصلاح الرسوم: ص۱۴۰)

حجاج کرام کی دعوت اور ہدیہ کا لین دین کرنا

مسئلہ اس قسم کے رسم ورواج جاری رہیں تو رحمت کے بجائے زحمت اور بجائے نعمت کے نقمت بن جائے گا، برا ہو ایسی رسومات کا جو رحمت کو زحمت بنا دے۔ یہ (رسومات) سوائے فضول خرچی کے کچھ نہیں؛ لہٰذا ان تمام رسومات کو ختم ہی کرنا چاہئے، ان کو ختم کرنے میں لوگوں کے لیے بڑی سہولتیں ہیں، رسمی لین دین کی فکر نہ ہوگی تو آپس میں ملنا ملانا بھی پورے اخلاص کے ساتھ ہوگا، ممکن ہے کہ اس رسمی لین دین کی حیثیت نہ ہونے کی وجہ سے ملنے ملانے اور دعاؤں کی درخواست کرنے سے محرومی رہے، غرض ان رسومات کی پابندی میں بڑی زحمتیں اور خلافِ شریعت امور کا ارتکاب ہے، اور جن حضرات کو حج کی سعادت نصیب ہو رہی ہے وہ علی الاعلان لوگوں اور رشتہ داروں سے کہہ دیں، رسمی لین دین کی پابندی نہ کریں اور اس کی بالکل فکر نہ کریں، اور جو لوگ ان رسومات کو ختم کریں گے، انشاء اللہ اجر وثواب کے مستحق ہوں گے، آئندہ بھی جو لوگ اس پر عمل کریں گے، انشاء اللہ ان کو ثواب ملے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۱۸۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف: ص۳۳)

Marfat.com

میت والے گھر عید کے دن کھانا بھیجنا

مسئلہ عید کے روز میت والے کے گھر کھانا بھیجنے کا دستور غلط اور قابل ترک ہے، میت کے گھر کھانا بھیجنا پہلے دن مسنون ہے، اس کے بعد خصوصاً عید کے دن کھانا بھیجنے کی رسم کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، غیروں کا ہوسکتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۶، ص۲۷۳)

تبرکات کی زیارت کرانا

مسئلہ کہیں کہیں جبہ شریف یا بالِ مبارک شریف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بزرگ کا مشہور ہے، اس کی زیارت کے لیے یا تو اسی جگہ جمع ہوتے ہیں یا اُن لوگوں کو گھروں میں بلا کر زیارت کراتے ہیں، اور زیارت کرنے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔

اول تو ہر جگہ ان تبرکات کی سند نہیں ہے، اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں، مثلاً شور غل، اور بے پردگی اور کہیں کہیں تو زیارت کرنے والوں کا گانا وغیرہ، ہاں اگر اکیلے میں تبرکات کی زیارت کر لے اور زیارت کے وقت کوئی خلافِ شرع بات نہ کرے تو درست ہے۔

نوٹ: جس چیز کو شرع نے ناجائز کہا ہے اس کو جائز سمجھنا گناہ ہے اور جس کو جائز بتلایا ہو؛ مگر ضروری نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھ کر پابندی کرنا یا نام کمانے کے لیے کرنا یہ بھی گناہ ہے، اسی طرح جس کام کو شرع نے ثواب نہیں بتلایا، اس کو ثواب سمجھنا گناہ ہے اور جس کو ثواب بتلایا ہو؛ مگر ضروری نہ کہا ہوا، اس کو ضروری سمجھنا گناہ ہے، اور جو شخص ضروری تو نہ سمجھے؛ مگر عوام کے طعن کے خوف سے اس کے چھوڑنے کو برا سمجھے یہ بھی گناہ ہے، اسی طرح کسی چیز کو منحوس جاننا گناہ ہے، اسی طرح بغیر شرع کی سند کے کوئی بات تراشنا اور اس کا یقین کر لینا گناہ ہے، نیز خدا کے سوا کسی سے دعاء مانگنا یا ان کو نفع نقصان کا مالک سمجھنا، یہ سب گناہ کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے بچائے، (آمین) یہ سب گُر بتلا دیئے ہیں، اگر ان کا خیال رکھو گے تو سب رسموں کا حال معلوم ہو جائے گا، اور دھوکہ نہ ہوگا۔ (بہشتی

زیور: ج۶، ص۶۲، اصلاح الرسوم: ص۱۵۶)

عقیقے کی رسموں کا بیان

عقیقہ کیسے کریں؟

مسئلہ جس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے، عقیقہ کر دینے سے بچہ کی سب بلائیں دور ہو جاتی ہیں اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

مسئلہ عقیقہ کا یہ طریقہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکرے یا دو بھیڑ اور اگر لڑکی ہو تو ایک بکری یا ایک بھیڑ، یا قربانی کے حصہ میں دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ اور سر کے بال کی برابر بال کٹوا کر سونا یا چاندی تقسیم کر دے (یا پیسے) اور اگر دل چاہے تو بچے کے سر پر زعفران لگا دے۔

مسئلہ اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے تو ساتویں دن ہونے کا خیال کرنا بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو، اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے، یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کے دن کر دے، چاہے جب کرے وہ حساب سے ساتواں دن پڑے۔

مسئلہ یہ جو بعض جگہ دستور ہے کہ جس وقت کہ بچہ کے سر پر اُسترا رکھا جائے اور بال کٹنے شروع ہوں فوراً اسی وقت بکرا وغیرہ ذبح کیا جائے، یہ محض مہمل رسم ہے، شریعت سے سب جائز ہے، چاہے سر کے بال اترنے کے بعد ذبح ہو یا ذبح کر لے تب سر کے بال اتاریں۔

مسئلہ جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں ہے اور جس کی قربانی درست ہے، اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔

مسئلہ عقیقہ کے گوشت کے بارے میں مرضی (یعنی یہ اختیار) ہے چاہے کچا گوشت تقسیم کر دے، چاہے پکا کر بانٹے، چاہے دعوت کر کے کھلا دے، سب درست ہے

مسئلہ عقیقہ کا گوشت باپ، دادا، دادی، نانا و نانی وغیرہ سب کو کھانا درست ہے۔

مسئلہ اگر کسی کو زیادہ توفیق نہیں اس لیے اس نے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکرا (یا ایک ہی حصہ کا) عقیقہ کیا تو اس کا بھی کچھ حرج نہیں ہے اور اگر بالکل عقیقہ ہی نہ کرے تو بھی حرج نہیں ہے۔ (بہشتی زیور: ج ۳، ص ۴۳)

ملاحظہ: یہ باتیں تو ثواب کی ہیں باقی جو فضولیات اس میں نکالی گئی ہیں اس سے بچنے اور پرہیز رکھنے کے قابل ہیں؛ کیونکہ رسموں کی پابندی کی مصیبت میں کبھی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے عقیقہ موقوف رکھنا پڑتا ہے اور مستحب کے خلاف کیا جاتا ہے؛ بلکہ ان رسومات کی وجہ سے بسا اوقات عقیقہ کئی کئی سال بعد ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے احقر کی مرتب کردہ کتاب، مسائل عیدین وقربانی)

ختنوں کی رسمیں

مسئلہ ختنہ میں بھی خرافات، رسمیں لوگوں نے نکال لی ہیں، جو بالکل خلاف عقل اور لغو ہیں، مثلاً لوگوں کو آدمی یا خط بھیج کر بلانا اور جمع کرنا، یہ سنت کے خلاف ہے، کیونکہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ کو کسی نے ختنہ میں بلایا، تو آپؐ نے تشریف لے جانے سے انکار کر دیا، لوگوں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگ تو کبھی ختنہ میں نہ جاتے اور نہ اس کے لیے بلائے جاتے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا مشہور کرنا ضروری نہ ہو، اس کے لیے لوگوں کو بلانا، جمع کرنا سنت کے خلاف ہے، اس میں بہت سی رسمیں آ گئی ہیں جن کے لیے لمبے چوڑے اہتمام کرنے پڑتے ہیں، مثلاً بعض جگہ ان رسموں کی بدولت ختنہ میں اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ لڑکا بڑا ہو جاتا ہے اور سب جمع ہونے والے اس کا بدن دیکھتے ہیں، حالانکہ صرف ختنہ کرنے والے کے علاوہ اوروں کو اس کا بدن دیکھنا حرام ہے، اور یہ گناہ اس بلانے اور دیر میں کرنے کی وجہ سے ہوا، اصل تو یہ ہے کہ جب بچے میں برداشت کی قوت دیکھیں چپکے سے نائی، ختنہ کرنے والے کو بلا کر ختنہ کرا دیں۔ (بہشتی زیور: ج ۶، ص ۱۵)

ختنوں کی دعوت کرنا

مسئلہ ختنہ کے وقت لوگوں کو دعوت دینا یہ خود ہی بدعت ہے، حضرت عثمانؓ بن

Marfat.com

العاص کو کسی نے ختنہ میں شرکت کے لیے بلایا، آپؓ نے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی ختنہ میں نہ جاتے تھے" اور اس دعوت کو اتنا ضروری سمجھنا کہ ختنہ کو بلوغ تک ملتوی کیا جائے، یہ الگ گناہ ہے۔

(امداد المفتیین: ج۱، ص۲۱)

مسئلہ ختنہ کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، بچہ کی طاقت پر منحصر ہے، اگر اس میں طاقت ہو تو جلدی کردیں ورنہ بالغ ہونے تک تاخیر کرسکتے ہیں۔ (رفاہ المسلمین: ص۲۱)

مسئلہ جس کے یہاں شادی یا ختنہ میں رسوم بدعات موجود ہوں اس کے یہاں (دعوت میں) ہرگز شریک نہ ہو، نہ اس کے مکان میں نہ دوسرے کے مکان میں (بعض مرتبہ اپنے مکان میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے کا مکان لینا پڑتا ہے) اگر گھر پر کھانا بھیج دے تو خوف فتنہ کا نہ ہو تو نہ لیوے، اور اگر نہ لینے کے اندر فساد ہو تو دفع فساد کے سبب سے لے لینا چاہئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۶۳)

مسئلہ ختنہ وغیرہ کے وقت اگر رسم کے طور پر لازم سمجھ کر مسجد میں کچھ دیا جائے تو نہ لیا جائے، اگر خوشی کے طور پر امام یا مؤذن کو کچھ دیا جائے تو مضائقہ نہیں، جس کو دیا جائے وہ اس کا ہی حق ہے، اگر مسجد کے لیے کوئی چیز دی جائے تو وہ مسجد کا ہی حق ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۴۰۱)

مسئلہ شادی وختنہ کی خوشی کے موقع پر لڑکے کو اچھے عمدہ کپڑے پہنانا حدود شرع میں رہتے ہوئے، درست ہے، ہار گلے میں نہ ڈالیں، سہرا بھی نہ باندھیں، پٹکہ جو کہ ہندوانہ رسم ہے، اس سے بھی پرہیز کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۷، ص۴۶۳)

مسئلہ یہ غلط ہے کہ بغیر ختنہ کے نکاح درست نہیں ہوتا ہے، یہ جاہلوں کی باتیں ہیں، بغیر ختنہ کے نکاح درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم قدیم: ج۱، ص۱۹)

قرآن کریم کا شہید ہوجانا

مسئلہ یہ عادت بہت شائع ہے کہ اگر نعوذ باللہ قرآن کریم کی بے ادبی ہوجائے (گر جائے) تو اس کے برابر تول کر اناج خیرات کرتے ہیں، اس میں اصل مقصود تو مستحسن وقرین مصلحت ہے کہ بطور کفارہ اور جرمانہ کے صدقہ دیا جاتا ہے، اس میں نفس کا

Marfat.com

بھی انتظام ہے کہ آئندہ احتیاط رکھے؛ لیکن دو باتیں اس میں قابل اصلاح ہیں، ایک تو یہ کہ قرآن کریم کو ترازو میں اناج کے برابر کرنے کے لیے رکھتے ہیں، دوسرا یہ کہ اس کو واجب شرعی سمجھتے ہیں (جبکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے) البتہ اگر ایسا کریں کہ محض مصلحت مذکورہ کی بناء پر تخمینہ سے غلہ وغیرہ دیدیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

(اغلاط العوام: ص ۷۵)

مسئلہ بعض بے علم لوگ جمعہ کے دن عید واقع ہونے کو نا مبارک سمجھتے ہیں، یہ خیال بالکل باطل ہے؛ بلکہ اس میں تو دو برکتیں جمع ہو جائیں گی۔ (اغلاط العوام: ص ۱۸۸)

(الحمد للہ جس وقت یہ مسئلہ نقل کیا جا رہا ہے، تین دن پہلے جمعہ کو ہی عید ہوئی ہے، یعنی یکم شوال ۱۴۲۳ھ مطابق ۶/ دسمبر ۲۰۰۲ء یوم جمعہ۔ رفعت قاسمی)

کھانے کے بعد کی دعاء میں ہاتھ اٹھانا کیا مسنون ہے؟

مسئلہ ہر مسنون اور مستحب دعاء کے لیے ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں ہے، یعنی کھانا کھانے کے بعد کی دعاء میں ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں، طواف کرتے وقت دعاء مسنون ہے؛ مگر اس میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے، نماز کے اندر بھی دعاء ہوتی ہے، سوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، مجامعت کے وقت، بیت الخلاء میں جاتے اور نکلتے وقت دعاء ثابت ہے؛ مگر ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں، اسی طرح کھانا کھانے کے بعد کی دعاء میں بھی ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱۰، ص ۴۵۴، بحوالہ مراقی: ص ۱۸۵، واحسن الفتاویٰ: ج ۱، ص ۳۶۶)

حائضہ کے ہاتھ کی چیزیں کھانا

مسئلہ مشہور ہے کہ زچہ جب تک غسل نہ کرے اس کے ہاتھ کی کوئی چیز کھانا درست نہیں، یہ بھی غلط ہے، حیض ونفاس میں ہاتھ ناپاک نہیں ہوتے۔

مسئلہ بعض عوام سمجھتے ہیں کہ چلے کے اندر زچہ خانہ (پیدائش کی جگہ) میں خاوند کو نہ جانا چاہئے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

مسئلہ عام عورتیں زچگی (پیدائش کے دنوں) میں چالیس روز تک نماز پڑھنا جائز

Marfat.com

نہیں سمجھتیں، اگرچہ پہلے ہی پاک ہو جائیں، یہ بات بالکل دین کے خلاف ہے، چالیس دن نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے، باقی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں، جس وقت بھی پاک ہو جائے غسل کر کے فوراً نماز شروع کر دے۔

مسئلہ اسی طرح اگر چالیس دن میں بھی خون بند نہ ہو تو چالیس دن کے بعد پھر اپنے آپ کو پاک سمجھ کر غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ (اغلاط العوام: ص ۴۶)

دعائے گنج العرش، دعائے قدح وغیرہ پڑھنا

سوال پنج سورہ (جو تقریباً ہر مسجد میں پایا جاتا ہے) اس میں دعائے گنج العرش اور دعائے قدح وغیرہ ہے، اس کا شرعی ثبوت کیا ہے؟ بعض علماء اس کے پڑھنے سے روکتے ہیں؛ کیونکہ گنج العرش کا ثبوت صحاح ستہ یا کسی اور صحیح حدیث سے نہیں ہے، پنج سورہ میں دعائے گنج العرش کے متعلق لکھا ہے کہ دعاء حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ بطور وحی نازل ہوئی ہے، اور اس دعاء کے بڑے فضائل بتلائے ہیں؛ لہٰذا مندرجہ ذیل امور کے متعلق صحیح رہنمائی فرما دیں۔

۱۔ کیا دعائے گنج العرش کا ثبوت صحیح احادیث سے ہے یا نہیں؟

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں یہ دعاء پڑھی یا کسی صحابیؓ کو سکھلائی ہے؟

۳۔ اگر اس کا ثبوت صحیح احادیث سے نہ ہو تو آج تک جو لوگ بغرض ثواب اس دعاء کا وِرد کرتے رہے ان کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرما کر مہربانی فرماویں۔

جواب باسمہٖ تعالیٰ حامدًا و مصلیًا و مسلمًا.

(۱، ۲، ۳) مذکورہ ادعیہ کی روایات کو موضوع لکھا گیا ہے، کسی معتمد و مشہور محدث نے ان روایات کی تصدیق نہیں کی؛ لہٰذا ان ادعیہ کو مستند سمجھنا اور لکھے ہوئے فضائل کو صحیح جان کر پڑھنا غلط ہے، قرآنِ کریم کی تلاوت اور احادیث میں وارد شدہ ذکر و اذکار، درود شریف، پہلا، تیسرا اور چوتھا کلمہ، استغفار حصن حصین، حزب الاعظم، مناجات مقبول وغیرہ جو علمائے کرام کے معمولات میں رہتا ہے اس پر اکتفاء کرنے میں بھلائی، برکت اور

Marfat.com

ہدایت ہے۔

دعائے قدح کے متعلق جو روایت پنج سورہ میں ہے وہ بھی موضوع ہے؛ لہٰذا اسے مستند اور صحیح نہ سمجھنا چاہئے، اور اس کے مطابق عمل بھی نہ کیا جاوے، قرآن کریم کی تلاوت اللہ سے قرب حاصل کرنے کا مضبوط ذریعہ ہے، احادیث میں قرآن کریم اور اس کی تلاوت کے بہت سے فضائل وارِد ہوئے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت اور اسے سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی لوگ سعی نہیں کرتے اور غیر مستند اشیاء لے کر بیٹھ جاتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت ہمہ تن متوجہ ہو کر شوق سے خوب کی جائے اور معاً ذکر اللہ پہلا، تیسرا، چوتھا کلمہ، استغفار اور درود شریف وغیرہ مستند دعائیں بھی پڑھتے رہنا چاہئے،

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

سوال نور نامہ، عہد نامہ، دعاء گنج العرش، درود تاج، درود لکھی کی اصلیت کیا ہے؟ ان کی تعریفات درست ہیں یا مبالغہ؟ دوسرے ان کا ثبوت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا لوگوں نے خود تالیف کیا ہے؟ ان کے پڑھنے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

جواب ان کی کوئی سند صحیح ثابت نہیں، جو تعریفیں لکھی ہیں، بے اصل ہیں، بجائے ان کے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے، درود شریف، کلمہ شریف اور استغفار پڑھا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۹۴)

ختم خواجگان کا اجتماعی طور پر دوامی معمول بنانا

سوال بعض جگہ ختم خواجگان اجتماعی طور پر پڑھا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ کیا ہمیشہ پڑھنا بدعت ومکروہ نہ ہوگا؟ بینوا توجروا

جواب اس سلسلہ کا ایک سوال احقر نے حضرت مفتی محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ (مظاہر علوم سہارنپور) سے کیا تھا، مفتی یحییٰ صاحب نے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت نے اس کا جواب املاء فرمایا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوال وجواب ہی نقل کر دیا جائے، انشاء اللہ اس سے آپ کے سول کا جواب ہو جائے گا۔

سوال ہمارے بزرگوں کے یہاں ختم خواجگان کا معمول ہے اور جو حضرات ان

Marfat.com

سے متعلق ہیں ان میں سے بعض اپنے مقام پر عمل پیرا ہیں، اسی طرح سورۂ یٰسین شریف کا اجتماعی ختم ہوکر اس کے بعد اجتماعی دعاء ہوتی ہے، اس پر شرح صدر نہیں ہے، آپ کو تو اس کے جواز کے دلائل معلوم ہی ہوں گے، تحریر فرما کر ممنون فرمائیں، وجہ اشکال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ہے جو فتاویٰ رحیمیہ ۳۰۶، ۳۰۷ جلد اول میں بحوالہ ازالۃ الخفاء، الاعتصام اور مجالس الابرار مذکور ہے، بعض حضرات نے فتاویٰ رحیمیہ کے مطالعہ کے بعد اشکال کیا کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ میں یہ لکھا ہوا ہے اور سہارنپور، دہلی وغیر مقامات پر ہمارے بزرگوں کے یہاں ختم خواجگان اور ختم سورۂ یٰسین شریف کا معمول ہے، کیا یہ عمل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے واقعہ کے خلاف نہیں ہے؟ اور یہ التزام مالا یلزم نہیں ہے؟ دونوں میں وجہ فرق کیا ہے؟ اگر یہ علاجاً یا دفع آفات کے لیے تجویز کیا گیا ہے تو علاج یا آفات وقتی چیز ہے، جس طرح قنوتِ نازلہ ہنگامی حالات میں پڑھا جاتا ہے، اس پر مداومت نہیں ہوتی، اسی طرح یہاں بھی ہونی چاہئے۔ فقط والسلام بینوا توجروا

الجواب حامدًا و مصليًا و مسلمًا

دو چیزیں ہیں، ایک تو مداومت اور ایک اصرار، دونوں کا حکم الگ الگ ہے، امر مندوب پر مداومت قبیح نہیں ہے، فقہاء نے امر مندوب پر اصرار کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اصرار یہ ہے کہ کسی عمل کو ہمیشہ کیا جائے اور نہ کرنے والے کو گنہ گار سمجھا جائے، اس کی تحقیر و تذلیل کی جائے، تو یہ مکروہ ہے، اگر امر مندوب پر مداومت ہو اصرار نہ ہو تو مندوب مندوب ہی رہتا ہے، مثلاً کوئی شخص وضو کے بعد تحیۃ الوضو پڑھتا ہے اور اس کو ضروری نہیں سمجھتا اور نہ پڑھنے والوں کو گنہ گار نہیں سمجھتا اور ان کو ملامت نہیں کرتا، تو اس میں کوئی کراہت نہیں، اب جو اعمال علاجاً کیے جائیں یا کسی سبب کی وجہ سے کیے جائیں تو جب جب علاج کی ضرورت ہوگی یا وہ سبب پایا جائے گا اس عمل کو کیا جائے گا۔

قنوتِ نازلہ اول تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزانہ نمازِ فجر میں پڑھا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتلائے عام کے وقت اجازت دی ہے، اس کا سبب ابتلائے عام ہے؛ لہٰذا جب تک ابتلائے عام رہے گا، اس کو پڑھا جائے گا اور جب یہ سبب ختم ہو جائے گا نہیں پڑھا جائے گا۔

ختم خواجگان حصول برکت کے لیے پڑھا جاتا ہے، مشائخ کا مجرب عمل ہے کہ اس

Marfat.com

کی برکت سے دعاء قبول ہوتی ہے اور کون سا وقت ایسا ہے کہ برکت کی خواہش نہیں ہوگی؛ لہٰذا جب اس کا مقصد حصول برکت ہے تو جب جب حصول برکت کی خواہش ہوگی اس کو پڑھا جائے گا اور ہر وقت برکت کی خواہش ہوتی ہے اس لیے مداومت کرتے ہیں؛ مگر اصرار نہیں کرتے ہیں، فقط۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۵، ۴۷۶)

سوا لاکھ کے ختم کا ثبوت

سوال دفع مصائب اور کسی کی وفات پر کلمہ طیبہ یا آیت الکرسی پڑھی جاتی ہے جس کی تعداد سوا لاکھ کی متعین ہے، اس پر کیا دلیل شرعی ہے؟ اور کیا تعداد متعین کرنا بدعت ہے؟

جواب دفع مصائب کے لیے جو ختم شریف پڑھا جاتا ہے وہ بطور علاج ہے، اس کے لیے قرآن وحدیث سے ثبوت ضروری نہیں ہے، صرف اتنا کافی ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے منافی ومعارض یعنی شرعاً ممنوع ومذموم نہ ہو، جیسا کہ غیر شرعی رقیہ ممنوع ہے، ایسے ہی ختم میں جو تعداد متعین ہے وہ ایسی نہیں جیسی رکعتِ نماز کی تعداد یا طوافِ کعبہ کے چکر کی تعداد ہے کہ اس کے لیے صراحۃً ثبوت ضروری ہے؛ بلکہ وہ ایسی ہے جیسے حکیم نسخہ میں لکھتے ہیں کہ عناب ۵ دانہ، بادام سات دانہ کہ یہ تجربات سے ثابت ہیں، اس کے لیے قرآن وحدیث سے ثبوت طلب کرنا بے محل ہے اور جب اس ختم کی شان معالجہ کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے، تعداد کا تجربہ متعین کر دینا خلاف شرع نہیں ہے، علاج کے لیے سات کنوئیں کا پانی سات مشکوں میں منگانا تو خود حدیث شریف سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۲، ص۱۲۳)

مصائب کے وقت سورۂ یٰسین کا ختم کرنا

سوال دفع مصائب و بلیات اور حصولِ برکات کے لیے یٰسین شریف کا ختم بزرگوں کا مجرب عمل ہے؛ لہٰذا جب تک مصائب ہوں، بطور عمل اور بطور علاج اس کا ختم کیا جا سکتا ہے، اسے مسنون طریقہ اور شرعی حکم نہ سمجھا جائے اور جو لوگ ختم میں شریک نہ ہوں ان پر کسی طرح کا طعن نہ کیا جائے اور نہ ان کی طرف سے بدگمانی کی جائے۔ (فتاویٰ

رحیمیہ: ج۱۰،ص۴۷۰)

مسئلہ ختم خواجگان حصولِ برکت کے لیے پڑھا جاتا ہے، مشائخ کا مجرب عمل ہے، اس کی برکت سے دعاء قبول ہوتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۷،ص۴۷۶)

دریا میں صدقہ کی نیت سے پیسے ڈالنا

سوال دریا کے پلوں سے گزرتے ہوئے مسافر پانی میں روپے پیسے بہا دیتے ہیں، کیا یہ عمل صدقہ کی طرح دافع بلا ہے؟

جواب یہ صدقہ نہیں؛ بلکہ مال کو ضائع کرنا ہے؛ اس لیے یہ ثواب کا کام نہیں ہے؛ بلکہ موجب وبال ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۸،ص۱۲۹)

مکان کی بنیاد میں خون ڈالنا

مسئلہ نیا مکان بناتے وقت بنیادوں میں بکرے کو کاٹ کر خون ڈالنا اور گوشت غریبوں میں تقسیم کرنا یا سونا وچاندی بنیادوں میں ڈالنا، ان سب کی کوئی شرعی اصل نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۸،ص۱۲۸)

نئے مکان یا دکان کی خوشی کرنا

مسئلہ مٹھائی تقسیم کرنا، نئے مکان کی خوشی میں کوئی مضائقہ نہیں؛ مگر شیرینی وغیرہ میں کچھ تفاخر ونمائش کا رنگ نہ آنے پائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۷،ص۳۴۴)

مسئلہ شکرانہ میں فقراء کو صدقہ دینا اور احباب کو کھلانا سب کچھ درست اور باعثِ خیر وبرکت ہے، خواہ کھیت (وباغ وغیرہ) پر ہو، بکرا ذبح کر کے ہو یا گوشت خرید کر ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۷،ص۴۰۲)

(بعض جگہ مشرکین فصل کی پیداوار کے وقت بکرا وغیرہ ذبح کر کے پوجا پاٹ کرتے ہیں، اگر یہ شکل ہو تو پھر کھیت وغیرہ کے بجائے گھر پر ہی یا گھر سے پکوا کر دعوت کی جائے، تاکہ غیر مسلم کے مشابہ نہ ہو) (رفعت قاسمی)

Marfat.com

چیچک میں تدابیر کرنا

سوال مرض چیچک میں مریض کے گلے میں چھاؤ کی وجہ سے سونا باندھنا اور گھر والوں کو اس زمانہ میں کپڑے نہ بدلنے دینا، یا کپڑے بدل کر مریض کے گھر نہ جانا، یا باہر سے آئے ہوئے کو فوراً مریض کے پاس نہ جانے دینا اور گوشت وغیرہ نہ پکانا وغیرہ یہ سب شرعاً کیسا ہے؟

جواب اگر تجربہ کار حکیم بتلائے کہ ایسے مریض کو گوشت کی بو یا دھلے ہوئے کپڑے کی بو مضر ہے، تو اس سے پرہیز کی بناء پر علاجاً احتیاط کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ لیکن غیر مسلموں کے اس عقیدہ کے ماتحت ان چیزوں سے بچنا کہ ماتا جی ہے اور وہ ان (مذکورہ) چیزوں سے ناراض ہوتی ہے (یعنی چیچک) جیسا کہ اسی عقیدہ سے ہندو اس کی بہت خاطر، مدارات کرتے ہیں اور پوجتے ہیں، یہ ناجائز اور منع ہے، یہ اہل اسلام کا عقیدہ نہیں، خلافِ شرع امور سے بچنا لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۶، ص۷۷)

مسئلہ طاعون و چیچک سے تحفظ کے لیے علاج کے طور پر انجکشن لگوانا جیسے اور جائز تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، یہ بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۷، ص۳۱۰)

پوجا کے لیے چندہ دینا

سوال میرے دفتر میں ہر جمعرات کو غیر مسلم حضرات پوجا کے لیے چندہ جمع کرتے ہیں، اگر نہ دیں تو دشمن بن جائیں گے، نیز پوجا کی مٹھائی کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر پیسے دیئے بغیر چھٹکارہ نہیں تو جو لوگ مانگتے ہیں ان کو مالک بنانے کی نیت سے دیدیں، پھر وہ اپنی طرف سے جہاں چاہے خرچ کریں، اور مٹھائی وغیرہ بھی اگر لینا ضروری ہو تو اس کو لے لیں پھر کسی جانور وغیرہ کو کھلا دیں، پوجا اور چڑھاوے کی مٹھائی وغیرہ نہ کھائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۷، ص۴۸۲)

ملاحظہ: اگر کسی مجبوری سے چندہ دینا پڑ جائے تو اس کو چاہئے کہ جو شخص چندہ لینے کے لیے آئے اس کو دینے کی نیت سے چندہ دیدے، وہ جہاں چاہے خرچ کرے، براہِ راست پوجا وغیرہ کے لیے نہ دے، یعنی لینے والے کو رقم کا مالک بنادے۔ (رفعت قاسمی)

Marfat.com

غیر مسلم کے تہواروں کی مبارک بادی دینا

مسئلہ غیر مسلموں کے تہوار کے دن ان کو مبارک باد دینے یا خط وغیرہ کے ذریعہ سے بھیجنے میں، اگر کوئی جملہ شرکیہ وکفریہ کا نہیں کرتا تو گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

(نظام الفتاویٰ: ج۱،ص۴۸)

غیر مسلم کے تہوار ہولی میں شرکت کرنا

مسئلہ جب قبر پرستی اور تعزیہ داری میں شریک ہونا اور حصہ لینا جائز نہیں تو ہولی میں شریک ہونا اور عملاً حصہ لینا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ (یعنی جائز نہیں ہے) اور ہولی کے (لکڑیوں کے چٹے جلانے کے) اِردگرد چکر لگانا، سجدہ کرنا، ناریل وغیرہ چڑھانا قطعاً حرام اور مشرکانہ فعل ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱،ص۱۵، وفتاویٰ محمودیہ: ج۱۷،ص۲۶۹)

مسئلہ قرآن کریم میں 'انا للّٰہ و انا الیہ راجعون' کا پڑھنا، مصیبت کے وقت بتایا گیا ہے، اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم کے مرنے کو بھی اپنے حق میں مصیبت سمجھتا ہے تو واقعی اس دعاء کو پڑھے؛ مگر حدیث شریف میں تو یہ آیا ہے کہ فاجر کے مرنے سے اللہ کی زمین اور اللہ کے بندے راحت پاتے ہیں۔ (آپ کے مسائل: ج۸،ص۳۰۵)

سورج گہن اور حاملہ عورت

سوال ہمارے یہاں یہ بات مشہور ہے کہ گہن کے وقت حاملہ عورت یا اس کا خاوند کوئی کام نہ کرے کاٹنے وغیرہ کا، ورنہ اولاد جب ہوگی تو کوئی نہ کوئی حصہ کٹا ہوا ہوگا، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب حدیث شریف میں اس موقع پر صدقہ وخیرات، توبہ واستغفار، نماز اور دعاء کا حکم ہے، دوسری باتوں کا ذکر نہیں؛ اس لیے ان کو شرعی چیز سمجھ کر نہ کیا جائے، یہ تو ہم پرستی ہے، جو غیر مسلم معاشرے سے ہمارے یہاں منتقل ہوئی ہے۔ ہاں! اگر حکیم وڈاکٹر وغیرہ تجربات کی روشنی میں کچھ بتائیں تو الگ بات ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۸،ص۲۲۵)

مسئلہ مشہور ہے کہ چاند اور سورج کے گہن کے وقت کھانا پینا منع ہے، اس کی بھی

Marfat.com

کوئی اصل نہیں ہے؛ البتہ وہ وقت توجہ الی اللہ کا ہے؛ اس لیے کھانے پینے کا شغل ترک کر دینا اور بات ہے، رہا یہ کہ دنیا کے تمام کاروبار؛ بلکہ گناہ تک (کے افعال) تو کرتا رہے اور صرف کھانا پینا چھوڑ دے، یہ شریعت کو بدل ڈالنا اور بدعت ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۱۸۹)

بسم اللہ کے بجائے ۷۸۶ تحریر کرنا

مسئلہ ۷۸۶، بسم اللہ شریف کے عدد ہیں، بزرگوں سے اس کے لکھنے کا معمول چلا آتا ہے، غالباً اس کو رواج اس لیے ہوا کہ خطوط عام طور پر پھاڑ کر پھینک دیئے جاتے ہیں، جس سے بسم اللہ کی بے ادبی ہوتی ہے، اس بے ادبی سے بچانے کے لیے غالباً بزرگوں نے بسم اللہ شریف کے اعداد لکھنے شروع کیے؛ البتہ اگر بے ادبی کا اندیشہ نہ ہو تو بسم اللہ شریف ہی لکھنی چاہئے۔ (آپ کے مسائل: ج ۸، ص ۳۴۸)

مسئلہ بسم اللہ کے بدلے ۷۸۶ لکھنے پر بسم اللہ کا ثواب نہیں ملے گا، یہ تو بسم اللہ کا عدد ہے جن سے اشارہ ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۸، ص ۳۵)

مسئلہ بعض لوگ ''السلام علیکم'' کے بجائے خط میں سلام مسنون لکھ دیتے ہیں، اگر خط میں کوئی یہ لکھے کہ ''بعد سلام مسنون عرض ہے'' تو چونکہ شریعت میں یہ صیغہ سلام کا نہیں ہے؛ بلکہ ''السلام علیکم'' ہے؛ اس لیے اس صیغہ یعنی ''سلام مسنون'' کا جواب دینا واجب نہ ہوگا، اگر چہ سلام مسنون لکھنا جائز ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ بعض اکابر نے خطوط میں جو بطور سلام، سلام مسنون لکھا ہے، وہ اس لیے ہے کہ انہوں نے مخاطب پر جواب واجب کرنے سے احتیاط فرمائی، جیسے چھینکنے پر الحمد للہ آہستہ کہنے، یا آیت سجدہ کو کھلی آواز سے نہ پڑھنے کی تعلیم فرمائی، تا کہ دوسروں پر واجب نہ ہو۔ (اغلاط العوام: ص ۱۳۱)

غمی کی تقریبات اور ضیافتیں

مسئلہ موت جو غم کا موقع ہوتا ہے اس موقع پر تیجہ، دہم، چہلم، ششماہی، برسی وغیرہ کیا جاتا ہے، اور بڑے اہتمام سے اسے ادا کیا جاتا ہے، دعوتیں دی جاتی ہیں، اگر اپنی گنجائش نہ ہو تو قرض لے کر بھی ان رسوم کو ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اس میں

Marfat.com

شرکت کرنے والے اس طرح شرکت کرتے ہیں، جیسے شادی کی تقریب ہو، خاص کر عورتیں زرق برق لباس کا اہتمام کرتی ہیں، یہ سب چیزیں بدعت اور ناجائز ہیں۔

مسئلہ کچھ پڑھ کر، یا غرباء کو کھانا کھلا کر، یا کچھ دے کر ایصال ثواب اور میت کے لیے دعائے مغفرت یقیناً ثابت ہے، اور میت کے لیے ایصال ثواب بلاشک وشبہ جائز؛ مگر اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ میسر ہو صدقہ کرے یا کوئی بدنی عبادت، نوافل، روزہ، قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف وغیرہ پڑھ کر جس کو چاہے بخش دے یا اہل میت اپنے خاص اعزہ واقرباء، دوست احباب کو خبر دے کر دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کریں اور وہ لوگ کچھ پڑھ کر یا خیرات کر کے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کریں۔

فقیہ حافظ الدین ابن شہاب کردری (المتوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

و یکرہ اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام غم، فلا یلیق فیها ما یختص باظهار السرور و ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا،

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ: ج۶، ص۳۷۹، کتاب الکراہیۃ فصل۹)

ترجمہ: ''ایام مصیبت میں دعوت کرنا مکروہ ہے؛ کیونکہ یہ غم کے دن ہیں، جو کام اظہار خوشی کے لیے مخصوص ہوں وہ ان ایام کے لائق نہیں، اور اگر غرباء کے لیے کھانا تیار کرے تو بہتر ہے۔''

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

جواب اموات کو ثواب پہنچانا مستحسن ہے، عباداتِ مالیہ وعباداتِ بدنیہ دونوں کا ثواب پہنچتا ہے؛ لیکن ایصالِ ثواب کے لیے شریعت مقدسہ نے جو صورتیں مقرر نہیں کیں، ان کو مقرر کرنا اور ایصالِ ثواب کی شرط سمجھنا یا مفید جاننا بدعت ہے، شرعی صورت اس قدر ہے کہ اگر کسی میت کو ثواب پہنچانا ہے تو کوئی بدنی عبادت کرو، مثلاً نماز پڑھو، روزہ رکھو، قرآن مجید کی تلاوت کرو، درود شریف پڑھو وغیرہ، اور اس عبادت کا ثواب جس کو پہنچانا ہو اس کو اس طرح پہنچاؤ کہ ''یا اللہ! میں نے جو نماز پڑھی ہے یا روزہ رکھا ہے یا تلاوت کی ہے یا درود شریف پڑھا ہے اس کا ثواب اپنے فضل ورحمت سے فلاں میت کو پہنچا دے'' اسی طرح اگر عباداتِ مالیہ کا ثواب پہنچانا ہے تو جو میسر ہو اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں صدقہ

Marfat.com

کرو، یا مسجد بنواؤ، کنواں بنواؤ، سرائے، مسافر خانہ تعمیر کرو، دینی مدرسہ قائم کرو وغیرہ، اور مذکورہ بالا طریقے پر خدا تعالیٰ سے دعاء کرو کہ وہ ان چیزوں کا ثواب اس میت کو پہنچا دے جسے تم پہنچانا چاہتے ہو، یہ تو ایصالِ ثواب کا شرعی طریقہ ہے، اب اس کے لیے کوئی خاص تاریخ یا دن معین کرنا اور اس تعیین کو وصول ثواب کی شرط یا زیادت ثواب کے لیے بغیر شرعی دلیل کے مفید سمجھنا یا خاص چیزیں مقرر کرنا یا خاص مقام مثلاً خاص قبر پر صدقہ کرنے کی تعیین یا مردے کے جنازے کے ساتھ لے جانے کو ضروری یا مفید سمجھنا اور بھی اکثر امور جو رسم ورواج کے طور پر قائم ہو گئے ہیں، یہ سب خلاف شریعت اور بدعت ہیں۔

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بھی بے اصل ہے، اگر کھانے کا صدقہ کرنا مقصود ہے تو صدقہ کر دو، کسی مستحق کو دیدو، اگر تلاوت قرآن مجید یا درود کا ثواب پہنچانا ہے تو وہ بھی کرو؛ مگر دونوں کا ثواب پہنچنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ہی پڑھا جائے، یہ اشتراط نہ شریعت سے ثابت ہے اور نہ معقول؛ کیونکہ کھانے پر فاتحہ دینے والے بھی کپڑے یا پیسے کا ثواب پہنچانا چاہتے ہیں تو اس پر وہ بھی فاتحہ نہیں پڑھتے، الغرض ایصالِ ثواب فی حد ذاتہ جائز اور مستحسن ہے؛ لیکن اس کی اکثر مروّج صورتیں ناجائز اور بدعت ہیں۔" (کفایت المفتی: ۱۱۲،۱۱۳ ج ۴، کتاب الجنائز)

آپ کا دوسرا فتویٰ: "ایصالِ ثواب جائز بلکہ مستحسن ہے؛ مگر اس کا صحیح شرعی طریقہ یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ میسر ہو صدقہ کر دے یا کوئی بدنی عبادت مثلاً نماز نفل، نفل روزہ، تلاوت قرآن مجید کرے اور اس کا ثواب جس کو بخشنا چاہے بخش دے، اس میں کسی دن اور تاریخ یا کسی معین چیز کی تخصیص اور تعین نہ کرے، نہ اس کو لازم اور ضروری قرار دے، تیجہ اور دسواں اور چہلم ان تخصیصات کی وجہ سے اور ان کو مستقل رسم قرار دے لینے کی وجہ سے بدعت ہیں، ان کی بطور رسم ادائیگی موجب ثواب ہی نہیں پھر ایصالِ ثواب کہاں؟

(کفایت المفتی: ج ۴، ص ۱۲۲، کتاب الجنائز)

الغرض تیجہ، دسواں، بارہواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور برسی، یہ اسلامی تقریبات نہیں ہیں، غیر اقوام کی ہمسائیگی اور تقلید کا نتیجہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱۰، ص ۳۹۴ تا ص ۳۹۷)

مزارات پر عرس اور قوالی

مسئلہ زیارت قبور یقیناً مسنون ہے، مزارات سے عبرت حاصل کرنا، دعاء مغفرت اور فاتحہ خوانی کے لیے جانا اور بخشانا یہ سب جائز ہے، منع نہیں ہے؛ لیکن رسمی عرس جسے شرعی حکم اور ضروری سمجھ کر ہر سال وفات کے دن اجتماعی صورت میں کیا جاتا ہے، یہ ناجائز اور بدعت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہ اہل کتاب کا (یعنی غیروں کا) رواج ہے، اگر اسلامی حکم اور دینی امر ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس کرتے، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عرس کیا جاتا، حالانکہ حدیث سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا تجعلوا قبری عیدًا" کہ میری قبر کو عید (تہوار) مت بناؤ، (مشکوٰۃ شریف: ص ۸۶) یعنی جس طرح تہوار میں لوگ ایک ہی تاریخ میں جمع ہوتے ہیں اس طرح میری قبر پر جمع نہ ہونا۔

عید (تہوار) میں یہ تین چیزیں خاص طور پر ہوتی ہیں (۱) تاریخ متعین کرنا (۲) اجتماع (۳) خوشی منانا؛ لہٰذا اس حدیث سے مزاروں پر ایک متعین تاریخ پر جمع ہونے اور خوشی منانے کی ممانعت ثابت ہوئی، چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لا تجتمعوا لزیارته اجتماعکم للعید، فانه یوم لهو و سرور، و حال الزیارة بخلافه، و کان داب اهل الکتاب فاورثهم القسوة" یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبر کی زیارت کے لیے مثل عید کے جمع نہ ہونا چاہئے؛ کیونکہ عید کا دن تو کھیل اور خوشی (اور کھانے پینے) کا دن ہے، اور زیارتِ قبر کی شان تو اس سے علیحدہ ہے (زیارت کا مقصد عبرت حاصل کرنا ہے، موت اور آخرت کو اور اپنے انجام کو یاد کرنا ہے) قبر پر عرس منانے کا رواج اہل کتاب کا ہے جس کی وجہ سے ان کے قلوب بھی سخت ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا دن یا تاریخ متعین نہیں ہے، سال کے درمیان کتنے ہی عشاق آتے رہتے ہیں اور زیارت کر کے اجر و ثواب سے مالا مال ہوتے ہیں، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر عرس

اور اجتماع نہیں، تو دیگر بزرگانِ دین کے مزاروں پر کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ اسی لیے بزرگانِ دین، محدثین اور فقہاء کرام نے صریح الفاظ میں رواجی عرس کو ناجائز تحریر فرمایا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰،ص۴۰۹)

قاضی ثناء اللہؒ صاحب پانی پتی اپنی کتاب تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ ''جاہل لوگ اولیاء اور شہداء کی قبروں سے جو برتاؤ کرتے ہیں یعنی قبروں کو سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا، اس پر چراغاں کرنا اور ہر سال عید کی طرح وہاں پر جمع ہونا جس کو ''عرس'' کا نام دیتے ہیں، یہ سب امور ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۲،ص۳۱۹)

مسئلہ عورتوں کو مزار پر جانے کی ممانعت اور مردوں کو خاص عرس کے موقع پر نہ جانے کی ہدایت کی وجہ، اعتقادی اور علمی خرابی ہے۔ (مردوں کو) عرس کے بعد جانا چاہئے، کیونکہ میلوں میں بدعات امور نامشروعہ اکثر ہوتے ہیں اور عام لوگ اپنے نفس پر ان سے بچنے پر قابو نہیں رکھتے اور اولیاء اللہ کے دربار (مزار) میں گناہ کا ارتکاب اور زیادہ سخت ہے۔ (خلاصۂ فتاویٰ رحیمیہ: ج۲،ص۳۰۹ وفتاویٰ رشیدیہ: ص۵۵۵)

مسئلہ بزرگوں کے مزار پر عرس کرنا، چادریں چڑھانا اور ان سے منتیں مانگنا بالکل ناجائز اور حرام ہے، بزرگوں کے عرس کے رواج کی بنیاد غالباً یہ رہی ہوگی کہ کسی شیخ کی وفات کے بعد ان کے مریدین ایک جگہ جمع ہو جایا کریں اور کچھ وعظ ونصیحت ہو جایا کرے؛ لیکن رفتہ رفتہ یہ مقصد تو غائب ہو گیا اور بزرگوں کے جانشین باقاعدہ استخوان فروشی کا کاروبار کرنے لگے اور ''عرس شریف'' کے نام سے بزرگوں کی قبروں پر سینکڑوں بدعات ومحرمات اور خرافات کا ایک سیلاب امڈ آیا اور جب قبر فروشی کا کاروبار چمکتا دیکھا، تو لوگوں نے (بعض جگہ) جعلی قبریں بنانا (بھی) شروع کر دیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔
(آپ کے مسائل: ج۱،ص۳۱۶)

مسئلہ چہلم وبرسی وغیرہ کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اگر یہ کوئی ثواب کا کام ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور دوسرے حضراتِ سلف اس کو نہ چھوڑتے؛ کیونکہ وہ تو ہر نیک کام کے عاشق تھے؛ مگر کسی ایک ضعیف روایت میں بھی اس کا ثبوت ان حضرات سے نہیں ہوتا؛ بلکہ حضرات علماء نے ان کے بدعت وناجائز ہونے کی تصریحات کی ہیں؛ البتہ اہل میت کی تعزیت وتسلی کے لیے ان کے پاس جانا، قرآن شریف پڑھ کر یا

Marfat.com

کچھ کھانا وغیرہ کھلا کر میت کو ثوب بخشنا ثواب ہے، بشرطیکہ معین تاریخوں میں نہ ہو اور نام و نمود کے لیے نہ ہو۔ (امداد المفتیین: ج۱، ص۱۱)

مسئلہ بعض لوگ قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، چونکہ اس سے مقصود اولیاء اللہ کا تقرب اور ان کی رضامندی ہوتی ہے، اور ان کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں، (اس لیے) یہ اعتقاد شرک ہے اور چڑھاوا کھانا بھی جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق "وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ"۔

مسئلہ بعض لوگ تاویل کرتے ہیں کہ ہمارا مقصود اصلی مساکین کو دینا ہے، چونکہ لوگ (غرباء قبر پر) جمع ہوتے ہیں؛ اس لیے وہاں پر لے جاتے ہیں؛ مگر یہ محض حیلہ ہے؛ کیونکہ اگر وہی مساکین اس شخص کو راستہ میں مل جائیں اور سوال کریں، تو ہرگز ان کو اس چڑھاوے میں سے ایک ذرّہ بھی نہ دے، اور یہی جواب ملے کہ جہاں کے لیے لائے ہیں وہاں تو ابھی پہنچا نہیں" اس سے معلوم ہوا کہ قبر مقصود ہے، مساکین مقصود نہیں، پھر وہاں پر پہنچ کر ویسے بھی تو مساکین کو تقسیم کر سکتے ہیں (سامان، مٹھائی، کھانا وغیرہ کو) تو پھر قبر پر رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ (اصلاح الرسوم: ص۱۲۵)

مسئلہ نفس ایصالِ ثواب بلا کسی غیر ثابت شدہ پابندی کے مفید اور نافع ہے اور کتبِ حدیث وفقہ سے ثابت ہے، کسی دن کی پابندی مثلاً جمعرات کی پابندی ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے، اسی طرح کسی تاریخ کی پابندی، مثلاً ۱۱ر ربیع الاول، ۱۵ر شعبان، ۱۰ر محرم وغیرہ کی پابندی ثابت نہیں، یہ بدعت ہے، اسی طرح کسی جگہ کی ہیئت وغیرہ کی پابندی بھی بدعت ہے، اور نیز اسی طرح کسی چیز کی پابندی مثلاً حلوہ، کھچڑا، شربت، پیڑے وغیرہ بھی ثابت نہیں، یہ بھی بدعت ہے، اسی طرح کسی جگہ کی ہیئت وغیرہ کی پابندی بھی بدعت ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۲۲۰ وامداد الاحکام: ج۱، ۲۰۶)

قبروں پر سجدہ کرنا

مسئلہ اسی طرح قبر پر سجدہ کرنا حرام ہے، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری ایام میں فرماتے تھے لَعَنَ اللّٰه اليهود والنصارٰى اتخذوا قبور انبياء هم مساجد یعنی: اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر کہ

Marfat.com

انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (بخاری شریف ج۱، ص۱۷۷، کتاب الجنائز، باب یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور، ومشکوٰۃ شریف ص۶۹، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

نیز حدیث میں ہے: عن جندبؓ قال سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: الا و ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم و صالحیھم مساجد، انی انھاکم عن ذٰلک" رواہ مسلم، حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے: سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے، میں تم کو اس سے روکتا ہوں (کہ تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا) (مشکوٰۃ شریف: ص۶۹)

ایک اور حدیث میں ہے: عن عطاء بن یسارؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد، اشتدّ غضب اللّٰہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یعنی: حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا جس کو پوجا جائے (جس کی عبادت کی جائے یعنی سجدہ کیا جائے) اللہ کا غضب بھڑکتا ہے اس قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔" (مشکوٰۃ شریف: ص۷۲، باب المساجد)

ایک اور حدیث میں ہے: عن قیس بن سعد الخ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حیرہ گیا، وہاں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں: میں نے دل میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کیا جائے۔ اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جو دیکھا تھا وہ بیان کر کے اپنا خیال ظاہر کیا کہ آپؐ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کیا جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ارأیتَ لو مررتَ بقبری اکنتَ تسجد لہٗ؟ فقلت: لا! فقال: لا تفعلوا، لو کنت آمر احدًا ان یسجد لاحدٍ، لامرتُ النساء ان یسجدنَ لازواجھنَّ لما جعل اللّٰہ لھم علیھنَّ من حقٍ. رواہ ابوداؤد. یعنی: دیکھو! اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرتے تو کیا تم اس کو سجدہ کرتے؟ میں نے عرض کیا: ہرگز نہیں، تو فرمایا: پھر (زندگی میں بھی سجدہ) نہ کرو، اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ

کریں اس حق کی وجہ سے جو اللہ نے مردوں کا ان پر رکھا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: ص۲۸۲، باب عشرۃ النساء)

نیز ایک حدیث میں ہے: ایک موقع پر ایک اونٹ نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو حیوانات اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اعبدوا ربکم و اکرموا اخاکم" تم اپنے رب کی عبادت کرو (یعنی سجدہ عبادت ہے اور عبادت کے لائق اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے) ہاں! تم اپنے بھائی کا اکرام کرو، عن عائشة رضی اللّٰه عنها ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان فی نفر من المهاجرین والانصار، فجاء بعیر فسجد له، فقال اصحابه: یا رسول اللّٰه! تسجد لک البهائم و الشجر، فنحن احق ان تسجد لک، فقال: "اعبدوا ربّکم و اکرموا اخاکم" و لو کنت امر احدًا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها الخ

(مشکوٰۃ شریف: ص۲۸۳، باب عشرۃ النساء)

ان احادیث مبارکہ میں غور فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے متعلق قبر پرستی کا خطرہ کتنی شدت سے تھا اور کس قدر سختی سے اس کی ممانعت فرمائی؟ جس قبر کو سجدہ کیا جائے اسے بت قرار دے کر سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور اسے غضبِ الٰہی کے بھڑکنے کا سبب فرمایا۔

قبر پر سجدہ کے متعلق بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ "مالابدمنہ" میں فرماتے ہیں:

"انبیاء اور اولیاء کی قبروں پر سجدہ کرنا اور قبروں پر طواف کرنا اور ان سے دعاء مانگنا اور ان کے نام کی نذر ماننا حرام ہے؛ بلکہ ان میں سے بعض چیزیں کفر تک پہنچا دیتی ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور اس سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنا لینا" (یعنی جس طرح کفار بتوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اس طرح میری قبر کے ساتھ معاملہ نہ کرنا) (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۱۴ تا ۴۱۶)

قبروں کا طواف کرنا

مسئلہ مزارات پر حاضر ہو کر قبروں کا طواف اور سجدے کیے جاتے ہیں، آستانے چومے جاتے ہیں، یہ افعال بھی شرعاً ناجائز اور حرام ہیں۔

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ شرح مناسک کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

سوال قبر کے گرداگرد تین مرتبہ پھرنے سے، طواف کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا مشرک یا فاسق ہوتا ہے؟

جواب قبر کے اردگرد تین مرتبہ پھرے یا تین سے کم یا زائد شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور ایسا مرتکب جو حرام پر مصر ہو فاسق ہو جاتا ہے اور اگر جائز و مستحب سمجھ کر کسی نے طواف کیا ہو، تو یہ موجبِ کفر ہے۔ ملا علی قاریؒ کی شرح مناسک میں ہے: ولا یطوف الخ نہ طواف کرے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مطہرہ کے اِردگرد نہ پھرے؛ اس لیے کہ طواف کعبہ مقدسہ کے لیے مخصوص ہے، پس انبیاء و اولیاء کی قبروں کے گرداگرد طواف کرنا حرام ہے۔ الخ (امداد المسائل ترجمہ مأتہ مسائل، ص ۷۵، ص ۷۶ وفتاویٰ رحیمیہ: ج ۱۰، ص ۴۱۳)

قبروں پر چراغ جلانا

مسئلہ قبروں پر چراغ جلانے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے نہ صرف ممانعت فرمائی ہے؛ بلکہ ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے؛ لہٰذا یہ حرام ہے، حدیث میں ہے: عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال: "لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج" رواہ ابوداؤد الترمذی والنسائی. (مشکوٰۃ شریف: ص ۷۱، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپؓ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں پر جاتی ہیں، اور ان لوگوں پر جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں، اور ان پر چراغ جلاتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ حنفی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت یا تو اس لیے ہے کہ اس میں مال کو بے فائدہ ضائع

Marfat.com

کرنا ہے، کیونکہ اس کا کسی کو نفع نہیں اور اس لیے کہ آگ تو جہنم کے آثار میں سے ہے (اس کو قبر سے دور رکھنا چاہئے) یا یہ ممانعت قبروں کی (غیر شرعی) تعظیم سے بچانے کے لیے ہے، جیسا کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت بھی اسی بناء پر ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۱۳)

قبروں پر پھول چڑھانا

حدیث میں اتنا تو ثابت ہے کہ ایک موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو قبروں پر ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور آپؐ نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی لے کر درمیان سے اس کو چیرا اور ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا اور فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں ان سے عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔"

(بخاری، مسلم بحوالہ مشکوٰۃ: ص۴۲، باب آداب الخلاء)

اگر حقیقت میں حدیث پر عمل ہی کرنا ہے تو کوئی سبز ٹہنی قبر پر گاڑنا چاہئے جیسا کہ دفناتے وقت تازہ شاخ گاڑی جاتی ہے، اس کو پھولوں کے ساتھ ہی کیوں خاص کر دیا گیا؟ ٹہنی بآسانی اور مفت میسر ہو سکتی ہے، پھولوں کو تو خریدنا پڑے گا، اگر یہی پیسے ایصالِ ثواب کی نیت سے غریب کو دیدیئے جائیں تو مردہ کو زیادہ فائدہ پہنچنے کی امید ہے۔

معلوم ہوتا ہے پھول یا تو تقربِ میت کی نیت سے چڑھائے جاتے ہیں جس کا ناجائز اور حرام ہونا ظاہر ہے، یا صرف رسماً جس میں اضاعت مال اور تشبہ بالہنود ہے، و مسلم را تشبہ بالکفار و فساق حرام است، مسلمان کو کفار اور فساق کی تشبہ اختیار کرنا حرام ہے۔ (مالابد منہ: ص۱۳۱)

مسئلہ مردہ کے ایصالِ ثواب کے لیے بہتر صورت یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر یا صدقہ و خیرات کر کے ایصالِ ثواب اور دعاء مغفرت کی جائے، یہ چیز مردوں کے لیے بہت نافع ہے، اس سے ان کی روح بہت ہی خوش ہوگی، اور یہ طریقہ سنت کے مطابق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بدعتیوں کا حدیث مذکور سے استدلال سراسر باطل ہے؛ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر کھجور کی شاخ کے ٹکڑے گاڑے تھے، پھول نہیں ڈالے تھے، پس اگر ان لوگوں کا مقصود اتباع ہوتا تو ان کو چاہئے تھا کہ یہ بھی کھجور کی

Marfat.com

شاخ کے ٹکڑے گاڑتے نہ کہ پھول چڑھاتے، تو ثابت ہوا کہ ان کا مقصود ابتداع ہے نہ کہ اتباع۔

دوسرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل گنہ گاروں کی قبروں پر کیا تھا نہ کہ صلحاء کی قبروں پر، اب اگر ان کا مقصود اتباع ہوتا تو چاہئے تھا کہ وہ فساق وفجار کی قبروں پر پھول وغیرہ چڑھاتے؛ لیکن وہ ایسا نہیں کرتے؛ بلکہ وہ ایسے لوگوں کی قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں جن کے متعلق ان کو عذاب کا احتمال تو کیا امکان بھی نہیں ہوتا، پس ثابت ہوا کہ آپ کو اتباع مقصود نہیں؛ بلکہ ابتداع مقصود ہے، اور ان کا یہ استدلال از قبیل استنباطِ احکام نہیں؛ بلکہ از قبیل تحریف حکم ہے، اعاذنا اللہ من ذٰلک۔

(امداد المسائل ترجمہ مأۃ مسائل: ص۸۴، فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۱۵)

مسئلہ بدعتیوں کا حدیث شریف سے قبروں پر پھول چڑھانے کا استدلال سراسر باطل ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر کھجور کی شاخوں کے ٹکڑے گاڑے تھے، پھول نہیں ڈالے تھے، اگر ان لوگوں کو اتباع کرنا ہوتا تو کھجور کی شاخ کے ٹکڑے گاڑتے، دوسرے یہ عمل گنہ گاروں کی قبر پر کیا تھا نہ کہ صلحاء کی قبروں پر، یہ لوگ فساق وفجار اور گنہ گاروں کی قبروں پر نہیں چڑھاتے؛ بلکہ ایسی قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں جن کے متعلق ان کو عذاب کا احتمال تو کیا امکان بھی نہیں ہوتا، پس ثابت یہ ہوا کہ ان لوگوں کو اتباع مقصود نہیں؛ بلکہ ابتداع مقصود ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۲۷)

مسئلہ نیز رہی قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ممانعت فرمائی؛ بلکہ ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۲۱، بحوالہ مشکوٰۃ شریف: ج۱، ص۷۱)

مسئلہ قبر کا طواف کرنا یا بوسہ لینا (چومنا) حرام ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۴۴، واحسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۷۴، واصلاح الرسوم: ص۱۲۲)

مسئلہ دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا جائز ہے، پھول ڈالنا خلاف سنت ہے، اور قبر پر آٹا ڈالنا مہمل بات ہے اور اگر بتی جلانا مکروہ وممنوع ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۱، ص۳۱۶)

Marfat.com

قبروں پر چادر چڑھانا

سوال ایک شخص کہتا ہے کہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے تو قبروں پر چادر چڑھانے میں کیا حرج ہے؟

جواب حدیث شریف میں دیوار پر چادر چڑھانے کی ممانعت آئی ہے باوجودیکہ اس میں بظاہر کوئی قباحت اور ایہام شرک وغیرہ نہیں؛ لہٰذا قبروں پر چادر چڑھانا ایہام شرک وتعظیم غیر اللہ کی وجہ سے بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔

(ردالمحتار: ج۱،ص۸۲۹، وامداد: ج۱،ص۲۰۱)

بخلاف غلاف کعبہ کے، کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا ہے، کیونکہ اس کی تعظیم مفضی الی الشرک نہیں، اسی لیے اس کی طرف نمازوں میں استقبال ضروری ہے، اور قبور کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱،ص۳۷۶، وامداد الاحکام: ج۱،ص۱۸۴)

مسئلہ جنازہ پر پھول کی چادر ڈالنا بدعت ہے؛ لہٰذا ایسی میت کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کرنا درست ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱،ص۳۷۸)

مسئلہ میت کو دفن کرتے وقت قبر کے اندر کیوڑہ وغیرہ چھڑکنا ناجائز اور بدعت ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱،ص۳۷۱)

قبر پر اذان بدعت ہے

سوال تدفین کے بعد قبر پر اذان دیتے ہیں کہ اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے اور مردہ اس کی شرارت سے محفوظ رہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب قبر پر اذان دینا بے اصل ہے، اور سنت طریقہ کے موافق نہیں ہے، یہ گھڑی ہوئی بدعت ہے، واجب الترک یعنی اس کو چھوڑنا واجب ہے۔

مسئلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں ہزاروں کی تعداد میں اموات ہوئیں، اور وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے مردوں کو دفناتے تھے، عذاب قبر اور شیطانی شرارتوں سے واقف تھے؛ مگر کسی قبر پر اذان دی گئی ہو اس کا ثبوت نہیں، کیا وہ حضرات

اپنے مردوں کے خیرخواہ نہیں تھے؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے قبر پر اذان نہیں دی تو کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ قبر پر اذان دے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: قبر پر اذان بدعت ہے اور جو شخص نومولود بچے کے کان میں اذان دینے کے مندوب ہونے پر قیاس کرتے ہوئے اذان علی القبر کو سنت کہے تو اس نے غلطی کی اور یہ قیاس صحیح نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۶، ص۲۰۶، بحوالہ شامی: ج۱، ص۸۳۷، وفتاویٰ دارالعلوم: ج۵، ص۳۸۲)

مسئلہ تدفین کے بعد انفرادی واجتماعی طور پر میت کے لیے دعاء مغفرت کرنے اور منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ثابت قدمی کے لیے دعاء کرنے کی ترغیب ابوداؤد شریف ج۲، ص۲۰۳ میں آئی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۱۹۶، فتاویٰ رحیمیہ: ج۶، ص۲۰۱، و عالمگیری: ج۱، ص۱۶۶، وفتاویٰ رشیدیہ: ص۱۴۵)

مزار پر پیسے دینا کیسا ہے؟

سوال میں جس روٹ پر گاڑی چلاتا ہوں راستہ میں ایک مزار آتا ہے، لوگ مجھ کو پیسے دیتے ہیں کہ مزار پر دیدینا، مزار پر پیسے دینا کیسا ہے؟

جواب مزار پر جو پیسے دیئے جاتے ہیں اگر مقصود اس سے وہاں کے فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا ہو تو جائز ہے اور اگر مزار کا نذرانہ مقصود ہوتا ہے تو یہ ناجائز اور حرام ہے، یہ تو میں نے اصول اور ضابطہ کی بات لکھی ہے؛ لیکن آج کل لوگوں کے حالات کا مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ عوام کا مقصد دوسرا ہے؛ اس لیے اس کو ممنوع کہا جائے گا۔

(آپ کے مسائل: ج۱، ص۲۱۵)

میت کو پکارنا

مسئلہ کسی کے مزار پر جاکے خواہ وہ مزار عالم کا ہو یا کسی ولی کا ہو، یہ کہنا: اے فلاں شخص! ہمارے واسطے یہ دعاء کر کہ اس کام میں کامیاب ہو جائیں، یا یہ کہنا کہ قبر میں سے نکل اسلام کی مدد کر، یا اور اس ہی قسم کے الفاظ استعمال کرنا، پکارنا مکروہ ہے، اور اگر عقیدہ بھی خراب ہو کہ میت (صاحب مزار) کو کارخانۂ خداوندی میں دخیل سمجھتا ہو تو حرام

Marfat.com

ہے۔(امدادالاحکام: ج۱،ص۲۲۳، وعین الہدایہ: ج۱،ص۷۲۲)

روح کا بھٹکنا

مسئلہ بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اگر کوئی خودکشی کر کے مرجائے تو اس کی روح بھٹکتی پھرتی ہے، اصل روحوں میں جا کر نہیں ملتی، سو یہ بالکل غلط بے اصل بات ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے؛ البتہ خودکشی کرنا بڑا گناہ ہے۔(اغلاط العوام: ص۲۷)

مسئلہ بعض عوام سمجھتے ہیں کہ جو حالت حیض میں، اور زچہ میں (پیدائش کے وقت عورت) مرجائے اس کو دو بار غسل دینا چاہئے، یہ بھی غلط ہے اور بے اصل ہے۔

(اغلاط العوام: ص۴۶)

مسئلہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب غیر مسلم کے جنازہ پر نظر پڑے تو یہ پڑھنا چاہئے فی نار جھنم خالدین فیھا، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(اغلاط العوام: ص۲۱۸)

مسئلہ جنازہ کو قبرستان لے جاتے وقت اونچی اونچی نعت خوانی یا درود وکلمہ، جائز نہیں ہے، ہاں خاموشی سے دل میں کلمہ شریف پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔

(اغلاط العوام: ص۲۱۸)

مسئلہ بعض عوام نماز جنازہ کی تکبیرات کہتے وقت آسمان کی طرف منہ اٹھایا کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے، اور بے اصل ہے۔(اغلاط العوام: ص۴۱۶)

مسئلہ جنازہ کے ساتھ جہراً (زور سے) کلمہ پڑھنا بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱،ص۳۳۸)

مسئلہ دفن کے وقت میت کے، اذان کہنا بدعت ہے اور سلف سے منقول نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم قدیم: ج۱،ص۱۹)

مسئلہ مشہور ہے کہ جو عورت حیض کی حالت میں مرجائے، ڈائن ہو جاتی ہے اور جو اس کو ملے کھا جاتی ہے، سو یہ شرک ہے۔(اغلاط العوام: ص۲۱۶)

مسئلہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد مزید ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعاء کرنا بدعت ہے اور یہ قابل ترک ہے۔(امدادالاحکام: ج۱،ص۱۹۵)

Marfat.com

مسئلہ اگر کوئی (فعل) خلافِ شرع نہ کیا جائے تو بوڑھی عورتوں کو زیارتِ قبور جائز ہے، جوان عورتوں کو نہ جانا چاہئے؛ کیونکہ اس میں فتنہ ہے۔ (امدادالاحکام: ج۱،ص۸۱۳)

مسئلہ مشہور ہے کہ میت گھر میں ہو یا محلّہ میں، اس کے لے جانے تک کھانا پینا گناہ سمجھتے ہیں، یہ بات بالکل غلط ہے، بے اصل ہے (کھانے پینے کو دل ہی کہاں چاہتا ہے اور اگر طبیعت چاہے اور بھوک لگے تو کھا سکتے ہیں منع نہیں ہے)

مسئلہ بعض عوام اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ مردے کو گھر کے برتنوں سے غسل نہ دینا چاہئے؛ بلکہ نئے برتن منگا کر اس سے غسل دے اور پھر ان برتنوں کو مسجد میں بھیج دیں، یہ بھی غلط ہے، بے اصل ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص۱۹۶)

مسئلہ بعض حضرات جہاں میت کو غسل دیتے ہیں، وہاں تین دن تک چراغ جلاتے ہیں، یہ بے اصل ہے۔ (اغلاط العوام: ص۲۱۶)

مسئلہ کفن میں یا قبر میں عہد نامہ یا کسی بزرگ کا شجرہ، یا قرآنی آیات یا کوئی دعاء رکھنا درست نہیں ہے، نیز کفن یا سینہ پر کافور یا روشنائی وغیرہ سے کلمۂ طیبہ وغیرہ یا کوئی دعاء لکھنا بھی درست نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص۲۰۸)

ملاحظہ: واضح رہے کہ میت کے گلنے، سڑنے سے اس کی بے ادبی ہوتی ہے؛ اس لیے اس کو چھوڑنا چاہئے؛ البتہ جس چیز کا ادب شریعت میں اس درجہ کا نہ ہو، اس کا قبر میں رکھ دینا درست ہے، جیسے کسی بزرگ کا کپڑا وغیرہ۔ (رفعت قاسمی)

مسئلہ عورتوں میں جو رسم ہے کہ شوہر کے انتقال پر بیوہ کی چوڑیاں اتارنے کے بجائے توڑ ڈالتی ہیں، یہ غیر مسلموں کی رسم ہے اور مالی نقصان ہونے کی وجہ سے اسراف بھی ہے؛ اس لیے توڑی نہ جائیں؛ بلکہ اتار لی جائیں، تاکہ بیوی عدت کے بعد پہن سکے؛ البتہ اگر اتارنے میں کچھ تکلیف ودشواری ہو تو مجبوراً توڑ دی جائیں۔

(اغلاط العوام: ص۲۱۴، بحوالہ امدادالفتاویٰ)

مسئلہ مُردوں کی روح کے دنیا میں آنے کا خیال غلط ہے؛ کیونکہ جو نیک ہیں وہ تو دنیا میں آنا نہیں چاہتے اور جو بد ہیں انہیں اجازت نہیں مل سکتی ہے۔

مسئلہ بعض جاہل سمجھتے ہیں کہ اگر عورت زچہ خانہ میں (پیدائش کے دوران) مر جائے تو وہ بھوت ہو جاتی ہے، یہ بالکل غلط عقیدہ ہے (یہ ہرگز صحیح نہیں ہے) بلکہ حدیث

شریف میں آیا ہے: ایسی عورت شہید ہوتی ہے۔ (اغلاط العوام: ص۱۹)

مسئلہ بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برأت وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھر میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے یا نہیں، ظاہر ہے کہ ایسا امر مخفی بجز دلیل نقلی اور کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اور یہاں پر ندارد ہے؛ اس لیے یہ اعتقاد باطل ہے۔

مسئلہ بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر کوئی اس رات میں مُردوں کو ثواب نہ بخشے تو روحیں کوستی ہوئی جاتی ہیں، یہ سب باتیں بے اصل ہیں یعنی شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص۱۹)

مسئلہ عوام کا عقیدہ ہے کہ ہر جمعرات کی شام کو مردوں کی روحیں اپنے گھروں میں آتی ہیں اور ایک کونے میں کھڑے ہوکر دیکھتی ہیں کہ ہم کو کون ثواب بخشتا ہے؟ اگر کچھ ثواب مل گیا تو خیر ورنہ مایوس ہوکر لوٹ جاتی ہیں، یہ خیال غلط ہے اور بُرا عقیدہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص۲۰)

قبور کی زیارت کے لیے سفر کرنا

مسئلہ عرس کرنا یا دن متعین کرکے لوگوں کو قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے مدعو کرنا، خیر القرون سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ اس کو بدعت ممنوعہ فرمایا گیا ہے اور شدت سے منع فرمایا گیا ہے، زیارتِ قبر کی حدیث شریف میں ترغیب آئی ہے، یہ قید نہیں کہ اپنے شہر کی قبر کی ہی زیارت کی جائے، اس کے لیے سفر کرنے کی ممانعت بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ کی قبر کی زیارت کی ہے، اور ان کی قبر مدینہ طیبہ سے فاصلہ پر ہے، حدیث شریف میں مساجد کی نیت سے سفر کرنے کو منع فرمایا گیا ہے، کہ ایک مسجد کو دوسری مسجد پر فضیلت دے کر سفر مت کرو، صرف تین مساجد ((۱) بیت المقدس (۲) بیت اللہ شریف (۳) مسجد نبوی علیہ السلام) ہیں جن کو دیگر مساجد پر فوقیت حاصل ہے، ان کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے سفر کرنے کی اجازت ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۱۵۶)

اہل میت کی طرف سے دعوت کی رسم

سوال اس دعوت کے بارے میں کیا حکم ہے جو اہل میت تیار کر کے لوگوں کی دعوت کرتے ہیں، شادی کی طرح اس موقع پر بھی خویش واقارب اور احباب کا اجتماع ہوتا ہے اور اس رسم کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔

جواب یہ دعوت مروّجہ ناجائز اور بدعت ہے، چند وجوہ کی بناء پر:

۱۔ یہ حقیقت میں ہنود (غیر مسلموں) کی رسم ہے، پس اس میں تشبہ ہنود کے ساتھ ہے

۲۔ شریعت میں غمی کے موقع پر دعوت مشروع نہیں، فقہ کی کتابوں میں تصریح موجود ہے

۳۔ اس دعوت کو لازم سمجھنا التزام مالا یلزم ہے جو ناجائز ہے۔

۴۔ دعوت پر جو رقم خرچ ہوتی ہے اس میں نابالغ یتامیٰ کا حصہ بھی ہوتا ہے، نابالغ کا مال صدقہ وخیرات میں دینا کسی صورت میں بھی روا نہیں ہے۔

۵۔ اس دعوت سے مقصود ایصالِ ثواب نہیں ہوتا؛ بلکہ ریاء ونمود مطلوب ہوتی ہے یا لوگوں کے طعن وتشنیع کے ڈر سے دعوت کی جاتی ہے جو کہ شرکِ اصغر ہے، اور ایصالِ ثواب مقصود نہ ہونے پر چند قرائن ہیں:

(الف) صدقہ میں اخفاء (پوشیدہ) افضل ہے، اس کے باوجود اگر اخفاء کی ترغیب ان لوگوں کو دی جائے تو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

(ب) صدقہ نقد کی صورت میں زیادہ بہتر ہے؛ کیونکہ اس میں اخفاء بھی سہل ہے اور فقراء کے لیے نافع بھی زیادہ ہے کہ جیسے ضرورت ہوگی اس نقد رقم سے پوری ہو سکے گی اور اگر کوئی فی الحال ضرورت نہیں تو نقد رقم ضرورت کے وقت کے لیے محفوظ رکھ سکتا ہے، یہ فوائد دعوت میں نہیں؛ بلکہ بعض دفعہ کھانا مضر بھی ہوتا ہے، حالانکہ نقد صدقہ سے ایصال پر کوئی راضی نہیں۔

دوسرے درجہ میں صدقہ کی بہتر صورت یہ ہے کہ حاجت مند کی ضرورت کے پیش نظر اسے صدقہ دیا جائے، یعنی مریض کو دوا، مسافر کو ٹکٹ، کرایہ، راستہ کے لیے کھانا وغیرہ، بھوکے کو کھانا اور برہنہ (ننگے) کو لباس، جوتا، سردی کے موسم میں بے سروسامان کو کمبل لحاف وغیرہ، غرض کہ دفع ضرورت کا خیال رکھا جائے؛ مگر یہاں تو بہر کیف کھانا ہی کھلانا

Marfat.com

ہے، خواہ مریض بلا دوا کے کراہ رہا ہو، برہنہ جسم سردی سے ٹھٹھر رہا ہو، یا شدتِ گرمی سے جلا جارہا ہو، مسافر منزل مقصود تک پہنچنے سے لاچار و مجبور ہونے کی وجہ سے پریشان ہو۔

اگر ان لوگوں کو دعوت کی بجائے صحیح طریق پر صدقہ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، جو فقراء کے لیے بھی نافع ہے اور میت کے لیے بھی اور خود صدقہ کرنے والوں کے لیے بھی تو جواب ملتا ہے کہ دعوت نہ کرنے کی صورت میں برادری ناراض ہو جائے گی، ہماری ناک کٹ جائے گی۔

(ج) اگر ایصالِ ثواب کی نیت ہوتی تو فقراء و مساکین کو مقدم سمجھا جاتا، حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ اقرباء و احباب کا اجتماع ہوتا ہے یا پھر صاحب اقتدار اور سرمایہ دار لوگوں کی دعوت کی جاتی ہے، فقراء تو صرف برائے نام ہی ہوتے ہیں؛ بلکہ بعض جگہ تو برائے نام بھی فقیر نہیں ہوتے، ان حالات میں اس دعوت کو کون یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کے لیے ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۵۶، بحوالہ ردالمحتار: ج۱، ص۶۶۴)

اہل میت کے گھر کھانا بھیجنا

مسئلہ شریعت سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جس کے گھر میت ہو جائے اس کے پڑوسیوں اور اعزہ و اقارب کو چاہئے کہ وہ اس وقت تک، جب تک فرطِ غم و الم ہو، میت کے گھر والوں کے کھانے کا انتظام کر دیں اور ان کی دلجوئی کرتے ہوئے ان کو کھلائیں پلائیں، خود اپنے یہاں لاکر یا خود میت کے گھر کھانا وغیرہ لے جاکر اور زیادہ بہتر یہی ہے اور اس دلجوئی کی غرض سے خود بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں، اس سے زیادہ ثابت نہیں؛ بلکہ اہل میت کے یہاں مثل دعوت سرور و فرح کی دعوت لینا مکروہ ہے۔

شامی میں ہے کہ دفن کے لیے باہر سے آنے والے اگر محض اتفاق سے یا اہل میت کی دلجوئی کے لیے ان کے ساتھ کھانے وغیرہ میں شریک ہو جائیں تو گنجائش ہو سکتی ہے؛ لیکن رشتہ داروں کا دور دور سے آکر قیام پذیر ہونا اور کئی کئی دن رہنا جیسا کہ رواج ہے، خوشی کی دعوت کی طرح جمع ہونا، یہ سب مکروہ اور بدعت ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۴۷)

مسئلہ میت کے پڑوسیوں اور اعزہ و اقارب کے لیے اہل میت کو صرف ایک روز کا کھانا پہنچانا، جو دن و رات کے لیے کافی ہو جائے مستحب ہے، ایک روز سے زیادہ کھانا

Marfat.com

بھیجنا مکروہ ہے، اس رسم میں غیر معمولی حرج اور تکلف میں غلو کے علاوہ یہ قباحت بھی ہے کہ عوام اس کو حکمِ شرعی سمجھتے ہوں گے یا سمجھنے لگیں گے، جو شریعت پر زیادتی اور بدعت ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۲۰۴، بحوالہ ردالمحتار: ج۱، ص۸۴۱)

مسئلہ میت کا گھر میں ہوتے ہوئے کھانا نہ کھانا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے؛ بلکہ خود اہل میت کے لیے بھی کھانے سے پرہیز کا شرعاً کوئی حکم نہیں، صدمہ اور عظیم غم کی وجہ سے کھانا نہ کھا سکیں تو اور بات ہے، آج کل یہ رسم بن گئی ہے اور اس کا ایسا اہتمام ہونے لگا ہے کہ میت کے گھر میں ہوتے ہوئے کھانا کھانا گناہ سمجھتے ہیں؛ اس لیے اس رسم کا ترک (چھوڑنا) واجب ہے، بتکلف کچھ نہ کچھ کھانا چاہئے، عزیز و اقارب اور پڑوسیوں پر لازم ہے کہ وہ اہل میت کو ترغیب اور اصرار سے کھلائیں۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴، ص۲۱۴)

مسئلہ اہل میت کے گھر کھانا کھانے اور کھلانے کے لیے جمع ہونے کی یہ رسم یقیناً ناجائز ہے اور انتہائی بے غیرتی کی بات ہے، اس گناہ میں کھانے والے اور کھلانے والے سب شریک ہیں؛ بلکہ قریب کے رشتہ دار بھی، اگر اس رسم کو لازم سمجھتے اور اس میں شریک نہ ہونے کو بُرا مانتے ہوں یا یہ کھانا اہل میت کی طرف سے ہو تو ان کے لیے بھی یہ فعل ناجائز ہو جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۸۱، بحوالہ ردالمحتار: ج۱، ص۸۴۲)

اہل میت کی تعزیت کرنا

مسئلہ اہل میت کی تعزیت یعنی ان کی تسلی اور دلجوئی کرنا، صبر کی تلقین و ترغیب دینا، اس کے اور میت کے حق میں دعاء کے الفاظ کہنا مسنون ہے اور اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، حدیث شریف میں ہے "جو کوئی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے، اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر ثواب دے گا، جس طرح مصیبت زدہ کو۔" (اس کے صبر پر)

(ترمذی شریف: ج۱، ص۱۲۷)

مسئلہ تعزیت تین دن تک کرنی چاہئے اس کے بعد مکروہ ہے، ہاں! جس کو اطلاع نہ ہو یا تعزیت کرنے والے یا اہل میت حاضر نہ ہوں تو تین دن کے بعد بھی کر سکتے ہیں، اور مجبوری یا دوری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے تو خط کے ذریعہ تعزیت کی جا سکتی ہے،

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خط کے ذریعہ تعزیت ثابت ہے۔(حصن حصین: ص۱۸۰)

مسئلہ تعزیت کے یہ الفاظ حدیث سے ثابت ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ تجھ کو اجر عظیم عنایت فرمائے اور صبر کا بدلہ بہتر عنایت فرمائے اور میت کی بخشش فرمائے۔''

مسئلہ اگر دونوں غیر مسلم ہوں تو یہ الفاظ کہے ''اللہ تعالیٰ تجھ کو بدلہ دے اور تمہارے آدمی نہ گھٹائے۔'' (عالمگیری: ج۱، ص۱۶۷)

مسئلہ تعزیت محض رواجِ دنیوی نہیں ہے؛ بلکہ حدیث شریف سے ثابت اسلامی تعلیم اور فضیلت وثواب کا امر ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ: ج۲، ص۲۳۲)

مسئلہ تدفین کے بعد اہل خانہ سے مصافحہ کو ضروری قرار دینا سنت کے مطابق نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱، ص۳۶۹، بحوالہ شامی: ج۱، ص۴۴۷، مراقی: ص۱۲۰، واحسن الفتاویٰ: ج۴، ص۲۳۵)

تعزیتی جلسہ کرنا

مسئلہ کسی مسلمان کے انتقال پر میت کے متعلقین کی تعزیت کرنا یعنی تلقین صبر وغیرہ کرنا سنت سے ثابت ہے، اگر وہاں پر خود جا کر تعزیت کا موقع نہ ہو، تو خط کے ذریعہ سے بھی سلف صالحین سے تعزیت کرنا منقول ہے۔

جس کے انتقال سے بہت سے لوگوں کو صدمہ ہو یا بہت لوگ تعزیت کی ضرورت محسوس کریں اور سب کا پہنچنا دشوار ہو تو اس کے لیے سہل صورت یہ ہے کہ ایک جلسہ کر کے اس طرح تعزیت کر لے کہ میت کے متعلقین پر کثیر مہمانوں کا بار بھی نہ پڑے، مجمع عظیم کی دعاء بھی زیادہ مستحق قبول ہے تو بظاہر اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں؛ لیکن بہت جگہ اس جلسہ نے محض رسم کی صورت اختیار کر لی ہے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخبارات میں نام آجائے گا، اور ہماری شہرت ہو جائے گی، اگر ہم نے تعزیتی جلسہ نہ کیا تو لوگ ملامت کریں گے وغیرہ وغیرہ، اگر یہ صورت ہو تو اس کو چھوڑ دینا چاہئے۔(فتاویٰ محمودیہ: ج۲، ص۲۲۵)

ایصالِ ثواب کا غلط طریقہ

مسئلہ ایصالِ ثواب کا طریقہ بہت سہل وآسان ہے؛ لیکن جو طریقے اختیار کیے

Marfat.com

جاتے ہیں وہ ایسے ہیں جو نہ اللہ تعالیٰ نے، نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیے، اور نہ ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے، اور کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ رسمیں ایصالِ ثواب میں نہیں کریں گے تو برادری نارض ہو جائے گی؛ اس لیے ہمیں یہ کرنا پڑتا ہے۔

یہ صرف بدعت ہی نہیں؛ بلکہ شرک بھی ہے؛ اس لیے کہ کرنے والے اللہ کی خاطر نہیں کرتے؛ بلکہ برادری سے اتنا ڈر ہے کہ اس کو خدا بنا رکھا ہے، یہ شرک ہو گیا کہ غیر اللہ کو راضی کرنے کے لیے کر رہے ہیں، برادری میں ناک کٹ جائے گی، برادری کو خدا بنا رکھا ہے۔

بے غیرتی کی انتہاء

آج کا بے غیرت مسلمان اور بے غیرت برادری کے لوگ کسی کے انتقال پر گدھ کی طرح منڈلاتے ہیں کہ اب کھانے کو ملے گا، اگر دل میں خوفِ خدا نہیں، آخرت کی فکر نہیں، اپنے حساب و کتاب کا ڈر نہیں، اللہ تعالیٰ اور اسلام کا پاس نہیں تو کم از کم کچھ غیرت ہی ہو، یا جس کا عزیز مر گیا ہے اس پر کچھ خدا کے لیے رحم ہی ہو کہ ایک تو وہ صدمہ میں مبتلا ہے، دوسرے یہ کہ علاج پر مرنے والوں کا کافی خرچہ ہو گیا ہے؛ مگر بے غیرت برادری اسی فکر میں ہے کہ رہا سہا جو کچھ گھر میں بچ گیا، لاؤ! کھالیں۔

اگر واقعتاً ایصالِ ثواب کرنا چاہتے ہیں، واقعتاً مرنے والے کے ساتھ آپ کو حمیت ہے اور واقعتاً آپ کے دل میں رحم کا جذبہ ہے تو پھر محسن اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ طریقہ آپ کے لیے کیوں کافی نہیں؟

سنئے! ایصالِ ثواب کی حقیقت کیا ہے؟ ہر وہ نیک کام جو انسان اپنے لیے کرتا ہے وہ دوسروں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کرے تو اس کا ثواب دوسروں کو پہنچے گا، مردہ اور زندہ دنوں کو ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں، اب اپنے لیے نفل نماز پڑھتے ہیں، نفل روزہ رکھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، تسبیحات پڑھتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں، نفل حج و عمرہ کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، غرض یہ کہ ہر نفل عبادت جو آپ اپنے لیے کرتے ہیں، اس میں صرف یہ نیت کر لی کہ اس کا ثواب ہمارے فلاں عزیز کو پہنچے، پس وہ ثواب پہنچ جائے گا اور

Marfat.com

بس یہی ایصالِ ثواب ہے، وہ ثواب جو آپ کو ملتا تھا وہ آپ کو بھی ملے گا اور جن دوسرے لوگوں کی نیت آپ نے کر لی، ان سب کو بھی پورا پورا ثواب ملے گا، اور ایک غلط فہمی اور ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایصالِ ثواب صرف مُردوں ہی کو ملتا ہے، مُردوں ہی کو کیا جاتا ہے، آپ اس کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ایصالِ ثواب جیسے مُردوں کو کیا جاتا ہے، اسی طریقہ سے زندوں کے لیے بھی کر سکتے ہیں، جو عبادت جس طریقہ سے آپ اپنے لیے کرتے ہیں اس میں نیت کر لیں کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، پہنچ جائے گا۔ (اصلاح الرسوم)

مسئلہ بعض لوگ کھانا کھلانے ہی کو صدقہ سمجھتے ہیں، اگر ضرورت مندوں کو نقد دیدیا جائے، یا غلہ دیدیا جائے، اس کو صدقہ نہیں سمجھتے، اسی طرح بعض لوگ جمعرات ہی کو کھانا مسجد میں بھیجنا ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ صدقہ کے لیے نہ جمعرات شرط ہے اور نہ مسجد میں بھیجنے کی، اور بعض ایصالِ ثواب کے لیے کھانا کھلاتے ہیں کہ جب تک کھانے پر فاتحہ نہ دلائی جائے ایصالِ ثوب ہی نہیں ہوتا، یہ بھی غلط ہے، آپ نے اخلاص کے ساتھ جو کچھ راہِ خدا میں دیدیا قبول ہو جاتا ہے، اگر آپ اس کا ثواب کسی عزیز یا بزرگ کو پہنچانا چاہتے ہیں تو ایصالِ ثواب کی نیت سے ثواب پہنچ جاتا ہے (آپ کے مسائل: ج۳ ص۴۳۱)

ایصالِ ثواب میں دعوتیں کیوں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سبعة یظلّهم اللّٰهُ فی ظله یوم لا ظل الا ظله" (الحدیث) کہ سات قسم کے وہ لوگ ہیں جن کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے؛ جبکہ کوئی سایہ نہ ہوگا، لوگ گناہوں کی وجہ سے پسینوں میں ڈوب رہے ہوں گے، جتنے گناہ زیادہ ہوں گے اتنے ہی پسینے زیادہ ہوں گے، کسی کا گھٹنے تک، کسی کا ناف تک، کسی کا سینہ تک، کسی کا لبوں تک، اور بہت سے لوگ ایسے (بھی) ہوں گے جو پسینے میں (پورے) غرق ہوں گے۔"

ان اقسام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے صدقہ خیرات اتنا مخفی (چھپا کر) کیا کہ دائیں ہاتھ نے دیتا ہے تو بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کیا دیا؟ فرمایا کہ اس کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کے روز حشر کی تمازت سے محفوظ رکھیں گے، اور اپنی رحمتِ خاصہ کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ اب سوچئے کہ مخفی صدقہ

Marfat.com

کرنے کا اتنا بڑا اثر ہے تو آپ کسی کے مرنے پر ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ کرتے ہیں تو اس میں یہ رسمیں و ہنگامہ کیوں ہوتا ہے؟ یہ دعوتیں کیوں ہوتی ہیں؟ دعوتوں کی رقم نادار طلبہ پر مخفی طور پر تقسیم کر دیجئے یا پھر محلّہ کے مساکین کو دیدیجئے، شریعت صدقہ کرنے سے نہیں روکتی، خوب زیادہ صدقہ کیجئے؛ مگر سنت کے مطابق کیجئے؛ مگر بات یہ ہے کہ برادری میں ناک کٹ جائے گا، برادری کو خدا بنا رکھا ہے، کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ یہ جواب دے کر بچ جائیں گے، جس دن آپ کو سارے اعمال کا حساب دینا ہوگا؟ وہاں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، خدا کے لیے سوچئے کہ یہی برادری جس کو راضی کرنے کے لیے آپ اپنی عاقبت تباہ کر رہے ہیں، کیا یہ برادری اس وقت آپ کے کام آئے گی؟ مخفی صدقہ کا اتنا بڑا ثواب ہے، کیا اب بھی آپ کہیں گے، نہیں دعوت ہی کرنی ہے۔

صدقہ میں پیسہ ہی کیوں؟

دوسری بات یہ کہ اگر ذرا بھی انسان میں عقل ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ دعوت کے بجائے نقد پیسہ دینے میں مسکین وغریب کا فائدہ زیادہ ہے؛ اس لیے کہ پیسہ سے اس کی ہر حاجت پوری ہوسکتی ہے، اس کو کپڑے کی ضرورت ہے، رہنے کے لیے مکان کی ضرورت ہے، سردی میں لحاف کی ضرورت ہے، پڑھنے کے لیے کتاب کی ضرورت ہے، اسکول کی فیس، بیماری میں دوا کی ضرورت ہے، سفر کے لیے کرایہ کی ضرورت ہے، دنیا میں کوئی ضرورت ہو، پیسہ ایسی چیز ہے کہ انسان اس سے ہر ضرورت پوری کرسکتا ہے اور اگر آج کوئی ضرورت درپیش نہیں تو کل کی ضرورت کے لیے رکھ سکتا ہے، کھانے کی ضرورت بھی پیسوں سے دور ہوسکتی ہے؛ اس لیے صدقہ وخیرات میں نقد پیسہ دینا ہی سب سے زیادہ افضل ہے، جس چیز میں مسکین وغریب کا فائدہ زیادہ ہو، اس کا ثواب بھی زیادہ ہے، اور نقد دینے میں ایک فضیلت یہ کہ مخفی (چھپا ہوا) ہوگا جس پر خوشخبری ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے'' اور دوسری فضیلت یہ کہ اس میں مسکین کا زیادہ فائدہ ہے تو ثواب بھی زیادہ ہے؛ مگر شیطان نے سمجھا رکھا ہے کہ کھانا (دعوتیں) ہی کھلاؤ، خواہ پہلے سے اس کے پیٹ میں درد ہو تو بھی کھانا ہی کھلاؤ جب تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں ملے گا، اور سب سے زیادہ مزے کی بات یہ کہ ثواب تو ہے مسکینوں کو، غریبوں کو صدقہ

Marfat.com

دینے میں؛ لیکن کھانا کھلانے میں مسکین کو کوئی قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتا، سب کا سب سارے عزیز واقارب ہی مل کر کھا جاتے ہیں، اور نام ہو رہا ہے ایصالِ ثواب کا اور کھا جاتے ہیں برادری والے، اور پھر یوں بھی غیرت نہیں آتی کہ ایسے موقعوں پر بڑے بڑے امیر خود کو مسکین بنا لیتے ہیں، ان کی غیرت کیسے گوارا کرتی ہے؟ جہاں تیجہ، دسواں، چالیسواں، اور خدا جانے کیا کچھ خرافات ہوتے ہیں، بڑے بڑے امراء اغنیاء اور اہل ثروت بھی اس طرح شریک ہو جاتے ہیں جیسے یہ بھی مسکین ہی ہیں،، سب سے بڑے مسکین وغریب خود بن جاتے ہیں، یہ کتنا بڑا ظلم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا مقابلہ ہے، کیسا فریب اور کیسی دیدہ دلیری ہے کہ خود مسکین بن بیٹھے اور خود ہی مسکینوں کا حق کھا گئے۔

ایصالِ ثواب میں نقدی ہی بہتر ہے

جب ثواب زیادہ نقد صدقہ دینے میں ہے اور وہ مخفی بھی رہتا ہے اور مسکین کی ہر حاجت وضرورت اس سے پوری ہوتی ہے اور نقد صدقہ جائے گا بھی صرف مسکینوں کے پاس، تو پھر یہ طریقہ کیوں اختیار کیا جاتا ہے؟ اسی پر کیوں اصرار کیا جاتا ہے کہ ایصالِ ثوب کے لیے دعوت ہی دی جائے، ساتھ میں ایک قباحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ ایصالِ ثواب کے لیے جو بھی کر سکیں، جتنا بھی کر سکیں، جہاں کر سکیں، جب کر سکیں اور جس حالت میں کریں، اخلاص سے ہونے والی ہر نفل عبادت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت قبول کرتی ہے، وہ ہر جگہ پر موجود ہے، وہ دیکھنے والے ہیں، عبادتوں کو قبول کرنے والے ہیں، وہ سمیع وبصیر ہیں، وہ علیم وخبیر ہیں؛ مگر شیطان نے کیا پٹی پڑھا رکھی ہے کہ تیسرے ہی روز مرنے کے تیجہ کیا جائے، آگے پیچھے ہرگز نہیں اور کرنا بھی مردے کے لیے گھر پر ہی جا کر، اگر اپنے اپنے گھر ایصالِ ثواب کر لیا تو اللہ میاں قبول نہیں کریں گے، اور دیکھنا الگ الگ نہ کرنا، اکٹھے ہو کر ہی کرنا، اگر الگ الگ کر لیا تو ان کا خدا یعنی شیطان قبول نہیں کرے گا، ان کا خدا شیطان ہی ہوا نا؟ جب ہی تو ان کا طریقہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر الگ ہے۔

یہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت اور ان کا مقابلہ ہو گیا؛ اس

لیے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ ایصالِ ثواب کا نہیں بتایا تو آپ کون ہوتے ہیں اسے ثواب بتانے والے؟ ایک ناچیز بندہ اور مقابلہ کرے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا! خدا کے لیے اپنی جانوں پر رحم کیجئے اور کچھ تو سوچیے، اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے آسانیاں پیدا کریں کہ آپ جب چاہیں، جس وقت چاہیں، جہاں چاہیں نفل عبادت ادا کریں اور جس حال میں چاہیں کریں، مجلس میں، بازار میں، گھر میں، چلتے پھرتے، دکانوں پر، مسجد میں، کہیں بھی ہوں خواہ چل رہے ہوں، بیٹھے ہوں، کھڑے ہوں، لیٹے ہوں، کسی بھی حالت میں ہوں، آپ جو بھی عبادت کریں اللہ تعالیٰ کے یہاں سب قبول ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ثواب مردے کو پہنچا دیتے ہیں، بس صرف آپ کی نیت کرنے کی ضرورت ہے، صرف نیت کر لیجئے کہ اس کا ثواب فلاں کو ملے، مل جائے گا؛ مگر آپ کو تو شکم پرست ملاؤں نے یہ بتا رکھا ہے کہ جب تک سب اکٹھے ہو کر زور نہیں لگائیں گے ثواب نہیں پہنچے گا، مجمع بھی ہو اور ساتھ ساتھ (پیٹ پجاری ملا) ڈرائیور بھی ہو اور گارڈ بھی ثواب پہنچانے کے لیے، ڈرائیور آگے سے بھی پڑھے پیچھے سے بھی پڑھے، اِدھر اُدھر سے بھی پڑھے تب جا کر ثواب پہنچے گا، معاذ اللہ! گویا اللہ میاں کو پتہ نہیں چلتا، جب تک کہ یہ پہنچانے والا ڈرائیور نہ ہوگا ثواب نہیں ہوگا اور ثواب نہیں پہنچے گا، ڈرائیور لاؤ تو کام بنے گا، پھر ڈرائیور کی قیمت بھی بہت بڑی زبردست چکانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ پیٹ کے جہنم سے حفاظت فرمائے، (آمین) شکم پرست ملاؤں نے اپنا پیٹ پالنے کے لیے عوام کو بڑے فریب دے رکھے ہیں، یہ بھی سب پیٹ پالنے کا ہی دھندہ ہے، طرح طرح کی پٹی اور سبق پڑھا رکھے ہیں کہ نہ مردے کو ثواب پہنچے، سوائے ملا کے، اور نہ مردے کو غسل دے سکے، سوائے ملا کے۔

اخیر میں ایک اور غلط عقیدہ کی بھی اصلاح ضروری ہے، وہ یہ کہ ایصالِ ثواب کے لیے جو چیز مسکین کو دی جاتی ہے بعینہٖ وہی چیز مُردوں کو ملتی ہے، یہ غلط ہے۔

ایک مسئلہ اور سمجھ لیجئے وہ یہ کہ جس خاندان میں ایصالِ ثواب کے غلط طریقے رائج ہیں، اگر وہاں کسی کو اصلاح وتوبہ کی توفیق ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنے خاندان کے ہر فرد کو وصیت کر دے کہ اس کے مرنے پر ایسی کوئی بدعت ہرگز نہ کی جائے اور ایصالِ ثواب سنت کے مطابق کیا جائے اور یہ وصیت کرنا اس پر فرض ہے، اگر اس نے وصیت نہیں کی تو

Marfat.com

اس کے مرنے پر جو بدعات ہوں گی اس کا گناہ اور عذاب اس میت پر بھی ہوگا، یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ بڑے سے بڑے گناہ سے بدعت کا گناہ اور عذاب زیادہ ہے۔

اور جتنے لوگوں کو بھی ہدایت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا، بدعت کے ماحول میں اتباعِ سنت پر سو شہیدوں کے برابر ثواب ہے، یا اللہ! ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح محبت عطا فرما، صحیح عظمت عطا فرما، صحیح اطاعت عطا فرما، اتباعِ سنت عطا فرما۔ (آمین) (محمد رفعت قاسمی)

کھانے پر فاتحہ پڑھنا

سوال ہمارے یہاں ایصالِ ثواب کا کھانا غرباء و مساکین کے سامنے رکھ کر ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر میت کو بخشتے ہیں، اور اس کے بعد کھانا کھایا جاتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ایصالِ ثواب کے لیے کھانے پر فاتحہ خوانی کا یہ طریقہ بے اصل اور بلا دلیل شرعی اور بدعت ہے، اس کے ثبوت میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ موضوع (من گھڑت اور بنائی ہوئی) ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۳، ص۱۹۴)

مسئلہ میت کو ثواب ہر نیکی کا پہنچایا جا سکتا ہے اور میت کو ثواب پہنچانے کی نیت کر لی جائے تو اس سے ثواب پہنچ جاتا ہے؛ لیکن کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہنچتا غلط ہے، کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۲۲۹)

مسئلہ مرنے کے بعد چالیس روز تک روٹی کی رسم کرنا (کھلانے کو ضروری سمجھنا) بدعت ہے، ایسے ہی گیارہویں بھی بدعت ہے، بلا پابندی رسم و قیود ایصالِ ثواب مستحسن ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۶۱)

مسئلہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا بالکل بے اصل ہے (لیکن اگر ایسا کیا جائے تو یہ کھانا حرام نہیں ہوتا، اس کا کھانا جائز ہے) نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نہ صحابہ و تابعین سے، نہ ائمہ مجتہدین سے، یہ محض بدعت محدثہ ہے۔

سمجھنے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اگر یہ کوئی ثواب کا کام ہوتا تو صحابہ کرامؓ جو ایسے

Marfat.com

کاموں کے عاشق تھے کبھی نہ چھوڑتے، کسی سے بھی کھانے پر فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں؛ اس لیے یہ بدعت وضلالت ہے۔ (امداد المفتیین: ج۱، ص۱۰، وکفایت المفتی: ج۱، ص۲۱۰)

فاتحہ خوانی کی حقیقت

مسئلہ پہلے یہ سمجھو کہ فاتحہ یعنی مردوں کو ثواب پہنچانے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت شریعت میں فقط اتنی ہے کہ کسی نے کوئی نیک کام کیا، اس پر جو کچھ ثواب اس کو ملا، اس نے اپنی طرف سے وہ ثواب کسی دوسرے کو دیدیا کہ یا اللہ! خیر، یہ ثواب فلاں کو دیدیجئے اور پہنچا دیجئے، مثلاً کسی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ کھانا یا مٹھائی، یا روپے پیسے، کپڑا وغیرہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ جو کچھ اس کا ثواب مجھ کو ملا ہے وہ فلاں صاحب کو پہنچا دیجئے گا، یا ایک آدھ پارہ قرآن شریف کا پڑھا یا ایک ہی سورت وغیرہ پڑھی اور اس کا ثوب بخش دیا، چاہے وہ نیک کام آج ہی کیا ہو یا اس سے پہلے عمر بھر میں کبھی کیا تھا دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔

باقی رسمیں من گھڑت ہیں مثلاً: (۱) پہلے تھوڑی سی جگہ لیپتے ہیں، اس میں کھانا رکھتے ہیں، پھر ایک شخص کھانے کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ قرآن کی سوتیں پڑھتا ہے اور نام بنام سب مردوں کو بخشتا ہے، اس من گھڑت طریقہ میں بہت سی خرابیاں ہیں، مثلاً سب جاہلوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے بغیر ثواب نہیں پہنچتا، چنانچہ ایک ایک کی خوشامد کرتے پھرتے ہیں، جب تک کوئی اس طرح فاتحہ نہ کر دے تب تک وہ کھانا کسی کو نہیں دیا جاتا ہے۔

مسئلہ بزرگوں اور اولیاء اللہ کے فاتحہ کی ایک اور خرابی ہے، وہ یہ کہ لوگ ان کو حاجت روا اور مشکل کشا (پریشانیوں کو دور کرنے والے) سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ و نیاز دلاتے ہیں کہ ان سے ہمارے کام نکلیں گے، حاجتیں پوری ہوں گی اور اولاد ہوگی، اولاد کی عمر بڑھے گی۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس طرح کا عقیدہ صاف شرک ہے۔ (اللہ تعالیٰ بچائے) غرض ان سب رسموں اور عادتوں کو چھوڑ دینا چاہئے، اگر کسی کو ثواب بخشنا منظور ہو تو بس جس طرح شریعت کی تعلیم ہے اُس طرح سیدھے سادھے طور پر بخش دینا چاہئے، سب

Marfat.com

لغویات کو چھوڑ دینا چاہئے، بس بلا پابندی رواج جو کچھ توفیق اور میسر ہو پہلے محتاج (ضرورت مندوں) کو دیدو پھر اس کا ثواب بخش دو۔ (بہشتی زیور: ج۶، ص۵۲)

فاتحہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

سوال فاتحہ جو قبر پر پڑھی جاتی ہے اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ (۲) فاتحہ قبر پر ہی جا کر کیوں؟ گھر پر پڑھ دی جائے تو ثواب پہنچے گا یا نہیں؟

جواب فاتحہ جو قبر پر پڑھی جاتی ہے اس کا قاعدہ مسنونہ یہ ہے کہ قبرستان جا کر پہلے تو

السلام علیکم یا اَھْلَ الدِّیارِ مِن المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات! انتم لنا سلف و نحن بالاثر یغفر اللّٰہ لنا و لکم اجمعین

کہے، یہ سب مردوں کو سلام اور دعاء ہوئی، اس کے بعد سورۂ تکاثر ایک بار سورہ اخلاص یعنی **قل ھو اللّٰہ احد** گیارہ بار اور اگر ہمت زیادہ ہو تو سورۂ یٰسین بھی ایک بار پڑھ لے، پھر اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے، اس تلاوت کا ثواب فلاں فلاں کو اور یہاں پر جتنے مسلمان مدفون ہیں سب کو پہنچا دیا جائے۔

۲۔ قرآن کریم گھر پر بھی پڑھ کر بخش دیں تو ثواب پہنچ جائے گا، اگر صرف ثواب پہنچانے کا ارادہ ہے تو اس کے لیے قبرستان جانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں! اگر ثواب پہنچانے کے ساتھ میت کی تانیس و دلداری بھی مقصود ہو تو قبر پر جانے اور وہاں جا کر قرآن پڑھنے سے میت کو انس و مسرت زیادہ ہوتی ہے۔ (امداد الاحکام: ج۱، ص۱۹۳)

مسئلہ ایصالِ ثواب کا جو قرآن و حدیث و صحابہ کرامؓ سے ثابت طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ کچھ قرآن پڑھ کر یا فقیروں، غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کو کھانا کھلا کر یا دیگر یا کپڑا دیگر یا کوئی نیک کام خدا اور رسول کی مرضی کا کر کے اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش کر جس جس کو اور چاہے سب کو بخش دے اور جہاں تک ہو لوگوں سے چھپا کر محض اللہ کے لیے کرے اور نیت اس طرح کرے کہ یا اللہ! یہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے یا صدقہ کیا ہے یا نیک کام کیا ہے ان سب کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا کر فلاں کو پہنچے، اس طریقہ کے سوا اور جتنے طریقے آج کل رواج پکڑ گئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی حدیث اور قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۵۱، واصلاح الرسوم: ص۱۳۰)

Marfat.com

بدعت کی تعریف

مسئلہ خدا تعالیٰ کی ذات وصفات اور تصرفات واختیار میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک کہلاتا ہے، اور جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ وتابعینؒ نے نہیں کیا؛ بلکہ دین کے نام پر بعد میں ایجاد ہوا، اسے عبادت سمجھ کر کرنا بدعت کہلاتا ہے، اس اصول کی روشنی میں مثالیں آپ خود بھی متعین فرما سکتے ہیں۔

مسئلہ درمختار مع حاشیہ شامی ج۱، ص۱۶۰ میں بدعت کی تعریف کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(الف) دین میں کوئی ایسا نظریہ، طریقہ اور عمل ایجاد کرنا بدعت ہے جو طریقۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ قولاً ثابت ہو، نہ فعلاً، نہ صراحتاً، نہ دلالۃً اور نہ اشارۃً۔

(ب) جسے اختیار کرنے والا مخالفت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض سے بطور ضد و عناد اختیار نہ کرے؛ بلکہ بزعم خود ایک اچھی بات اور ثواب کا کام سمجھ کر اختیار کرے۔

(ج) وہ چیز کسی دینی مقصد کا ذریعہ وسیلہ نہ ہو، بلکہ خود اسی کو دین کی بات سمجھ کر کیا جائے۔ (آپ کے مسائل: ج۱، ص۴۵، ونظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۲۱، وفتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۳۳۸)

مسئلہ کفر وشرک کے بعد بدعت بڑا گناہ ہے، اور بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن وحدیث میں ان کا ثبوت نہ ملے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو، اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے۔

مسئلہ بدعت بہت ہی بُری چیز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے اور جو شخص بدعت نکالے اس کو دین کا ڈھانے والا بتایا ہے اور فرمایا کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔'' (تعلیم الاسلام: ج۴، ص۲۲)

بدعت کی اقسام

سوال کوئی قسم بدعت کی حسنہ بھی ہے کیا؟

Marfat.com

جواب بدعت کوئی حسنہ نہیں ہے اور جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے؛ مگر اصطلاح کا فرق ہے، مطلب سب کا ایک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۱۴۶)

''سنت'' کے معنی لغت میں طریقے کے ہیں، خواہ اچھا ہو، یا خراب ہو۔ ''بدعت'' کے معنی نئی چیز جو پہلے سے نہیں تھی، لغۃً ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اور اس تعریف کے اعتبار سے بدعت ہمیشہ سیئہ اور ضالّہ ہی ہوتی ہے؛ البتہ معنی لغوی کے اعتبار سے کبھی حسنہ بھی ہوتی ہے۔ (نظام الفتاویٰ: ج ۱، ص ۱۲۱)

مسئلہ جس بدعت کی حدیث شریف میں مذمت آئی ہے وہ صرف ایک ہی قسم ہے اور وہ ہے کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار. (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۴، ص ۶۱)

مسئلہ ہر ایسی نئی بات جس کی شریعت میں کچھ اصل نہ ہو اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے تو وہ بدعت اور ممنوع ہے۔ (حاشیہ امداد الفتاویٰ: ج ۱، ص ۱۵۶)

مسئلہ جس طرح شرک توحید کی ضد ہے، اسی طرح بدعت سنت کے مدمقابل ہے، سنت کو سخت نقصان پہنچاتی ہے اور اس کو (سنت کو) نیست و نابود کر کے اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱۰، ص ۳۳۷)

مسئلہ شامی میں بدعت کی قسمیں بیان کی ہیں کہ تراویح کی یکجائی جماعت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''نعمت البدعة'' اس وجہ سے سیئہ اور حسنہ کی تقسیم کی گئی، ورنہ بدعتِ حسنہ درحقیقت معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت ہے، نہ کہ معنی شرعی کے اعتبار سے، اسے کل بدعةٍ ضلالة میں بدعت شرعیہ اور بدعت سیئہ مراد ہے اور جس چیز کو بدعت حسنہ کہا جاتا ہے وہ ضلالہ نہیں؛ بلکہ مسلوکہ فی الدین ہے، اور معین فی الدین ہے یعنی وہ احادیث فی الدین نہیں؛ بلکہ احداث للدین ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۲، ص ۱۸۵)

بدعت کی تفصیل دیکھئے، براہین قاطعہ، فتح الباری: ج ۴، ص ۲۸۷، الترغیب والترہیب: ص ۶۵، اختلاف امت اور صراط مستقیم: ص ۱۰۰، ترمذی شریف: ج ۱، ص ۳۳، و نسائی شریف: ج ۱، ص ۱۳۲، و مسلم شریف: ج ۱، ص ۲۴۹، اور مشکوٰۃ شریف: ج ۱، ص ۲۳۸ باب حرم المدینہ۔

Marfat.com

بدعت کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

قرآن مجید کے چھٹے پارے میں سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع میں آیت ۳ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا، اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر میں راضی ہو گیا۔''

اللہ تعالیٰ اپنی زبردست، بہترین، اعلیٰ اور افضل تر نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ میں نے تمہارا دین ہر طرح اور ہر حیثیت سے کامل اور مکمل کر دیا، تمہیں اس دین کے سوا کسی دین کی ضرورت نہیں، نہ اس نبیؐ کے سوا اور نبی کی تمہارے لیے حاجت ہے، خدا نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا، انہیں تمام جنوں اور انسانوں کی طرف بھیجا ہے، حلال وہی ہے جسے وہ حلال کہے، حرام وہی ہے جسے وہ حرام کہے، دین وہی ہے جسے وہ مقرر کرے، دین کو کامل کرنا تم پر اپنی نعمت کو پورا کرنا ہے؛ کیوں کہ میں خود تمہارے اس دین اسلام پر راضی ہوں؛ اس لیے تم بھی اس پر راضی رہو، یہی دین خدا کا پسندیدہ ہے، اس کو دے کر اسی نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے، اور اپنی اشرف کتاب نازل فرمائی ہے۔

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۶، ص ۴۸ سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''دینِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کامل و مکمل کر دیا ہے، اب یہ رہتی دنیا تک کسی زیادتی کا محتاج نہیں، اسے خدا نے پورا کیا ہے جو قیامت تک ناقص نہیں ہونے کا، اس دین سے خدا خوش ہے اور کبھی بھی ناخوش نہیں ہونے والا۔''

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۶، ص ۴۸ سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع کی تفسیر میں ابن ابی حاتم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''ایک شخص تھا، بڑا پابند دین خدا، ایک زمانہ کے بعد شیطان نے اسے بہکا دیا کہ جو اگلے کر گئے ہیں وہی تم بھی کر رہے ہو، اس میں کیا رکھا ہے، اس کی وجہ سے نہ عام لوگوں میں تمہاری قدر ہوگی اور نہ شہرت، تمہیں چاہئے کہ کوئی نئی بات ایجاد کرو، اسے لوگوں میں پھیلاؤ، پھر دیکھو کیسی شہرت ہوتی ہے اور کس طرح جگہ جگہ تمہارا ذکر ہونے لگتا ہے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، اس کی وہ باتیں لوگوں میں پھیل گئیں، اور ایک

Marfat.com

زمانہ اس کی تقلید کرنے لگا، اب تو اسے بڑی ندامت ہوئی، اور اس نے وہ ملک چھوڑ دیا، اور تنہائی میں خدا کی عبادتوں میں مشغول ہو گیا؛ لیکن خدا کی طرف سے اسے جواب ملا کہ ''تیری خطا ہی صرف ہوتی تو میں معاف کر دیتا؛ لیکن تو نے عام لوگوں کو بگاڑ دیا اور انہیں گمراہ کر کے چھوڑا، انہیں غلط راہ پر لگا دیا، جس راہ پر چلتے چلتے وہ مر گئے، ان کا بوجھ تجھ پر سے کیسے ہٹے گا؟ میں تو تیری توبہ قبول نہیں کروں گا۔''

حوالہ: تفسیر ابن کثیر پارہ ۶، ص ۱۲۵ سورۂ مائدہ کے دسویں رکوع کی تفسیر میں

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو شخص اس امر (یعنی دین) میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

حوالہ: (۱) صحیح مسلم شریف جلد ۲، ص ۲۵، حدیث ۱۸۱، باب ۱۵۹ قضیہ کا بیان۔ (۲) مشکوٰۃ شریف جلد ۱، ص ۱۰۵، حدیث ۱۳۱ سنتوں کا بیان۔ (۳) مظاہر حق جلد ۱، ص ۶۸، سنتوں کا بیان۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہاں نئی بات (یعنی بدعت) پیدا کرے یا کسی نئی بات پیدا کرنے والے کو جگہ دے، اس پر خدا کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، نہ اس سے کوئی نفل عبادت قبول کی جائے گی نہ فرض۔ (مختصر)

حوالہ: صحیح بخاری شریف جلد ۲، پارہ ۱۲، ص ۱۱۵، حدیث ۴۱۳ جہاد کا بیان۔

میرے عزیز دوست! آج ہندوستان میں کثرت سے بدعتوں کا چلن ہو گیا ہے، اور اس پر تعجب تو یہ ہے کہ جو ان بدعتوں پر عمل نہ کرے اس کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے، بلکہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، اب آپ یہ سوچئے کہ ان بدعتوں کی محبت ہمارے اکثر نادان، اَن پڑھ مسلمان بھائیوں کے دل میں کس قدر گھر کر گئی ہے، کسی بدعت کو چھوڑنا گویا مذہب چھوٹ جانے کے برابر سمجھتے ہیں، یہ سارا قصور جیب بھرو پیر اور پیٹ بھرو مولویوں کا ہے؛ کیوں کہ یہ لوگ علم سے کورے ہوتے ہیں، اور اگر کسی میں علم ہے بھی تو اس میں نفسانیت ہوتی ہے؛ اس لیے جاہلوں کی مرضی کے مطابق کچھ تاویلیں کر کے فتویٰ دے دیتے ہیں، اور وہ جاہل اسی کو مذہب سمجھتے ہیں، ان میں سے زیادہ تر لوگ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی عمل کرتے ہیں؛ کیوں کہ سب کریں اور ایک آدمی نہ کرے تو اس کے اوپر جماعت کی

Marfat.com

طرف سے دباؤ ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کو جماعت سے الگ کر دینے کی دھمکی بھی دی جاتی ہے، خود میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا؛ مگر میرے مالک ومختار نے مجھے اپنے رحم وکرم سے بچالیا، جہالت تو دیکھئے، فرض، واجب اور سنتوں کے لیے کوئی کسی پر دباؤ نہیں ڈالتا، کسی کو دھاک دھمکی بھی نہیں دیتا، کوئی جماعت سے کسی کو الگ بھی نہیں کرتا اور ایک بدعت کے لیے جس پر شریعت میں سخت وعید آئی ہے، اس کے لیے شاید ہی کوئی ایسا دیہات یا قصبہ یا شہر ہوگا جہاں پر جھگڑے نہ ہوتے ہیں۔

حدیث: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدعتی کا نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، عمرہ، جہاد، صدقہ، فدیہ کچھ بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا؛ بلکہ وہ اسلام سے ایسا باہر ہو جاتا ہے جیسے آٹے سے بال نکال لیا جائے۔

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ص ۴۰، حدیث ۵۱، امور بدعت کا بیان

بدعت ہڑک کی طرح ہے

تحقیق نکلے گی بیچ امت میری کے کئی قومیں، سرایت کرے گی بیچ میں ان کے خواہش، یعنی بدعتیں عقائد میں اور اعمال میں، جیسے کہ سرایت کرتی ہے ہڑک ہڑک والے کو، نہیں باقی رہتی اس سے کوئی رگ اور نہ کوئی جوڑ؛ مگر داخل ہوتی ہے اس میں۔

حوالہ: مظاہر حق جلد ۱، ص ۷۹، کتاب الایمان

جب کوئی کتا باؤلا ہو جاتا ہے اور ہڑک اس کی نس نس میں پیوست ہو جاتی ہے، تو وہ کتا پانی کو دیکھتا ہے اور بھاگتا ہے، پانی پینا تو درکنار پانی کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا، اسی طرح جس انسان کی نس نس میں بدعت پیوست ہو جاتی ہے تو وہ انسان قرآن وحدیث سنتا ہے اور بھاگتا ہے، قرآن وحدیث پر عمل کرنا تو درکنار اس کو سننا بھی گوارا نہیں کرتا، جس طرح باؤلے کتے کو پانی نصیب نہیں ہوتا اور پیاسا ہی مر جاتا ہے اسی طرح بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی، اور وہ گمراہی کے جنگل ہی میں مر جاتا ہے۔

جو شریعت کی کسی دلیل سے ثابت نہ ہوں، ایسی باتوں کو دین میں داخل کرنے کو بدعت کہتے ہیں، اور بدعت بہت بڑا گناہ ہے؛ کیوں کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ گویا اللہ سے مقابلہ کرتا ہے؛ اس لیے کہ شریعت اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے، اس میں کمی بیشی کا کسی

کوحق نہیں ہے۔

پس جس نے شریعت میں کسی ایسی بات کو نکالا جو اس میں نہیں تھی، تو اس نے اس شریعت کو ناقص سمجھا اور اپنی طرف سے ایک نئی شریعت اس نے بنائی، پھر اس کا عامل بنا اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دے رہا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے، بظاہر تو وہ اپنے آپ کو فرمانبردار اور محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ رہا ہے؛ لیکن ایسا انسان سخت گمراہ ہے، اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی

جو انسان گناہ کرتا ہے اس کے لیے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ کبھی نہ کبھی وہ توبہ کر لے گا، کوئی مسلمان نماز نہیں پڑھتا، یا روزہ نہیں رکھتا، یا شراب پیتا ہے، یا جوا کھیلتا ہے یا چوری کرتا ہے، تو بہر حال وہ توبہ کر سکتا ہے؛ کیوں کہ گناہ کو گناہ سمجھ کر کر رہا ہے، اور بدعتی کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی؛ کیوں کہ وہ بدعت کو عبادت سمجھ کر کر رہا ہے اسے قربِ خداوندی سمجھتا ہے یا تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتا ہے، یا عظمت اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم سمجھتا ہے، پھر توبہ کاہے کو کرے گا، بدعتی اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھتا، ایسے انسان کو توبہ نصیب ہونا محال ہے، اِلّا ما شآء اللّٰہ.

اکثر لوگ ایسے دیکھے جا رہے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم سمجھ کر بدعتیں کر رہے ہیں، اور بعض اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی عظمت سمجھ کر بدعتیں کر رہے ہیں اور جب انہیں سمجھایا جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور سچی باتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں؛ کیوں کہ وہ باتیں ان بدعتوں کے خلاف ہیں۔

ہر مسلمان مرد اور عورت کو چاہئے کہ جو بھی کام کرے پہلے اس کو قرآن وحدیث یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی مبارک سے تحقیق کر لے، وہاں سے دلیل ملتی ہے تو کرے ورنہ چھوڑ دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کام نہیں کیا وہ کام اگر ہم نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے قیامت کے دن نہیں پوچھے گا کہ ”تم نے کیوں نہیں کیا“ اور اگر ہم اس کو ثواب سمجھ کر کریں گے، اور اللہ تعالیٰ نے حشر کے میدان میں پوچھ لیا کہ

Marfat.com

''تم نے کیوں کیا؟ تو جواب دینا بھاری پڑ جائے گا، میرے بھیا! سوچ لو۔

جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، ایسا کام دین سمجھ کر کرنا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نقص نکالنا ہے کہ ان باتوں کو معاذ اللہ! وہ سمجھ نہیں سکے جن کو ہم ادا کر رہے ہیں، اللہ کی پناہ!

جن باتوں کی حشر کے میدان میں پوچھ ہونے والی ہی نہیں، ان باتوں میں نہ اُلجھے؛ بلکہ جن باتوں کی حشر کے میدان میں پوچھ ہونے والی ہے ان پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہر مسلمان مرد وعورت کو ہر بدعت سے بچائے، آمین۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جو بات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو، ایسی نئی بات پر ایک زمانہ کا اتفاق ہونا بھی تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے، اور تو اسی طریقہ سلف پر مضبوطی اُختیا کر لے، اللہ تیرا مددگار ہے''۔

حوالہ: فتاویٰ عالمگیری، جلد ا، ص ۱۰۷، مقدمہ میں

بدعت کس کو کہتے ہیں؟

میرے عزیز دوست! بدعت کس کو کہتے ہیں؟ یہ بات اکثر لوگ نہیں سمجھتے، اور ان کے دل میں شیطان یہ بات ڈال دیتا ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ، حدیث کی کتابیں، فقہاء کی کتابیں، مدرسوں اور مسجدوں میں نمازیوں کے لیے ہر طرح کا انتظام یہ سب بدعت ہے، یہ باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کہیں تھیں؟ تو پھر ان باتوں کو عمل میں کیوں لاتے ہو؟ یہ ہیں شیطانی وسوسے جو اکثر لوگوں کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، اب سنئے اس کی حقیقت، وہ تمام چیزیں دین کے انتظام کے لیے ہیں، عمل نہیں، عمل اور چیز ہے، انتظام اور چیز ہے، اگر عمل میں کوئی چیز بڑھائی جائے گی تو اس کو بدعت کہیں گے، اور اس پر عمل کرنا منع ہے، اور ایسی بدعتوں کے چھوڑ دینے کے لیے جب سمجھایا جاتا ہے تو جواب میں کہتے ہیں کہ اس میں برا کیا ہے؟ آخر یہ بھی تو اچھی بات ہے، منع کہاں لکھا ہے؟

سنئے جواب، مثلاً کلمۂ طیبہ بہت اچھی چیز ہے، اور اس کو ہر کوئی پسند کرتا ہے، روئے

Marfat.com

زمین پر کوئی مسلمان آپ کو ایسا نہ ملے گا جسے کلمۂ طیبہ سے پیار نہ ہو، اور دل و جان سے اس کو نہ چاہتا ہو، یہی کلمہ دین کی بنیاد ہے، یہی کلمہ جنت کی کنجی ہے؛ لیکن جب اذان ہوتی ہے تو اذان کا آخری کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ آتا ہے، اب اگر کوئی پیار اور محبت کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ملا لے تو کیا حرج ہے؟ یا اس میں کوئی برائی ہے؟ یا کوئی گناہ ہے؟ پھر کیوں نہیں ملاتے؟ اگر کوئی ملا لے تو پورا کلمۂ طیبہ ہو جائے گا، اور منع بھی نہیں لکھا ہے، پھر کیوں نہیں پڑھتے؟ اور کلمۂ طیبہ کی فضیلت کے بارے میں تو سبحان اللہ! کیا کہنا، اسلام کا نظام ہی اس کلمہ پر ہے، پھر کیوں نہیں پڑھتے؟ دراصل بات یہ ہے کہ وہ عمل ہے اور عمل میں زیادتی نہیں ہو سکتی۔

دین میں جھگڑا نہیں ہے، رسم و رواج اور بدعتوں میں جھگڑا ہوتا ہے، جو دین ہوگا وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک ہی حکم رکھتا ہوگا اور جو رسم و رواج اور بدعتیں ہوں گی وہ مختلف شکلوں میں ہوں گی اور کبھی کبھی ان بدعتوں اور رسم و رواج کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں، اور جو دین ہوگا وہ ساری دنیا کے لیے ایک ہی حکم رکھتا ہوگا اور قیامت تک بدل نہیں سکتا اور نہ اس میں کوئی اختلاف پیدا ہو سکتا ہے، مثلاً ختنہ کرانا سنت ہے، تو ساری دنیا کے مسلمانوں پر ختنہ کرانا سنت ہے، اس میں کہیں بھی کسی ملک میں یا کسی مسلک میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اسی طرح نکاح پڑھانا سنت ہے، تو ساری دنیا کے مسلمانوں میں سنت ہے کہیں بھی کسی جگہ پر بھی اختلاف نہیں ہے، کسی ملک میں کوئی بھی صبح کی نماز بجائے دو رکعت کے تین رکعت نہیں پڑھتا، جمعہ کی نماز دو رکعت ہے تو ساری دنیا میں دو ہی پڑھی جاتی ہے، عید کی نماز دو رکعت ہے تو ساری دنیا میں دو ہی پڑھی جاتی ہے، فجر کی نماز، جماعت میں بلند آواز سے قرآن کریم پڑھا جاتا ہے، جمعہ کی نماز میں بھی بلند آواز سے، عید کی نماز میں بھی بلند آواز سے، مغرب کی نماز میں بھی بلند آواز سے، عشاء کی نماز میں بھی بلند آواز سے، تراویح میں اور وتر کی جماعت میں بھی بلند آواز سے قرآن کریم پڑھا جاتا ہے، ظہر اور عصر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن کریم پڑھے گا تو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اسے روک دے گا، مغرب کی تین رکعت نماز فرض ہے تو ساری دنیا میں تین ہی رکعت پڑھی جاتی ہے، کہیں بھی کسی جگہ پر اختلاف نہیں ہے، اگر کوئی مولوی مغرب کی چار رکعت نماز پڑھے گا تو جاہل سے جاہل آدمی بھی اس کو منع کرے گا اور اگر کوئی مولوی جبراً مغرب

Marfat.com

کی چار رکعت نماز پڑھے گا تو اس کو مار کر مسجد سے بھی نکال دیں گے، کیوں کہ یہ احکام ہیں اور احکام میں کوئی اختلاف نہیں؛ البتہ ارکانوں میں اختلاف ہے جن کا بیان ہم سنت والجماعت میں کر چکے ہیں، اب آپ اللہ کے واسطے سوچیں کہ نماز جیسی چیز میں ایک رکعت بڑھانے سے وہ نماز ہی باطل ہو جاتی ہے تو پھر ہمارے دنیا بھر کے رسم ورواج کیسے قبول ہوں گے؟

رمضان المبارک کا چاند دیکھا تو تراویح شروع ہوگئی اور عید کا چاند دیکھا تو تراویح ختم ہوگئی، مغرب کی اذان ہوئی تو روزہ داروں نے روزہ کھول دیا، کوئی مسلمان عشاء کی اذان کے وقت روزہ کھولے تو آپ اسے کیا کہیں گے؟ آپ کے پاس سمجھانے کے لیے یہی الفاظ ہوں گے، بھائی صاحب ''شریعت کا حکم مغرب کی اذان کے وقت روزہ کھولنے کا ہے اور آپ عشاء کی اذان کے وقت روزہ کھولتے ہیں، یہ روزہ آپ کا نہیں ہوا؛ بلکہ آپ گنہگار ہوں گے'' اس سمجھانے پر وہ مسلمان آپ کے اوپر غصہ ہو جائے اور کہنے لگے کہ واہ صاحب! ہمارا روزہ کیسے نہیں ہوگا؛ جبکہ ہم نے دو گھنٹہ زیادہ بھوکے رہ کر کھولا ہے، آپ صاحب تو وہابی معلوم ہوتے ہیں، آپ کا عقیدہ خراب ہوگیا ہے، میرا تو عقیدہ ہے کہ عشاء کی اذان کے وقت روزہ کھولنے سے مجھے زیادہ ثواب ملے گا، تو ایسا عقیدہ حشر کے میدان میں نہیں چلے گا؛ کیوں کہ یہ عقیدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف ہے اور جہالت میں شمار کیا جائے گا، بہر حال مذہب میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ کوئی جھگڑا ہے، ہندوستان میں یا اور کسی جگہ پر مذہب کے نام سے جو جھگڑے ہو رہے ہیں وہ حقیقت میں مذہب نہیں ہیں؛ بلکہ رسمیں ہیں یا بدعتیں ہیں۔

ایک انسان بدعت پر عمل کرتا ہے اور کرتے کرتے ایک عادت بن جاتی ہے تو عادت کو عبادت سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ عادت عبادت نہیں بن سکتی، کیوں کہ عادت مختلف شکلوں میں ہوتی ہے اور وقتاً فوقتاً اس میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے اور ان کی شکلیں بھی بدلتی رہتی ہیں اور عبادت ساری دنیا کے لیے ایک ہی حکم رکھتی ہے، اس میں نہ کمی بیشی ہو سکتی ہے اور نہ اس کی شکل بدل سکتی ہے۔

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دعاء سکھاتے ہیں، اس میں ایک لفظ یہ تھا وَنَبِیِّکَ کچھ دنوں کے بعد حضرت براء رضی اللہ

Marfat.com

عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہی دعاء پڑھتے ہیں، جب وہ وَنَبِیّکَ پر پہنچتے ہیں تو وَنَبِیّکَ کے بدلے وَرَسُوْلِکَ پڑھ دیتے ہیں، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے سینے پر ایک مکا مارتے ہیں، اور فرماتے ہیں: وَنَبِیّکَ پڑھو۔ (مختصر)

حوالہ: (۱) ترمذی شریف جلد۲، ص۲۹۰، حدیث ۱۲۴۶، دعاء کا بیان

(۲) صحیح بخاری شریف: جلد۱، پارہ۱، ص۷۰، حدیث ۲۳۷، وضو کا بیان

دیکھا میرے دوست! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وَرَسُوْلِکَ کہنے سے بھی منع فرما دیا، حالانکہ نبی اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے دنیا میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہو اور اس پر کوئی آسمانی کتاب نازل نہ ہوئی ہو، اور رسول اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے نبی بھی بنایا گیا ہو اور اس پر آسمانی کتاب بھی نازل ہوئی ہو، آپ کی سمجھ میں بات آئی کہ نہیں؟ کہ نبی کے لفظ سے رسول کا لفظ مرتبہ کے لحاظ سے بڑھ کر ہے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی تھے اور رسول بھی تھے؛ مگر پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا؛ کیونکہ یہ عمل ہے اور عمل میں زیادتی کسی طرح بھی جائز نہیں؛ اس لیے روک دیا کہ آج تو تم نے اتنا بدلا اور کل شاید تم یا اور کوئی جس کے جو دل میں آئے بدل ڈالے گا یا بڑھا گھٹا دے گا، یہ نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ عمل وہی کرو اور اسی طرح کرو جس طرح ہم تمہیں بتا چکے ہیں۔

میرے عزیز دوست! ہر چیز کی حد ہوتی ہے، دیکھئے جب اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے تو اللہ عزوجل اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کہتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں کر سکتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا مرتبہ آپ کا ہے، اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے؛ لیکن ہم ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کہنا پڑے گا۔

اسی طرح ہر چیز کی حد ہوتی ہے؛ مگر اپنی بے علمی کی وجہ سے ہم جہالت کے پھندوں میں پھنستے چلے جا رہے ہیں، اور ہمارے جیب بھرو پیر، اور پیٹ بھرو مولوی ہم کو پھنسا رہے ہیں۔ اگر ہمارے پاس صحیح علم ہوتا تو یہ لوگ ہم کو بہکا نہ سکتے، ہماری بے علمی نے ایسے بے دین پیروں اور مولویوں کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں۔

(شریعت یا جہالت: ص۵۶۱ تا ۵۷۰)

Marfat.com

بدعتی متوازی حکومت بناتا ہے

بدعات میں جو گناہ ہوتا ہے اس کو ثواب سمجھا جاتا ہے اور جس گناہ کو انسان ثواب سمجھے گا اس سے توبہ کیا کرے گا؟ وہ گناہ جس کو گناہ سمجھا جائے اس سے اولاً تو کبھی توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے اور بالفرض توبہ کی توفیق نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے آپ کو گنہگار تو سمجھتا ہے، گناہ کا اعتراف ہو، اقرار ہو، ندامت ہو تو اسی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جائے؛ مگر جہاں گناہ کو ثواب سمجھا جائے تو ظاہر ہے اس سے کیا توبہ کرے گا؟ اور کیا دل میں ندامت ہوگی؟ بلکہ اس طرح کے گناہ کر کے اور زیادہ انسان اس پر خوش ہوتا ہے کہ میں نے ثواب کا کام کر لیا، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار" کہ ہر وہ کام جو میں نے بیان نہیں کیا اور میری طرف سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان نہیں فرمایا، اور اس پر عمل نہیں فرمایا "اگر لوگ اس کو اپنی طرف سے ثواب سمجھ کر کرنے لگیں تو وہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔"

اور عقلی لحاظ سے دیکھا جائے تو فیصلہ کے لیے عقل کافی ہے کہ جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ثواب نہیں بتایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے مطابق عمل نہیں فرمایا، نہ اس کو ثواب بتایا، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر عمل نہ کیا، نہ وہ مسئلہ بتایا، حضرات ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی نہ وہ مسئلہ بتایا اور نہ اس قسم کا کوئی عمل کیا، اس کے باوجود اگر ہم ایسا کچھ کام کرتے ہیں اور ہم اس کو ثواب سمجھتے ہیں تو سوچیں اور خوب سوچیں کہ وہ کام ثواب کیسے ہوگا؟ اور خدا کرے اس مسئلہ پر سوچنے کی توفیق مل جائے، تاکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہ کرے، پھر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں اور مقابلہ کو ثواب سمجھ رہے ہیں، بڑے دکھ درد کی بات ہے، یہ سوچئے کہ جو مسئلہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں بتایا اور نہ کیا، ائمہ کرام رحمہم اللہ نے نہ بتایا اور نہ کیا، تو آپ کو اتنے سال بعد اس کا علم کہاں سے ہو گیا ہے؟ یہی کہنا پڑے گا کہ دلوں میں شیطان وحی ڈالتا ہے، قرآن کریم میں ہے کہ شیطان بھی دلوں میں وحی کرتا ہے، تو ایک وحی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر

Marfat.com

اور دوسری وحی فاسق و فاجر لوگوں کے دلوں میں شیطان ڈالتا ہے، ان کے دلوں میں برائی کے خیالات ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کے لیے، غیر دین کو دین سمجھانے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے وہ مسئلہ نہیں بتایا اور بقول آپ کے وہ ثواب ہے تو کیا کہیں گے؟ یا تو معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کا علم ناقص کہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ اس میں بھی ثواب ہے؛ مگر آپ کو پتہ چل گیا کہ اس میں ثواب ہے، یا یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تو ہے کہ اس میں ثواب ہے؛ مگر جان بوجھ کر اپنی رضا کا طریقہ کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس چھپالیا، بتایا نہیں، اب اتنا زمانہ گزرنے کے بعد آپ کو اس کا پتہ چل گیا، تو اب سوال یہ ہے کہ اس کا پتہ آپ کو کیسے چلا؟ اللہ میاں نے چھپالیا تو اللہ میاں کے پاس کی بات کا آپ کو کیسے علم ہو گیا؟

یا یوں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ مسئلہ بتایا تھا؛ مگر معاذ اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سمجھے نہیں، یا سمجھنے کے بعد بھول گئے، غرضیکہ معاذ اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا، معاذ اللہ! آپ کا علم ناقص تھا، آپ کو معلوم نہیں تھا کہ ان چیزوں میں بھی ثواب ہے، جن چیزوں کو ہم ثواب بنائے ہوئے ہیں، اگر علم تھا تو کیا دوسرے درجہ میں آپ یہ کہیں گے کہ معاذ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے دین پہنچانے میں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! خیانت کی ہے کہ دین پورا پہنچایا نہیں؟ یا یہ کہیں گے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس دین کو آگے نہیں پہنچایا اور نہ خود اس پر عمل کیا، ایک بات سوچئے آخر کار آپ کا ذہن کیا جواب دے گا؟ آیا اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں تھا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام الٰہیہ پہنچانے میں خیانت کی ہے؟ یا یہ کہ معاذ اللہ! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آگے دین پہنچانے میں خیانت کی، کس چیز کا آپ فیصلہ کریں گے؟

خدا کے لیے غور کر لیجئے، پھر غور کیجئے، بڑے سے بڑا فسق و فجور ہو، بڑے سے بڑا گناہ ہو، بڑے سے بڑا بدکردار انسان ہو، وہ کم ہے اس بدعت اور اس گناہ سے جو ہے گناہ؛ مگر اس کو ثواب سمجھ رہے ہیں۔

غیر دین کو دین سمجھ لینا اور جو بات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی، اس بات کو ان کی طرف منسوب کر دینا کہ یہ بھی ان ہی کی طرف سے بیان کی ہوئی ہے، اس پر جہنم کی وعید آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو بات میں نے نہیں کہی، اسے جو شخص میری طرف منسوب کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

سوچیں! جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ثواب نہیں بتایا اگر ان کو ثواب سمجھیں گے تو آپ متوازی حکومت بنا رہے ہیں کہ نہیں بنا رہے ہیں؟ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے مقابلہ میں آپ اپنی حکومت چلانا چاہتے ہیں، دین ان کا ہے حکومت ان کی ہے، انہوں نے کوئی قانون ایسا نہیں بنایا تو گویا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلہ میں اپنا قانون بنالیں، اس کو بغاوت کہا جاتا ہے، متوازی حکومت قائم کرنا کہا جاتا ہے، بڑے سے بڑے مجرم کو معاف کیا جا سکتا ہے مگر جو مقابلہ کی حکومت بنائے اس کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔

سوچئے، اس مضمون کو پڑھنے کے بعد سوچئے اور کئی روز تک مسلسل سوچیں گے تو شاید جا کر کچھ بات دل میں اتر جائے، اور خدا کرے کہ بات دلوں میں اتر جائے، سمجھ میں آجائے اور اس پر اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، آمین۔

(محمد رفعت قاسمی)

جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں تردّد ہو

لہٰذا سعادت مندی یہی ہے کہ سنت کے مطابق عمل کیا جائے اور بدعات سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے؛ بلکہ جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو، ایسے فعل کو بھی چھوڑ دیا جائے، اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے: "وَ مَا تردد بین البدعة والسنة يترک؛ لان ترک البدعة لازم" یعنی: جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو اسے چھوڑ دیا جائے گا؛ اس لیے کہ بدعت کا چھوڑنا لازم اور ضروری ہے۔

(فتح القدیر: ج۱، ص۴۵۵، باب سجود السہو)

بحرالرائق میں ہے: "ان الحکم اذا تردد بین سنةٍ و بدعةٍ کان ترک البدعة راجحًا علی فعل السنة"

یعنی: جب کسی حکم کے متعلق سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو تو بدعت کو چھوڑنا سنت پر عمل کرنے کی بہ نسبت بہتر اور راجح ہوگا۔ (البحرالرائق: ج۳، ص۳۰)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "و ما تردّد بین البدعة والسنة يُترک"

جس چیز کے متعلق تردد ہو کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟ تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ (فتاویٰ

Marfat.com

عالمگیری: ج۱،ص۱۷۹)

شامی میں ہے: اذا تردّد الحکم بین سنة و بدعة کان ترک السنة راجحًا علی فعل البدعة" جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہوتو سنت کو چھوڑنا اس بدعت پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔ (شامی: ج۱،ص۶۰۰، مکروہات الصلوٰۃ)

یہاں تک ہدایت کی گئی ہے کہ اگر کوئی بات دل میں آئے اور اسے وہ بات اچھی معلوم ہوتو اس پر فوراً عمل شروع نہ کردے، تا آنکہ یہ تحقیق نہ ہوجائے کہ یہ بات سنت کے موافق ہے، حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا ینبغی لمن اُلهم شیئًا من الخیرات یعمل به حتی یسمع به فی الاثر فیحمد للّٰه تعالٰی اذا وافق السنة"، یعنی جس شخص کے دل میں کوئی امر خیر الہام کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اس پر عمل نہ کرے، جب تک کہ اس کا آثار کے موافق ہونا معلوم نہ ہوجائے، اگر آثار میں اس کا وجود ملے تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ جو بات اس کے دل میں آئی وہ آثار کے مطابق ہوئی۔ (احیاء العلوم: ج۱،ص۸۶/ مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم: ج۱،ص۹۳/ فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۳۷۷)

سنت کس کو کہتے ہیں؟

مسئلہ جب کسی چیز کو سنت کہتے ہیں تو اس کے معنی ہی ہیں کہ ہم اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے منسوب کرتے ہیں، کسی ایسی چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کی ہو، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہو، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اور نہ تابعینؒ نے جو کہ اتباع سنت کے سب سے بڑے عاشق تھے، اس پر عمل کیا ہو۔

(آپ کے مسائل: ج۱،ص۳۲۳)

مسئلہ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا نام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز کا مذاق اڑنے والا کافر ہے، اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو مذاق اڑانے کے بعد وہ مرتد ہوگیا یعنی اسلام سے پھر گیا۔ (آپ کے مسائل: ج۱،ص۵۱)

Marfat.com

فرائض، واجبات، مسنونات اور مستحبات کس کو کہتے ہیں؟

سوال فرض، واجب، مستحب، مکروہ، مباح اور حرام ان کے معنی ومطلب کیا ہیں؟

جواب ا۔فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، یعنی اس کے ثبوت میں شک و شبہ نہ ہو، جیسے مثلاً قرآن شریف سے ثابت ہو، بلا عذر اس کا تارک (چھوڑنے والا) فاسق اور عذاب کا مستحق ہے اور فرضیت کا منکر کافر ہے۔

فرض دو طرح کے ہیں:

(الف) فرض عین: وہ ہے جس کی ادائیگی سب کے ذمہ ضروری ہو، جیسے نمازِ پنجگانہ وغیرہ۔

(ب) فرضِ کفایہ: وہ ہے جس کی ادائیگی تمام کے ذمہ نہیں، ایک دو کے ادا کرنے سے سب بری الذمہ ہو جاتے ہیں اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہ گار ہوں گے، جیسا کہ نمازِ جنازہ وغیرہ (درمختار)

۲۔واجب: وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو، اس کا تارک (چھوڑنے والا) عذاب کا مستحق ہے، اس کا منکر فاسق ہے کافر نہیں۔

۳۔سنت: وہ کام جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کیا ہو اور اس کی تاکید کی ہو، پھر سنت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنت مؤکدہ، (۲) سنت غیر مؤکدہ۔

سنت مؤکدہ: وہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہمیشہ کیا ہو، یا کرنے کی تاکید کی ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا (چھوڑا) ہو، اس کا حکم بھی عملاً واجب کی طرح ہے، یعنی بلا عذر اس کا تارک گنہگار ہوگا اور ترک کا عادی سخت گنہگار اور فاسق ہے، یہ شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔

(درمختار شامی: ج۵، ص۲۹۵)

اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں: سنت عین اور سنت کفایہ۔

ا۔سنت عین: وہ ہے جس کی ادائیگی ہر مکلف پر سنت ہے جیسا کہ نماز تراویح وغیرہ۔

۲۔سنت کفایہ: وہ جس کی ادائیگی سب پر ضروری نہیں یعنی بعض کے ادا کرنے سے

Marfat.com

ادا ہو جائے گی اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسا کہ مسجد میں جماعت تراویح وغیرہ۔ (شامی: ج۱،ص۵۰۲)

(ب) سنت غیر مؤکدہ: وہ ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرامؓ نے اکثر مرتبہ کیا ہو؛ مگر کبھی کبھار بلا عذر ترک کیا ہو، اس کے کرنے میں بڑا ثواب ہے اور ترک کرنے میں گناہ نہیں، اس کو سنت زوائد اور سنت ہادیہ بھی کہا جاتا ہے۔

(شامی: ج۱،ص۹۵)

۴۔ مستحب: وہ کام ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے کبھی کیا ہو اور اس کو سلف صالحین نے پسند کیا ہو۔ (شامی: ج۱،ص۱۵۵) اس کے کرنے میں ثواب ہے نہ کرنے میں گناہ بھی نہیں، اس کو نفل مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔

(شامی: ج۱،ص۹۵)

۵۔ حرام: وہ ہے جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اس کا منکر کافر ہے اور بلا عذر اس کا مرتکب فاسق اور مستحق عذاب ہے۔

۶۔ مکروہ تحریمی: وہ ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو، بلا عذر اس کا مرتکب گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے، اور اس کا منکر فاسق ہے۔ (شامی: ج۵،ص۲۹۴)

۷۔ مکروہ تنزیہی: وہ ہے جس کے ترک میں ثواب اور کرنے میں عذاب نہیں؛ مگر ایک قسم کی قباحت ہے۔

۸۔ مباح: وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب نہیں اور ترک کرنے میں گناہ اور عذاب بھی نہیں۔ (شامی: ج۵،ص۲۹۴، فتاویٰ رحیمیہ: ج۲،ص۴۱۲)

۲۲ رجب کے کونڈوں کی حقیقت کیا ہے؟

مسئلہ کونڈوں کی مروّجہ رسم محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ممنوعہ ہے؛ کیونکہ بائیسویں رجب کو نہ حضرت امام جعفر صادق کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات، آپ کی ولادت آٹھ رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ ۲۲ رجب کو حضرت امام معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔

درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے؛ کیونکہ

Marfat.com

جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی اس وقت اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا؛ اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی (مٹھائی وغیرہ) بطور حصہ علانیہ تقسیم نہ کی جائے، تاکہ راز فاش نہ ہو؛ بلکہ دشمنان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے گھر جا کر اسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے، جب اس کا راز کھلا تو اس کو حضرت امام جعفر کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ میں فاتحہ کا حکم فرمایا، حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں؛ لہٰذا برادرانِ اہل سنت کو اس رسم سے بہت دور رہنا چاہئے، نہ اس رسم کو بجالائیں، اور نہ اس میں شرکت کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۲۲۱، احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۶۸)

مسئلہ ماہِ رجب کو عام لوگ ''مریم روزہ کا چاند'' بھی کہتے ہیں اور اس کی ستائیس تاریخ میں روزہ رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے، شرع میں اس کی کوئی قوی اصل نہیں، اگر نفل روزہ رکھنے کو دل چاہے تو اختیار ہے، اللہ تعالیٰ جتنا چاہیں ثواب دیں، اپنی طرف سے ہزار یا لاکھ مقرر نہ سمجھے، بعض جگہ اس مہینے میں تبارک کی روٹیاں بھی پکتی ہیں، یہ بھی گھڑی ہوئی بات ہے، شرع میں اس کا کوئی حکم نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی ثواب کا وعدہ ہے؛ اس لیے ایسے کاموں کو دین کی بات سمجھنا گناہ ہے۔

(بہشتی زیور: ج۶، ص۶)

مسئلہ ماہِ صفر کو ''تیرہ تیز'' کہتے ہیں اور اس مہینے کو خاص کر عورتیں نامبارک جانتی ہیں اور بعض جگہ صفر کی تیرہویں تاریخ کو کچھ گھونگنیاں وغیرہ پکا کر بانٹتی ہیں کہ اس سے نحوست سے حفاظت رہے، یہ سارے اعتقاد شرع کے خلاف ہیں، توبہ کرنی چاہئے۔

(بہشتی یور: ج۶، ص۵۹)

مسئلہ بعض عورتوں کی عادت ہے کہ وہ بی بی فاطمہؓ کی وفات کی تاریخ میں کھیر پکا کر کنڈے بھرتی ہیں اور بچوں کو کھلاتی ہیں۔

ایصالِ ثواب کے لیے تاریخ متعین کرنا اور اس میں غیر ضروری چیزوں کو ضروری سمجھنا خلافِ شرع ہے، کنڈے بھرنے کا ثبوت شریعت میں کہیں نہیں ہے۔

(اغلاط العوام: ص۲۱۸، ونظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۴۷)

Marfat.com

مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع

سوال عیدین، نصف شعبان، رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ اور دیگر مبارک راتوں میں جو عام رواج بن گیا ہے کہ مساجد میں ذکر وتلاوت وغیرہ کے لیے جمع ہوتے ہیں اور بعض مساجد میں تقریر کا بھی اہتمام ہوتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب ان مبارک راتوں میں مساجد میں آکر عبادت کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱۔ مسجد میں آکر عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کیا؛ بلکہ اتفاقاً مسجد میں آکر تلاوت و ذکر میں لگ گئے، یہ جائز ہے؛ لیکن یہ نوافل اور ذکر گھر میں کرتا تو زیادہ ثواب ملتا؛ بلکہ مسجد حرام ومسجد نبوی کی بہ نسبت بھی گھر میں نفل عبادت کا زیادہ ثواب ہے۔

۲۔ مسجد میں آنے کا اہتمام کیا گیا ہو، یہ بدعت ہے اس لیے کہ نوافل کے لیے مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کو زیادہ ثواب کا باعث سمجھتا ہے اور یہ شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے؛ بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے؛ اس لیے کہ احادیث میں اس کی صراحت ہے کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

۳۔ مبارک راتوں میں مسجد میں عبادت کرنے کا اہتمام ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ کیا جائے مثلاً نوافل کی جماعت کی جائے یا تقاریر کا اہتمام کیا جائے، یہ صورت بھی بدعت ہے، صورت دوم سے بھی زیادہ قبیح ہے، اس میں ایک تو وہی خرابی ہے جو نمبر۲ میں مذکور ہوئی، دوسری خرابی یہ ہے کہ نفلی عبادت کے لیے ہیئت اجتماعیہ پیدا کر لی جو شرعاً ممنوع ہے۔

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ''گھروں میں شور ہوتا ہے، بچے روتے ہیں، جس کی وجہ سے دلجمعی اور خشوع باقی نہیں رہتا'' یہی شیطان کا فریب (دھوکہ) ہے، دراصل خشوع وخضوع بھی حاصل ہے، اور اگر خلاف سنت لاکھ آہ وبکا اور ہیئت خشوع اختیار کریں تو بھی شریعت کی نظر میں اس کو خشوع نہیں کہا جاتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو انتہائی سخت مجبوری کے باوجود تہجد وغیرہ میں نوافل گھر میں پڑھیں اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھتے ہوں اور آج ہم یہ کہنے لگیں کہ ہمیں تو گھر میں خشوع حاصل نہیں ہوتا، ظاہر ہے کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔

Marfat.com

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے حجرہ مبارکہ میں نفل پڑھ رہے ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سامنے پاؤں پھیلائے ہوئے لیٹی ہوئی ہوتیں، جب آپ سجدہ کرنے لگتے، ہاتھ سے ان کے پاؤں کو چھوتے تب وہ اپنے پاؤں سمیٹ لیتیں، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پھر اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھیں، رات اندھیری، گھر میں انتظام نہیں، گھر میں اتنی وسعت نہیں کہ ایک آدمی لیٹ جائے تو دوسرا سجدہ کر سکے اور مسجد نبوی اتنی قریب کہ حجرہ سے قدم نکالا تو مسجد نبوی میں پہنچ گئے، پھر مسجد بھی مسجد نبوی ہے، جس کا فضل ظاہر ہے، اس کے باوجود محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یہ تھا کہ حجرہ میں نوافل پڑھتے تھے، مسجد میں تشریف نہ لے جاتے تھے۔

نیز بعض حضرات یہ کہا کرتے ہیں کہ گھر میں اکیلے پڑھنے سے نیند جلدی آجاتی ہے اور اگر مسجد میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ ذکر و نوافل میں لگ جائیں، کچھ تقاریر ہوں اور کچھ نوافل کی جماعت وغیرہ ہو تو نیند ختم ہو جاتی ہے، اس طرح بہت زیادہ عبادت کی توفیق ہو جاتی ہے، اگر گھر میں نوافل وغیرہ پڑھتے تو اس کا آدھا نہ کر پاتے۔

خوب سمجھ لیں تکثیر عبادت یا اس کی کمیت مقصود ہی نہیں؛ بلکہ عبادت کی کیفیت پر سارے ثواب کا دارومدار ہے، اگر تھوڑی عبادت کر لی تو یہ اس عبادت سے لاکھوں درجہ اچھی ہے جو سنت کے خلاف ہو، سنت یہ ہے کہ جب تک طبیعت میں نشاط ہو، نوافل وغیرہ میں مشغول رہے اور جب نیند کا غلبہ ہو اور طبیعت اُکتا جائے تو آرام کر لے، حدیث شریف سے یہ ثابت ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۷۳، بحوالہ شامی: ج۱، ص۶۴۲، اغلاط العوام: ص۱۱۷)

متبرک راتوں میں بیداری کے لیے جمع ہونا

مسئلہ شب برأت اور شب قدر کی تلاش اور عبادت کے لیے مساجد میں جمع ہونا مکروہ اور بدعت ہے، جو شخص رات بھر نماز پڑھے؛ مگر ثواب کی نیت نہ ہو یا گناہوں سے نہ بچتا ہو تو اس کو بیداری کے تکان کے علاوہ کوئی ثمرہ اور ثواب حاصل نہ ہوگا، یہی حال ہر عبادت کا ہے، یعنی وہ عبادت جو دکھلاوے کے لیے ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۱۷)

Marfat.com

مسئلہ شب برأت کوحلوہ پکانا، گھروں کی صفائی کا اہتمام کرنا اوراس شب میں گھر و قبرستان میں چراغاں کرنا، عود اور اگربتی سے معطر کرنا اور ان امور کوسنت کہنا بے دلیل ہے، اوراس رات میں بزرگوں کی ارواح کے گھر پر آنے کی کوئی قوی دلیل نہیں ہے، جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۱۸۳)

مسئلہ شب برأت میں قبروں پر روشنی کرنا اور اگربتی جلانا رسم جہالت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۳۲۳)

مسئلہ شب برأت کی رات میں نفلی عبادت کرنا، پھر دن میں روزہ رکھنا، موقع مل جائے تو چپکے سے قبرستان جا کر مُردوں کے لیے دعاء خیر کرنا، یہ کام تو کرنے کے ہیں؛ مگر باقی آتشبازی کرنا، نفل کی جماعت کرنا، قبرستان میں جمع ہوکر تقریب کی صورت بنانا، حلوہ کا التزام کرنا وغیرہ اور جو غیر ثابت امور رائج ہوں، وہ سب ترک کرنے کے ہیں۔

مسئلہ شب برأت میں حلوہ پر حضرت اویس قرنیؒ کے نام کی فاتحہ کا التزام کسی دلیل سے ثابت نہیں، اگر یہ چیزیں ثواب کی ہوتیں تو ضرور کتابُ وسنت، اجماع، قیاس اور مجتہدین سے ثابت ہوتیں، اور جب ثابت نہیں تو پھر ان کو دین کا کام سمجھنا بدعت اور قابل رد ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۴۰۵)

مسئلہ شب برأت میں تہجد کی نماز باجماعت اعلان کرکے اس مقصد سے پڑھنا کہ جو بے نمازی ہیں، اس میں شریک ہوکر ثواب کے مستحق ہوجائیں گے، ایسا کرنا مکروہ و ممنوع ہے، بے نمازیوں کو تبلیغ وتاکید کی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔ ترک فرض کو برداشت کیا جائے اور مکروہ کے ارتکاب کی دعوت دی جائے نہ دانشمندی کی بات ہے نہ شرع کی طرف سے اس کی اجازت، اس رات میں عبادت کے لیے جمع ہونا بھی منع ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۴۳۱)

مسئلہ مذکورہ شب میں چراغاں اور مٹی کے دیے طاق وغیرہ میں رکھنے کی جو رسم ہے، وہ بالکل ناجائز اور بدعت ہے۔ اور دیوالی کی پوری نقل ہے، مساجد میں بھی نمازیوں کی ضرورت سے زیادہ رسماً ورواجاً روشنی کرنا اسراف وحرام ہے، اگر متولی مسجد کے مال میں سے کرے گا تو اس کو تاوان دینا ہوگا، شب برأت وغیرہ راتوں کا بھی یہی حکم ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ: ج۲، ص۲۸۸)

Marfat.com

بارہ ربیع الاول کی شب میں چراغاں کرنا

مسئلہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور توقیر آپؐ سے محبت وعقیدت اصل ایمان ہے، جس بدنصیب کے دل میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت نہیں، وہ درحقیقت ایمان ہی سے نا آشنا ہے، قرآن وحدیث نے جہاں ہم کو بتلایا ہے کہ آپؐ سے محبت وعقیدت رکھنا ایمان کی جڑ ہے، وہیں ہم کو محبت وعقیدت کا طریقہ بھی بتلایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کر کے دکھلا بھی دیا ہے۔

بارہ ربیع الاول کو چراغاں کرنا اگر خیر وبرکت کی چیز ہوتی، تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کو بیان فرما دیتے اور صحابہ کرامؓ دل کھول کر چراغاں کرتے؛ لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا اور نہ اس کا حکم فرمایا، نہ کسی صحابیؓ وتابعیؒ نے چراغاں کیا، ائمہ مجتہدین نے بھی نہیں کیا، اولیاء کرام مثلاً خواجہ معین الدین چشتیؒ، غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ وغیرہ میں سے کسی بزرگ نے بھی چراغاں نہیں کیا اور نہ اس کی اجازت دی۔

اگر چراغاں کرنا واقعی ثواب اور ذریعۂ خیر وبرکت ہوتا تو یہ سب حضرات جو ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت رکھنے والے تھے، ضرور بالضرور چراغاں کرتے، خیر القرون میں چراغاں کا نہ کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس رات میں چراغاں کرنا ثواب کی چیز نہیں ہے؛ لہٰذا اس عمل کو ذریعۂ قرب وثواب سمجھنا بدعت و معصیت ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرامؒ نے متبرک راتوں میں چراغاں کرنے کو بدعت و حرام اور آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت قرار دیا۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۲۲۴، تفصیل دیکھئے آپ کے مسائل: ج۸، ص۱۴۳)

ربیع الاول کی رسمیں

کیا محبت نبویؐ کے تقاضے یہی ہیں؟

ربیع الاول کے مہینہ میں بہت جگہ میلاد (جشن، جلسہ، جلوس کا) اہتمام ہوتا ہے،

Marfat.com

بعض مقامات میں (جشن) عید میلاد النبیؐ منانے (جلسے جلوس نکالنے اور سجاوٹ) کے لیے اور مٹھائی تقسیم کرنے کے واسطے چندہ ہوتا ہے، مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں، مسجدوں کو سجایا جاتا ہے، اور ہندوؤں کے طرز پر سجایا جاتا ہے کہ اس میں ایک چھپر بنایا جاتا ہے، جھالر لٹکائے جاتے ہیں، مسجدوں کو ایسا بنایا جاتا ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کسی ہندو نے (شادی میں (اپنے گھر کو سجایا ہے (اور اب تو سڑکوں کو سجایا جاتا ہے، روشنی کا اسراف ہوتا ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے سب جانتے ہیں) کیا اس کو محبت کہیں گے؟ ہاں محبت تو ہے؛ مگر اپنے نفس کی محبت ہے۔

ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تم نے اپنے حظ (نفس کے مزے) کو تو محفوظ رکھا؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام پر جو سخت مصیبت آ رہی ہے اور ڈانواڈول ہو رہا ہے، اس کی تم نے کیا مدد کی؟ اس کو کیا سہارا پہنچایا؟ ایک وہ مسلمان (جو بیچارے مظلوم ہیں) اسلام کے لیے اپنی گردنیں کٹا رہے ہیں، اور ایک یہ ہیں کہ ان کو (سجاوٹ اور) مٹھائی کھانے کی سوجھ رہی ہے، ان سے قسم دے کر پوچھا جائے کہ اگر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے اور آپؐ سے دریافت کیا جاتا کہ یہ چندہ کا روپیہ ہم سجاوٹ اور) مٹھائی میں صرف کر دیں یا آپؐ کے جانبازوں (مجاہدین اور مظلوم مسلمانوں) پر لگا دیں؟ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ رائے دیتے کہ مٹھائی میں صرف کرو؟

صاحبو! کیا کسی دردمند کو ایسے وقت میں مٹھائی کا کھانا بھلا معلوم ہو سکتا ہے؟ ہائے! کس منہ سے ایسی حالت میں بھی لوگوں سے مٹھائی کھائی جاتی ہوگی؟ کیسی بے حسی ہے، کتنا بڑا ظلم ہے اور پھر غضب یہ ہے کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں محبت کا، کیوں صاحب! آپ نے تو (جشن) عید میلاد النبیؐ کر لیا، اور ترکوں نے (مجاہدین نے) اپنی جان لڑائی، تو کون شخص محبّ رسولؐ ہوا؟

عید میلاد النبیؐ میں جدت پسندی اور اس کا سیاسی رنگ

عید میلاد النبیؐ پہلے لوگوں میں رائج تھی کہ اس میں کپڑوں کا بدلنا اور مکان سجانا، احباب کو جمع کرنا، رسم کے طور پر ذکر شریف کا اہتمام کرنا، شیرینی کا انتظام کرنا (مٹھائیاں تقسیم کرنا) یہ سب کچھ ہوتا تھا؛ مگر اب لوگوں نے اس میں ایک اور سیاسی رنگ چڑھا دیا

Marfat.com

ہے، وہ یہ کہ بارہ ربیع الاول کو اہتمام کے ساتھ سب لوگ جمع ہوں اور جمع ہو کر (قرآن پاک کی تلاوت اور) دعاء کریں، بے شک مسلمانوں کی فلاح کے واسطے دعاء بہت اچھی چیز ہے؛ مگر ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ دین میں ایک چیز کا بڑھانا، وہ یہ کہ جمع ہونے کے لیے یہ تاریخ متعین کی جائے، یہ کیسے جائز ہو گیا؟

اور کہتے ہیں کہ اس میں دین کی شوکت ہے، مجھ سے ایک مولوی صاحب نے کہا تھا کہ تعزیوں کو منع نہیں کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اس میں کرتب دکھانے سے مشق ہو جاتی ہے، شجاعت (بہادری) کی تحریک ہوتی ہے، اسی طرح ایک صاحب نے فرمایا کہ شب برأت میں آتش بازی سے منع نہیں کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اس سے بہادری کا اسپرٹ محفوظ رہتا ہے۔

اللہ اکبر! کس قدر بے حسی غالب ہو گئی ہے، اور لوگوں کی عقلیں کیسی ماؤف ہو گئی ہیں، اگر ان کے قبضہ میں دین ہوتا تو یہ حضرات خدا جانے اس میں کیا کچھ کتر بیونت کرتے۔

صاحبو! تمہارے اوپر ایک شرعی قانون حاکم ہے، تم کو اس کا ہرگز اختیار نہیں کہ تم خود کوئی قانون بنالو، جو قانون تمہارے پاس (اللہ کا دیا ہوا ہے) اس پر عمل کرنے کا تم کو حکم ہے، دیکھو! بہت سے قانون ایسے ہیں کہ وہ حکام کے حق میں مفید ہو سکتے ہیں (حکام کی اس میں عظمت ہوگی) لیکن اگر کوئی شخص تعزیرات ہند چھپنے کے وقت اخیر میں مثلاً یہ ایک دفعہ بڑھا دے کہ جو شخص حکام کے نام کے ساتھ ''جناب'' کا لفظ نہ کہے گا اس پر پچاس روپے جرمانہ ہوگا، تو تصحیح قانون کے وقت جب اس زیادتی کی اطلاع ہوگی فوراً اس شخص کے نام وارنٹ جاری ہو جائے گا۔ اور اس کے جرم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قانون کا بنانا صاحب سلطنت کا کام ہے، تو جب کسی شخص نے کوئی قانون بنایا تو اگر چہ وہ قانون سراسر حکام کے لیے مفید ہی کیوں نہ ہو؛ لیکن در پردہ اس قانون بنانے والے نے اپنے صاحب سلطنت ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بدعت سراسر مسلمانوں کے لیے موجد (بدعتی) کے گمان کے مطابق نافع ہو؛ لیکن دین سے زائد ہو، تو وہ ایسی ہی ہے جیسے کہ یہ قانون بڑھانا، تو اس کی بھی وہی سزا ہوگی، یہ جواب ہے ان لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ فلاں بدعت میں یہ مصلحت ہے۔

Marfat.com

صاحبو! اس میں تو خدا اور رسولؐ پر سخت اعتراض لازم آتا ہے کہ فلاں امر نافع تھا؛ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کو دین میں نہیں رکھا، نعوذ باللہ من ذٰلک، غرض عید میلاد النبی پر آج کل یہ رنگ چڑھایا گیا ہے۔ اور مقصود اس سے وہی قومی شوکت کا اظہار ہے، رہی دعاء تو وہ نمازوں کے بعد بھی ہوسکتی ہے اور صرف دعاء کے لیے جو جلسے کیے جاتے ہیں (عموماً) ان میں زیادہ تو ایسے لوگ جمع ہوتے ہیں کہ وہ نماز بھی نہیں پڑھتے، بس محض اس واسطے کہ اپنا نام ہو۔ یہ انگریزی خوانوں کا حال تھا، بے چارے اپنی اس ایجاد کا اس سے زیادہ جواب نہیں دے سکتے کہ اس میں قومی مصلحت ہے؛ مگر کوئی شرعی دلیل بیان نہیں کرتے۔

ربیع الاول کے منکرات اور علماء اہل سنت والجماعت

بارہ ربیع الاول کے موقع پر جو خرافات ومنکرات لوگوں نے اختیار کر رکھے ہیں، کیا وہ منع کے قابل نہیں ہیں؟ آپ تو اس کی ممانعت سے وحشت کرتے ہیں جس کی کوئی اصل بھی قرآن وحدیث میں نہیں؟ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس درخت کو کہ جس کی ایک درجہ میں فضیلت قرآن مجید میں خود موجود ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۚ محض اس لیے جڑ سے کٹوا دیا تھا کہ لوگ اس کی زیارت کا زیادہ اہتمام کرنے لگے تھے۔

صاحبو! جو اساطین امت (علماء حق اہل سنت والجماعت) ہیں وہ دین کی خرابی پر ہرگز صبر نہیں کرسکتے، وہ محض اپنی بدنامی کے خوف سے ہرگز خاموش نہیں ہوسکتے، اگرچہ ان سے کوئی ناراض ہو، اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ حق سن کر کوئی ناراض نہیں ہوتا اگر سمجھا کر کہا جائے، زیادہ تر تو جو لوگ ناراض ہوتے ہیں، اس کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ناصح (سمجھانے والے) ادھوری بات کہتے ہیں جس سے عوام سمجھتے ہیں کہ یہ بالکل اصل ہی کے منکر ہیں، پوری بات کہنے والے سے کوئی نہیں بگڑتا، اور اگر کوئی پوری بات کہنے پر بھی بگڑے تو اس میں خود زیغ (کجی اور گمراہی) ہے۔

عید میلاد النبیؐ کی رسم

اب ایک ترقی اور ہوتی ہے کہ "۱۲ ربیع الاول" کو لوگ عید منانے لگے ہیں، اور اس

Marfat.com

کا نام رکھا ہے ''عید میلاد النبیؐ'' میلاد کے متعلق تو علماء نے مستقل رسالے لکھے ہیں جیسے ''براہین قاطعہ'' وغیرہ اور احقر نے بھی اصلاح الرسوم میں مفصل بحث لکھی ہے؛ لیکن اس نئی رسم کے متعلق جس کا نام ''عید میلاد النبیؐ'' رکھا گیا ہے، اب تک کوئی رسالہ نظر سے نہیں گزرا، مفصل بحث اس کے متعلق (دلائل شرعیہ کی روشنی میں کہیں) نہیں کی گئی، آج اس کے متعلق بیان کرنے کا ارادہ ہے۔

عید میلاد النبیؐ کی ایجاد

ایک بہت بڑی غلطی (اس ماہ میں) عید میلاد النبیؐ کی ایجاد ہے اور یہ ایک مسلمان بادشاہ کی ایجاد ہے، اس نے عیسائیوں کے مقابلہ میں اس کو ایجاد کیا تھا کہ جیسے ان کے یہاں بڑے دن میں خوشی ہوتی ہے، رونق ہوتی ہے، اسی طرح ہم بھی کریں گے۔ اور اس بادشاہ کی یہ رائے غلط تھی اور اس کا عمل گو سنت (اور شریعت) کے خلاف تھا؛ مگر اس کے اہتمام سے غرض حاصل تھی اور اب تو وہ بھی نہیں۔ کیا مٹھائی تقسیم کر دینے سے یا لوگوں کے جمع ہونے سے (غیر قوموں کا مقابلہ اور) ان کا توڑ ہو سکتا ہے؟

حضرات! اسلام کو ان عارضی شوکتوں کی ضرورت نہیں، اسلام کی تو وہ شوکت ہے کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام میں تشریف لے گئے اور وہاں لوگوں نے نیا لباس بدلنے کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ: ''نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰہُ بِالْاِسْلَامِ'' (کہ ہم مسلمان ایسی قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے)

صاحبو! اگر ہم سچے مسلمان ہیں تو ہماری عزت سب کے نزدیک ہے، ہماری عزت سامان سے نہیں ہے، اگر ہے تو بے سروسامانی سے ہماری عزت ہے۔

عید میلاد النبیؐ شرعی دلائل کی روشنی میں

کسی زمانہ میں جس قدر فضیلت زیادہ ہوتی ہے اسی زمانہ میں حدود شرع سے تجاوز کرنا اللہ اور رسولؐ کو اسی قدر زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے اور حدود شرع سے تجاوز کرنے کا معیار صرف شرعی دلائل یعنی کتاب وسنت اور اجماع وقیاس مجتہد ہے۔

اور ان سب دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس ماہِ مبارک میں جو اعمال بعض لوگوں

Marfat.com

میں رائج اور شائع ہو گئے ہیں، مثلاً عید میلاد (یعنی عید کی طرح خوشی منانا، جلوس نکالنا، خوب روشنی کرنا، جھنڈے نصب کرنا وغیرذٰلک) یہ سب حدود سے تجاوز کے افراد ہیں (ان سب کی تفصیل آگے آ رہی ہے) پس لامحالہ یہ سب اللہ و رسولؐ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہوں گے۔

بدعت کی پہچان

بدعت کی ایک پہچان بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن وحدیث، اجماع اور قیاس، چاروں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے، وہ بدعت ہے، اس کی پہچان کے بعد دیکھ لیجئے کہ ہمارے بھائیوں کے جو اعمال ہیں (مثلاً یہی بارہ ربیع الاول کی رسمیں، عید میلاد النبی اور عرس وغیرہ) جتنے اعمال ہیں کسی اصل سے ثابت نہیں ہیں، اور ان کو دین سمجھ کر کیا جاتا ہے، یا نہیں؟ بدعت کی قباحت کا راز یہ ہے۔

اس میں اگر غور کیا جائے تو پھر بدعت کے منع ہونے میں تعجب نہ ہو، روزمرہ میں اس کی مثال دیکھئے، اگر کوئی صاحب جو گورنمنٹ کے اطاعت گذار بھی ہوں وہ گورنمنٹ کے قانون کو طبع کریں اور اخیر میں ایک دفعہ (قانون) کا اضافہ کر دیں، اور (وہ قانون اضافہ شدہ) ملک وسلطنت کے لیے بے حد مفید بھی ہو، تب بھی اس کو جرم سمجھا جائے گا اور یہ شخص سزا کا مستحق ہوگا، پس جب دنیا کے قانون میں ایک قانون کا اضافہ جرم ہے، تو قانونِ شریعت میں ایک دفعہ (قانون) کا اضافہ جس کو شریعت کی اصطلاح میں بدعت کہتے ہیں، کیوں جرم نہ ہوگا؟

سنت و بدعت کا شرعی فیصلہ کن ضابطہ

ایک قاعدہ بیان کرتا ہوں اس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ جتنی چیزیں خیرالقرون کے بعد ایجاد ہوئی ہیں، ان میں سے کون سی بدعت ہے اور کون سی مندوب و مستحب اور شریعت سے ثابت ہیں، اور اس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ اس خوشی کے ظاہر کرنے کا کوئی مقبول (پسندیدہ) طریقہ ہے یا نہیں، اور یہ مروّجہ طریقہ بدعت ہے یا نہیں۔

ایجاد کردہ چیزوں کی پہلی قسم

پس جاننا چاہئے کہ خیر القرون کے بعد جو چیزیں ایجاد کی گئیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ کہ ان کا سبب داعی بھی جدید ہے (یعنی خیر القرون میں اس کی ضرورت کے اسباب نہیں پائے گئے) اور وہ کسی مامور بہ کی موقوف علیہ ہیں (یعنی کوئی شرعی حکم اس پر موقوف ہے) کہ ان کے بغیر اس شرعی حکم پر عمل نہیں ہوسکتا، جیسے دینی کتابوں کی تصنیف اور مدرسوں اور خانقاہوں کی تعمیر کہ حضورؐ کے زمانے میں ان میں سے اس انداز کی کوئی شی نہ تھی اور ان کا سبب داعی بھی جدید ہے اور نیز یہ چیزیں ایسی ہیں کہ شرعی حکم ان پر موقوف ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ دین کی حفاظت سب کے ذمہ ضروری ہے، اس کے بعد سمجھئے کہ خیر القرون میں دین کی حفاظت کے لیے جدید واسطوں میں سے کسی شی کی ضرورت نہ تھی، قوت حافظہ اس قدر قوی تھا کہ جو کچھ سنتے تھے وہ سب نقش کالحجر ہو جاتا تھا، فہم ایسی تھی کہ اس کی ضرورت ہی نہ تھی کہ سبق کی طرح ان کے سامنے تقریر کریں، تدین وتقویٰ بھی غالب تھا۔

اس کے بعد دوسرا زمانہ آیا، غفلتیں بڑھ گئیں، قویٰ کمزور ہو گئے، ادھر اہل ہواء (یعنی خواہش پرستوں) اور عقل پرستوں کا غلبہ ہوا، تدوین مغلوب ہونے لگا، پس علماء امت کو دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا۔ پس اس کی ضرورت واقع ہوئی کہ دین کے تمام اجزاء کی تدوین کی جائے، چنانچہ دینی کتابیں: حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد میں کتابیں تصنیف ہوئیں اور ان کی تدریس کے لیے مدارس تعمیر کیے گئے؛ اس لیے کہ اس کے بغیر دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی، پس یہ وہ چیزیں ہوئیں کہ ان کا سبب جدید ہے کہ خیر القرون میں (یعنی صحابہؓ وتابعینؒ کے عہد میں) نہ تھا، اور دین کی حفاظت اس پر موقوف ہے۔ پس یہ اعمال گو صورۃً بدعت ہیں؛ لیکن حقیقت میں بدعت نہیں؛ بلکہ اس قاعدے سے "مقدمة الواجب واجب" (یعنی واجب کا ذریعہ بھی واجب ہوتا ہے، اس قاعدہ سے یہ چیزیں) واجب ہیں۔

Marfat.com

ایجاد کردہ چیزوں کی دوسری قسم

دوسری قسم کی وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے (یعنی خیر القرون عہد نبویؐ، عہد صحابہؓ وتابعینؒ میں بھی وہ سبب موجود تھا) مثلاً مروّجہ میلاد کی مجلسیں، تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ بدعات کہ ان کا سبب قدیم ہے، مثلاً مجلس میلاد کے منعقد کرنے کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ پر خوشی ہے اور یہ سبب حضورؐ کے زمانہ میں بھی موجود تھا؛ لیکن حضورؐ نے یا صحابہؓ نے مجلسیں منعقد نہیں کیں، کیا نعوذ باللہ! صحابہؓ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا تھا؟ اگر اس کا سبب اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ان کا منشاء موجود نہ تھا؛ لیکن جب اس کا باعث اور اس کی بنیاد موجود تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضورؐ نے کبھی میلاد کی مجلس منعقد کی، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔ ایسی شئی کا حکم یہ ہے کہ وہ صورۃً بھی بدعت ہیں اور معنیً بھی۔

یہ قاعدہ ہے سنت اور بدعت کے پہچاننے کا، اس سے تمام جزئیات (اور اختلافی مسائل) کا حکم مستنبط ہوسکتا ہے اور دونوں قسموں میں ایک عجیب فرق ہے، وہ یہ کہ پہلی قسم کی تجویز کرنے والے خواص علماء ہوتے ہیں اور اس میں عوام تصرف نہیں کرتے، اور دوسری قسم کی تجویز کرنے والے عوام ہوتے ہیں، اور وہی اس میں ہمیشہ تصرف کرتے ہیں، چنانچہ میلاد شریف کی مجلس کو ایک بادشاہ نے ایجاد کیا ہے، اس کا شمار بھی عوام ہی میں سے ہے، اور عوام ہی اب تک اس میں تصرف کررہے ہیں۔

عید منانا ایک شرعی حکم

عید ایک ایسا زمانہ ہے جس میں ہم کو بشاشت (یعنی خوشی ظاہر کرنے) کا حکم ہے اور چونکہ یہ دینی خوشی ہے اس لیے اس کے ظاہر کرنے کا طریقہ بھی دین ہی سے معلوم کرنا چاہئے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ خوشی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک دنیا کی خوشی، ایک دین کی خوشی۔ سو دین کی خوشی پر کسی خاص ہیئت (یعنی کسی خاص طریقے سے) خوشی منانا، یہ وحی کا محتاج ہے، یعنی اگر ہم کسی مذہبی خوشی میں کسی خاص طریقہ سے خوشی منانا چاہیں تو ہم کو دیکھنا چاہئے کہ شریعت نے اس موقع پر عید کرنے اور خوشی منانے کی ہم کو اجازت دی ہے یا

Marfat.com

نہیں؛ کیوں کہ اس میں اپنی رائے اختراع کرنا (یعنی گھڑ لینا) ایک بڑے مفسدہ (اور خرابی) کو متضمن ہوگا یعنی چونکہ اس کی اصل بناء دِین ہے؛ اس لیے عوام اس گھڑے ہوئے طریقہ کو بھی دین سمجھیں گے اور یہ بہت بڑا مفسدہ ہے؛ البتہ دنیا کی خوشی جب کہ اس میں کسی اور خرابی کا اندیشہ نہ ہو، خود اپنی تجویز سے بھی ہو سکتی ہے۔

آج کل ہندوستان میں ہمارے بھائیوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم ولادت (یعنی ۱۲ ربیع الاول) کو یوم عید منانے کی تجویز کی ہے، اور یہ خیال ان کے ذہن میں دوسری قوموں کے طرزِ عمل کو دیکھ کر جو اپنے مذہب کے اکابر (مقتداء و پیشوا) کے ساتھ کرتے ہیں، پیدا ہوا ہے؛ لیکن اس قاعدۂ مذکورہ کی بناء پر لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ یوم ولادت (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن) کی خوشی دنیوی خوشی نہیں ہے؛ بلکہ یہ مذہبی خوشی ہے، پس اس کے طریقہ کے متعین کرنے کے لیے وحی الٰہی کی اجازت ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن مذہبی خوشی ہے

اب اس کی دلیل سنئے کہ یوم ولادت (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن) مذہبی خوشی ہے، یہ تو سب کو معلوم ہے کہ دنیا کا اطلاق اس خطۂ زمین پر یا زیادہ سے زیادہ چند فرسخ (چند میل، کلومیٹر) اوپر ہوا پر ہوتا ہے، بس اگر کوئی دنیوی خوشی ہوگی تو اس کا اثر اسی خطۂ زمین تک محدود رہے گا، اس سے آگے نہ بڑھے گا، اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن نہ صرف زمین کی موجودات، بلک ملائکہ، عرش، کرسی اور باشندگان عالمِ بالا سب کے سب مسرور اور شادماں (یعنی خوش) تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کفر و ضلالت کو ختم کرنے والی اور توحید حق کی حامی تھی، جس کی بدولت عالم کا قیام ہے، آپؐ کا ظہور چونکہ تمام عالم کے بقاء کا سبب تھا؛ اس لیے تمام عالم میں یہ خوشی ہوئی، جب اس (خوشی) کا اثر دنیا سے آگے بڑھ گیا تو اس خوشی کو دنیوی خوشی نہیں کہہ سکتے، جب یہ دنیوی خوشی نہیں ہے؛ بلکہ مذہبی خوشی ہے تو اس میں ضرور ہر طرح سے وحی (یعنی حکم الٰہی) کی ضرورت ہوگی، یعنی اس کے وجود میں بھی اور اس کی کیفیت (اور طریقہ) میں بھی، اب مجوزین (یعنی عید میلاد النبیؐ کے قائلین) ہم کو دکھلائیں

کہ کسی وحی سے یوم ولادت کے یوم العید (یعنی آپؐ کی پیدائش کے دن کو عید منانے کا) حکم معلوم ہوتا ہے؟ اور اس کی کیا صورت بتلائی گئی ہے؟

شریعت میں صرف دو عیدیں ہیں تیسری کوئی عید نہیں

لوگوں نے عید میلاد النبیؐ کو اپنی طرف سے مخترع کر (گھڑ) لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دو عیدیں دی ہیں، عید الفطر، عید الاضحیٰ، اور لوگوں نے تیسری عید اور ایجاد کر لی، یہ تو جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھا خاصا معارضہ (اور مقابلہ) ہو گیا، اس کی ایسی مثال ہے جیسے انگریزی قانون کے موافق تعطیلیں (سرکاری چھٹیاں) مقرر ہوں اور کاتب یا ٹائپ پریس والوں نے ایک تعطیل اور بڑھا دی کہ جس روز کلکٹر صاحب کا تقرر ہوا تھا اس روز بھی تعطیل کر دی جائے؛ کیونکہ بڑے حاکم ہیں؛ اس لیے ان کے تقرر کی خوشی میں مناسب ہے کہ تعطیل کر دی جائے، تو اب اہل قانون سے جا کر پوچھ لو، وہ بتلائیں گے (کہ یہ شخص مجرم ہے یا نہیں) اس پر سخت مقدمہ قائم ہوگا، سو اچھی خوشی منائی کہ جن کے تقرر کے لیے یہ کارروائی کی، وہی مقدمہ قائم کرتے ہیں، خوشی کرنا بری بات نہیں سمجھی گئی؛ لیکن اس میں ایک دوسرا جزو مذموم (یعنی بہت برا) ہے اور گورنمنٹ کے مقرر کردہ احکام میں رعایا کا تبدیلی (کمی بیشی) کرنا ہے جس کی وجہ سے مجموعہ فاسد ہو گیا اور یہ مقدمہ قائم ہو گیا۔

اسی طرح ''بارہ ربیع الاول'' میں عمدہ کھانا پکانا، کپڑے بدلنا، خوشی منانا، ان امور پر اپنی ذات کے اعتبار سے عتاب نہیں؛ مگر اس امر پر ہے کہ اس میں شریعت کے حکم کو اور قانونِ خداوندی کو بدلنا ہے؛ کیوں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو تیوہار تجویز فرمائے ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ، اب اس کے سوا تیسرا تیوہار تجویز کرنا شریعت کا مقابلہ اور شرع میں تبدیلی کرنا ہے۔ (از افادات: مولانا تھانویؒ۔ بشکریہ ندائے شاہی، مئی ۲۰۰۳)

سوال ربیع الاول میں کونڈا اور عشرہ محرم میں کھچڑا وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

جواب یہ تعینات بدعت ضلالہ ہیں اور کھانے میں نیت اگر ایصال ثواب کی ہے تو کھانا مباح اور صدقہ ہے، اور اگر ان اکابر کے نام پر ہے تو داخل ''ما اهل لغير الله'' ہیں (یعنی ایصالِ ثواب کی نیت نہیں تو اولیاء اللہ کے نام پر ہونے کی وجہ سے) حرام ہے

Marfat.com

اور ایسے عقائد فاسد، موجب کفر کے ہیں اور ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہئے؛ مگر مسلم کے فعل کی تاویل بھی لازم ہے۔

مسئلہ ایصالِ ثواب بلا قید دن و کھانے کے، مندوب ہے اور بہ قید و تخصیص دن کی اور تخصیص کھانے کی بدعت ہے، اگر تخصیص کے ساتھ ایصالِ ثواب ہو تو کھانا حرام نہیں ہوتا، گو اس تخصیص کے ساتھ معصیت ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص ۱۳۸، فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۵، ص ۴۲۹)

مولود کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال مولود شریف پڑھنے کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا ذکر، اور آپؐ کے موئے مبارک، لباس، نعلین شریفین اور آپؐ کی نشست و برخاست، خورد و نوش، سونے و جاگنے وغیرہ کا بیان کرنا اور سننا مستحب اور نزولِ رحمت و برکت کا موجب ہے؛ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کے ساتھ جس چیز کو بھی تھوڑی بہت مناسبت ہو، اس کا ذکر ثواب سے خالی نہیں؛ مگر جبکہ احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ سے ثابت ہو اور طریقۂ ذکر بھی سنت کے مطابق ہو۔

ولادت شریفہ کا ذکر بھی ایک عمل ہے، اس کا صحیح اور درست طریقہ یہ ہے کہ بلا پابندیٔ رواج اور ماہ و تاریخ کی تعیین کے بغیر، کسی ماہ میں، کسی بھی تاریخ میں، مجلس وعظ میں یا پڑھنے پڑھانے کے طور پر یا اپنی مجلس میں یا خود بخود آیاتِ قرآنی اور روایاتِ صحیحہ سمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ اور آپؐ کے صفات و کمالات اور معجزات وغیرہ کو بیان کیا جائے، اور واعظ و مقرر بھی باعمل اور متبع سنت اور سچا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہئے، آج کل رسمی مجالس میلاد میں لوگ جمع ہو کر جاہل شعراء کے قصائد اور مصنوعی اور من گھڑت روایات کو بہ رعایت نغمہ و ترنم پڑھتے ہیں، اور اس مذکورہ طریقہ کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ خلافِ سنت اور بدعت ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ کرام رحمہم اللہ میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۲۸۲، واحسن الفتاویٰ: ج ۱، ص ۳۷۰، امداد الاحکام: ج ۱، ص ۱۸۷)

Marfat.com

مسئلہ مجلس میلاد میں ذکر ولادت کے وقت قیام کیا جاتا ہے، یہ بھی بے اصل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور تابعین و تبع تابعین کے قول وفعل سے قیام ثابت نہیں ہے، یہ بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے، قیام کا التزام بدعت ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۲۰۴، بحوالہ ترمذی شریف: ، واحسن الفتاویٰ: ج ۱، ص ۳۸۳)

مسئلہ مروّجہ میلاد نہ قرآن کریم سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے اور نہ خلفاء راشدین و دیگر صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے؛ بلکہ چھ صدی اس امت پر اس طرح بیت گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں تھا، سب سے پہلے بادشاہ اربل نے شاہانہ انتظام سے اس کو منعقد کیا اور اس پر بہت روپیہ خرچ کیا، پھر اس کی حرص واتباع میں وزراء اور امراء نے اپنے اپنے انتظام میں مجالس منعقد کیں۔

اسی وقت سے علماء حق نے اس کی تردید ہر زبان میں لکھی اور آج تک تردید کی جا رہی ہے۔

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محفل میلاد میں تشریف لانا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ بلا دلیل ہے، اور بلا دلیل شرعی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ منسوب کرنا (کہ آپؐ تشریف لاتے ہیں میلاد میں) نہایت خطرناک ہے، اس کی سزا جہنم ہے۔

جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں آپؐ کی جس قدر عظمت ومحبت تھی وہ کسی کو نصیب نہیں، ان کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے قیام نہیں فرماتے تھے؛ کیونکہ یہ قیام آپؐ کو ناگوار خاطر تھا، اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کی ممانعت کر دی تھی۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۱، ص ۱۸۲ بحوالہ مشکوٰۃ: ص ۴۰۳، واحسن الفتاویٰ: ج ۱، ص ۳۴۸)

محرم وربیع الاول وغیرہ میں وعظ کا حکم

سوال یہاں پر مساجد میں محرم کی پہلی تاریخ سے دس محرم تک، ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے گیارہویں تک، ستائیسویں رجب کی اور پندرہویں شعبان کی، ستائیسویں

Marfat.com

رمضان کی اور نویں ذی الحجہ کی، سال بھر ان ایام کی راتوں میں عشاء کے بعد وعظ ہوتا ہے، ان کے علاوہ نہ کسی کو توفیق ہوتی ہے وعظ کرانے کی اور نہ وعظ کرنے والوں کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ خود وعظ کہیں، کیا یہ تعیین بدعت ہے یا نہیں؟

جواب ایام مذکورہ کی تعیین دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں اور نہ اس کا وجود خیر القرون میں تھا؛ لہٰذا اگر ان ایام میں وعظ کو ضروری سمجھتا ہے یعنی اگر کوئی وعظ میں شریک نہ ہو تو اس کو ملامت کی جاتی ہے اور وعظ کہنے اور سننے کے ثواب کو انہیں دنوں کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے۔

آج کل عام طور سے ایام مذکورہ کی تعیین کو ضروری، باعث ثواب سمجھا جاتا ہے؛ اس لیے بلاشبہ بدعت ہے، فی نفسہٖ وعظ کہنا بلا کسی التزام کے یا کسی وقتی ضرورت کے لیے جائز ہے، مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ صرف ان ہی اوقات میں وعظ وغیرہ کو ضروری نہ سمجھیں؛ بلکہ احکام الٰہیہ کے سیکھنے کے لیے خاص طور سے اہتمام کریں اور ان دنوں سے اس تعیین کو ختم کردیں اور مستقل طور سے تبلیغ وتعلیم کا انتظام کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۶، ص۱۳۵)

ماہِ محرم کو سوگ کا مہینہ کہنا

مسئلہ ماہِ محرم کو ماتم اور سوگ کا مہینہ قرار دینا جائز نہیں، حرام ہے، اور محرم کے مہینہ میں شادی وغیرہ کو نامبارک اور ناجائز سمجھنا، سخت گناہ اور اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے، اسلام نے جن چیزوں کو حلال اور جائز قرار دیا ہو، اعتقاداً یا عملاً ان کو ناجائز اور حرام سمجھنے میں ایمان کا خطرہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۳، ص۱۹۱، بحوالہ بخاری شریف: ج۲، ص۸۰۳، و مسلم شریف ج۱، ص۴۸۶، ومشکوٰۃ ص۲۸۸)

محرم کا شربت

مسئلہ دس محرم کو ذکر شہادت کا بیان کرنا، اگرچہ بروایاتِ صحیحہ ہو یا سبیل لگا کر شربت پلانا، یا چندہ سبیل شربت میں دینا، یا دودھ پلانا یہ سب صحیح نہیں ہے اور روافض سے تشبہ کی وجہ سے حرام ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۳۹)

مسئلہ یہ پابندی بھی غلط اور غیر ثابت ہے کہ اگر سردی کا موسم ہو تب بھی شربت ہی پلایا جائے، ایک غلط عقیدہ کو بھی اس میں دخل ہے، وہ یہ کہ حضرت امام حسینؓ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پیاس سے شہید کیے گئے؛ لہٰذا یہ شربت ان کے پاس پہنچ کر ان کی پیاس بجھائے گا، اس عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے، یہ شربت وہاں نہیں پہنچتا، اور نہ ان کو اس شربت کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں عطا کر رکھی ہیں، جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۵، ص ۴۲۸)

مسئلہ ایام محرم میں سر الشہادتین کا پڑھنا منع ہے، حسب مشابہت مجلس روافض کے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۱۳۹)

مسئلہ شریعت کی طرف سے دس محرم اور بارہ ربیع الاول دونوں میں کاروبار بند کرنے کا حکم نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۵، ص ۳۹۱)

تعزیہ سازی جائز نہ ہونے کی دلیل

مسئلہ تعزیہ سازی کا ناجائز ہونا اور اس کا خلافِ دین وایمان ہونا اظہر من الشمس ہے، قرآن مجید میں ہے "اتعبدون ما تنحتون" کیا تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جس کو خود ہی تم نے تراشا اور بنایا ہے؟ ظاہر ہے کہ تعزیہ انسان اپنے ہاتھ سے تراش کر بناتا ہے، اور پھر منت مانی جاتی ہے اور اس سے مرادیں مانگی جاتی ہیں، اس کے سامنے اولاد وصحت کی دعائیں کی جاتی ہیں، سجدہ کیا جاتا ہے، اس کی زیارت کو زیارتِ امام حسینؓ سمجھا جاتا ہے، کیا یہ سب باتیں روح ایمان اور تعلیم اسلام کے خلاف نہیں ہیں؟ یہ سب باتیں بدعت اور ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۲۷۵، فتاویٰ رشیدیہ: ص ۵۷۶)

مسئلہ محرم میں تعزیہ کے سامنے جو کھیلتے ہیں، شرعاً یہ بے اصل اور ناجائز ہے، یہ روافض کا طریقہ ہے حضرت علیؓ سے ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۶، ص ۱۲۹)

غیر ذی روح کا تعزیہ بنانا

مسئلہ بے جان کی تصاویر ونقشہ جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کی عبادت اور

Marfat.com

خلافِ شریعت تعظیم نہ کی جاتی ہو؛ مگر تعزیہ داری اور تعزیہ سازی اعتقادی اور اصل خرابیوں سے پاک نہیں ہیں، تعزیہ کو سجدہ کیا جاتا ہے، اس کا طواف کیا جاتا ہے، اس پر نذر و نیاز چڑھائے جاتے ہیں، اور اس کے پاس مرادیں مانگی جاتی ہیں، اس پر عرضیاں چپکائی جاتی ہیں؛ اس لیے اس کا بنانا اور گھر میں لٹکانا ناجائز ہے، اگر خانۂ کعبہ وغیرہ کی تصاویر اور نقشوں کے ساتھ حرکات مذکورہ کی جائیں گی تو وہ بھی ناجائز ٹھہرے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۲۷، بحوالہ فتاویٰ ابن تیمیہ: ج ۲، ص ۷۶)

مسئلہ تعزیہ داری اور مجالس مرثیہ خوانی وغیرہ ہر جگہ اور ہر وقت حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، بالخصوص مساجد میں یہ کام کرنا سخت ظلم اور معصیت ہے، اور موجب عتابِ الٰہی ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکات سے توبہ کرنی چاہئے اور یہ امور حرام اور گناہ کبیرہ ہیں کفر نہیں ہیں، ان امور پر اصرار کرنے والا فاسق ہے اور تعزیر کا مستحق ہے (عزیز الفتاویٰ: ج ۴، ص ۱۵)

مسئلہ یوم عاشورہ کے دن کے متعلق شریعت نے خاص دو چیزیں بتلائی ہیں:

(۱) روزہ رکھنا (۲) اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت کرنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے یومِ عاشور کے دن اپنے بال بچوں پر کھانے پینے کی وسعت کی تو اللہ تعالیٰ پورے سال روزی میں اضافہ کریں گے، اس کے علاوہ اُس دن کے لیے اور کوئی حکم نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۳۸۰)

مسئلہ دس محرم کے ساتھ نویں محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہئے، نویں کا روزہ نہ رکھ سکے تو گیارہویں کا رکھ لے، ورنہ صرف دسویں کا روزہ مکروہ ہو جائے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص ۳۷۹، بحوالہ شامی: ص ۱۱۴، ومراقی الفلاح: ص ۱۲۴)

مسئلہ دسویں محرم (عاشورہ کے دن) اعلان اور مظاہرہ کے ساتھ مسجد میں نوافل پڑھنے کا اہتمام والتزام کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، لائق ترک ہے، یہ نئی ایجاد اور خلافِ سنت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۶، ص ۱۹۱، وکفایت المفتی: ج ۱، ص ۲۲۵)

کیا یومِ عاشورہ کا روزہ شہادت کی وجہ سے ہے؟

مسئلہ دسویں محرم (یومِ عاشورہ) کو اسلام سے پہلے گزشتہ اُمتوں میں بڑی عزت و وقار کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا، اس دن موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنی

اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ظالم فرعون سے نجات دی اور وہ ظالم اور اس کے رفقاء بحر قلزم میں غرق کیے گئے، تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکریہ کا روزہ رکھا تھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روزہ رکھا۔

یومِ عاشورہ قبل از واقعۂ کربلا ہی معظم ومکرم نظروں سے نوازا گیا تھا، یہ بالکل غلط ہے کہ سیدنا حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد یوم عاشورہ محترم ہوا، اور واقعۂ شہادت کی وجہ سے روزہ رکھا جاتا ہے؛ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے لیے ایسا مبارک اور معظم دن پسند فرمایا جس کی وجہ سے آپ کی شہادت کے درجات اور فضائل میں زیادتی فرمائی۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۲، ص۱۳۸، فتاویٰ محمودیہ: ج۶، ص۱۳۲)

مسئلہ عشرہ محرم (دس محرم) میں حدیث شریف سے صرف دو باتیں ثابت ہیں: دسویں محرم کا روزہ اور دسویں تاریخ کو اپنے گھر والوں کے خرچہ میں کچھ وسعت کرنا، جس کی نسبت آیا ہے کہ اس عمل سے سال بھر تک روزی میں وسعت رہتی ہے، باقی امور حرام ہیں۔ (اصلاح الرسوم: ص۱۳۶)

دس محرم کو مجلس شہادت کرنا

مسئلہ ذکر شہادت کا ایام عشرۂ (دس) محرم میں کرنا روافض کی مشابہت کی وجہ سے منع ہے اور ماتم، نوحہ (رونا پیٹنا) کرنا حرام ہے، حدیث شریف میں آپؐ نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے اور خلافِ روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہیں، خاص دنوں میں صدقات تقسیم کرنا، اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو بدعت ضلالہ ہے، کسی دن کو خاص کر کے کھانا تقسیم کرنا لغو ہے، اور صدقہ کا کھانا مالدار کے لیے مکروہ اور سید کے لیے حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۳۹)

مسئلہ حضرت امام حسینؓ کی رسم ماتم سخت مکروہ اور ممنوع ہے، علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ عاشورہ (دس محرم) کے دن روافض کی بدعتوں میں مبتلا نہ ہو جانا، مرثیہ خوانی، آہ وبکا اور رنج والم کے، اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو اس کا زیادہ مستحق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات ہو سکتا تھا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۲، ص۲۷۴، بحوالہ سفر السعادۃ: ص۵۴۳)

مسئلہ محرم کے دس ایام میں شہادت کے بیان کے متعلق حضرت مولانا رشید احمد

Marfat.com

گنگوہیؒ سے پوچھا گیا، انہوں نے تشبہ بہ روافض کی بناء پر ناجائز لکھا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ''جس نے جس قوم کا تشبہ اختیار کیا وہ اس قوم میں سے ہے'' اس لیے بزرگانِ دین محرم شریف کی شہادت کے بیان وغیرہ کرنے کو منع کرتے آئے ہیں، کیونکہ اس میں بھی تشابہ روافض لازم آتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۲، ص۲۹۲)

مسئلہ دس محرم کو مسجد و گھر میں مٹھائی تقسیم کرنا کوئی شرعی چیز اور قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس کو شرعی چیز سمجھنا غلط ہے؛ البتہ بعض روایات سے دس محرم کو روزہ رکھنا، بہت ثواب آیا ہے، اور اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر لینا باعث برکت ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۴۱۳)

محرم کی رسومات کا حکم

سوال حضرت حسینؓ کی شہادت پر رسم تعزیہ داری، سیاہ کپڑے پہننا، ننگے سر ہونا، سر میں خاک ڈالنا، سر کو پیٹنا، ماتم کرنا، مرثیے گانا، علم نکالنا، بچوں کو قیدی فقیر بنانا، تعزیہ گاہ میں تلاوت کلام پاک کرنا اور منتیں ماننا وغیرہ وغیرہ، اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی اصل کیا ہے؟

جواب حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت یقیناً ایک دردناک حادثہ ہے اور خاندان نبوت سے عقیدت و مودت کا تعلق رکھنے والوں کے لیے رح فرسا واقعہ ہے، سب کو اس سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے، کہ حق پر کس طرح قائم رہنا چاہئے، کسی جابر طاقت کے سامنے جھکنے سے جام شہادت نوش کرنے کا مقام بہت بلند ہے؛ لیکن یہ انتہائی بدقسمتی اور حرماں نصیبی ہے کہ جرأت اور حق گوئی کا سبق حاصل کرنے کی جگہ، ان جاہلانہ اور زنانہ مراسم نے قبضہ کر لیا ہے اور اب اُن ہی کے ذریعہ حق وفاداری ادا کیا جاتا ہے، مذکورہ سوال میں بعض چیزیں مکروہ ہیں، بعض بدعت سیئہ ہیں، بعض حرام ہیں، اور بعض درجۂ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں، اہل سنت والجماعت کے مسلک سے اُن کا کوئی ربط نہیں ہے، یہ روافض کا شعار ہے، ان کی صحبت کا اثر بے علم یا بے عمل اہل سنت والجماعت میں بھی پھیل گیا ہے، ان کا بند کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱۲، ص۲۰۱)

مسئلہ مشہور ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھے؛ کیونکہ یزید کی والدہ نے

Marfat.com

روزہ رکھا تھا، یہ غلط ہے، نیز بعض عوام محرم میں قبروں پر مٹی ڈالنے کو ضروری سمجھتے ہیں، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، غلط ہے۔

مسئلہ بعض عوام اس بچے کو جو محرم میں پیدا ہو، منحوس سمجھتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، نیز بعض اسی ماہ میں نکاح وغیرہ کو بھی ناجائز جانتے ہیں، یہ بھی بالکل غلط ہے۔

(اغلاط العوام: ص۱۸۴)

مسئلہ عشرۂ محرم میں زینت چھوڑنا، گوشت وغیرہ نہ کھانا، سینہ پیٹنا، مرثیہ خوانی، تعزیہ پر ناریل وغیرہ توڑنا، اس کے سامنے کھانا وغیرہ رکھ کر تبرک کے طور پر کھانا، تعزیہ لے کر گشت کرنا باجہ وغیرہ کے ساتھ اور اس کو دفن کرنا وغیرہ وغیرہ، یہ سب امور بدعت سیئہ ہیں اور بعض ان میں سے علاوہ بدعت ہونے کے خود بھی حرام ہیں اور بعض میں شرک کا بھی احتمال ہے؛ اس لیے ان تمام امور کا ترک کرنا ضروری ہے، اور تعزیہ کا جلوس نکالنا اور ان کے ساتھ ان تمام ناجائز کاموں کا کرنا، علاوہ بدعت ہونے کے کفار وہنود کے طرزِ عمل کے مشابہ بھی ہے؛ اس لیے بھی حرام ہے، نیز یہ جلوس شان وشوکت کے ساتھ نکالنا، اور باجہ گاجہ وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے تو علامت اظہار مسرت کی ہے، نوحہ وسینہ کوبی (سینہ پیٹنا) خود شرعاً حرام ہے۔ (امداد المفتیین: ج۱، ص۱۰)

مسئلہ بعض جہلا کا اعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ! تعزیہ میں حضرت حسینؓ رونق افروز ہیں اور اسی وجہ سے اس کے آگے نذر ونیاز رکھتے ہیں، جس کا مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہو کر کھانا، حرام ہے۔ (اغلاط العوام: ص۱۸۴)

تعزیہ بنا کر مسجد میں رکھنا

مسئلہ تعزیہ بنانا اور اس کو اپنے مکان میں رکھنا بدعت ضلالہ اور بہت بڑا گناہ ہے، اور اس کی تعظیم وتکریم کرنا شرک ہے، اسی طرح اس پر منت اور چڑھاوا چڑھانا حرام اور شرک ہے، اور مسجد میں تعزیہ رکھنا ہرگز جائز نہیں، اور جس مسجد میں تعزیہ رکھا ہو، اس میں تعزیہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اہل مسجد کے ذمہ تعزیہ کا مسجد سے نکال دینا واجب ہے، اور جو لوگ تعزیہ کو مسجد میں رکھنا چاہتے ہیں اور جو ان کے معاوِن ہیں وہ عنداللہ سخت گنہ گار ہیں، ان سے ملنا جلنا، سلام وکلام کرنا ترک کر دینا چاہئے، جب تک وہ

اس گناہ سے خالص توبہ نہ کریں۔ (امدادالاحکام: ج۱،ص۱۸۱، ونظام الفتاویٰ: ج۱،ص۱۷۰)

مسئلہ بے جان کی شبیہ (شکل) بنانا اس وقت جائز ہے؛ جبکہ اس پر کوئی خرابی مرتب نہ ہو، ورنہ حرام ہے، اور تعزیہ کے ساتھ جو معاملات کیے جاتے ہیں ان کا معصیت و بدعت؛ بلکہ بعض کا قریب بکفر وشرک ہونا ظاہر ہے؛ اس لیے اس میں چندہ دینا اور اس میں شرکت وغیرہ کرنا سب ناجائز ہوگا، اور بنانے والا اور اعانت کرنے والا دونوں گنہ گار ہوں گے۔ (اغلاط العوام: ص۱۸۶)

مسئلہ لوگ تعزیہ کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی طرف پشت بھی نہیں کرتے، اس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں، اس کے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں اور اس قسم کا معاملہ کرتے ہیں جو کھلم کھلا شرک ہے۔

(اغلاط العوام: ص۱۸۴، واصلاح الرسوم: ص۱۳۷، وشرح سفر السعادت: ص۵۴۳)

گیارہویں منانے کا کیا حکم ہے؟

سوال ہر سال ماہِ ربیع الثانی میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی گیارہویں کے نام سے ''یوم وفات'' بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب بیشک غوث الاعظم رحمہ اللہ ایک بڑے بزرگ ہیں، جن کی عظمت ومحبت ایمان کی علامت ہے اور بے ادبی وگستاخی کرنا گمراہی کی دلیل ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور انبیاء میں سب سے افضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر خلفاء راشدینؓ کا مرتبہ ہے اور ان کے بعد عشرہ مبشرہ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ بدرجہ رتبہ ہے، بغور سوچیے! کہ انبیاءؑ اور صحابہؓ جیسی مقدم ہستیوں کا ''یوم وفات'' منانے کی شریعت نے کوئی تاکید نہیں کی تو غوث اعظم کا یوم وفات منانے کا کیا مطلب؟

خلاصہ یہ کہ یہ رواج جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے اور اس کے بدعت ہونے میں ذرّہ برابر شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۲،ص۲۸۶، بحوالہ فتاویٰ حدیثیہ: ص۲۶۱، فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۳۹)

Marfat.com

گیارہویں کے کھانے کا حکم

سوال اگر رشتہ دار واحباب گیارہویں کا کھانا یا محرم کا کھچڑا یا شب برأت کا حلوہ وغیرہ گھر بھیج دیں تو لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب اگر اس قسم کا کھانا پکانے والا غیر اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتا ہے تو اس کا یہ فعل شرک ہے اور یہ کھانا حرام ہے اور اس کا قبول کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں، اور اگر نفع ونقصان کا مالک نہیں سمجھتا تو کھانا حرام نہیں؛ مگر یہ فعل بدعت ہے ایسا کھانا لینے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی جائے، تاکہ بدعت کی اشاعت اور تائید کا گناہ نہ ہو۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۸۲)

شش عید کے روزوں کا صحیح طریقہ

مسئلہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر شش عید کے روزوں کو عید کے اگلے ہی دن سے شروع کردے تب تو ثواب وہ ملتا ہے ورنہ نہیں ملتا، یہ خیال غلط ہے؛ بلکہ مہینہ بھر میں کبھی بھی ان کو پورا کرلیا تو ثواب مل گیا، خواہ عید کے اگلے ہی دن سے شروع کرے یا بعد میں (شوال ہی میں) شروع کرے، خواہ لگاتار رکھے یا متفرق طور پر رکھے، ہر طرح ثواب ملے گا۔ (زوال السنۃ: ص۲۰)

مسئلہ بعض حضرات ان چھ روزوں میں اپنے پچھلے قضاء کے روزوں کو محسوب (شمار) کرلیتے ہیں کہ شش عید کے روزے بھی ہوں گے اور قضاء بھی ادا ہوگئی، تو خوب یاد رکھو! ان میں قضاء کی نیت کرنے سے وہ فضیلت شش عید کی حاصل نہیں ہوگی۔

(اغلاط العوام: ص۱۲۶)

شب برأت میں حلوہ بنانا

مسئلہ شریعت میں شب برأت کی اتنی اصل ہے کہ پندرہویں رات اور پندرہواں دن، اس مہینے کا بہت بزرگی اور برکت والا ہے، ہمارے پیغمبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاکر مُردوں کے لیے بخشش کی دعا مانگی ہے، تو اگر

Marfat.com

اس تاریخ میں مردوں کو کچھ بخش دیا کریں، چاہے قرآن شریف پڑھ کر، چاہے کھانا کھلا کر، چاہے نقد (صدقہ وخیرات) دیکر، چاہے ویسے ہی دعاء بخشش کر دیں تو یہ طریقہ سنت کے مطابق ہے، اس سے زیادہ جتنے بکھیڑے لوگ کر رہے ہیں، اس میں حلوے کی قید لگا رکھی ہے، اور اسی طریقے سے فاتحہ دلاتے ہیں اور خوب پابندی سے یہ کام کرتے ہیں، یہ سب واہیات ہیں، جو چیز شرع میں ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا یا اس کا حد سے زیادہ پابند ہو جانا بری بات ہے، شرعی چیز نہیں ہے (بہشتی زیور: ج۶، ص۶۱، ونظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۷۴)

مسئلہ حدیث شریف سے اس زمانہ (شب برأت) میں تین باتیں ثابت ہیں، ان کو بطور مسنون ادا کرنا موجب ثواب وبرکات ہے:

اول: پندرہویں شب کو قبرستان میں جا کر اموات کے لیے دعاء واستغفار کرنا اور کچھ صدقہ وخیرات دے کر بھی مردوں کو اس کا ثواب پہنچا دیا جائے تو وہ ہی دعاء واستغفار اس کے لیے اصل نکل سکتی ہے کہ مقصد دونوں سے مردوں کو نفع پہنچانا ہے؛ مگر اس میں کسی بات کا پابند نہ ہو، اگر وقت پر میسر ہو خفیہ طور سے کچھ دے دلا دے، باقی حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے۔

دوم: اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت (تنہائی) میں ہو یا دو چار آدمیوں کے ساتھ جن کے جمع کرنے کے لیے کوئی خاص اہتمام نہ کیا گیا ہو۔

سوم: پندرہویں تاریخ کو روزۂ نفل رکھنا، ان عبادتوں کو مسنون طریقہ پر ادا کرنا نہایت احسن ہے۔ (اصلاح الرسوم: ص۱۳۴)

مسئلہ شب برأت میں حلوہ پکانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں؛ لہٰذا یہ امور ناجائز اور بدعت ہیں، اگر محض رسم کے طور پر حلوہ پکایا جائے ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں بدعت کی تائید وترویج ہوتی ہے، معہٰذا یہ حرام نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۸۵)

مسئلہ اسی طرح یہ مشہور ہے کہ شب برأت کے حلوہ سے اگر رمضان کا پہلا روزہ افطار کر لیا جائے تو بہت ثواب ہے، یہ بالکل غلط بات مشہور ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص۱۲۴، اور تفصیل کے لیے دیکھئے احقر کی مرتب کردہ: ''مسائل شب برأت وشب قدر'')

Marfat.com

مخصوص راتوں میں چراغاں کرنا

سوال کیا ستائیس رمضان کی شب اور بارہ ربیع الاول کی شب کو روشنیوں اور جھنڈیوں کا انتظام کرنا باعث ثواب ہے؟

جواب خاص راتوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی کے انتظام کو فقہاء نے بدعت اور اسراف (فضول خرچی) کہا ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۸، ص۱۲۹)

مسئلہ شب معراج یا کسی خاص رات میں قبرستان میں چراغاں کرنا یا قبروں کو سجانا، صاف کرنا یا پانی چھڑکنا، یہ سب امور بدعت اور ناجائز ہیں۔ (نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۷۲)

صفر کے آخری چہار شنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا

سوال ہمارے یہاں یہ روایت مشہور کر رکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت کیا تھا، کارخانہ کے ملازموں کو مٹھائی تقسیم کرنی پڑتی ہے، ورنہ ملازم نقصان پہنچاتے ہیں، کام چھوڑ دیتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کو خوشی کی تقریب منانا، مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً بے دلیل ہے، اس تاریخ میں غسل صحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے؛ البتہ شدتِ مرض کی روایت مدارج نبوت میں ہے۔

یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدتِ مرض سے خوش ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت اور شقاوت کا تقاضہ ہے (آپؐ کے شدتِ مرض کی خوشی میں دشمنان اسلام یہودیوں نے خوشی منائی تھی) مسلمانوں کا اس دن مٹھائی تقسیم کرنا نہ شدتِ مرض کی خوشی میں ہے اور نہ یہود کی موافقت کی خاطر ہے، اور نہ ان کو اس روایت کی خبر ہے، نہ یہ فی نفسہٖ کفر وشرک ہے؛ اس لیے ان حالات میں کفر وشرک کا حکم نہ ہوگا، ہاں! یہ کہا جائے گا کہ یہ غلط طریقہ ہے، اس سے بچنا لازم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس روز غسل صحت ثابت نہیں ہے، کوئی غلط بات منسوب کرنا سخت معصیت ہے، بغیر نیتِ موافقت بھی یہود کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے، نہایت نرمی وشفقت سے کارخانہ دار اپنے کاریگروں کو بہت پہلے سے تبلیغ وفہمائش کرتا رہے اور اصل حقیقت مسئلہ کی ان کے ذہن میں اتار دے،

Marfat.com

اوران کی مٹھائی کا مطالبہ کسی دوسری تاریخ میں حسنِ اسلوب سے پورا کردے، مثلاً عید وغیرہ پر، جس سے ان کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ یہ بخل کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۱۵، ص۴۱۲)

مسئلہ ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کو خوشی کے دن کے طور پر منانا بالکل بے اصل اور بلا دلیل ہے، مسلمانوں کو خوشی کے طور پر منانا جائز نہیں ہے، خلافِ شرع اور ناجائز ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱، ص۱۲۰، فتاویٰ رشیدیہ: ج۱، ص۱۶۳، اغلاط العوام: ص۳۷، وآپ کے مسائل: ج۸، ص۱۴۷، واحسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۶۰)

ماہِ ذیقعدہ کو منحوس سمجھنا کیسا ہے؟

سوال ذیقعدہ کے مہینہ کو ''خالی کا ماہ'' کہا جاتا ہے، اور اس کو منحوس سمجھ کر لوگ (اس میں) رشتہ ونکاح نہیں کرتے تو اس طرح سے اس کو منحوس سمجھنا کیسا ہے؟

جواب ماہِ ذیقعدہ بڑا ہی مبارک مہینہ ہے، یہ مہینہ ''اشہرِ حرم'' یعنی حرمت والا اور عدل کا ایک مشہور مہینہ ہے، قرآن شریف میں اس کا بیان ہے ''مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ'' یعنی (بارہ ماہ میں) چار ماہ عدل وعزت کے ہیں (سورۃ التوبہ) نیز یہ مہینہ ''اشہرِ حج'' میں شامل ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے اور وہ سب ذیقعدہ میں کیے بجز اُس عمرہ کے جو حج کے ساتھ کیا تھا۔ (مشکوٰۃ: ج۱، ص۲۲۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس میں عین عمرے فرمائے ہوں ایسا مہینہ منحوس کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کو منحوس سمجھنا اور اس میں رشتہ اور نکاح وغیرہ اور خوشی کے کاموں کو نامبارک ماننا جہالت اور مشرکانہ ذہنیت ہے اور اپنی طرف سے ایک جدید شریعت کی ایجاد ہے، ایسے ناپاک خیالات اور غیر اسلامی عقائد سے توبہ کرنا ضروری ہے اور اس ماہ کو ذیقعدہ کہنا چاہئے، خالی کا مہینہ نہیں کہنا چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۲، ص۳۸۳، بحوالہ مرقات: ج۱، ص۳۹۹، واحسن الفتاویٰ: ج۱، ص۴۸، وبہشتی زیور: ج۶، ص۵۹)

شدید بارش یا وباء کے وقت اذان دینا

مسئلہ علیٰ سبیل التداعی نہ ہو تو اپنے طور پر (ایسے موقعوں پر) تلاوت کرتے

Marfat.com

رہیں، تو جائز ہے، تداعی کی صورت جائز نہیں، فقہاء کرامؒ نے نماز کے علاوہ جتنے مواقع اذان کے بیان فرمائے ہیں ان میں یہ نہیں ہے۔

مسئلہ ان مواقع پر اذانیں دینا شرعاً ثابت نہیں؛ لہٰذا یہ بدعت ہے، اس کے علاوہ دو گناہ مزید ہیں، ایک یہ کہ لوگوں کو نماز کے اوقات میں اشتباہ ہوگا کہ فجر کی سنتیں رات ہی میں پڑھ لیں گے، یا صبح ہونے کے گمان میں فجر کی نماز ادا کرلیں گے، دوسرا گناہ یہ کہ رات میں لوگوں کے آرام میں خلل پڑتا ہے اور رات میں سونے نہ دینا گناہ ہے۔

ارتکاب بدعت، لوگوں کی نمازیں برباد کرنے اور مریض وضعیفوں کو پریشان کرنے اور عام مسلمانوں کو ایذا پہنچانے جیسے موجب عذاب عمل سے نزول رحمت کی امید رکھنا انتہائی حماقت ہے، اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ معاصی (گناہ) چھوڑی جائیں، مالک کی نافرمانی سے توبہ واستغفار کرکے اس کو راضی کیا جائے۔

آج کل جتنے شدید اور کثیر گناہوں اور موجب عذاب وبال بداعمالیوں کا کھلی مجلس میں رات دن مشغلہ جاری ہے، اس کا اندازہ کیا جائے، تو آج کل کے ایک دن کی سیاہ کاریاں عام زمانہ میں کئی سالوں کی بداعمالیوں سے بھی کہیں زیادہ ہیں، پھر اس کے ساتھ اذانوں کا سلسلہ شروع کرکے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جارہی ہے، اللہ ترکِ سیئات اور نافرمانی سے توبہ واستغفار کی توفیق عنایت فرمائے، آمین۔

مسئلہ اذان کے کلمات ''لا الٰہ الا اللہ'' کا جواب بعینہٖ وہی ہونا چاہئے، ''محمد رسول اللہ'' کا اضافہ کرنا زیادتی فی الدین اور بدعت ہے۔

اگر مؤذن ''لا الٰہ الا اللہ'' کے بعد اسی طرح بلند آواز سے ''محمد رسول اللہ'' کہے تو اس کو ہر شخص اذان پر زیادتی سمجھ کر ناجائز کہے گا، اسی طرح اذان سننے والے کا ''محمد رسول اللہ'' کہنا اذان کے جواب پر اپنی طرف سے زیادتی کرنے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۷۸، ونظام الفتاوی: ج۱، ص۱۹۲، واغلاط العوام: ص۵۲)

مسئلہ مشہور ہے کہ اذان نماز کے لیے مسجد میں بائیں طرف ہو اور اقامت یعنی تکبیر داہنی طرف ہو، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے (یعنی یہ ضروری نہیں ہے، بلکہ جس جگہ بھی اور جہاں بھی مناسب خیال کریں کہ یہاں سے آواز دور تک پہنچے گی وہیں اذان واقامت کہہ دیں) (رفعت قاسمی)

Marfat.com

مسئلہ بعض لوگ اذان کے سامنے سے یعنی اذان دینے والے یا دعاء کرنے والے کے سامنے سے جانا، گزرنا ناجائز سمجھتے ہیں، اس کی بھی کچھ اصل نہیں ہے۔

(اغلاط العوام: ص۵۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے وقت انگوٹھے چومنا

مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر یا لے کر انگوٹھے چومنا بالکل ناجائز ہے، درود شریف پڑھنے کی فضیلت اور تاکید احادیث صحیحہ میں آئی ہے؛ مگر صحیح حدیث شریف میں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۲، ص۳۰۴، تفصیل دیکھئے فتاویٰ رحیمیہ: ج۱، ص۵۸، بخاری شریف: ج۱، ص۳۷۱، درمختار: ص۴۸۱، محمودیہ: ج۱، ص۱۸۶، واحسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۷۸، وامداد الاحکام: ج۱، ص۱۸۸، و کفایت المفتی: ج۱، ص۱۰۴)

مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر ہاتھ چومنا اور آنکھوں پر لگانا بدعت ہے، اس کے بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں، بجز اس کے کہ محض مشائخ نے آشوبِ چشم (آنکھ دکھنے) کا علاج بتایا ہے کہ اذان میں اس کلمہ کو سن کر آنکھوں کو لگالے تو آنکھ کا آشوب ٹھیک ہوجاتا ہے، اس کو ہر وقت کرنا انہوں نے بھی نہیں فرمایا، اس کو حدیث کہنا یا حدیث سے ثابت سمجھنا یا ضروری قرار دینا، سب ناجائز اور بدعت ہے۔

(نظام الفتاویٰ: ج۱، ص۱۹۲، وعین الہدایہ: ج۱، ص۳۹۹، وعالمگیری: ج۴، ص۲۶۲: کراہت کا بیان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی زیارت کرنا

مسئلہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال مبارک صحابہ کرامؓ کو تقسیم فرمائے تھے، اگر کسی کے پاس بال مبارک ہو تو تعجب کی بات نہیں، اگر صحیح اور قابل اعتماد سند ہو تو اس کی تعظیم کی جائے، اور اگر سند نہ ہو اور مصنوعی ہونے کا یقین نہیں تو خاموشی اختیار کی جائے، نہ اس کی تصدیق کرے اور نہ جھٹلائے، نہ تعظیم کرے اور نہ اہانت کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۲، ص۲۷۷، بحوالہ فتاویٰ ابن تیمیہ: ج۱، ص۴۳؛ بخاری شریف: ج۱، ص۸۷۵، وج۱، ص۱۶۸)

Marfat.com

مسئلہ بال مبارک کی زیارت آنکھوں سے دیکھ کر کرلی جائے درود شریف پڑھتے ہوئے، زیارت کے وقت جو نذرانہ دیکھنے والوں سے لیا جاتا ہے، وہ اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ دینے والے بطور منت ونذر کے نہ دیتے ہوں؛ بلکہ خدامِ موئے مبارک کا دل خوش کرنے کے لیے ہدیہ دیتے ہوں۔ (امدادالاحکام: ج۱، ص۱۹۹)

اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنا

سوال بعد نمازِ جمعہ اجتماعی طور پر کچھ لوگ بیٹھ کر آہستہ آہستہ آواز سے درود شریف پڑھیں تو جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب کبھی کبھی بلا اہتمام ایسا کرنا اگرچہ جائز ہے؛ مگر آئندہ چل کر ایسی چیزیں بدعت کی حد تک پہنچ جاتی ہیں، ان کا اہتمام والتزام ہونے لگتا ہے اور طرح طرح کی قیود کا اضافہ ہونے لگتا ہے، جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، یہ شریعت پر زیادتی ہے جس کا کسی کو حق نہیں؛ اس لیے ایسے امور سے اجتناب ضروری ہے، اپنے اپنے طور پر ہر شخص جتنا چاہے درود شریف پڑھے باعثِ برکت ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ص۳۸۰)

مسئلہ جب خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے یا خطیب یہ آیت پڑھے "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" تو سننے والوں کے لیے درود شریف زبان سے پڑھنا جائز نہیں، چونکہ خطبہ نماز کے حکم میں ہے؛ اس لیے اس حالت میں زبان سے پڑھنا جائز نہیں، دل میں پڑھ سکتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ج۱، ۳۸۰)

نماز جمعہ کے بعد اجتماعی صلوٰۃ وسلام

سوال بعض جگہ مسجد میں نماز کے بعد خصوصاً جمعہ کی نماز کے بعد قیام کر کے لوگ اجتماعی طور پر ایک خاص طرز سے جھوم جھوم کر، زور زور سے التزاماً درود وسلام پڑھتے ہیں اور اس طریقہ کو "اہل سنت" (سنی) ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے، جو لوگ ان کے ساتھ اس فعل میں شرکت نہیں کرتے ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج کہتے ہیں، بدعقیدہ سمجھتے ہیں، درود اور معاذ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف اور گستاخ کہتے ہیں اور بعض متشدد تمام حدود سے تجاوز کرتے ہوئے کفر کا فتویٰ بھی لگا دیتے ہیں، ان للہ، معاذاللہ!

Marfat.com

جواب یقیناً درود وسلام بہت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور بہت عظیم عمل ہے، قرآن مجید میں بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا حکم دیا گیا ہے، احادیث میں اس کے بے شمار فضائل اور فوائد بیان کیے گئے ہیں، اس عظیم عبادت کے لیے بھی دیگر عبادات کے مانند کچھ اصول اور آداب ہیں ان کی رعایت کرنا اور ان کی پابندی کرنا بہت ضروری ہے اور ان کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات اور اپنے من گھڑت اور خود ساختہ طریقے کے مطابق عمل کرنا بجائے ثواب کے گناہ اور بجائے قرب کے بعد کا سبب بن سکتا ہے۔

غور کیجئے! اگر کوئی شخص نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ کے بجائے درود شریف سے کرے، سورۂ فاتحہ کی جگہ درود پاک پڑھے، سورت ملانے کے بجائے درود شریف پڑھتا رہے، تکبیرات انتقالات کے موقع پر درود پاک کا وِرد کرتا رہے، رکوع اور سجدہ میں بھی درود پڑھتا رہے، تشہد چھوڑ کر درود پاک کا شغل رکھے تو آپ خود بتلایئے کہ ان مقامات پر درود پاک پڑھنے کی اجازت ہے؟ اور کیا اسے صحیح طریقہ کہا جا سکتا ہے؟ نماز صحیح ہو جائے گی؟ اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم آتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ بے موقع اور بے محل درود شریف پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

صلوٰۃ وسلام انفرادی طور پر (تنہا تنہا) پڑھا جاتا ہے، صلوٰۃ وسلام کے لیے اجتماع، اہتمام اور التزام ثابت نہیں ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، محدثین، ائمہ مجتہدین، اولیاء عظام، مشائخ کرام، حضرت غوث الاعظم، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیاء وغیرہ سے نماز کے بعد مسجد میں اجتماعی طور پر کھڑے ہو کر، زور زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ایک نمونہ اور ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے؛ لہٰذا یہ طریقہ یقیناً بدعت ہے، اسے ایجاد کرنے والے اور اس پر عمل کرنے اور اس پر اصرار کرنے والے اور اسے دین سمجھنے والے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور لعنت کے مستحق ہیں، اور بدعت کے سلسلے میں جو وعیدیں ہیں آپ اسے تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۳۰)

Marfat.com

جس عبادت میں اجتماع ثابت نہ ہو اس میں اجتماع سے روکا جائے گا

جس عبادت کے لیے اجتماع ثابت نہ ہو، اگر اہتمام والتزام کے ساتھ اجتماعی طریقہ سے اس کو ادا کیا جائے گا تو وہ مناسب طریقہ نہ ہوگا اور اس سے روکا جائے گا اسلاف عظام سے اس کا ثبوت بھی ہے، اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

۱۔ چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے؛ مگر اس کے لیے مساجد میں اجتماع اور اہتمام ثابت نہیں، حضرت ابن عمرؓ نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوکر پڑھتے ہیں تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور اسے بدعت قرار دیا "عن مجاهد قال: دخلت انا و عروة بن الزبير المسجد، فاذا عبدالله بن عمر جالس الى حجرة عائشة و اذا اناس يصلون فى المسجد صلوٰة الضحى، قال: فسألناه عن صلوتهم، فقال: بدعة، (بخاری شریف: ج۱،ص۲۳۸)

عیدگاہ جاتے آتے راستہ میں تکبیر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ" پڑھنا مستحب ہے؛ لیکن سب مجتمع ہوکر آواز سے راگ کی رعایت کرتے ہوئے نہ پڑھیں کہ یہ حرام ہے؛ بلکہ ہر ایک اپنے اپنے طور پر تکبیر پڑھے۔ (مجالس الابرار: ص۲۱۳م۳۲)

۲۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی راتوں میں، شب برأت میں، رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کی راتوں میں، ذی الحجہ کے دس دن اور ان کی دس راتوں میں عبادت کی بڑی فضیلت آئی ہے؛ لیکن فقہائے کرام رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان راتوں میں عبادت کرنے، نوافل وغیرہ پڑھنے کے لیے مساجد میں جمع ہونا مکروہ ہے۔

۳۔ علامہ ابن الحاج "کتاب المدخل" میں فرماتے ہیں وانما اجتماعهم لذلك فبدعة كما تقدم یعنی جمعہ کے دن سورۂ کہف مسجد میں اجتماعی طور پر پڑھنا بدعت ہے (انفرادی طور پر پڑھنا بہت عظیم ثواب کا کام ہے) (کتاب المدخل: ج۲،ص۸۱)

۴۔ امام نافع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے

Marfat.com

ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے "الحمد للّٰہ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ" کہا، حضرت ابن عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: میں بھی یہ کلمات پڑھ سکتا ہوں؛ مگر اس موقع پر یہ کلمات پڑھنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم نہیں دی، اس موقع پر ہمیں یہ تعلیم فرمائی کہ یہ کلمات کہیں "الحمد للّٰہ علی کل حال"

عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمرؓ فقال الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ و لیس ھٰکذا علّمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علّمنا ان نقول الحمد للّٰہ علی کل حال (ترمذی شریف: ج۲، ص۹۸۔ مشکوٰۃ شریف: ص۴۰۶)

ان کلمات میں یہ زائد کلمہ "والسلام علی رسول اللّٰہ" اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے؛ لیکن اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پڑھنے کی تعلیم نہیں دی، حضرت ابن عمرؓ کو یہی چیز نئی معلوم ہوئی اس لیے فوراً آپ نے اس پر نکیر فرمائی۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبادت میں مخصوص کیفیات اور مخصوص طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شریعت میں وارِد نہیں ہیں، بدعت اور ناجائز ہیں۔

(الاعتصام: ج۱، ص۲۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ کام جس کے متعلق صاحب شریعت کی طرف سے ترغیب نہ ہو اس کی ترغیب دینا اور جس کا وقت مقرر نہ ہو اس کا وقت مقرر کر لینا سنت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اور سنت کی مخالفت حرام ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ عزیزی: ج۱، ص۹۹)

بحرالرائق میں ہے: ولان ذکر اللّٰہ تعالٰی اذا قصد بہ التخصیص بوقتٍ دون وقتٍ او بشئٍ دون شیئ لم یکن مشروعًا حیث لم یرو بہ الشرع لانہ خلاف المشروع. (البحرالرائق: ج۲، ص۱۵۹)

ایک اشکال کا جواب

کچھ لوگ بڑی سادگی سے کہتے ہیں کہ اس میں گناہ کی کون سی بات ہے؟ درود ہی تو پڑھا جا رہا ہے؛ لیکن اگر مذکورہ بالا گذارشات پر غور کریں گے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگی کہ جو عمل بے موقوع اور بے محل کیا جاتا ہے وہ قابل ملامت اور قابل مواخذہ ہو

Marfat.com

سکتا ہے۔

دیکھئے! روایت میں ہے: امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو عیدگاہ میں عید کے دن دیکھا کہ وہ عید کی نماز سے پہلے نماز پڑھ رہا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے روک دیا، اس نے عرض کیا: امیر المومنین! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام نہیں کیا یا جس کام کے کرنے کی ترغیب نہیں دی اس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہیں دے گا؛ اس لیے وہ کام عبث ہوگا اور عبث کام بے کار و بے فائدہ ہے، پس ڈر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے مخالف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔ (مجالس الابرار: ص۱۲۹، م۱۸)

ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھتا تھا، حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے اسے روکا تو اس نے سعید بن مسیّب سے دریافت کیا: "یا ابا محمد! یعذّبنی اللّٰہ علی الصلوٰۃ" اے ابو محمد! کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا: "لکن یعذبک اللّٰہ بخلاف السنۃ" (عبادت موجب سزا و عتاب نہیں) لیکن خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھے سزا دیں گے۔ (مسند دارمی)

غور کیجئے! نماز عبادت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے؛ مگر عید کی نماز سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا، چونکہ خلافِ سنت ہے؛ اس لیے موجب عتاب قرار پایا اور شدت سے منع کیا گیا۔

لہٰذا صلوٰۃ وسلام کا جو طریقہ ایجاد کیا گیا ہے، اسے بدعت ہی کہا جائے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ لوگ مسجد میں بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں تو آپ نے ان کو بدعتی قرار دیا اور مسجد سے نکال دیا۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۲۹ تا ۴۳۳)

دعاءِ ثانی

بعض مسجدوں میں یہ طریقہ ہے کہ فرض نماز کے بعد فقط "اللّٰھم انت السلام" والی دعاء مانگی جاتی ہے، پھر سنن وغیرہ مسجد میں پڑھ کر امام اور مقتدی اکٹھے ہو کر "الفاتحہ"

Marfat.com

کہہ کر اجتماعی دعاء کرتے ہیں، اور اس کو بہت ضروری سمجھا جاتا ہے، امام کے ساتھ شرط کی جاتی ہے کہ اس طرح فاتحہ پڑھنا ہوگا، جو لوگ اس طرح دعاء ثانی نہیں کرتے، ان کو تارک فاتحہ، منکر دعاء، وہابی، بدعقیدہ کہتے ہیں، حتیٰ کہ اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں۔

مسنون یہ ہے کہ فرض نماز جماعت سے پڑھی ہے تو نماز کے بعد دعاء بھی جماعت کے ساتھ کی جائے، یعنی امام اور مقتدی سب مل کر دعاء مانگیں اور سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھی ہیں تو دعاء بھی الگ الگ مانگیں، سنن اور نوافل کے بعد فاتحہ اور دعاء ثانی کا طریقہ خلافِ سنت، بے اصل، من گھڑت اور بلا دلیل ہے، الگ الگ سنتیں اور نفل پڑھنے کے بعد سب کا اکٹھا ہونا اور اکٹھے ہو کر دعاء مانگنا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل اور فرمان سے، نہ صحابہ وتابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی کے قول وعمل سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرامؓ اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز جماعت سے ادا فرما کر دعاء بھی جماعت کے ساتھ (امام اور مقتدی سب مل کر) مانگا کرتے تھے، اور پھر سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھا کرتے تو دعاء بھی الگ الگ مانگا کرتے تھے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سنن گھر جا کر پڑھتے تھے اور صحابہؓ کو بھی یہی ہدایت فرماتے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنی اشہل میں نمازِ مغرب ادا فرمائی، نماز کے بعد دیکھا کہ جماعت میں شریک ہونے والے مسجد میں سنتیں اور نفلیں پڑھ رہے ہیں، فرمایا: ''یہ نمازیں تو گھر میں پڑھنے کی ہیں۔'' (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ شریف: ص ۱۰۵)

بہرحال جب یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اکثر و بیشتر سنتیں گھر جا کر ادا فرماتے تھے تو امام ومقتدی کا مل کر باجماعت دعاء مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیا سنتیں گھر میں پڑھ کر دوبارہ مسجد میں جمع ہوتے تھے؟ اور جماعت کے ساتھ دعاء مانگا کرتے تھے؟ دعاء مانگنے کے لیے دولت خانہ سے مسجد میں آنا تو درکنار، واقعہ یہ ہے کہ کبھی کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں سنتیں پڑھنے کا اتفاق ہوا، تب بھی آپؐ نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعاء نہیں فرمائی؛ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتوں میں مشغول رہتے اور مقتدی اپنی اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی فراغت کا انتظار کیے بغیر ایک ایک کر کے چلے جاتے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نمازِ مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت فرماتے تھے کہ مصلی مسجد سے چلے جاتے تھے۔'' (ابوداؤد شریف: ج۱، ص۱۹۱) ''کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطیل القراءۃ فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اھل المسجد.''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر نماز میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ مسجد میں سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہ رہا۔

(شرح معانی الآثار: ج۱، ص۲۰۱)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ سنن کے بعد امام ومقتدی کے مل کر دعاء مانگنے کا دستور تھا ہی نہیں؛ لہٰذا یہ دستور اور طریقہ خلافِ سنت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰، ص۴۴۳، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد اول: ص۲۱۵ تا ۲۱۷)

مسئلہ حسب تصریح فقہاء حنفیہ یہی ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان میں فرض کا سلام پھیرتے ہی مختصر دعاء کر کے سنن رواتب میں مشغول ہو جائیں اور سنتیں پڑھنے کے بعد ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگے، اور جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، ان میں سلام پھیر کر امام دائیں یا بائیں جانب منحرف ہو کر (پھر) اذکارِ ماثورہ پڑھے، پھر سب نمازی دعاء کریں اور دعاء میں ''الفاتحہ'' کہہ کر (فاتحہ وغیرہ) پڑھنا یہ بدعت ہے، اس کی کچھ اصل نہیں، بالخصوص التزام واصرار کی وجہ سے یہ بدعت سیئہ میں داخل ہے۔

متولیانِ مسجد کو اس طریقۂ بدعت پر ہرگز امام کو مجبور کرنا جائز نہیں، اور یہ جبر بالکل خلافِ شریعت واشاعت بدعت ہے، جس کا کرنے والا شرعاً بوجہ ابتداع کے مستحق گناہِ عظیم ہے۔ (امداد الاحکام: ج۱، ص۱۷۸)

مسئلہ احادیث شریفہ میں سونے وجاگنے کے وقت کی دعاء منقول ہے، مسجد میں داخل ہونے ونکلنے کے وقت کی دعاء مذکور ہے، ہمبستری سے پہلے اور بعد کی دعاء بھی موجود ہے، بیت الخلاء میں جانے ونکلنے کی دعاء بھی ثابت اور منقول ہے تو سنن ونوافل کے بعد کی دعاء کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو منقول ہوتی، اس سے ثابت ہوتا ہے

کہ سنتوں کے بعد امام ومقتدی کے مل کر دعاء کرنے کا دستور تھا ہی نہیں؛ لہٰذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں، عمل وہی مقبول ہے جو خالص ہونے کے ساتھ ساتھ سنت کے مطابق بھی ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۶، ص۱۸۸، ج۱۰، ص۴۴۴، اغلاط العوام: ص۹۷)

ہمیشہ نماز کے بعد زور سے کلمہ پڑھنا

سوال ہر نماز فرض کے بعد زور سے کلمہ پڑھنا؛ جبکہ مسبوق کی نماز میں خطرہ واقع ہوتا ہے، کیسا ہے؟

جواب ہر فرض نماز کے بعد التزام اس کا بدعت ومکروہ ہے، درمختار میں مسجد کے مکروہات میں بلند آواز سے ذکر کو بھی مکروہات میں شمار کیا ہے اور ہر چند کہ ذکر جہر یعنی بلند آواز سے ذکر جائز اور مستحب ہے؛ لیکن اس ہیئت خاص اور التزام خاص کے ساتھ خصوصاً جبکہ نمازیوں کے تشویش کا بھی اندیشہ ہے تو مکروہ وبدعت ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم قدیم: ج۴، ص۱۴)

مسئلہ اکثر عوام کی عادت ہے کہ دعاء کے ختم کرنے کے بعد جب منہ پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں۔ بہرحال کلمہ طیبہ فی نفسہ بہت اونچا درجہ رکھتا ہے؛ مگر چونکہ اس موقع پر اس کا پڑھنا احادیث سے ثابت نہیں؛ اس لیے اس کو ترک کرنا چاہئے، دعاء کے ختم پر درود شریف پڑھنا چاہئے۔ (اغلاط العوام: ص۹۷، یعنی اس کو دعاء کا جزء نہ بنایا جائے، تاکہ عوام یہ نہ جانیں کہ یہ ضروری ہے)

نماز کے بعد مصافحہ کرنا

مسئلہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا طریقہ بدعت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپؐ کے بعد خلفاء راشدینؓ سے اور ان کے بعد ائمہ دین اور اسلاف امت سے کہیں اس کا ثبوت نہیں ہے۔ (امداد المفتین: ج۱، ص۲۲)

مسئلہ عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کا رواج بدعت ہے، دوسرے اوقات کی طرح کسی شخص سے اس وقت نئی ملاقات ہو تو مصافحہ کرلے ورنہ نہیں۔

(امداد الاحکام: ج۱، ص۱۸۸، ونظام الفتاویٰ: ج۱، ۱۲۸)

Marfat.com

مسئلہ لوگ پنجگانہ نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، وہ بدعت مکروہہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

امام کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں نے نماز فجر اور جمعہ اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کا جو نیا طریقہ ایجاد کیا ہے؛ بلکہ بعض نے پنجگانہ نمازوں کے بعد مصافحہ کا طریقہ ایجاد کیا ہے، اس سے ان کو منع کرے کہ یہ بدعت ہے، شریعت میں مصافحہ کسی مسلم سے ملاقات کرتے وقت ہے نہ کہ نمازوں کے بعد؛ لہٰذا شریعت نے جو محل مقرر کیا ہے، اسی جگہ اس کو بجالائے اور سنت کے خلاف کرنے والے کو روکے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۳، ص۷۲، تفصیل کے لیے دیکھئے: ''مسائل آداب وملاقات'')

مسئلہ بعض جگہ عید کا مصافحہ کرنے کا جو رواج ہے یہ ٹھیک نہیں ہے، یہ بدعت اور مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱، ص۲۱۶، وعین الہدایہ: ج۴، ص۲۹۴، ومظاہر حق: ج۴، ص۵۹، و درمختار: ج۱، ص۳۸۵ باب العید)

مصافحہ حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت وارِد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لھما قبل ان یتفرقا'' جب دو مسلمان مل کر باہم مصافحہ کریں تو ان کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔ (ترمذی شریف: ج۲، ص۹۷)

اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ مسلمانوں کی باہم ملاقات کے وقت بعد سلام کے مسنون اور مشروع ہے اور چونکہ مصافحہ تکملۂ سلام ہے تو بعد سلام کے ہونا چاہئے۔

مجالس الابرار میں ہے ''و اما المصافحة فسنة عند التلاقی'' اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے؛ کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔ (ص۴۹۲، مجلس۸۴)

ملاقات کے شروع میں یعنی جیسے ہی ملاقات اور سلام و جواب ہو، اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت جو مصافحے کیے جاتے ہیں مثلاً نماز فجر، نماز عصر، نماز جمعہ یا نماز عیدین وغیرہ کے بعد جو مصافحہ کیا جاتا ہے اور اس کو سنت سمجھا جاتا ہے، یہ غلط ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت نہیں

ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱۰،ص۴۴۵)

میت کے گھر قرآن کے لیے اجتماع

مسئلہ خیرالقرون میں یہ طریقہ نہیں تھا کہ خاص خاص دنوں اور متعینہ تاریخوں میں میت کے گھر قرآن پڑھتے ہوں اور ختم قرآن کے لیے حفاظ وغیرہ دعوت دے کر جمع کیے جاتے ہیں اور رقم یا مٹھائی تقسیم کی جاتی ہو، قرآن پاک پڑھنے پر نقد لینے دینے اور شیرینی وغیرہ وغیرہ کھلانے کا التزام اور عادت بھی منع اور مکروہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۳،ص۱۹۵، شامی، ج۱،ص۸۴۲)

مسئلہ جو بدعات ہیں مثلاً تیجہ وغیرہ اُن کا کرنا کسی وجہ سے بھی درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۵۷)

مسئلہ تیجہ، دسواں، چالیسواں، وغیرہ سب بدعت ضلالہ ہیں، کہیں اس کی اصل نہیں ہے، ایصالِ ثواب کرنا چاہئے، بغیر قید کے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص۱۵۴، فتاویٰ محمودیہ: ج۱،ص۲۲۸)

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ پڑھنا

مسئلہ جنازہ کے ساتھ ذکر خفی کی (ہلکی آواز سے) اجازت ہے، زور سے پڑھنے کی اجازت نہیں مکروہ ہے؛ لہٰذا جنازہ کے آگے چند آدمیوں کا آواز ملا کر بلند آواز سے کلمہ پڑھنے کا طریقہ خلافِ سنت اور مکروہ تحریمی ہے، جنازہ کے ساتھ دل دل میں اللہ کا ذکر کیا جائے، جہراً (بلند آواز سے) مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ جنازہ کی نماز خود اعلیٰ درجہ کی دعاء ہے، اس کے بعد دوسری دعاء اجتماعی ثابت نہیں ہے، چلتے چلتے تنہا تنہا دل دل میں دعاء کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جنازہ روک کر اجتماعی دعاء کا رواج خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔

مسئلہ تدفین کے بعد چند قدم چل کر دعاء کرنے کا رواج اور میت کے گھر دعاء کرنے کے لیے جمع ہونے کا دستور خلافِ سنت ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۶،ص۱۹۴، بحوالہ شامی: ج۱،ص۸۳۸، بحر: ج۵،ص۷۶)

Marfat.com

بدعتیوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا

مسئلہ تعزیہ داروں اور مرثیہ خوانوں اور بے نمازیوں کی جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے؛ کیونکہ یہ لوگ فاسق ہیں اور فاسق کے جنازہ کی نماز واجب ہے، پس ضروری پڑھنی چاہیئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۷۰)

مسئلہ بدعتی کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جس سے بدعتی ہونے کی حیثیت سے اس کی عزت افزائی ہو اور جس سے بدعت کو تقویت اور فروغ ہو، جائز نہیں ہے۔

(نظام الفتاویٰ: ج ۱، ص ۱۲۳)

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ خَالِصًا لِوَجْهِکَ الْکَرِیْمِ وَ تَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ.

Marfat.com

ایک التجاء

حسب سابق خوشی کے ساتھ کتاب کا آغاز کیا گیا؛ لیکن کتاب کے اختتام پر حزن و ملال اور رنج والم کی ایک عجیب سی کرب انگیز کیفیت طاری ہے، ذہن میں زندگی کی بے ثباتی سے متعلق مختلف طرح طرح کے خیالات آنے لگے اور بڑے بھائی محمد اسعد صدیقی مرحوم کی یاد تازہ ہوگئی کہ کچھ عرصہ قبل (جون ۲۰۰۰ء میں) ہی تو اپنے اس قریب ترین خون کو کھویا، گویا اس سانحہ کو ابھی صرف دو سال ہی گزرے تھے کہ ایک اور چھوٹے بھائی محمد ثروت صدیقی (۱۵ر جولائی ۲۰۰۲ء مطابق ۳ر جمادی الاولیٰ، ۱۴۲۳ھ میں) اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے، جدائی بھی اچانک طریقہ پر ہوئی، جس نے سب پر سکتہ سا طاری کر دیا؛ لیکن ہمارا ایمان ویقین ہے کہ جب وقت موعود آجاتا ہے تو کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

اس لیے ناظرین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومین کے لیے کم سے کم تین مرتبہ سورۂ ''اخلاص'' پڑھ کر ایصالِ ثواب فرمادیں، نہ معلوم کس کی دعاء مغفرت اور درجات کی بلندی کا سبب ہوجائے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ.

محمد رفعت قاسمی
خادم التدریس دارالعلوم دیوبند
۱۰ر محرم الحرام، ۱۴۲۴ھ، یوم جمعہ مطابق: ۱۶ر مارچ، ۲۰۰۳ء

Marfat.com

ماخذ ومراجع کتاب

معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو، دیوبند
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ	الفرقان بک ڈپو لکھنؤ
فتاویٰ دارالعلوم	مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سابق مفتی اعظم ہند	مکتبہ دارالعلوم دیوبند
فتاویٰ رحیمیہ	مولانا سید عبدالرحیم صاحبؒ	مکتبہ منشی اسٹیٹ راندیر
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود صاحبؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند	مکتبہ محمودیہ شہر میرٹھ
فتاویٰ عالمگیری	علماء وقت عہد اورنگ زیب	شمس پبلشرز دیوبند
کفایت المفتی	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
علم الفقہ	مولانا عبدالشکور صاحبؒ لکھنوی	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
عزیز الفتاویٰ	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
امداد المفتیین	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	ادارہ تالیفاتِ اولیاء دیوبند
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	کتبخانہ رحیمیہ دیوبند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	علامہ عبدالرحیم الجزریؒ	اوقاف پنجاب، پاکستان
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان	عارف کمپنی دیوبند
دُرِّ مختار	علامہ ابن عابدینؒ	پاکستانی
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
امداد الاحکام		پاکستانی
الترغیب والترہیب	مولانا ذکی الدین عبدالعظیم المنذری	ندوۃ المصنفین دہلی
براہین قاطعہ	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	دارالکتاب دیوبند

المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
الشہاب الثاقب	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	کتبخانہ رحیمیہ دیوبند
سبیل السداد فی مسئلۃ الامداد	مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
السحاب المدرار	مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
توضیح البیان فی حفظ الایمان	مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
طریقۂ مولود شریف	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
حفظ البیان	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	
المبتدعین		مکتبہ دینیہ دیوبند
آنکھوں کی ٹھنڈک		
(مسئلۂ حاضر وناظر)	مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر	دارالاشاعت دیوبند
ازالۃ الریب عن عقیدۃ الغیب	مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر	مکتبہ مدنیہ دیوبند
راہِ سنت	مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر	
نور وبشر	مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر	مکتبہ عکاظ دیوبند
دل کا سرور	مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر	مکتبہ عکاظ دیوبند
حق پر کون ہے؟	مولانا امام علی دانش	عظیم بک ڈپو دیوبند
زلزلہ در زلزلہ	مولانا امام علی دانش	عظیم بک ڈپو دیوبند
کلمۃ الایمان اور سنت		
وبدعت	مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند	الفرقان بک ڈپو لکھنؤ
بریلوی فتنے کا نیا روپ	مولانا محمد عارف سنبھلی	دارالکتاب دیوبند
علم غیب	قاری محمد طیب صاحب قاسمی	دارالکتاب دیوبند

Marfat.com

بریلوی قرآن پاک کا علمی تجزیہ	مولانا اخلاق حسین قاسمی	
اشرف الجواب	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	
بوارق الغیب	مولانا منظور احمد نعمانیؒ	الفرقان بک ڈپو لکھنؤ
فتح بریلی کا دِل کش نظارہ	مولانا منظور احمد نعمانیؒ	الفرقان بک ڈپو لکھنؤ
صاعقۂ آسمانی بر فرقۂ رضا خانی	مولانا منظور احمد نعمانیؒ	
امعان النظر فی اذان القبر	مولانا منظور احمد نعمانیؒ	
بریلویت کا شیش محل	مولانا محمد طاہر حسن گیاوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
رضا خانیت کے علامتی مسائل	مولانا محمد طاہر حسن گیاوی	کتب خانہ نعیمیہ
انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک	مولانا محمد طاہر حسن گیاوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
شمع توحید	مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
الجنة لاهل السنة	مولانا عبد الغنی پٹیالویؒ	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
بریلی مذہب پر ایک نظر	مولانا عبد اللہ قاسمی غازی پوری	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
مختارِ کل	مولانا سرفراز خاں صفدر	کتبخانہ اعزازیہ دیوبند
سماعِ موتیٰ	مولانا سرفراز خاں صفدر	
چراغ کی روشنی	مولانا سرفراز خاں صفدر	
گلدستہ توحید	مولانا سرفراز خاں صفدر	مکتبہ مدنیہ دیوبند
تاریخ میلاد	مولانا منظور احمد نعمانیؒ	الفرقان بک ڈپو لکھنؤ
سنت نبویؐ اور جدید سائنس	حکیم محمد طارق محمود چغتائی	مکتبہ امدادیہ سہارنپور

ارشادِ باری تعالیٰ

وہ کون ہے جو بے قرار کی پکار کا جواب دے۔(نمل)

اللہ تعالیٰ مہربان ہے اور رحم کرنے والا ہے، اس نے اپنے بندہ سے فرمایا ہے کہ رحمتوں سے ناامید ہونا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود کا اظہار ہی اس کی صفات اور رحمتوں کی وجہ سے ہوتا ہے، اگر ہم اس کی رحمتوں کا شکر نہیں بجالاتے تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ حقیقتاً ہم اس کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ اگر چہ لوگ زبان سے توحید کا اقرار کرتے ہیں؛ مگر عمل سے اس اقرار کا اظہار نہیں ہوتا تو دراصل یہ بھی انکار کا ہی ایک پہلو ہے، ہمیں چاہئے کہ اگر ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں تو زبان اور دل سے اقرار کریں اور اپنے عمل سے اس اقرار کا اظہار کریں، اگر ہم اسے مہربان تسلیم کرتے ہیں تو اس امر پہ یقین کرنا ہوگا کہ سچے دل سے کی ہوئی توبہ اور بے قراری سے مانگی ہوئی دعاء وہ ہر صورت میں قبول فرماتا ہے؛ البتہ یہ حقیقت ذہن میں رہنی چاہئے کہ قبول کی ہوئی دعاء پر عمل درآمد اللہ تعالیٰ بندہ کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض اوقات فوری کرتا ہے، بعض اوقات کچھ عرصہ بعد کرتا ہے اور بعض اوقات اس دعاء کا صلہ آخرت کے لیے محفوظ کر لیتا ہے، اگر ہمارے مسائل حل نہیں ہو پاتے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہماری دعاء قبول نہیں ہوئی؛ بلکہ بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو آزماتا ہے کہ اس کا بندہ کتنا صابر اور شاکر ہے، نیز اس کا ایمان تقویٰ کتنا پختہ ہے۔(شوریٰ)

جب ہم بیمار پڑتے ہیں یا کسی پریشانی ونقصان سے دوچار ہوتے ہیں، اس کی وجہ کسی طبعی، اخلاقی یا روحانی قانون واصول کی خلاف ورزی ہوتی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے ''نافرمانوں پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی مصیبت ہمیشہ ٹوٹتی رہتی ہے'' مگر اپنے نیک بندوں کے متعلق قرآن مجید میں فرماتا ہے ''ہم نے انسان کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر رکھے ہیں جو اسے ہمارا اِشارہ پا کر ہر مصیبت سے بچاتے ہیں (رعد:۱۱)۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے ''طلوع آفتاب سے پہلے، غروب کے بعد، دورانِ شب اور دن کے

Marfat.com

دونوں کناروں پر اللہ کو یاد کیا کروتا کہ تمہیں مسرت حاصل ہو"

اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے؛

جو ایسی کتاب ہے کہ ملتی جلتی ہے، بار بار دہرائی جاتی ہے، جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، یہ (قرآن) اللہ کی ہدایت ہے جس کو اللہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے، اور جس کو اللہ گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

(الزمر:۲۳)

فقہ اسلامی کی اہم اور مستند کتابیں

مؤلف: مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

استاذ دارلعلوم دیوبند

مکمل ومدلل مسائل امامت	ائمہ اور امامت نماز سے متعلق تمام ضروری مسائل
مکمل ومدلل مسائل نماز	تکبیر تحریمہ سے لے کر دعاء تک نماز سے متعلق پندرہ سو مسائل
مکمل ومدلل مسائل نماز جمعہ	۱۰ ابواب پر مشتمل نماز جمعہ سے متعلق چار سو مسائل
مکمل ومدلل مسائل زکوٰۃ	زکوٰۃ کن مالوں میں اور کن پر ہے اور اس کے مسائل
مکمل ومدلل مسائل سفر	آدابِ سفر ومسائل نماز قصر اور متعلقہ مسائل
مکمل ومدلل مسائل وضوء	وضوء، تیمم، استنجے سے متعلق تقریباً نو سو مسائل
مکمل ومدلل مسائل غسل	موجباتِ غسل، حیض ونفاس اور غسلِ میت سے متعلق چھ سو مسائل
مکمل ومدلل مسائل مساجد	عیدگاہ ومساجد اور انکے متولی وامام سے متعلق ایک ہزار مسائل
مکمل ومدلل مسائل شرک وبدعت	کفر وشرک اور بدعت ورسومات سے متعلق مسائل

Marfat.com

مکمل ومدلّل

مسائل آداب وملاقات

قرآن وسنت کی روشنی میں

حضرت مفتیان کرام دارلعلوم دیوبند کی تصدیق کے ساتھ

مؤلف:

مولانا محمد رفعت قاسمی

مدرس دارلعلوم دیوبند

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،
اُردو بازار، لاہور فون: 7321118

فہرست مضامین

مسائل آداب و ملاقات

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
انتساب	3	گھر میں جھانکنے کی ممانعت	17
عرض مؤلف	4	فاروق اعظم کا فتویٰ	18
حرفِ آغاز	5	آنکھ پھوڑنے کا مسئلہ	18
تعلیمات اسلام کی جامعیت	5	اندھے کی نگاہ کا حکم	19
طلب اجازت کی وجوہات	7	طلب اجازت کے ساتھ سلام کرنا	20
انس حاصل کرنے کے فائدے	9	سلام پہلے یا اجازت	21
دستک کا شرعی حکم	10	تعلیم رسول ﷺ اور صحابہؓ کا عمل	22
مفتی شفیع صاحبؒ کی تحقیق	11	کئی منزلہ عمارت میں طلب اجازت	23
ایک اعتراض اور اس کا جواب	11	میں، میں کرنے کا حکم	23
صحابیات کا دستور	12	طلب اجازت میں سنجیدہ جملے	24
آیت کا عموم	12	جواب نہ ملنے پر سنت طریقہ	25
ایک شبہ کا ازالہ	12	ملنے پر مجبور کرنا	26
ہر ایک کا علیٰحدہ علیٰحدہ حکم	13	صحابہ کا طرز عمل	27
خاص لوگوں کے لئے طلب اجازت	13	بڑوں سے ملاقات کے آداب	28
بار بار سوال کرنا	13	آداب واحترام کا ثمرہ	29
اپنے گھر کی تعریف	14	حضور ﷺ کی حضرت سعد کے گھر واپسی	30
اپنے گھر میں آنے کا مسنون طریقہ	15	حضرت سعدؓ کا عمل	31
اجازت کے لئے کھڑے ہونے کا.....	16	صاحب خانہ کا اختیار	32
حضرت عمرؓ کا واقعہ	17	ملاقات میں جانبین کی رعایت	33

Marfat.com

مضمون	صفحہ
رات میں طلب اجازت کا سنت طریقہ	34
صدیق اکبرؓ کا سوال	34
متاع کی تحقیق	34
غیر مسکونہ مقامات پر مندرجہ ذیل باتوں کا خیال	36
ٹیلی فون کرنے کا اسلامی طریقہ	37
آیت قرآنی مع ترجمہ	39
تخلیہ اور اس کی ضرورت	40
گھر میں اندرونی راحت کا اہتمام	41
ایک سوال اور اس کا جواب	42
لفظ جناح کی تحقیق	44
بچوں کو ڈانٹنے کی شرعی حیثیت	44
لفظ عورت کی تحقیق	44
تین اوقات ہی کی تخصیص نہیں	45
خلاصہ کتاب	46
پاکیزہ معاشرے کی تعلیم	53
ماخذ کتاب	54

انتساب

والدہ ماجدہ قدس سرہ کے نام

میں اپنی پہلی تصنیف کو اپنی مادر مہربان کینام منسوب کرتا ہوں۔ جنکی دلی خواہش اور کاوشوں کی بدولت مجھے کتاب اور سنت کی دولت حاصل ہوئی اور اس خدمت کے لائق ہوا آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا، اور والد مرحوم سے عرض کیا سب اولاد کو دنیاوی تعلیم میں لگا دیا، اور اگر مرنے کے بعد سوال ہو گیا کہ دین کی تعلیم کے لئے کیا کیا؟ پھر ہمارا جواب کیا ہوگا؟ چنانچہ والدہ ماجدہ نے مجھے دارالعلوم دیوبند کے سپرد کر کے اللہ کے حضور مین دست بدعا ہوئیں، اور اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا۔

پیاری ماں! گو آج آپ ہم میں موجود نہیں ہیں، لیکن میرے دل اور میری نگاہوں میں وہ منظر سمایا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں، اور میرے علم اور عمل کے لئے دعا کر رہی ہیں اور میرے بھی دعاء ہے کہ اللہ رب العزت آپ دونوں کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں کروٹ کروٹ چین نصیب فرمائے۔ (آمین)

آپ کا رفعت قاسمی

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد احقر طالب علمی کے زمانے میں دیکھتا تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز استاد محترم حضرت مولانا وحید الزماں صاحب مدظلہ نے اپنے یہاں یہ قانون بنا رکھا تھا کہ جو شخص ملنے کے لئے آئے، اولا دروازہ پر سلام کر کے اجازت طلب کرے اور اپنا نام بتائے، اجازت مل جائے تو کمرے میں داخل ہو ورنہ بلا اجازت داخل ہونے کی جرأت نہ کرے کبھی کوئی قسمت کا مارا بغیر اجازت طلب کئے کمرہ میں داخل ہو جاتا تو اس کی خیر نہ رہتی، خفا ہوتے پھر سمجھاتے کہ سنت طریقہ اس طرح ہے، اگر طالب علم ہوتا تو اس سے فرماتے واپس جایئے، باہر سے سلام کیجئے اور اجازت لے کر اندر آیئے۔

جب میرا عقد حضرت موصوف کی صاحبزادی سے ہوا تو میں نے یہ خیال کیا کہ شاید گھر میں یہ اصول نہ ہوگا، چنانچہ میں ایک روز حضرت کے کمرہ میں اجازت کے بغیر داخل ہو گیا، حضرت کو اس طرح سے بے اجازت آنا ناگوار گذرا، آئندہ کے لئے ہدایت فرمائی کہ ٹھیک ہے یہ تمھارا گھر ہو گیا ہے، لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہئیے کہ اپنے گھر میں بھی بغیر اجازت آنا شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے، اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اتنے اہم حکم کو عوام تو درکنار بعض خواص تک پس پشت ڈالے ہوئے ہیں اور یہ زریں اصول بین المسلمین متروک العمل ہو کر رہ گیا ہے

میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ قرآن کریم کی معتبر تفاسیر اور احادیث صحیحہ سے گھر میں داخل ہونے اور ملاقات کرنیکے اصول یکجا کر دینے چاہئیں، بہت ممکن ہے کہ کسی کی ہدایت کا ذریعہ بن کر میرے لئے زاد آخرت بن جائے چنانچہ اللہ کا نام لے کر میں نے یہ کام شروع کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل فرمائے (آمین)

محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

یاایھا الذین آمنو الاتدخلو بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا و تسلموا علی اھلھا ذالکم خیر الکم لعلکم تذکرون ○ فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلواھا حتی یؤذن لکم و ان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکیٰ لکم واللہ بما تعملون علیم ○ لیس علیکم جناح أن تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم واللہ یعلم ماتبدون وما تکتمون ○ (پ۱۸)

ترجمہ اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سواء دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ حاصل کرلو اور انکے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو، یہی تمھارے لئے بہتر ہے تا کہ تم خیال رکھو پھر اگر ان گھروں میں تم کو معلوم نہ ہو تو ان گھروں میں نہ جاؤ جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے اور اگر تم سے کہ دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جایا کرو یہی بات تمھارے لئے بہتر ہے اللہ تمھارے اعمال کی خبر رکھتا ہے تم کو ایسے مکانات میں جانے کا گناہ نہ ہوگا جن میں کوئی رہتا نہ ہو ان میں تمھاری کچھ برت ہو اور تم جو کچھ اعلانیہ کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے ترجمہ حضرت تھانوی

تعلیمات اسلام کی جامعیت

کسی خرابی اور برائی کے انسداد کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی ہے جب اسکے تمام اسباب و ذرائع اور وسائل اور موجبات کی بیخ کنی کردیجائے اسلام چونکہ ایک حکیمانہ اور مصلحانہ مذہب ہے، اور اس نے انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات کے لئے قوانین بنا رکھے ہیں، زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو، اس کے یہاں اخلاقی، معاشرتی، اجتماعی اور سماجی تمام اصلاحات کے مکمل اور جامع قوانین مرتب ومزین ہیں، اس نے ہر ایک برائی کی روکتھام کی ہے مثلاً زنا میں مبتلا ہونے کے جتنے اسباب ہوسکتے ہیں اس نے سب ہی کی روک تھام کی ہے مثلاً

زنا میں مبتلا ہونے کے جتنے سبب ہو سکتے ہیں اس نے سب کی ہی روک تھام کی ہے۔اور اسکے جو اسباب ہو سکتے ہیں سب پر پہرہ بٹھا دیا ہے اور شہوانی جذبات کی تکمیل کے لئے ایک فطری راستہ کھول رکھا ہے، زنا کا پہلا اور بنیادی راستہ نظر بازی ہے، لوگوں نے محبت کی تعریف کی ہے کہ ایک نادیدہ شئی ہے جو آنکھوں کے راستہ دل میں اتر آتی ہے۔ اسلام نے ہدایت کی ہے کہ نگاہ پست رکھی جائے اور اجنبی عورت پر بلاوجہ نگاہ نہ ڈالی جائے پردہ کی اہمیت سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے، اگر مواصلات وتعلقات کے ذرائع منقطع ہوں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ زنا کے کیس کا کوئی واقعہ پیش آئے عموماً زنا کے کیس وہیں پر ہوتے ہیں جہاں عورت اور مرد میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو، دور و نزدیک کا رشتہ یا پاس پڑوس کا تعلق ہو، ایک دوسرے کے مکان میں بغیر اجازت آمد ورفت ہو، کسی قسم کا تکلف نہ ہو خلوت وجلوت میں کوئی خاص احتیاط نہ ہو، کسی عورت کے شوہر سے کسی کی دوستی ہو اور وہ گھر میں بے تکلف چلا آئے۔ یہ یا اور اسی قسم کے اسباب ہی زنان کے مواقع فراہم کرتے ہیں اور خفیہ دبی ہوئی چنگاری کو بھڑکاتے ہیں مرد اور عورت کا صنفی تعلق ایک دوسرے کی طرف کشش فطری ہے، جب موانع نہ ہوں اور مواقع میسر آجائیں تو شہوانی قوتوں کی کارفرمائی ظہور میں آجاتی ہے

اسی لئے اسلام نے اس سلسلہ میں ضروری ہدایت دی ہیں۔ چنانچہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی شخص ایک دوسرے کے مکان میں بے دھڑک نہ جائے ویسے بھی بے دھڑک جانا وحشیانہ اور جاہلانہ فعل ہے، شائستہ اور مہذب انسان اس کو قطعاً پسند نہیں کرتے، حد یہ ہے کہ اسلام نے باپ ہو یا بیٹا یا کوئی دوسرا قریبی رشتہ دار کسی کو بھی بغیر اجازت گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی ہے.. اس کو جاہلی کا طریقہ اور بدتہذیبی کا مظاہرہ قرار دیا ہے کیوں کہ رشتہ اگر قوی نہیں ہے یا بالکل اجنبیت ہے تو اس وقت بغیر اجازت کے داخل ہونا، بڑے بڑے قبائح اور فتنوں کا باعث ہو سکتا ہے مقاتل بن حیانؒ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں سلام کا دستور نہ تھا ایک دوسرے سے ملتے تھے لیکن سلام نہیں کرتے تھے کسی کے گھر جاتے تو اجازت نہیں لیتے تھے، بلکہ یونہی گھس جاتے اور پھر کہتے کہ میں آگیا ہوں تو بسا اوقات یہ گھر والوں پر گراں گذرتا تھا، ایسا بھی ہوتا کہ صاحب خانہ کبھی ایسی حالت میں ہوتا کہ اس کا آنا بہت ہی برا لگتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس جاہلی دستور وقواعد کو اچھے آداب کے ساتھ بدل دیا، اسی لئے فرمایا ذلکم خیر لکم یہی طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے مکان والے اور آنے والے کو اس میں راحت ۱۰،

Marfat.com

آرام ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا اس قدر اہتمام فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں اس کے مفصل احکام نازل ہوئے ہیں۔اور رسوال اللہ ﷺ نے اپنے قول اور فعل سے اس کے لئے جتنی تاکید فرمائی ہے اتنا آجکل مسلمان اس سے غافل ہوگئے ہیں بعض پڑھے لکھے نیک لوگ بھی نہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرنے کی فکر کرتے ہیں دنیا کی دوسری مہذب قوموں نے اس کو اختیار کر کے اپنے معاشرہ کو درست کرلیا ہے مگر مسلمان جسکو عمل میں سب سے آگے ہونا چاہئے سب سے پیچھے نظر آتے ہیں۔

اسلامی احکام میں سب سے پہلے سستی سب سے پہلے اسی کام میں شروع ہوئی بہر حال استیذان (اجازت طلب کرنے) کا مسئلہ قرآن کا اہم واجب التعمیل حکم ہے اس میں ذرا سستی اور تبدیل کو بھی حضرت ابن عباسؓ انکار آیت قران جیسے شدید الفاظ میں تعبیر فرماتے ہیں۔

طلب اجازت کی وجوہات

① اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کے رہنے کی جگہ عطا فرمائی ہے خواہ مالکانہ ہو یا کرایہ دار اور یا عاریۃً ہو، جب تک بھی وہ اس مکان میں رہے رہنے والے کا ہی کہلائے گا اس مکان میں کسی دوسرے کی اصل مالک مکان کو بھی بغیر اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

انسان کا گھر اس کا مسکن ہے اور مسکن کی اصل غرض وغایت سکون وراحت حاصل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں جہاں اپنی اس نعمت گرانمایہ کا ذکر فرمایا ہے اس میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے: واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا (النحل) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے گھروں میں سکون وراحت کا سامان دیا اور یہ سکون اور راحت جب ہی باقی رہ سکتی ے کہ انسان دوسرے کسی شخص کی مداخلت کے بغیر اپنے گھر میں اپنی ضرورت کے مطابق آزادی سے کام انجام دے اور آرام کر سکے، اس کی آزادی میں خلل ڈالنا گھر کی اصل مصلحت کو فوت کرنا ہے اور ایذاء دینا اور تکلیف پہنچانا ہے، اسلام نے کسی کو بھی ناحق تکلیف دینا حرام قرار دیا ہے، اجازت کے احکام میں ایک بڑی مصلحت لوگوں کی آزادی مین خلل ڈالنے اور انکی ایذا رسانی سے بچنا ہے جو ہر شریف آدمی کا عقلی فریضہ ہے۔

② دوسری مصلحت خود اس شخص کی ہے جو کسی سے بھی ملاقات کے لئے گیا ہو جب وہ اجازت لے کر شائستہ انسان کی طرح ملے گا تو مخاطب بھی اس کی بات قدر منزلت

Marfat.com

سے سنے گا، اور اگر اس کی ضرورت ہے تو اس کو پورا کرنے کا داعیہ اس کے دل میں پیدا ہوگا اس کے خلاف اچانک پہونچنے سے صاحب خانہ اس کو بلائے ناگہانی سمجھ کر دفع الوقتی سے کام لے گا اور اگر خیر خواہی کا داعیہ ہوا بھی تو وہ مضمحل ہو جائے گا، اور آنے والے کو ایذائے مسلم کا گناہ الگ ہوگا۔

(۳) تیسری مصلحت فواحش وبیحیائی کا انسداد ہے بغیر اجازت کسی کے مکان میں داخل ہو جانے سے یہ بھی احتمال ہے کہ غیر محرم عورتوں پر نظر پڑے۔ اور شیطان دل میں غلط وسوسہ پیدا کردے۔ اسی مصلحت سے احکام استیذان کو قرآن مین حد زنا، حد قذف وغیرہ کے احکام کے متصل ہی ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۴) ذرا غور کیا جائے تو بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلا اجازت اور اچانک کسی کے گھر میں نہیں پہونچنا چاہئے، کیونکہ بعض اوقات انسان اپنے گھر کی، تنہائی میں کسی ایسے کام میں مشغول ہوتا ہے جس سے دوسروں کی مطلع کرنا مناسب سمجھتا تو ایسے وقت میں کوئی شخص وہاں پر اچانک آپہونچے تو گھر والے کو اس سے بڑی کلفت اور اذیت ہوتی ہے، اور طبیعت میں ایک قسم کا انقباض پیدا ہوتا ہے، اسی طرح دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کرنا چاہئے کہ خدا معلوم وہ اس وقت کسی ایسے ضروری کام میں مشغول ہو جس کی کسی کو خبر کرنا مناسب نہ سمجھتے ہوں، تو ہمارا اس کے پاس پہونچنا اتنا ہی شاق گذرے کا جیسا کہ ایسے موقع پر ہم کو ناگوار گذرتا ہے۔ انسان جن چیزوں کو پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا دوسروں کے اچانک پہونچنے سے وہ راز پوشیدہ نہیں رہے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ زبردستی کسی کا راز معلوم کرنا گناہ ہے، جو دوسروں کے لئے موجب ایذا رسانی ہے، اور ایذائے مسلم گناہ ہے۔

(۵) بعض مرتبہ ایسی حالت میں بلا اطلاع داخل ہو جانے والے پر غصہ بھی آجاتا ہے اور زبان سے سخت اور سست جملے بھی نکل جاتے ہیں۔ اور کبھی بے خبری میں گھس آنیوالے کے لئے زبان سے بددعا بھی نکل جاتی ہے۔ آنے والے نے ناحق اس کے ناقابل اظہار امور میں مداخلت کی جو اس کے لئے ناگواری اور اذیت کا سبب ہوا کیونکہ صاحب خانہ اس حالت میں مظلوم کی حیثیت رکھتا ہے اور مظلوم کی بددعاء بہت جلد قبول ہوتی ہے بخاری کی حدیث ہے اتق دعوة المظلوم فانه ليس بينه و بين

Marfat.com

اللہ حجاب۔

ترجمہ مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

(۶) بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی جب کسی جگہ تنہا ہوتا ہے تو لباس کی درستگی اور بدن چھپانے میں چنداں احتیاط نہیں کرتا تو ایسے وقت بے خبری میں کوئی آجائے تو اس شخص کو بڑی ندامت اٹھانی پڑتی ہے اور آنے والے کو بھی بڑی شرمندگی لاحق ہوتی ہے۔

(۷) انسان کی طبیعت کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ جب وہ تنہائی میں بیٹھا ہو تو کسی خیال میں محو ہوتا ہے اگر ایسی حالت میں اچانک کوئی اس کے پاس پہنچ جائے تو وہ چونک پڑتا ہے اس پر ایک قسم کا توحش طاری ہو جاتا ہے جس سے اس کے دل دماغ کو دفعۃ صدمہ پہونچتا ہے اور مومن اللہ کی درگاہ میں بڑا عزت دار ہے اس کی اذیت دہی اور تکلیف رسانی بڑا گناہ ہے اس لئے ضروری ہوا کہ پہلے باہر سے اس طرح اطلاع دی جائے کہ جو محبت و تعلق کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ اور اس قدر محبت آمیز ہو جس سے توحش دور ہو جائے اور وہ محبت وانس کے ساتھ اجازت دیدے اور اچانک آنا ناگوار خاطر نہ ہو۔ الغرض یہ تھوڑے سے وہ اصول ہیں جن کے اوپر ہم عمل پیرا ہو کر اپنے معاشرہ کو ایک مثالی معاشرہ بنا سکتے ہیں جس میں صرف راحت و آرام اور چین وسکون ہی ہوگا۔ ان کے بغیر ہم معاشرہ میں سکون پیدا نہیں کر سکتے اور پریشانیوں کے انبار میں گھرے رہیں گے جو ہمیں کسی وقت بھی چین سے نہیں رہنے دیں گی۔

انس حاصل کرنے کے فائدے

آیت قرآنی میں جو بتلایا گیا ہے وہ حتی تستانسوا وتسلموا علیٰ اھلھا الآیۃ یعنی کسی کے گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک دو کام نہ کر لو اول استیناس (اجازت) دوسرے سلام۔ استیناس کے لفظی معنی انس کے ہیں جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد استیذان یعنی اجازت حاصل کرنا ہے درحقیقت دونوں لفظوں میں ایک لطیف فرق ہے جس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اگر ''حتی تستاذنوا'' فرمایا جاتا تو آیت مبارکہ کے معنی یہ ہوتے کہ لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لو، اس طرز تعبیر کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے تستانسوا کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اجازت کو عربی زبان میں اذن کہتے ہیں جس سے اجازت لینے کے معنی میں

Marfat.com

استیذان بنتا ہے اور استیناس (اجازت طلب کرنا) جس سے تستانسوا کا لفظ لیا گیا ہے جس کا مادہ انس ہے جو کہ اردو زبان میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے تستانسوا اگر چہ اجازت لینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مگر یہ معنی اس کے حقیقی اور خاص اسی لفظ کے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے معنی تو انس چاہنا انس معلوم کرنا یا اپنے سے مانوس کرنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے استیذان کی جگہ استیناس استعمال فرمایا ہے اور بجائے تستاذنوا کے تستانسوا کے لفظ کو اختیار فرمایا ہے حالانکہ اس معنی کے لئے بظاہر پہلا لفظ زیادہ موزوں تھا مگر ایسا اس لئے کیا گیا کہ استیناس زیادہ فوائد پر مشتمل ہے استیناس انس سے مشتق ہے جس کا مقصد انس حاصل کرنا ہے اور وحشت دور کرنا ہے طالب اجازت عام طور پر اجازت سے قبل وحشت میں مبتلا ہوتا ہے کہ اجازت ملتی ہے یا نہیں حصول اجازت اس کی وحشت کے ازالہ کا موجب ہے اس لئے یہ لفظ تستانسوا استعمال کیا گیا ہے۔

ہماری زبان میں وحشی ان جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو انسان سے مانوس نہیں ہوتے اور آدمیوں سے گھبراتے ہیں جو جانور لوگوں سے گھبراتے نہیں ہیں بلکہ مونوس ہوتے ہیں انہیں پالتو کہتے ہیں تو یہ لفظ مہلت، اجازت، آرام، محبت وغیرہ طلب کرنے کے لئے بولا جاتا ہے چونکہ تعلق آرام کا سبب ہے اس لئے تعلق کا طلب کرنا بعینہ آرام کا طلب کرنا بھی ہوسکتا ہے ایسے ہی مہلت واجازت کے لئے بھی تعلق ضروری ہے اور بغیر تعلق کے یہ غیر ممکن ہے نیز اس لفظ کے اختیار کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقصود توحش کا دفع کرنا ہے اور اپنی آمد کی اطلاع دینا ہے جس طرح بھی حاصل ہوجائے۔ (المنجد، القاموس الجدید، جلالین)

دستک کا شرعی حکم

جو لوگ اس زمانہ میں اجازت حاصل کرنے میں سنت پر عمل کرنا چاہیں تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ گھر کے دروازے پر پہنچ کر باہر سے سلام کرے پھر اپنا نام بتلا کر اجازت طلب کرے، آج کل اس زمانہ میں اجازت طلب کرنے میں کبھی دشواریاں پیش آتی ہیں کیونکہ جس سے اجازت حاصل کرنا وہ دروازہ سے دور ہوتا ہے، وہاں تک سلام کی آواز اور اجازت کے الفاظ پہونچنا مشکل ہوتے ہیں۔

اجازت لینے کے طریقے ہر زمانے میں اور ہر ملک میں مختلف ہوسکتے ہیں، زبان ہی کی خصوصیت نہیں، ان میں سے ایک طریقہ دروازہ پر دستک دینا ہے روایات اور حدیث سے ثابت

Marfat.com

ہے لیکن دستک ہوتو اتنی زور سے نہ ہو کہ مخاطب گھبرا اٹھے اور اس پر وحشت طاری ہو جائے، متوسط انداز سے دستک دی جائے جس سے اندر آواز تو پہنچ جائے مگر کسی ہنگامی حالت کا اظہار نہ ہو

چنانچہ دربار رسالت ﷺ کے متعلق ارشاد ہے ''عن انس بن مالکؓ اَن ابواب النبی ﷺ نقرع بالاظافیر'' (الحدیث)

ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دروازے ناخنوں سے کھٹکھٹائے جاتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ اجازت کے لئے زبان کہنا شرط نہیں ہے بلکہ اور طرح بھی ہو سکتی ہے دوسرے یہ کہ اجازت سے وحشت و تکلیف کا سد باب مقصود ہے جو طلب اجازت کا خاص سبب ہے۔

مفتی شفیعؒ کی تحقیق

مندرجہ بالا مسئلہ کے بارے میں مفتی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی کے یہاں گھنٹی کے ذریعے اطلاع کرنے کا طریقہ رائج ہو تو آنے والے پر اس کا بجانا ہی واجب ہے اور یہ استیذان کی ادا کے لئے کافی ہو جائے گی۔مگر سنت جب ہی ہوگا کہ گھنٹی کہ بعد اپنا نام بھی ایسی آواز سے ظاہر کرے کہ جسکو مخاطب سن لے،اور اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ رائج ہو جو کسی جگہ رائج ہو اس کو اختیار کرنا بھی جائز ہے مثلاً آج کل شناختی کارڈ جو یورپ سے چلا ہے یہ رسم اگرچہ اہل یورپ نے جاری کی ہے مگر مقصد اس سے بھی اجازت طلب کرنا ہے اور اپنا بتانا ہوتا ہے کوئی شبہ نہیں کہ اس سے بھی طلب اجازت کا کام پورا ہو جاتا ہے،اجازت دینے والے کو اجازت چاہنے والے کا پورا نام اور پتہ اپنی جگہ پر بیٹھے بغیر کسی تکلیف و تکلف کے معلوم ہو جاتا ہے اس لئے اس کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں

ایک اعتراض اور اس کا جواب

آیت مذکورہ میں یا ایھا الذین امنو سے خطاب کی اگیا ہے مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے قرآن کریم میں اکثر احکام مردوں کو مخاطب کر کے نازل ہوئے ہیں یا مردوں کے حق میں ان کا نزول مگر عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہوتی ہیں جیسا کہ عام احکام قرآن کا یہی انداز ہے مگر عام طور پر ان تمام میں عورتیں بھی شامل ہیں بجز مخصوص مسائل کے جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں،

Marfat.com

اسی طرح مذکورہ آیت میں عورتیں بھی ضمناً داخل ہیں۔

صحابیات کا دستور

عام طور سے جاہل تو جاہل پڑھی لکھی عورتیں بھی سمجھتی ہیں کہ عورتوں کو عورتوں سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں بغیر کسی اجازت کے گھر میں بلا روک ٹوک چلی آتی ہیں، کوئی گناہ یا کوئی برائی نہیں سمجھتیں حالانکہ اس وجہ سے بعض مرتبہ کسی بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے عہد صحابہؓ میں انکی عورتوں کا تامل یہ تھا کہ جب وہ کسی کے گھر جاتی تھیں تو پہلے اجازت چاہتی تھیں۔

روایت حضرت ام یاسؓ فرماتی ہیں کہ ہم چار عورتیں اکثر حضرت عائشہؓ کے پاس جایا کرتی تھیں اور گھر جانے سے پہلے ان سے اجازت طلب کرتیں تھیں جب آپ اجازت دے دیتی تو ہم اندر داخل ہو جاتے۔

روایت کہ حضرت عائشہؓ کے پاس چار عورتیں گئیں اور اجازت طلب کی کہ کیا ہم آسکتی ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ نہیں تم میں سے جو اجازت کا طریقہ جانتی ہو وہ اجازت طلب کرے، ایک عورت نے پہلے سلام کیا پھر اجازت چاہی حضرت صدیقہؓ نے اجازت دیدی۔ پھر حضرت عائشہؓ نے آیت پڑھ کر سنائی: لا تدخلوا بیوتا غیر کم بیوتکم۔

آیت کا عموم

تو آیت کے عموم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے عمل سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر جانے سے پہلے استیذ ان کا حکم عام ہے، مرد و عورت۔ محرم و غیر محرم سب کو شامل ہے مثلاً عورت کسی کے گھر جائے یا مرد کسی کے مکان میں جائے سب کو اجازت طلب کرنا واجب ہے اسی طرح اگر مرد اگر اپنی ماں بہن یا کسی دوسری عورت کے یہاں جائے تو بھی اجازت طلب کر کے جانا چاہئے

ایک شبہ کا ازالہ

آیت مذکورہ میں ..... بیوتا غیر بیوتکم ہے..... تو اپنا گھر کونسا ہے اور اپنے گھر سے کیا مراد ہے اور دوسروں کا گھر کونسا کہلائے گا؟

اسکو پہلے سمجھ لینا چاہئے کہ آدمی کے جس قدر رشتہ دار ہوتے ہیں جن کے گھروں کے لئے اپنا گھر ہونیکا شبہ ہوسکتا ہے، اس کے بعد اپنے گھر ہونے کا تعین ہوگا

Marfat.com

آدمی کے رشتہ دار یا تو اس کے اصل سے تعلق رکھتے ہیں یعنی جن سے پیدا ہوا ہے جیسے ماں باپ دادا دادی، چنانچہ ان میں سب سے زیادہ قریب اس کے ماں باپ ہیں دوسرا رشتہ فروع کا ہے یعنی جو اس سے پیدا ہوئے ہیں جیسے اولاد اور اولاد کی اولاد، انمیں سب سے زیادہ قریب صلبی اولاد ہوتی ہے یا برابر کے رشتہ دار ہیں جنمیں سب سے زیادہ قریب بہن بھائی ہیں یا سسرال رشتہ دار ہیں ان میں سب سے زیادہ قریب کا رشتہ بیوی کا ہے۔

ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ حکم

اب ہر ایک کے لئے احکام سن لئے جائیں اور اپنے اور غیر کے گھر کا اندازہ کر لیا جائے یستاذن الرجل علی ابیہ واخیہ واختہ (الادب المفرد) آدمی کو اپنے باپ، بھائی اور بہن سے اجازت لینی چاہئے تو اس سے معلوم ہوا کہ بھائی و بہن اور والد کا مکان اس طرح اپنا مکان نہیں سمجھا جاتا کہ وہاں اجازت کی ضرورت نہ ہو

خاص لوگوں کے لئے طلب اجازت

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جسطرح ایک شخص کو اپنے باپ، بھائی اور بہن کے گھر میں آنے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت ہے اسی طرح لوگ جب اپنی اولاد اور چھوٹوں کے یہاں آجائیں تو ان کو بھی ان کے گھروں میں آنے کے لئے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مقصد دونوں جگہ خبر دینا اور پھر حاضر ہونا ہے۔

جس بنیاد پر باپ سے بیٹے کو اجازت لینی پڑتی ہے اسی طرح باپ کو بھی اپنے چھوٹوں سے اجازت لینی چاہئے، اب رشتہ داروں کی فہرست میں سے اولاد، باپ بھائی، بہن نکال دینے کے بعد صرف ماں اور بیوی باقی رہ گئے جنکا ذکر تفصیل سے احادیث میں آیا ہے

بار بار سوال کرنا

موطاء امام مالکؒ میں مرسلا روایت ہے عن عطاء بن یسار ان رجلا سأل رسول اللہ ﷺ فقال استاذن علی امی، فقال نعم فقال الرجل انی معھا فی البیت فقال رسول اللہ ﷺ استأذن علیھا فقال الرجل انی خادمھا فقال رسول اللہ ﷺ استاذن اتحب تراھا عریانۃ قال لا قال فاستاذن علیھا۔ (الحدیث)

Marfat.com

عطاء بن یسارؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کیا مجھکو اپنی ماں سے اجازت لینی چاہئے؟ آپؐ نے فرمایا بیشک! پھر اس نے سوال کیا کہ میں تو ان کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں ارشاد فرمایا: اجازت ان سے بھی لیا کرو اس شخص نے مزید کہا میں ان کا خادم ہوں (بار بار سوال اس لئے کیا تھا شاید کوئی چھٹکارے کا پہلو مل جائے) آپ ﷺ نے فرمایا۔ اجازت لیا کرو کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم اپنی ماں کو برہنہ دیکھو، اس نے کہا نہیں ارشاد فرمایا اس لئے تو اجازت لے کر ان کے پاس جایا کرو (آدمی تنہائی میں مخلی بالطبع ہوتا ہے)۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اپنی ماؤں اور بہنوں کے پاس جانے کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عطاءؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا، میری بہن زیر پرورش ایک ہی مکان میں میرے ساتھ مقیم ہیں کیا ایسی صورت میں بھی مجھے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت لینی ضروری ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، جی ہاں، حضرت عطاءؒ نے پھر سوال کیا مگر پھر بھی وہی جواب ملا تیسری مرتبہ سوال پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تم انکو برہنہ دیکھنا پسند کرتے ہو حضرت عطاءؒ نے انکار کر دیا

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اسی لئے تو اجازت لینا ضروری ہے (پتہ نہیں کس حالت میں ہو)

حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا گیا، کیا ماں کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بھی اجازت طلب کرنا ضروری ہے فرمایا ہاں اگر اجازت نہ مانگے گا تو ہوسکتا ہے کہ ان کو ایسے حال میں دیکھے جو ماں کو ناگوار ہو اور یہ ماں کو تکلیف پہنچانا ہے اور یہ مسلّم ہے کہ کسی مسلمان کو اذیت دینا درست نہیں۔

مندرجہ بالا احادیث وروایت سے معلوم ہوا کہ جس مکان میں ماں اور بہن ساتھ مقیم ہوں تو وہ مکان بھی اسی حکم میں آتا ہے اس لئے وہاں بھی اجازت لینا ضروری ہوگا۔

اپنے گھر کی تعریف

اب تمام اعزاء کی فہرست میں سے صرف بیوی کا حکم باقی رہ جاتا ہے اس کے پاس بلا اجازت جانا جائز ہے اور وہ گھر جس میں انسان صرف بیوی کے ساتھ رہتا ہو وہ گھر اپنا گھر کہلائے

Marfat.com

گا اسکے علاوہ اور گھروں میں جانے کے لئے اجازت لینا ضروری ہے اگر بیوی والے گھر میں کوئی اور بھی مقیم ہو یا کوئی مہمان آیا ہوا ہو تو مکان اس کی طرف منسوب ہو جائے گا چاہے وہ مکان اسی کا کیوں نہ ہو تو اپنا گھر بھی اس وقت اجازت سے بری نہ ہوگا وہاں پر بھی بغیر اجازت داخل ہونا ممنوع ہوگا تو اپنے مکان سے مراد وہ مکان ہے جسمیں تنہا آدمی خود ہو یا صرف بیوی کے ساتھ رہتا ہو خواہ وہ مکان اپنی ملک میں ہو یا کرایہ کا ہو یا یوں ہی عاریۃ ہو۔ اگر کرایہ کا یا مانگے کا مکان ہے تب بھی وہ مکان رہنے والے کا ہی کہلائے گا اصل مالک کو بغیر اجازت کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

اپنے گھر میں آنے کا طریقہ

جس گھر میں صرف بیوی رہتی ہو اس میں داخل ہونے کے لئے اگر چہ اجازت واجب نہیں ہے مگر مستحب اور سنت طریقہ یہ ہے کہ وہاں پر بھی اچانک بغیر کس اطلاع کے اندر نہ جائے بلکہ داخل ہونے سے قبل اپنے پاؤں کی آہٹ سے کھنکار سے یا کسی اور طریقہ سے پہلے باخبر کر دے پھر داخل ہو۔

حضرت عطاءؒ سے معلوم کیا گیا بیوی کے پاس بھی بغیر اجازت کے نہ جایا جائے فرمایا کہ وہاں اجازت کی ضرورت نہیں ہے ابن کثیر نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا اس سے مراد یہی ہے کہ اجازت واجب نہیں ہے لیکن مستحب اور اولیٰ وہاں پر بھی ہے

اپنے گھر میں بیوی سے اجازت چاہنے کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن اطلاع ضرور ہونی چاہیئے ممکن ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ وہ نہیں چاہتی کہ خاوند اس کو اس حالت میں نہ دیکھے مثلا بعض عورتیں نہانے دھونے میں خاوند کے روبرو کرنے میں بری معلوم ہوتی ہیں اور خاوند کے لئے ایسی حالت میں نگاہ پڑنے پر باعث نفرت ہونے کا اندیشہ ہے۔

ان احادیث و روایات سے یہ معلوم ہو گیا کہ اجازت کے اسباب جہاں پر اور ہیں وہاں پر ایک احتمال برہنگی کا بھی ہے ہو سکتا ہے وہ شخص جس کے پاس یہ جا رہا ہے اس وقت برہنہ ہو۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جسکا ستر دیکھنا جائز نہیں وہاں پر اجازت کی ضرورت ہے اور جسکا ستر دیکھنا جائز ہے وہاں پر دیکھنا جائز ہے وہاں پر اجازت کی ضرورت نہیں۔ اور وہ مکان جس میں بیوی رہتی ہو اور غیر کے آنے کا امکان نہ ہو تو اس کو اجازت کی ضرورت نہیں اور اگر آنے کا امکان قوی ہو تو طلب اجازت وہاں پر بھی ضروری ہے۔

Marfat.com

یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ بیوی کا ستر دیکھنا جائز تو ہے لیکن نامناسب ہے حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ہم نے زندگی بھر ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا۔

حضرت زینب فرماتی ہیں کہ میرے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب میرے پاس گھر میں آتے تو کھنکار کے آتے تھے اور کبھی بلند آواز سے دروازے کے باہر کسی سے باتیں کرنے لگتے تھے۔ تاکہ گھر والوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے۔

امام احمدؒ نے اسی لئے صراحت کی ہے کہ اپنے گھر میں کھنکارنا یا پاؤں کی آواز پیدا کرنا مستحب ہے، ابن جریر، ابن کثیر۔

حضرت مجاہد نے عام مفسرین کے برخلاف تستانس کے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ کھنکارنا، تہذیب کے ساتھ تھوکنا، دروازہ کی کنڈی ہلکے سے بجانا، اور نرمی کے ساتھ بات کرنا پاؤں کی آہٹ پیدا کرنا یا کوئی ایسا مناسب ذریعہ استعمال کرنا جس سے صاحب خانہ کو اطلاع ہو جائے یہ سب استیناس کے ذیل میں آتے ہیں

حضرت مجاہد کی دلیل مندرجہ ذیل ہے۔

اخرج ابن حاتم عن ابی سورۃ ابن اخی ابی ایوب قال قلت یا رسول اللہ ھذا سلام فما الاستیناس قال یتکلم الرجل بتسبیحۃ و تکبیرۃ و تحمیدۃ و یتنحنح فیؤذن اھل البیت الحدیث۔ (تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن استیناس کا طریقہ کیا ہے آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ، یا الحمد للہ یا اللہ اکبر بلند آواز سے کہہ دینا یا کھنکارنا کہ جس سے گھر والے سمجھ جائیں کہ کوئی اندر آرہا ہے

اجازت کے لئے کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ

اور جس مکان پر جائیں تو اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ دروازہ کے اندر کا سامنا نہ ہو تاکہ اجازت کا مقصد بھی حاصل ہو جائے اور بے پردگیوں کی خرابی سے حفاظت ہو جائے۔

حضرت عبداللہؓ بن بشر کی روایت ہے اذا اتی بابا یریدان یستاذن لم یستقبلہ جاء یمیناً و شمالاً فان اذن ..... والانصرف ..... ادب المفرد جب آدمی کسی کے دروازے پر اجازت لینے کے لئے آئے تو دروازہ کے آمنے سامنے سے نہ آئے بلکہ داہنی جانب یا بائیں جانب سے آئے اگر اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ لوٹ جائے۔

Marfat.com

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ جب کسی کے مکان پر تشریف لے جاتے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے نہ کھڑے ہوتے عین دروازے پر کھڑے ہونے سے اس لئے بھی اجتناب فرماتے تھ کہ اول تو اس زمانہ میں دروازوں پر پردہ کا رواج نہیں تھا اگر پردہ ہوتا بھی تو اس کے کھل جانے کا احتمال باقی رہتا تھا۔

دروازوں کے سامنے کھڑے ہو کر ایک شخص آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی تو آپ نے اس کو یہ تعلیم دی کہ اس طرح دروازپر کھڑا ہونا چاہئے کہ اندر نگاہ نہ جانے پائے کیونکہ اجازت کا مقصد یہی ہے کہ اچانک کسی پر نظر نہ پڑے۔

حضرت عمرؓ کا واقعہ

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات میں گشت فرما رہے تھے ایک شخص کی آواز سنی کہ وہ گا رہا ہے آپ کو شک گذرا دیوار پر چڑھ گئے دیکھا وہاں پر شراب بھی موجود ہے اور عورت بھی آپ نے پکار کر کہا اے دشمن خدا کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تیرا پردہ فاش نہں کرے گا اس نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین جلدی نہ کیجئے اگر میں نے گناہ کیا تو آپ نے تین گناہ کئے۔

(۱) اللہ نے تجسس کو منع فرمایا ہے ولا تجسو۔

(۲) گھر میں دروازہ سے آنیکا حکم دیا گیا ہے و اتواالبیوت من ابوابھا۔

(۳) اللہ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اجازت کے بغیر مت جاؤ لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں آئے ہیں یہ جواب سنکر حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا اور اسکے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی البتہ اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ بھلائی کے راہ اختیار کرے گا۔

گھر میں جھانکنے کی ممانعت

اجازت کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ دوسرا آدمی جو چیز آپ پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا ہے آپ اس پر کسی طرح باخبر نہ ہوں اگر پہلے ہی گھر میں جھانک لیا تو یہ مصلحت ختم ہو جائے گی احادیث شریفہ میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

Marfat.com

حضرت انسؓ خادم رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایک شخص نے انحضرت ﷺ کے حجرہ مبارک میں باہر سے جھانکا حضور ﷺ اس وقت ایک تیر ہاتھ میں لئے ہوتے آپ اس کی طرف بڑھے کہ گویا کہ اس کے پیٹ میں جھونک دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے:

لایحل لاءمراء مسلم ان ینظر الی جوف بیت حتی یستاذن فان فعل فقد دخل۔

(رواہ البخاری والمسلم)

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکے اگر اس نے ایسا کیا تو گویا وہ داخل ہی ہو گیا۔ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ شریعت مطہرہ میں جھانکنے کی سخت ممانعت ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ

عن عمر بن الخطاب من ملاء عینه من قاعة بیت قبل ان یؤذن له فقد فسق۔

عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ جس نے اجازت سے پہلے صحن مکان کو نظر بھر کر دیکھا تو اس نے نافرمانی کا ارتکاب کیا۔

معلوم ہوا کہ بغیر اجازت کسی گھر میں جھانکنا بھی درست نہیں۔ بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر دروازہ کھلا ہوا ہو یا گھر کے اندر کا سامنا ہو رہا ہو تو اس کے سامنے کھڑا نہ ہو اگر ایسا کیا گیا تو حضرت فاروق اعظمؓ کے فتوی کے مطابق وہ فاسق قرار پائے گا۔

عن ابی هریرة ان رسول الله قال اذا دخل البصر فلا اذن له۔

ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کے گھر میں نظر پہنچ جائے تو اس کو اجازت کا استحقاق نہ رہا گویا اس نے اسلامی قاعدہ کی خلاف ورزی کی اور اپنے کو گنہگار بنایا۔

آنکھ پھوڑنے کا مسئلہ

کسی کے گھر میں جھانکنے والے کے لئے سخت وعید فرمائی گئی ہے۔

لو ان امرأ اطلع علیك بغیر اذن فخذ فته بحجاة ففقات عینه ما کان علیك من جناح۔

(الحدیث)

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی تیرے گھر میں تیری اجازت کے بغیر جھانکنے لگے اور تو اس کی حرکت پر کنکر مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھکو کوئی گناہ نہیں ہے گناہ غالباً اس لئے نہیں ہوگا کہ اس نے بغیر اجازت واطلاع جھانکنے کی ابتداء کی۔ اور اس طرح گھر کی عورتوں کو دیکھنے کا ارادہ کیا تھا جو کسی بڑے فتنہ کا سبب بھی ہوسکتا ہے۔

اگر وہ اپنی آنکھ پھوٹ جانے کا مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے گا تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ نہیں دے گا۔ اور نہ کنکری مارنے والے پر کوئی آنکھ کی دیت عائد کرے گا۔

امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایسے شخص کی آنکھ پھوڑ دینا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ حکم محض نگاہ ڈالنے کی صورت میں نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی شخص گھر میں بلا اجازت گھس آئے اور گھر والوں کے روکنے سے باز نہ آئے اور گھر والے اس کی مزاحمت اس کشمکش اور مزحمت میں اسکی آنکھ پھوٹ جائے یا کسی حصہ کو نقصان پہنچ جائے تو گھر والوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا (احکام القرآن جصاص)

اندھے کی نگاہ کا حکم

فقہاء نے نگاہ کے ہی حکم میں سماعت کو بھی داخل کیا ہے مثلاً کوئی نابینا گھر میں بلا اجازت چلا جائے تو اس کی نگاہ تو نہیں پڑے گی مگر گھر میں جو پردہ والی عورتیں ہیں تو ان کی نگاہ تو اندھے پر لازماً پڑے گی اور پھر اس کے کان گھر والوں کی باتیں سنیں بلا اجازت سنیں گے یہ چیزیں بھی نظر کی طرح تخلیہ کے حق میں بے جا مداخلت کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح اگر اس کے گھر میں نامحرم ہیں تو یہ انکو تو نہیں دیکھ سکے گا مگر وہ اس کو دیکھیں گی یہ بھی اسی طرح گناہ ہے جیسے یہ انکو دیکھتا ہے۔

حضور ﷺ نے اس حق کو گھر میں داخل ہونیکے سوال تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کو ایک عام حق قرار دیا ہے جس کے رو سے دوسرے کے گھر میں جھانکنا، یا باہر سے نگاہ دوڑانا یہاں تک کہ ایک دوسرے کے خطوط یا ذاتی کاغذات پڑھنا بھی ممنوع قرار دیا ہے۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا:

من نظر فی کتاب اخیه بغیر اذنه فانما ینظر فی النار۔ (الحدیث)

جس نے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کے خط کو دیکھا تو گویا اس نے آگ کو دیکھا۔

آج ہمارا اس پر بالکل عمل نہیں رہا اگر ڈاکیہ کسی کو کسی کا خط دیتا ہے تو وہ اس کو پڑھ لیتا

Marfat.com

ہے اسی طرح کسی کے ہاتھ آپ کہیں پرچہ بھیج رہے ہیں تو وہ پڑھ لیا جاتا ہے اور یہ عادت ہمارے معاشرے میں اس قدر عام ہوگئی ہے کہ ہمکو اس کا احساس تک باقی نہیں رہا کہ ہم کوئی برا کام کر رہے ہیں حالانکہ یہ سب چیزیں اس وعید کے اندر داخل ہیں۔

حدیث کا اصل مقصد اور ہمارے لئے خاص سبق یہ ہے کہ نفسانی خواہشات جو بظاہر بڑی لذیذ اور مرغوب معلوم ہوتی ہیں ہم جان لیں کہ اس کا انجام دوزخ کا دردناک عذاب ہے جسکا ایک لمحہ زندگی بھر کے عیش وآرام کو بھلا دیگا اور احکام الٰہی کی پابندی والی زندگی جسمیں ہمارے لئے گرانی اور سختی محسوس ہوتی ہے اس کا منتہیٰ جنت ہے جسمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بخشش وراحت کا سامان ہے جنکی دنیا کے کسی انسان کو ہوا بھی نہیں لگی ہوگی۔

طلب اجازت کے ساتھ سلام کرنا

آیت میں دو چیزیں مذکور ہیں طلب اجازت، اور سلام سلام تو اس لئے کہ وہ محبت پیدا کرتا اور وحشت کو دور کرتا ہے

عن النبی ﷺ لا تدخلوا الجنة حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا الا ادلکم علی ما تحابون به قالوا بلیٰ یا رسول اللہ ﷺ قال افشوا السلام بینکم۔

آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک مومن نہ ہو جاؤ گے اور مومن نہیں ہو سکتے جبکہ آپس میں محبت نہ رکھو گے۔ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کے سبب تم میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔ ارشاد فرمایا آپس میں سلام کرنے کا رواج دو۔

گھر والوں کو بھی سلام کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اس وقت اس گھر میں جو بھی موجود ہوں۔ ان پر سلام کی ایک مصلحت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ آنے والے نے اس کے مکان سے فائدہ اٹھایا ہے اور ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ تو تفع رسانی کا ایک ایسا اصول مقرر کر دیا جس پر نادار کم حیثیت شخص ایک رئیس کے مقابلہ میں استعمال کر سکے تو مختصر اور بہتر نفع رسانی جو ہر ایک میسر اور کار آمد ہو سکے یہ ایک دعاء کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ وہ بھی نہایت جامع اور مختصر وہ ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ تم پر خدا کی سلامتی اور رحمت ہو اللہ اکبر کس قدر جامع دعاء اللہ تعالیٰ تم کو تمام بری چیزوں، آفتوں، بلاؤں مصیبتوں اور تکلیفوں سے محفوظ وسلامت رکھے نیز اس

Marfat.com

لئے بھی سلام ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سننے والا آواز وغیرہ کو کوئی خوفناک چیز نہ سمجھے اس کی وحشت وگھبراہٹ میں اضافہ نہ ہو جائے۔ جب اپنے اپنے لئے دعاء رحمت وسلامتی سنے گا تو اطمینان ہو جائے گا۔ پھر اگر کسی نا قابل اظہار کام میں لگا ہوا ہوگا تو اس کے انتظام کر کے اجازت دے دیگا یا اگر ملنا منظور نہ ہوگا تو انکار کر دے گا پھر یہ کہ آنے والا بھی دعاء سلامتی سے محروم نہ رہے گا۔ وہ اپنی دعاء سلامتی کے جواب میں دوسری طرف سے وعلیکم سنے گا۔

سلام سے پہلے یا اجازت

حصول اجازت کے لئے دو عمل ضروری قرار دیئے ہیں تو ان دونوں میں سے کس کو مقدم کس کو مؤخر کیا جائے گا

عن ابی هريرةؓ فيمن يستأذن قبل ان يسلم قال لايؤذن له حتى يبدأ بالسلام۔ (الحديث)

ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو اجازت نہ دیجائے جو پہلے سلام نہ کرے۔

عن كلدة بن حنبل قال دخلت على النبیﷺ و لم اسلم و استأذنت فقال النبیﷺ ارجع فقل السلام عليكم و ادخل۔ (رواہ ابوداؤد، والترمذی)

حضرت کلدہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس گیا اور میں نے سلام نہیں کیا اور اجازت طلب کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ اور آ کر پہلے السلام علیکم کہو پھر داخل ہوؤ۔

آنحضرت ﷺ نے ادب کی تعلیم کے لئے حضرت کلدہؓ کو اجازت کا طریقہ صرف زبانی بتا دینے کے ساتھ ساتھ ان سے عمل بھی کروایا اور ظاہر ہے جو سبق اس طرح دیا جائے تو آدمی اس کو کبھی بھی بھلا نہیں سکتا۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قضا حاجت سے فارغ ہو کر آ رہے تھے، لیکن دھوپ کی تاب نہ لا سکے تو قریش کی ایک جھونپڑی کے پاس پہونچکر فرمایا السلام علیکم: کیا میں اندر آ سکتا ہوں، سلامتی سے آ جاؤ صاحب خانہ نے کہا آپ نے پھر یہی کہا اس نے پھر وہی جواب دیا آپ کے پاؤں جل رہے تھے کبھی اس قدم پر سہارا لیتے تو کبھی اس قدم پر آپ نے فرمایا کہ یوں کہو کہ آ جایئے پھر آپ اندر تشریف لے گئے

مفسرین کرام نے ان روایات سے استدلال کیا ہے کہ قرآن شریف میں جو سلام کرنے کا حکم ہے یہ سلام استیذ ان ہے جو اجازت حاصل کرنے کے لئے باہر کیا جاتا ہے تا کہ اندر جو شخص ہے وہ متوجہ ہو جائے اور جو الفاظ اجازت طلب کرنے کے لئے کہے گا وہ صاحب خانہ سن لے اور گھر میں داخل ہونے کے لئے حسب معمول دوبارہ سلام کرے۔

تعلیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل

تعلیم سنت اور تعامل صحابہؓ کی روشنی میں علماء کرام نے اس کی تفصیل کی ہے مکان اگر بڑا ہو اور سلام کی آواز نہ پہنچے تو پہلے اطلاع کرنا اور اجازت طلب کرنا ضروری ہے اور پھر ملاقات کیوقت سلام کرنا چاہئیے اور گھر والوں کو سلام کرنے کا مفہوم بعض مفسرین نے یہ بھی لیا ہے کہ پہلے اجازت حاصل کرو اور جب گھر میں جاؤ تو سلام کرو استیذ ان واجب ہے اور تقدیم سلام سنت ہے۔

استیذ ان کا ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی گھر والا سامنے مل جائے تو پہلے سلام کرلے پھر اجازت طلب کرے۔

عام روایات سے جو طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ باہر سے سلام کرے "السلام علیکم" اس کے بعد اپنا نام لیکر بتلائے کہ فلاں شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

اگر صاحب خانہ کو طلب اجازت اور سلام سے معلوم نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہیں اور صاحب خانہ معلوم کرے کے کون صاحب ہیں تو جواب میں پورا نام مع عرفی نام ظاہر کردے، جس سے وہ متعارف ہو چونکہ بعض حضرات کا نام عرفی زیادہ مشہور ہوتا ہے یہی طریقہ بہتر معلوم ہوتا ہے، اپنا پورا نام و پتہ پوری طریقہ سے ظاہر کردے تا کہ گھر والوں کو پہچاننے میں پریشانی اور تکلیف نہ ہو، جیسا کہ فاروق اعظمؓ کا عمل تھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدے پر حاضر ہو کر یہ الفاظ فرمائے تھے۔ السلام علیکم (علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یدخل عمرؓ) ابن کثیر، یعنی آپؐ نے سلام کے بعد کہا کہ کیا عمرؓ داخل ہو سکتا ہے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت عمرؓ کے پاس ملاقات کے لئے تشریف لے گئے اور اجازت حاصل کرنے کے لئے یہ جملہ فرمایا: السلام علیکم هذا ابو موسیٰ۔ السلام علیکم هذا الاشعریؓ۔ سلام کے بعد اس میں پہلے اپنا نام بتایا پھر مزید وضاحت کے لئے اشعریؓ جو خاندانی نسبت تھی ذکر فرمایا اور یہ اس لئے کہ جب تک صاحب خانہ

Marfat.com

اجازت لینے والے کو پہچانتا نہیں ہے اجازت دینے میں اسے تردد ہوتا ہے۔اس تردد وتشویش سے بچانے کے لئے ضروری ہے اجازت طلب کرنے والے کو کہ اپنا پورا نام وتخلص ظاہر کردے، تا کہ مخاطب کو پریشانی اور ایذاء نہ ہو اور وہ پہچاننے کے بعد بخوشی اجازت دیدے۔

کئی منزلہ عمارت میں طلب اجازت

اگر ایک گھر میں کئی فیملیاں رہتی ہوں یا کئی منزلہ مکان ہو اور ہر ایک منزل میں کوئی رہتا ہو۔تو ہر ایک الگ مستقل گھر کے حکم میں ہے خواہ دروازہ ایک ہی کیوں نہ ہو۔ان میں سے ہر ایک میں جانے کے لئے اجازت لینا ضروری ہے ان گھروں میں اجنبی کو صریح اجازت لے کر داخل ہونا چاہئے اجازت لینے میں ہرگز اپنے لئے ناگواری کا احساس نہیں ہونا چاہئے۔کیونکہ بہت سے فاسد کی جڑیں کاٹ دینے کا ذریعہ ہے اور ہر طرح سے دونوں کے لئے مفید ہے، پھر ان احکامات خداوندی کو نہ حقیر جاننا اور نہ غیر مفید، یہ احکام جو بظاہر محض ادنیٰ جزئیات معلوم ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے قانون میں حد درجہ اہمیت رکھتے ہیں۔اور حد درجہ اہتمام کے مستحق ہیں۔

میں، مَیں کرنے کی ممانعت

اجازت طلب کرنے کے اندر سب سے برا طریقہ یہ ہے جس کے بعض حضرات عادی ہوتے ہیں۔باہر سے اندر جانے کے لئے اجازت طلب کی یا کنڈی بجائی مخاطب اندر سے معلوم کرتا ہے کہ کون صاحب ہیں تو اپنا پورا نام ظاہر کرنے کی بجائے جواب میں ''میں ہوں'' یا خاموش کھڑے رہتے ہیں۔کوئی جواب نہیں دیتے صاح خانہ جس نے اصل آواز نہیں پہچانی وہ بھلا لفظ ''میں'' سے کیا خاک پہچانے گا۔بلکہ یہ مخاطب کو تشویش میں ڈالنے کا ایک طریقہ ہے۔اس سے اجازت کی مصلحتیں فوت ہوجاتی ہیں۔حدیث شریف میں بھی اس لفظ ''میں'' کو پسند نہیں کیا گیا۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں علی بن عاصم کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بصریٰ شہر گئے، تو حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور دروازہ پر دستک دی حضرت مغیرہؓ نے اندر سے معلوم کیا کون صاحب ہیں جواب دیا انا (میں ہوں) تو حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کا نام انا (میں) ہو پھر آپ باہر تشریف لائے اور انکو ایک حدیث سنائی کہ ایک مرتبہ جابرؓ اپنے والد مرحوم کے قرضہ کی ادائیگی

Marfat.com

کے سلسلہ کی فکر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت لینے کے لئے دروازہ پر دستک دی، آنحضرت ﷺ نے اندر سے علوم کیا کون صاحب ہیں تو جابرؓ نے بھی ''انا'' سے جواب دیا تو آپ ﷺ نے بطور جزء وتنبیہ کے فرمایا ''انا، انا'' آپؐ نے اس کہنے کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ میں کہنے سے تو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون ہے جبتک پورا نام یا عرفیت نہ بتائی جائے۔

طلب اجازت میں سنجیدہ جملے

ہمارے شفیق معلم ﷺ نے استیذان کا طریقہ اور اسکے الفاظ کی بھی تعلیم فرمائی ہے ابو داؤد کی حدیث میں ہے۔

جاء رجل من بنی عامر الی النبی ﷺ فقال أألج فقال النبی ﷺ للجارية اخرجی فقولی له قل السلام علیکم أأدخل فانه لم یحسن الاستیذان قال فسمعتها قبل ان تخرج الیّ الجارية فقلت السلام علیکم أأدخل فقال وعلیك أدخل فدخلت۔ (الحدیث)

بنی عامر کا ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا أألج کیا میں اندر آؤں؟ آپؐ نے باندی سے فرمایا یہ شخص اجازت کا طریقہ نہیں جانتا ہے باہر جا کر اس کو طریقہ سکھا دو، اور اس سے کہدو کہ اس طرح سے کہے، السلام علیکم، أأدخل، کیا میں آسکتا ہوں وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اس باندی کے آنے سے پہلے آپؐ کے کلمات سن لئے تھے چنانچہ دوبارہ اسی طرح عرض کیا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ تو آپنے جواب میں وعلیک۔ أدخل، آپؐ نے آنے کی اجازت مرحمت فرمادی میں داخل ہوگیا۔ تو معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کے لئے صاحب امت کا پسندیدہ طریقہ یہ ہے۔ السلام علیکم أأدخل۔ أأدخل کے الفاظ طلب اجازت میں استعمال کئے جائیں۔ یعنی کیا میں آسکتا ہوں یا حاضر ہوسکتا ہوں۔ ﴿أألج کی تحقیق﴾ اس شخص نے أدخل کے بجائے أألج استعمال کیا تھا یہ نامناسب تھا کیونکہ أألج۔ ولوج سے مشتق ہے جس کے معنی کسی تنگ جگہ میں گھسنے کے ہیں۔ اور یہ لفظ تہذیب کے خلاف تھا۔ جس طرح لفظ گھسنا اردو کے اندر داخل ہونے کے مقابلے میں بولا جاتا ہے جو مہذب معاشرہ میں ایک طرح کی بدتہذیبی شمار ہوتی ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے ہر پہلو کا خیال رکھا ہے کہ بات کرتے ہوئے کیسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں تا کہ مخاطب دماغی بوجھ محسوس نہ کرے، ایسے الفاظ کے استعمال

Marfat.com

کرنے کا اندازہ وہاں پتہ چل سکتا ہے جو حضرات بہت ہی نازک طبع ہوتے ہیں۔

جواب نہ ملنے پر سنت طریقہ

اگر کسی کے دروازے پر جا کر اجازت طلب کی جائے اور اندر سے کوئی جواب نہ آئے۔ تو سنت طریقہ یہ ہے کہ دوبارہ اجازت طلب کرے اگر پھر بھی آواز نہ آئے تو تیسری مرتبہ اجازت طلب کرے اگر اس مرتبہ بھی جواب نہ ملے تو واپس لوٹ جانا چاہئے (جواب کے انتظار میں کھڑا نہیں رہنا چاہئے اور اگر اجازت طلب کئے بغیر صاحب خانہ کا انتظار کرے تو وہ اس کے حکم میں داخل نہیں)۔

تین مرتبہ کہنے سے یہ تو یقین ہو جاتا ہے کہ آواز سن لی ہوگی مگر یا تو وہ ایسی حالت میں ہے کہ جواب نہیں دے سکتا۔ مثلاً نماز پڑھ رہا ہے یا بیت الخلاء میں ہے یا غسل کر رہا ہے، یا سو رہا ہے یا کسی اسی طرح کے کام مشغول ہے، یا اس کو منظور نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا فرد ہے کہ جس کے ذریعے وہ منع کرا دے۔

روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ تین مرتبہ اجازت طلب کی جب کوئی جواب نہ آیا تو واپس لوٹ گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ نے کہا عبداللہ بن قیس آنا چاہتے ہیں ان کو بلا لو باہر جا کے دیکھا وہ واپس ہو چکے تھے، واپس جا کر حضرت عمرؓ کو ان کے جانے کی خبر دی اس کے بعد جب حضرت موسیٰ اشعریؓ کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے معلوم فرمایا کہ واپس کیوں چلے گئے تھے۔ تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یؤذن له فلیرجع۔

تین مرتبہ اجازت چاہنے کے بعد اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ۔ میں نے تین مرتبہ اجازت چاہی، جب جواب نہ آیا تو میں نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی ثبوت کے لئے اپنے خاص انداز میں فرمایا کہ کسی گواہ کو پیش کرو۔ ورنہ میں تم کو سزا دوں گا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ وہاں سے اٹھ کر ایک انصار کے مجمع میں پہنچے۔ اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے حضور ﷺ کا یہ فرمان سنا ہو تو میرے ساتھ چل کر عمرؓ سے تصدیق فرما دے۔ انصار نے کہا کہ یہ حکم تو عام ہے،

Marfat.com

بے شک آپؐ نے فرمایا ہے اور ہم سب نے سنا ہے ہم اپنے سب سے کم عمر لڑکے کو آپ کے ساتھ گواہ کے طور پر بھیج دیتے ہیں چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ گئے اور حضرت عمرؓ سے کہا میں نے بھی یہ حدیث سنی ہے، حضرت عمرؓ اس وقت افسوس کرنے لگے کہ بازاروں کے لین دین نے مجھے اس مسئلہ سے غافل رکھا۔

ملنے پر مجبور نہ کرنا

سلام یا دستک وغیرہ کے ذریعے سے اجازت حاصل کرنے کی کوشش تین مرتبہ کرنے کے بعد اگر کوئی جواب نہ آئے تو وہاں پر جم کر بیٹھنا صاحب خانہ کے لئے موجب ایذاء ہے اسلام نے اس کو پسند نہیں کیا کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ ملاقات کے لئے دوسرے کو مجبور کرے یا اس کے دروازے پر ٹھہر کر اس کو تنگ کرنے کی کوشش کرے اور نہ ہی یہ پسند ہے کہ دروازے پر جا کر بد تہذیبی سے پکارا جائے۔ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں جن لوگوں نے آپؐ کی صحبت میں رہ کر اسلامی ادب اور تہذیب کی تربیت پائی تھی۔ وہ آپؐ کے اوقات کا لحاظ رکھتے تھے۔ ان حضرات کو پورا پورا احساس اور خیال تھا کہ آپؐ اللہ کے دین کے کام میں کس قدر مصروف زندگی بسر فرماتے ہیں۔ اور ان تھکا دینے والی مصروفیتوں کے دوران میں لازماً کچھ وقت آپؐ کے آرام کے لئے اور کچھ آپ کی اہم مشغولیتوں کے لئے اور کچھ وقت اپنی عائلی زندگی کے لئے ضروری ہے چونکہ یہ حضرات بخوبی جانتے تھے کہ آپ کے گھریلو معاملات بھی دین میں ایک اہم باب کا حصہ رکھتے ہیں اس لئے وہ حضرات آپ سے ملاقات کے لئے اسی وقت حاضر ہوتے جب آپؐ باہر تشریف فرما ہوتے اور کبھی آپؐ کو مجلس میں موجود نہ پاتے تو تہذیب کے ساتھ بیٹھ کر آپؐ کے آنے کا انتظار کرتے تھے۔ کسی شدید ضرورت کے بغیر آپ کو باہر تشریف لانے کی زحمت نہیں دیتے تھے لیکن عرب کے اس ماحول میں جہاں عام طور پر لوگوں کو کسی شائستگی کی تربیت نہیں ملی تھی، بارہا اس قسم کے لوگ بھی آپؐ سے ملاقات کے لئے حاضر ہو جاتے، جنکا تصور یہ تھا کہ دعوت الی اللہ اور اصلاح خلق کا کام کرنے والے کو آرام کا حق نہیں ہے۔ اپنے آپ کو سمجھتے تھے کہ ہمارا حق ہے دن رات میں جب چاہیں آپ کے پاس بکلا روک ٹوک چلے آئیں اور جب بھی وہ آجائیں اور کام کے لئے درخواست کریں، آپؐ ارشاد فرمائیں، بعض حضرات ایسے بھی تھے جو بالکل اسلامی تعلیم سے نابلد اور ناآشنا ہوتے تھے، وہ حجرہ مبارک کے پاس آپ کو زور زور سے اپنی سادگی کی وجہ سے

پکارتے تھے، ایسے متعدد واقعات حدیث میں ملیں گے۔

مثلا: وفد بنی تمیم ملنے کے لئے آیا، آپ مسجد میں تشریف فرمانہ تھے، حجرہ مبارکہ میں تشریف لے جاچکے تھے وہ لوگ باہر سے پکارنے لگے۔ یا محمد اخرج الینا۔ اے محمدؐ ہماری طرف نکل آ۔ یہ بدعقلی تھی یا سادگی وہ تہذیب وتمدن سے آشنانہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کو ان حضرات کی ان حرکات سے بہت سخت تکلیف ہوتی تھی۔ مگر آپؐ اپنی طبع حلمی کی وجہ سے اس کو برداشت فرماتے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس ناشائستگی کے عمل پر ملامت کرتے ہوئے۔ لوگوں کو یہ ھدایت کی "ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم" (الحجرات) کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر میں تشریف فرما ہوں تو ان کو آواز دے کر پکارنا ادب کے خلاف ہے۔ بلکہ لوگوں کو چاہئے کہ انتظار کریں اور جس وقت آپؐ اپنی ضرورت کے مطابق باہر تشریف لائیں تو اسوقت ملاقات کریں۔

آپؐ کی ذات منبع البرکات تھی، مسلمانوں کے تمام دینی ودنیوی امور کا مرکز وملجاء تھی۔ کسی معمولی سے معمولی ذمہ دار آدمی کے لئے بھی کام کرنا سخت دشوار ومشکل ہوجاتا ہے اگر اسکا کوئی نظام الاوقات نہ ہو۔

صحابہؓ کا طرز عمل

رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والوں اور آپؐ سے ملاقات کرنے والوں کو جو آداب سکھلائے گئے تھے، ان کا منشاء یہ تھا کہ آپؐ سے بات چیت میں انتہائی ادب ملحوظ رکھیں، کسی شخص کی آواز آنحضرت ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہو، آپؐ سے خطاب کرتے ہوئے لوگ یہ نہ بھول جائیں کہ وہ عام آدمی یا اپنے برابر سے ملاقات نہیں کررہے ہیں، بلکہ اللہ کے رسول پاک ﷺ سے مخاطب ہیں، اس حکم کے نازل ہونے پر صحابہؓ کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قسم ہے خدائے پاک کی اب میں مرتے دم تک آپؐ سے اس طرح گفتگو کروں گا، جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہو، حضرت عمرؓ اس قدر آہستہ بولنے لگے تھے کہ بعض اوقات آنحضرت ﷺ کو دوبارا معلوم کرنا پڑتا تھا۔ اور ثابت ابن قیسؓ کی خلقۃً آواز بلند تھی مگر اس آیت کو سن کر ڈر سے بہت روئے اور نہایت تکلف کر کے اپنی آواز کو پست کردیا تھا۔ ان واقعات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اپنے بزرگ اشخاص کے ساتھ ملاقات اور گفتگو میں کیا طرز عمل

Marfat.com

اختیار کرنا چاہئے۔

بڑوں سے ملاقات کے آداب

علماء نے تصریح کی ہے کہ جو حضرات علم میں بڑے ہوں، اسی طرح مشائخ واساتذہ کیساتھ بھی ملاقات کے وقت یہ ادب ملحوظ رہنا چاہئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بعض اوقات کسی انصاری صحابی کے دروازہ پر پوری دوپہر انتظار کرتا رہتا تھا کہ جب وہ باہر تشریف لائیں تو ان سے کسی حدیث کی تحقیق کروں، اگر میں ان سے ملاقات کے لئے اجازت طلب کرتا تو وہ مجھ کو ضرور اجازت مرحمت فرمادیتے مگر اس کو خلاف ادب سمجھتا تھا اس لئے انتظار کی مشقت کو گوارا کرتا تھا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب میں بعض لوگوں کے پاس ملاقات کے لئے جاتا اور معلوم کرتا کہ وہ سو رہے ہیں تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھکر انتظار کے لئے بیٹھ جاتا۔ لُو کے جھونکے چلتے رہتے جسکی وجہ سے میرے منہ اور بدن پر مٹی پڑتی رہتی تھی مگر میں وہیں پر پڑا رہتا تھا جب وہ اٹھتے اور اپنی ضروریات سے باہر نکلتے تو اس وقت جس حدیث کو معلوم کرنا ہوتا تھا اسے دریافت کرتا تھا وہ حضرات کہتے تھے کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ مجھے اطلاع کرادیتے، میں عرض کرتا میرا دل نہیں چاہا کہ آپ میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آجائیں۔ یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین نے بھی علماء ومشائخ کے ساتھ بھی اسی آداب کو ملحوظ رکھا ہے کیونکہ وہ وارثین انبیاء تھے۔ اور دلیل انکی یہ ہے کہ حضرت ابو درداءؓ کو ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں فرمایا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا وآخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع وغروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکرؓ سے بہتر اور افضل ہو۔ (روح البیان)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عالم اپنی قوم میں مثل نبی کے ہوتا ہے اللہ نے نبی کی شان میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ان کے باہر آنے کا انتظار کیا جائے۔

حضرت ابوعبیدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کے دروازے پر دستک نہیں دی بلکہ اس کا انتظار کیا کہ وہ خود ہی باہر تشریف لائیں گے تو اس وقت ان سے ملاقات کروں گا۔ (روح المعانی)

Marfat.com

مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوا کہ ادب یہ بھی ہے کہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کا بغیر ان کو اطلاع کئے ہوئے باہر ہی انتظار میں بیٹھا رہے جب وہ اپنی فرصت کے مطابق باہر تشریف لائیں تو ملاقات کرلیں قرآن کریم میں اسکی تعلیم دی گئی ہے۔

طالب علموں کو ان واقعات سے سبق لینا چاہئے کہ صحابہؓ ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے دروازے پر بیٹھ جاتے تھے۔اور آج ہمارا کیا حال ہے کہ کسی بھی وقت جا کر اساتذہ کا دروازہ کھٹکھٹا دیتے ہیں

ادب واحترام کا ثمرہ

یہ ادب ہی تو تھا کہ جس نے حضرت ابن عباسؓ کو بحر العلوم کا لقب دلوایا آنحضور ﷺ کے چچازاد بھائی ہونے کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے بہت قریب بھی رہتے تھے۔یہ سب اسی جانفشانی کا ہی ثمرہ تھا۔ورنہ اگر یہ بھی کسی خوش فہمی یا بڑائی میں مبتلا ہو جاتے تو یہ مراتب جنہوں نے انکو عزت کے بام وعروج تک پہنچایا کیسے حاصل ہوتے ،رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس سے علم حاصل کرو اس سے تواضع کے ساتھ پیش آؤ۔بخاری میں حضرت مجاھد سے نقل کیا گیا ہے حضرت علیؓ کا ارشاد ہے جس شخص سے میں نے ایک لفظ بھی پڑھا میں اس کا غلام ہوں خواہ آزاد کردے یا بیچ دے۔

ان ارشادات اور حضرت ابن عباسؓ کے عمل کی روشنی میں ذرا اپنے معاشرے کے اوپر بھی نظر ڈالنی چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ معاشرہ کی کیا حالت ہے آج ہمارے معاشرے میں صاحبزادہ ہونے کا روگ ایک کینسر کی شکل اختیار کر گیا ہے۔کتنے صاحبزادے ہیں جو اپنے نیک دل اور نیک سیرت والدین کے علوم کے وارث ہیں؟ کیا آج ہمارے درمیان صاحبزادہ گیت ہونا کم علم ہونے اور محنت نہ کرنے کی سند بن گیا ہے۔؟

قابل غور بات یہ ہے کہ کیا صاحبزادے پیدائشی ایسے ہوتے ہیں یا پھر بعد میں حالات ایسا کر دیتے ہیں اور اس منزل تک پہنچا دیتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں زیادہ ہاتھ جاہل مریدوں اور معتقدین کا ہے کہ جنہوں نے صاحبزادوں کو صنم خانے کے صنم کا درجہ دے رکھا ہے ایک وہ شخص جو کسی سے ملاقات کرنے میں منہ بناتا ہے مگر وہ صاحبزادوں کے سامنے دوزانو بیٹھ جاتا ہے۔اسلام شخصیت پرستی کا شدت سے مخالف ہے چونکہ شخصیت پرستی ہی بت پرستی کا وسیلہ

Marfat.com

ہے ہمیں غور کرنا چاہئے کہ کیا ہم شخصیت پرستی کو ہوا نہیں دے رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں بزرگی کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔ اس طرح نہ صرف ہم ایک غیر اسلامی طریقہ کی تائید کر رہے ہیں۔ بلکہ ان صاحبزادوں کا مستقبل بھی خراب کر رہے ہیں جو غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں چونکہ یہ ایک فطری چیز ہے جب ہم کسی شخص کو اس کی حیثیت سے بڑھائیں گے تو وہ یقیناً وہ اپنے بارے میں غلط رائے قائم کرے گا۔ اور جو کچھ اپنے آباء واجداد کی وراثت کی حفاظت کے لئے کرنا چاہئے تھا وہ اس کو کما حقہ ادا نہ کر سکے گا۔ لہذا اس کا جو منطقی اور لازمی نتیجہ نکلنا چاہئے آج وہ ہمارے سامنے بھیانک شکل اختیار کئے ہوئے ہے اس لئے آج سب سے زیادہ اہم ضرورت یہ ہے کہ وہ لوگ جو غلبہ عقیدت میں مبتلا ہیں ان سے کہا جائے کہ اللہ کے لئے تم اپنے لئے نہیں تو صاحبزادوں کے مستقبل کی حفاظت کے لئے شخصیت پرستی کو چھوڑو۔ جو آج نہیں تو کل، کل نہیں تو بہت جلد ایک بھیانک شکل اختیار کرنے والا ہے پھر شاید کوئی اصلاح کی طاقت بھی نہیں رکھ سکے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سعدؓ کے گھر سے واپسی

مسند احمد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ سنت کے مطابق اجازت چاہنے کے لئے سلام کیا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے جواب دیا مگر اتنا آہستہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ سن سکیں۔ آپؐ نے مکرر سلام کیا پھر سہ بار سلام کیا، حضرت سعد سن کر آہستہ سے جواب دیتے رہے، تین مرتبہ ایسا کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوٹنے لگے۔ جب حضرت سعدؓ نے دیکھا کہ آواز نہیں آرہی تو گھر سے نکل کر پیچھے دوڑے اور عذر پیش کیا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ آپکی آواز سنی اور جواب بھی دیا مگر آہستہ جواب دیا تا کہ آپکی زبان سے سلامتی کی دعا میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ نکلے جو میرے لئے موجب برکت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت طریقہ بتلایا کہ تین مرتبہ جواب نہ ملنے پر واپس ہو جانا چاہئے۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر لے گئے۔ انہوں نے میزبانی کی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبّ کے اور بہت سے واقعات پیش آئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ بن عبدربہ باغ یا کھیت میں پانی دے رہے تھے۔ بیٹے نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی اطلاع دی تو فوراً آنکھیں بند کرلیں اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے خدا! میں نے جن آنکھوں سے پیغمبر علیہ السلام کا جمال دیکھا ہے آپؐ کے بعد میں ان

Marfat.com

آنکھوں سے کسی دوسری چیز کو نہیں دیکھنا چاہتا مجھ سے میری آنکھوں کی بصارت لے لے، انکی دعاء قبول ہوگئی۔

احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت پہنچی اور شہید بھی بہت سے ہوئے مدینہ طیبہ میں جب یہ اطلاع پہنچی تو بہت سی عورتیں تحقیق حال کے لئے گھروں سے نکل پڑیں۔ ایک انصاری عورت مجمع کو دیکھ کر بیتابانہ انداز میں معلوم کیا کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ اس مجمع میں کسی نے کہا تمھارے والد شہید ہو گئے ہیں اس اللہ کی بندی نے انا للہ؛ پڑھی اور بیتابی سے حضور ﷺ کی خیریت دریافت کی اتنے میں کسی نے خاوند کی شہادت کی خبر سنائی، کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کے شہید ہونے کی خبر سنائی مگر انصاری عورت نے معلوم کیا کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ بخیر ہیں اور تشریف لا رہے ہیں اس سے وہ مطمئن نہ ہوئی اور معلوم کیا کہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے ایک مجمع کی طرف اشارہ کیا کہ آپ وہاں ہیں یہ دوڑ کر وہاں پہنچی اور اپنی آنکھوں کو آپ کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد میرے لئے ہر مصیبت ہلکی اور معمولی ہے۔

حضرت سعدؓ کا عمل

صحابہ کرامؓ کے حضورؐ کے ساتھ محبت کے بے شمار واقعات پائے جاتے ہیں۔ اور سچ پوچھئے تو محبت نبویؐ ہی ان حضرات کی زندگی کا سرمایہ تھی جسکی وجہ سے جان مال اور اولاد سب اسلام پر نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے اس راستہ میں کسی خوف وخشیت کا ان پر کبھی غلبہ نہیں ہوتا تھا۔ خوف اور موت کا ڈر ان کے دلوں سے نکل چکا تھا وہ سرور کائنات ﷺ کے حکم پر نثار ہونے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے تھے۔

حضرت سعدؓ کا عمل مذکورہ غلبہ عشق ومحبت کا عمل تھا کہ وقت اور ذہن اس طرف نہ گیا کہ غریب خانہ پر سردار دوعالم تشریف فرما ہیں۔ مجھکو فوراً جا کر قدم بوسی کر لینی چاہئے۔ بلکہ ذہن اس طرف متوجہ ہوگیا کہ آپؐ کی زبان مبارک سے السلام علیکم جتنی مرتبہ بھی زیادہ سے زیادہ نکلے سلامتی یہی دعاء میرے لئے باعث نجات ہوگی اور دنیا اور آخرت میں فلاح وصلاح کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

حضرات صحابہؓ کو جو آپ سے تعلق تھا۔ وہ محبت طبعی کے درجہ میں تھا بلکہ اس سے بھی

آگے کوئی درجہ ہوتو وہ حاصل تھا۔اور جب محبت طبعی کے درجہ میں تھا بلکہ اس سے بھی آگے کوئی درجہ ہوتو وہ حاصل تھا۔اور جب محبت طبعی ترقی کر کے درجہ عشق میں پہنچ جاتی ہے تو محبوب کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے، حضرت سعدؓ کا تعلق بھی اسی درجہ کا تھا۔ نیز آنحضرت ﷺ کی مزاج شناسی کی بناء پر حضرت سعد بن عبادہؓ کو معلوم تھا کہ آپؐ میرے اس عمل پر ناراض نہیں ہوں گے کیونکہ ان کی نیت اور جذبہ بہت ہی مبارک تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آنحضرت ﷺ نے کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس جذبہ کی قدر فرمائی جیسا کہ آپؐ کی دعاء سے ظاہر ہوتا ہے

اللّٰھم اجعل صلواتك ورحمتك علی آل سعد۔

ترجمہ اے میرے اللہ! اپنی خاص نوازش اور رحمتیں نازل فرما سعد کے گھر والوں پر۔

صاحب خانہ کا اختیار

فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یؤذن لکم و ان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم واللہ بما تعملون علیم۔ (الایۃ)

آیت مذکورہ میں فرمایا جارہا ہے کہ جب تک اجازت نہ دی جائے داخل نہ ہو اور اگر اندر کوئی نہ ہو یا ہو مگر اجازت نہ دے اور ملنے سے انکار کردے یا صاحب خانہ خود ہی منع کردے کہ اسوقت ملاقات نہیں ہوسکتی ،تشریف لے جاؤ یا گھر کے اندر کوئی جواب نہ آئے ۔تو ان تمام صورتوں میں چونکہ اجازت نہ ہوئی داخل ہونا جائز نہ ہوگا۔

یہ انکار ہم کو ناگوار نہیں گذرنا چاہئے اور نہ برا ماننا چاہئے بلکہ یہ طریقہ تو بہت ہی مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ہر شخص کے حالات ہر وقت یکساں نہیں رہتے بعض اوقات انسان مجبور ہو جاتا ہے باہر بھی نہیں آسکتا ہے۔نہ کوئی ایسا آدمی ہوتا ہے جس کے ذریعے سے اطلاع کروا دے، کہ اس وقت صورت حال یہ ہے معاف رکھا جائے بہت سے ایسے مواقع ہم سب کو پیش آتے رہتے ہیں۔اپنے پر قیاس کر کے اس کے عذر کو قبول کر لینا چاہئے ہمارے لئے حسب ارشاد خداوندی ارجعوا۔یعنی واپس ہو جاؤ واپس آجانا ہی بہتر ہے ورنہ بہت سی خرابیوں کا باعث ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہمارے کرتوتوں اور دل کے بھیدوں سے خوب واقف ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ آنے والے کا کیا جذبہ تھا اور ملاقات نہ کرنا جواب دیدینا کسی مجبوری کے تحت

Marfat.com

تھا یا نہیں، ہم جانتے ہیں کہ اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے اور اگر کوئی واقعی عذر تھا اس سے بھی ہم واقف ہیں، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اگر خلاف حکم کرو گے تو سزا کے مستحق ہو گے اللہ تعالیٰ دونوں کی نیت اور دل کے بھیدوں سے خوب واقف ہے

حضرات مہاجرین سے منقول ہے! وہ افسوس کیا کرتے تھے کہ ہم عمر بھر اس اس تمنا اور خواہش میں رہا کہ کسی کے مکان پر جا کر اجازت لینے کی نوبت آئے اور وہ مجھکو یہ جواب دے کر واپس ہو جاؤ۔ تا کہ میں اس آیت خداوندی کے حکم کی تعمیل کا ثواب حاصل کر سکوں جو مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا ہے مگر عجیب اتفاق ہے کہ مجھکو کبھی یہ نعمت نصیب نہ ہوئی اور اس پر عمل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

ملاقات میں جانبین کی رعایت

شریعت اسلام نے حسن معاشرت کے آداب سکھانے اور سبکو ایذا و تکلیف سے بچانے کا دو طرفہ معتدل نظام قائم کیا ہے، اس آیت میں جس طرح آنیوالے کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر اجازت چاہنے پر آپکو جواب نہ ملے یا یہ کہدیا جائے کہ اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی تو کہنے والے کو معذور سمجھو اور خوشدلی سے لوٹ جاؤ ناگواری اور برا نہ مانو، کبیدگی اور کشیدگی کی ضرورت نہیں ہے بلا تکدر بغیر ناراضگی کے واپس ہو جانا چاہئے۔ لڑنے جھگڑنے یا ٹھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ملاقات کا دوسرا رخ اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ان لزورک علیک حقا'' آپ سے ملاقات کرنے والے کا بھی آپ پر حق ہے وہ یہ ہے کہ اس کو اپنے پاس بلاؤ، یا باہر آ کر اس سے ملاقات کرو اس کا اکرام کرو کہ وہ آپ کا مہمان ہے جو حقوق شریعت نے مہمان کے رکھے ہیں اس پر عمل کرو۔ اگر اس کی کوئی ضرورت آپ سے وابستہ ہے اور آپ اس کو پورا کر سکتے ہیں تو آپ اس کو پورا کرنے کی سعی کریں، ورنہ تو خوش اسلوبی سے سمجھا دیں کہ یہ کام یا یہ ضرورت مجھ سے پوری نہیں ہو سکتی ہے، اس وقت ذہن میں یہ رہنا چاہئے کہ اللہ دلوں کے بھید جانتے ہیں، اور اس پر تو آپ کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ نے آپ کو عزت یا رتبہ، یا عہدہ و منصب عطا کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے عوام الناس اور خواص آپ کے پاس آتے ہیں۔ قرب و جوار سے بھی، اور دور دراز سے بھی یہ سب باری تعالیٰ کا فضل ہے ورنہ کوئی کسی کے پاس بلا ضرورت نہیں جاتا ہے بلا کسی شدید مجبوری اور معقول عذر کے ملاقات سے انکار نہ کرنا

Marfat.com

چاہئے ورنہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دونوں کا حال بالکل کھلا ہوا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ عذر معقول ہے یا غیر معقول۔

دوسری طرف عوام کو بھی چاہئے کہ مشائخ یا اساتذہ کرام یا حکام سے اپنے ملنے کے لئے جو اوقات مقرر کر رکھے ہیں اسی وقت جا کر ملیں، بے وقت بلا کسی ضرورت شدیدہ کے وہاں نہ پہنچا جائے، کیونکہ کسی بھی کام کو کرنے کے لئے نظام الاوقات کا ہونا ضروری ہے۔

رات میں اجازت طلب کرنے کا سنت طریقہ

آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ اگر کسی کے یہاں ملاقات کرنے کے لئے رات میں تشریف لے جاتے تو ایسی آواز سے سلام کرتے کہ جاگنے والا سن لیتا اور سونے والا نہیں جاگتا۔ اگر کوئی شدید ضرورت ہو تو وہ الگ بات ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوال

لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونة فیها متاع لکم۔ (الایة)

شان نزول: روایت ہے کہ جب استیذان کی آیت نازل ہوئی جسمیں بغیر اجازت کے کسی کے مکان میں داخل ہونے کی ممانعت ہے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس ممانعت کے بعد قریش کے تجارت پیشہ لوگ کیا کریں گے کیونکہ وہ مدینہ سے ملک شام تک ان کے تجارتی سفر میں ہوتے رہتے ہیں، اور راستہ میں جا بجا مسافر خانے بنے ہوتے ہیں جسمیں دوران سفر وہ لوگ قیام کرتے ہیں، ان میں مستقل رہنے والا نہیں ہوتا، اس صورت میں کس سے اجازت حاصل کریں گے اور کس کو سلام کریں گے اس وقت یہ آیت بالا نازل ہوئی۔

متاع کی تحقیق

آیت مذکورہ میں لفظ متاع استعمال کیا گیا ہے لفظ متاع کے لغوی معنی کسی چیز کے برتنے استعمال کرنے، اس سے فائدہ اٹھانے، اور منفعت حاصل کرنے کے ہیں، اور جس چیز سے فائدہ حاصل کیا جائے اسے متاع کہتے ہیں، اس آیت میں متاع کے لغوی معنی ہی مراد ہیں، جسکا ترجمہ لفظ برت سے کیا گیا ہے، یعنی برتنے اور استعمال کرنے کا استحقاق ہے۔ یعنی جس مکان میں اہل خانہ رہتے سہتے نہ ہوں، بلکہ وہ سامان وغیرہ رکھنے کیلئے مخصوص ہو۔ اگر ایسے مکان

Marfat.com

میں داخل ہونے کی ضرورت ہو، خواہ سردی وگرمی ، خواہ برسات وغیرہ اور تمکو وہاں ٹھہرنا ہو، یا تجارتی لین دین کی جگہ ہو، یا مقامات تفریحات وغیرہ ہوں ، تو بلا اجازت داخل ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہاں پر کوئی مقیم نہ ہو، جابر بن زیدؓ کا بھی یہی قول ہے، داخلہ نیک نیتی اور جذبہ صادق کیساتھ ہو دل ودماغ چوری، زنا، مردم آزاری اور اس طرح کے دوسرے خیالات سے پاک ہو، کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ وہ ان تمام چیزوں کو جانتے ہیں جن چیزوں کو ہم چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ دلوں کے بھیدوں سے بھی پورے طور پر واقف ہے

غیر مسکونہ کا ماحصل

آیت میں جو غیر مسکونہ کا جملہ آیا ہے اس کے سلسلے میں ابن زید اور شعبی کا قول ہے کہ غیر مسکونہ سے مراد تاجروں کی دکانیں ان کے گودام اور سرائے مسافر خانے اور ہوٹل وغیرہ ہیں، یعنی جب تاجروں نے دکان کھول کر داخلہ کی عمومی اجازت دیدی اور فروخت کرنے کے لئے سامان لگا دیا تو پھر مزید اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہی، یہی حال ہوٹل اور سرائے کا ہے، اس سے مراد وہ مکانات ومقامات بھی ہو سکتے ہیں جو کسی فرد یا قوم کے لئے خصوصی طور پر رہائش گاہ نہ ہو بلکہ افراد قوم کو عام اجازت ہو البتہ جس طبقہ کو وہاں پر جانے کی یا قیام کی اجازت نہ ہو۔ ان کو ان مقامات پر جانا جائز نہ ہوگا۔ غیر مسکونہ کے متعلق اور بھی مختلف اقوال ہیں، مگر سب کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ وہ رفاہ عام کی جگہ ہے اس میں مسجدیں، خانقاہیں اور دینی مدارس ومکاتب بھی آتے ہیں۔ اسی طرح ہسپتال، ڈاکخانہ، ریلوے اسٹیشن بس اسٹینڈ ایئرپورٹ، قومی تفریحات کے مقامات اور پکنک کی جگہیں بھی داخل ہیں مغرض رفاہ عام کے سب مقامات اس غیر مسکونہ کے حکم میں آجاتے ہیں۔ یہ ساری جگہیں وہ ہیں جہاں ہر شخص بلا اجازت آجا سکتا ہے، نیز علماء اور مشائخ کے مواعظ کے لئے جو مجالس منعقد کی جاتی ہیں، وہاں بھی اجازت طلبی سے مستثنیٰ ہیں، جو اسی مقصد سے بناتے ہیں کہ جس کا جی چاہے آکر بیٹھے، جیسے دیہات میں چوپال ہوتے ہیں۔

اجازت ایک تو صراحۃً ہوتی ہے، دوسرے ضمنی۔ مثلاً مشائخ کے لئے اجازت صراحۃً ہوتی ہے اور ان کے خادموں کے لئے اور امراء کے ساتھ ملازموں اجازت ضمناً ہوتی ہے اور کبھی اجازت حکمی ہوتی ہے جیسے کسی حاکم کا اعلان کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک ضرورت مند آکر ملاقات کر سکتے ہیں۔ یا مشائخ اپنے ملنے والوں کے لئے اوقات مقرر کر کے تختی لگا دیا کرتے ہیں،

Marfat.com

ان اوقات میں ان کے یہاں اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے یا صاحب خانہ دوسرے مقام پر دورہے آپ کے آنے کی اطلاع ملنے پر وہ کہلوادیں کہ تشریف رکھیں میں ابھی آتا ہوں تو یہ بھی اجازت مالک مکان ہی کی مانی جائے گی۔

غیر مسکونہ مقامات پر مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں

رفاہ عام کے ان تمام مقامات کے لئے جنکا تذکرہ گذرا، اگر اس کے ذمہ داروں متولیوں۔اور حکومت کی طرف سے وہاں داخلہ کے لئے کچھ شرائط یا پابندیاں ہوں تو اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے مثلاً پارک یا دوسرے مقامات پر اوقات مقرر ہوں اور وہاں پھول وغیرہ توڑنے کی ممانعت ہو، یا اسی طرح دیگر ممنوع چیزوں کے استعمال سے روکا گیا ہو، یا ریلوے اسٹیشن کے لئے بغیر پلیٹ فارم ٹکٹ کے جانیکی اجازت نہیں ہے تو پلیٹ فارم ٹکٹ حاصل کرنا ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے ایرڈروم یا ایئرپورٹ کے جس حصہ میں حکومت کی طرف سے جانے پر پابندی ہو وہاں بغیر اجازت جانا شرعاً جائز نہیں ہوگا ریلوے اسٹیشن ایئرپورٹ اور ہسپتالوں کے وہ دفاتر اور مخصوص کمرے جو مریض یا دوسرے لوگوں کی رہائش گاہ ہیں وہ غیر مسکونہ کے حکم میں داخل نہیں ہے۔بلکہ مسکونہ کے حکم میں ہیں۔ان میں بغیر اجازت جانا جائز نہ ہوگا، اسی طرح مساجد مدارس مکاتب، خانقاہوں ڈاکخانوں وغیرہ میں جو کمرے وہاں کے منتظمین اور خادموں کے کمرے، اسی طرح مدارس میں مدرسین کے کمرے، یہ سب غیر مسکونہ میں داخل نہیں ہے ان کے کمروں میں بغیر اجازت داخلہ جائز نہیں ہے۔

اب یہ سوال ہے کہ ان مقامات میں سلام کریں یا نہ کریں، اور کریں تو کس کو کریں اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا واقعہ پیش نظر رکھنا مناسب ہوگا۔آپ نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا، اجازت کے سلسلے میں فرمایا کہ ان مقامات میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، باقی سلام کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟ بظاہر تو نہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ آیت میں تسلموا علی اھلھا الایۃ فرمایا گیا ہے کہ گھر والوں کو سلام کرو، جب ان گھروں میں یا ان جگہوں میں کوئی نہ رہا تو سلام کیسا اور کسکو؟

لیکن یہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے

عن نافع أن عبد الله بن عمرؓ قال اذا دخل البيت غير مسكون فليقل

Marfat.com

السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جب کوئی خالی مکان میں داخل ہوتو وہ کہے السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔

یہ دعاء سلامتی اپنے لئے اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کے لئے ہوگی۔ اگر کوئی قاصد کے ذریعہ بلایا گیا ہے تو اس کو مزید اجازت نہیں۔ حدیث ہے

اذا دعی احدکم فجاء مع الرسول فان ذالك اذن۔

یعنی جس شخص کو بلایا جائے اور قاصد کے ساتھ ہی آجائے یہی اسکے لئے اجازت ہے، اگر خدانخواستہ اچانک کہیں کوئی حادثہ پیش آجائے، مثلاً آگ لگ جائے یا مکان گر جائے، یا چور ڈاکو چڑھ آئیں، یا اژدھا، سانپ نکل آئے یا اس قسم کے اور کوئی واقعہ پیش آجائے تو ایسے وقت میں اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہو سکتے ہیں چونکہ اس کے اندر حفاظت نفس ہے اور جسطرح ہر انسان کیلئے اپنی جان بچانا بھی فرض ہو جاتا ہے جبکہ وہ اس پر قادر ہو، یہ ایک سماجی فریضہ ہے جو ہر انسان پر عائد ہوتا ہے۔

ٹیلیفون کرنے کا اسلامی طریقہ

مفتی شفیع صاحب دیو بندیؒ مفتی اعظم پاکستان و سابق مفتی دارالعلوم دیو بند نے استیذان سے متعلق چند دوسرے مسائل کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ استیذان کے احکام شرعیہ کا اصل مقصد لوگوں کو ایذا رسانی سے بچانا اور حسن معاشرت کے آداب سکھانا ہیں، تو اس طرح کی علت سے ذیل کے احکام بھی سمجھ میں آئے ہیں۔

(۱) کسی شخص کو ایسے وقت پر ٹیلیفون پر مخاطب کرنا جو عادتاً اس کے سونے یا دوسری ضروریات، یا نماز میں مشغول ہونے کا وقت بلاضرورت شدیدہ کے جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں بھی ایذا رسانی ہے جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونے اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے۔

(۲) جس شخص سے ٹیلیفون پر بات چیت اکثر کرنا ہو تو مناسب یہ ہے کہ اس سے دریافت کرلیا جائے کہ آپ سے ٹیلیفون پر بات کرنے میں کس وقت سہولت ہوگی، جو وقت وہ بتائے اس کی پابندی مناسب ہے

Marfat.com

(۳) ٹیلیفون پر اگر طویل بات کرنی ہو تو پہلے مخاطب سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ کو فرصت ہو تو اپنی بات میں عرض کروں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے پر آدمی طبعًا مجبور ہوتا ہے کہ خود معلوم کرے کہ کون کیا کہنا چاہتا ہے اور کسی بھی حال میں ہو، اپنے ضروری کام میں ہو تو اسے چھوڑ کر ٹیلیفون اٹھاتا ہے، کوئی بے رحم آدمی اس وقت اگر طویل گفتگو شروع کر دے، تو تکلیف ہوتی ہے اس لئے اگر وہ اس وقت منع کر دے کہ مجھے اس وقت فرصت نہیں ہے تو گفتگو نہ کرے اور نہ ہی برا مانے کیونکہ وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا کے تحت آتا ہے یعنی اگر تم سے کہا جائے کہ واپس ہو جاؤ تو واپس ہو جانا چاہئے۔

(۴) بعض لوگ ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتے اور نہ ہی اس بات کی زحمت گوارا کرتے ہیں کہ معلوم کریں کہ کون ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہ اسلامی اخلاق کے خلاف اور بات کرنے والے کی حق تلفی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے "ان لزورک علیک حق" یعنی جو شخص آپ سے ملاقات کرنے کے لئے آئے اس کا تم پر حق ہے، اس سے بات کرو اور بلا ضرورت شدیدہ ملاقات سے انکار نہ کرو، اسی طرح جو آدمی آپ سے ٹیلیفون پر بات کرنا چاہتا ہے اس کا حق ہے کہ آپ اس کو جواب دیں چاہے اس سے طویل گفتگو نہ کریں، اپنا عذر بیان کرو اور اس کو یہ قبول بھی کر لینا چاہئے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ تمام مسائل وطریقہ استحبابا ورآدابی ہیں مگر جمہور علماء کے نزدیک وجوبی ہیں خطیبؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور امام قرطبیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے اور یہی اکثر علماء کا قول ہے مقصد صرف اتنا ہے کہ جاہلانہ روش کی بندش ہو جائے، جاہلوں کی طرح لوگوں کے گھروں میں بغیر اجازت داخل ہونا یا لوگوں کے دروازوں پر جا کر چیخنا، یا زور زور سے کواڑوں کو پیٹنا اور بار بار کنڈی بجانا یا گھنٹی دبانا، یا دروازوں پر اینٹ پتھر مارانا یہ تمام امور بد تہذیبی اور ناشائستگی پر دلالت کرتے ہیں اور ان امور سے صاحب خانہ کو تکلیف پہنچتی ہے، ہر انسان کو اس طرح کی حرکتوں سے بچنا ضروری ہے، زمانہ جاہلیت میں بلا اجازت و بے تکلف ایک دوسرے کے گھر میں گھس جاتے تھے بسا اوقات گھر والوں پر یا انکی عورتوں پر نادیدنی حالت میں نگاہیں پڑ جاتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے یہ اصول مقرر کئے ہیں کہ ہر شخص کو اپنے

Marfat.com

رہنے کی جگہ کا حق حاصل ہے، اور کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کے تخلیہ میں اس کی مرضی کے بغیر خلل انداز ہو۔

آیت قرآنی مع ترجمہ

یا ایھا الذین امنوا یستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرات من قبل الصلوۃ الفجر و حین تضعون ثیابکم من الظّیرۃ و من بعد صلوۃ العشاء ثلث عورات لکم لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھن طوافون علیکم بعضکم علی بعض کذالك یبین اللہ لکم الایٰات واللہ علیم حکیم ○ واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم کذالك یبین اللہ لکم آیٰته واللہ علیم حکیم۔ (پارہ ۱۸ النور)

ترجمہ اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں اور جو تم میں حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے، نماز صبح سے پہلے، اور جب دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو، اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردہ ہیں، ان اوقات کے سواء نہ تم پر کوئی الزام ہے۔ اور نہ ان پر کوئی الزام ہے وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ پاک تم سے احکام صاف صاف بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حکمت والا اور جاننے والا ہے اور جس وقت تم میں سے وہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان سے اگلے لوگ اجازت لیتے ہیں اسی طرح اللہ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے کسی انصاری لڑکے کو حضرت عمرؓ کے پاس انکو بلانے کے لئے بھیجا، حضرت عمرؓ سو رہے تھے لڑکا گھر میں گھس گیا اور اس نے جا کر حضرت عمرؓ کو بیدار کیا۔ حضرت عمرؓ کا کپڑا کچھ کھسک گیا تھا تو آپؓ کے دل میں یہ خیال آیا کہ کاش انکے آنے جانے کے لئے بھی کوئی حکم نازل ہو جاتا، اسکے بعد آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضور ﷺ نے مذکورہ آیت سنائی، یہ روایت اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں آئی ہے۔

Marfat.com

تخلیہ اوراس کی ضرورت

انسان بہر حال انسان ہے۔جیسے وہ اپنے ہم جنسوں میں بیٹھ کر آرام محسوس کرتا ہے اسی طرح کبھی کبھی تنہائی چاہتا ہے کہ وہ آرام کرے چنانچہ دن رات کے کچھ اوقات میں روزانہ ہی ایسا ہوتا ہے ،اوپر کی آیت میں قرآن نے ان اوقات کے سلسلہ میں ہدایات دی ہیں کہ انکا لحاظ ضروری ہےاور یہ انسان کی فطرت کے مطابق ہے۔

باپ ہو یا ماں ،بیٹا ہو یا بیٹی بھائی ہو یا بہن ،خادم ہو یا خادمہ غرض کوئی بھی رشتہ دار ہو،وہ کسی کی مداخلت کو اس تنہائی کے وقت پسند نہیں کرتا ہے کوئی مہذب آدمی اپنے اعزاء واقارب اور خدام کے سامنے مقاربت صنفی کی ہمت نہیں کرتا ہے ،اور نہ حیاء اور شرم اس کو اجازت دیتی ہے۔پھر سوتے وقت عام طور پر تھوڑا بے تکلف ہو جاتا ہے، بہت سارے کپڑے اتار کر لیٹتا اور سوتا ہے خواہ گرمی ہو،خواہ سردی ہو،خاص طور سے گرم ممالک میں گرمی کے موسم میں غیر ضروری کپڑا اتار دینا ضروری ہوتا ہے۔بعض اوقات نیند میں کپڑے ستر سے ہٹ جاتے ہیں، اسی لئے ان اوقات مخصوصہ میں آنے جانے والوں کے لئے عقلا بھی احتیاط ضروری ہے،عام آنے جانے والوں کے ،عاقل بالغ اوآزادوں کے واسطے حکم پہلے گذر چکا ہے کہ جب گھر میں آئیں اجازت لیکر داخل ہوں گھر میں زنانہ ہو یا مردانہ ہو،آنے والا مرد ہو یا عورت ہو،سب کے لئے حکم عام ہے اجازت کو واجب اور سلام کو سنت قرار دیا گیا ہے۔مگر یہ احکام اجازت غیروں کے لئے تھے۔مگر اس مذکورہ آیت میں ایک دوسرے سے اجازت کے احکام کا بیان ہے جنکا تعلق ان اقارب ومحارم سے ہے جو عادتاً ایک ہی گھر میں رہتے سہتے ہیں اور ہر وقت آتے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک چلے جانا اور آپس میں خلط ملط ہونا انسانی ضروریات کی تکمیل کے لئے کبھی ضروری بھی ہوتا ہے اس کی بندش نہیں کی گئی تھی اور ان حضرات سے عورتوں کا پردہ بھی ایسا گہرا نہیں ہوتا ہے کہ اطلاع کر کے یا کم از کم قدموں کی آہٹ کو ذرا تیز کر کے،یا کھانس ،کھنکھار کے گھر میں داخل ہوں ،یہ اجازت ایسے اقارب کے لئے واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے جسکو ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ایک گھر کے رہنے والے بھی چونکہ بعض اوقات تنہائی کو پسند کرتے ہیں ،اس لئے باھم ایک دوسرے کی مداخلت بغیر اجازت کے آپس میں ناگواری کا باعث ہوتی ہے اس مداخلت بیجا سے روکنے کے لئے یہ احکامات بیان کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

گھر میں اندرونی راحت کا اہتمام

وہ بچے جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے اور جن سے عادہ پر وہ بھی نہیں کیا جاتا۔اور وہ بلا ضرورت گھر میں چکر لگاتے رہتے ہیں خواہ وہ بچے اپنے گھر کے ہوں یا بیگانے کے، یہاں تک کہ اپنی اولاد ہوں یا بھائی بہن کی یا غیروں کی اولاد ہو۔

باندی، غلام، نوکر یا خادم سے بھی کوئی خاص احتیاط نہیں کی جاتے ہے کہ یہ پیش خدمت ہوتے ہیں ہر وقت اپنے مالک کے پاس آتے رہتے ہیں، یہ حرکت خود انکی تہذیب کے خلاف ہے، کسی کا بھی یہ دل نہیں چاہتا کہ سوتے وقت کوئی ہوشیار بچہ یا بچی بے روک ٹوک بغیر اجازت کے اندر چلا آئے کیونکہ بسا اوقات ایسی حالت میں ہوتا ہے، جس کے ظاہر ہونے سے شرماتا ہے کم از کم اس کی بے تکلفی اور آرام میں اس سے خلل پڑنا لازمی ہے، اس لئے یہ آیات خصوصی استیذان کے احکام میں آتی ہیں کہ ان تین اوقات میں کوئی کسی کے پاس بغیر اجازت نہ جایا کریں یہ حکم ان گھروں کا ہے کہ مکان تو ایک ہے مگر گھر میں کئی فیملیاں الگ الگ کمروں میں رہتی ہوں گھر کا دروازہ اور صحن ایک ہی ہو، اللہ اللہ مسلمانوں کے گھر کے اندرونی راحت کا اہتمام کس درجہ شریعت کو پیش نظر ہے کتنے کتنے جزئیات کے احکام اسی غرض کے لئے صادر فرمائے جارہے ہیں، یہ تین اوقات یہ ہیں۔

(۱) صبح کی نماز سے پہلے

(۲) دوپہر کو آرام کے وقت

(۳) اور عشاء کے بعد کے اوقات جب آدمی کاموں سے فارغ ہو کر سونے چلتا ہے۔

عادتاً عام طور پر یہ تین ہی اوقات تخلیہ اور استراحت کے ہیں، اور ان اوقات میں ہر انسان آزاد اور بے تکلف رہنا چاہتا ہے، بے فکری سے نہ معلوم اپنے گھر میں کس حالت میں ہو، کبھی کبھی آدمی ان اوقات میں اپنی بیوی کے ساتھ بے تکلف اختلاط میں مشغول ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اقارب کو یہاں تک کہ سمجھدار سیانا، باشعور نابالغ بچوں، اور خادموں کو بھی سمجھا دو کہ ان تین اوقات میں بغیر اطلاع کے چپ چاپ نہ آیا کریں۔جیسا کہ بچوں کی عادت ہوا کرتی ہے وہ اجازت کو جانتے بھی نہیں کہ وہ کیا چیز ہے اس لئے تم ان کو سکھاؤ ان تین وقتوں میں غیر تو غیر اپنے گھر میں بھی دوسرے

Marfat.com

کمروں میں اگر وہاں پر کوئی رہتا ہو تو بغیر اجازت نہ گھس جایا کریں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس آیت مذکورہ میں بالغ مرد وعورت کو استیذ ان کا حکم دینا اور اس کا پابند بنانا تو سمجھ میں آتا ہے کہ یقیناً ایسا ہونا چاہئے مگر نابالغ بچے جو شرعاً کسی حکم کا کے مکلّف نہیں ہیں ان کو اجازت کا پابند کرنا بظاہر اصول فقہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

اس کا جواب سمجھنے سے پہلے چند باتیں سمجھنے کی ہیں۔ اولاد انسان کے پاس ایک امانت ہے اس کے سلسلے میں اس پر بہت سی شرعی، اخلاقی، اور قانونی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان کے اندر شروع ہی سے ان ذمہ داریوں کا احساس اور شعور تازہ رہے، اور وہ ان سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے، جہاں اسلام نے والدین کے حقوق، اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بعد تاکید کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں۔ اسی طرح والدین پر بھی شریعت نے کچھ حقوق رکھے ہیں، جو ذیل کے واقعہ اور حادیث سے معلوم ہونگے۔

ایک شخص اپنے بیٹے کو لے کر حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا نافرمان ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ کیا تجھ کو اپنے باپ کی نافرمانی کرنے میں اللہ سے ڈر نہیں لگتا؟ اور اس کے بعد باپ کے حقوق پر آپ نے روشنی ڈالی۔ لڑکے نے کہا یا امیر المؤمنین کیا لڑکے کا بھی باپ پر کوئی حق ہے یا نہیں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں، ضرور ہے، باپ پر پہلا حق یہ ہے کہ اس کی ماں کا جس سے وہ شادی کر رہا ہے سیرت وصورت اور اخلاق وکردار میں بہتر ہو، کسی مخدوش عورت سے شادی نہ کرے، تاکہ اولاد کو اپنی ماں کی وجہ سے ذلت ورسوائی سے دوچار نہ ہونا پڑے، پھر جب اولاد اللہ تعالیٰ دے تو اس کا اچھا سا نام رکھے، جب وہ پڑھنے کے لائق ہو تو کتاب اللہ کی تعلیم دے، اس لڑکے نے یہ سن کر کہا اللہ کی قسم نہ تو انہوں نے میری ماں کا اچھا انتخاب کیا اور نہ ہی میرا اچھا نام تجویز کیا، کیونکہ میرا نام گندگی کا کیڑا، پھر نہ مجھے کتاب اللہ کی تعلیم دی، حضرت عمرؓ نے اس کے باپ کو خطاب کر کے فرمایا تو کہتا ہے ہے کہ میرا بیٹا نافرمانی کرتا ہے اس سے پہلے کہ وہ تیری نافرمانی کرے، تو نے اس کی حق تلفی کی ہے، میرے پاس سے ہٹو۔ پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی سے تعلق کے وقت انسان کے اندر محض اپنی خواہش نفس کی تکمیل ہی کا جذبہ کارفرمانہ ہو۔ کیونکہ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ بیوی

Marfat.com

سے تعلق کے وقت انسان کے اندر جس قسم کے جذبات ہوں گے اولاد پر لازماان کا اثر پڑے گا۔ بلکہ تسکین نفس کے ساتھ صالح اور نیک اولاد کی خواہش بھی ہونی چاہئے۔اور اس کے لئے دل میں ایک تڑپ بھی ہونا ضروری ہے، جنسی جذبات کی شدت کے وقت خدا کو یاد رکھنا اور اس دعا کرنا مشکل نہیں ہے اس کا تعلق نیت اور ارادہ سے ہے مسلمان وہ ہے جو اس حال میں بھی خدا کو نہ بھولے اور شروع سے اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے دعاء کرتا رہے تو اس پر شیطان کا اسطرح تسلط اور غلبہ نہیں ہوتا کہ اس کو راہ راست سے بالکل پھیر دے بلکہ اس کو اور اس کی اولاد کو خدا کی حفاظت حاصل رہے گی بخاری شریف کی ایک حدیث ہے: لم یضرہ الشیطان ولم یسلطه، یعنی جو شخص شروع ہی سے دعا کرتا رہے گا۔اسکی اولاد کو شیطان نقصان نہیں پہنچائے گا اور اس پر اس کا تسلط نہ ہوگا، بچہ صلاح وتقویٰ کا جوہر لے کر پیدا ہوگا۔وہ دیدہ ودانستہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر اصرار نہیں کرے گا بلکہ جب کبھی شیطان کے زیر اثر، یا نفس امارہ کے تقاضہ سے کوئی لغزش ہوگی وہ فوراً خدا کی طرف رجوع کر کے اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہے گا، اسی طرح اولاد کی تربیت کے بارے میں بھی کچھ احادیث آئی ہیں۔

ترمذیؒ نے حضرت ایوب بن موسیٰؒ سے مرسلا روایت کی ہے۔کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باپ کی طرف سے سب سے بہتر عطیہ حسن ادب ہے، ترمذی کی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنے بیٹے کو ادب سکھائے یہ اس کے لئے بدرجہا بہتر ہے اس سے کہ وہ ایک صاع خیرات کرے

ان احادیث وواقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلام نے والدین پر بچوں کی تعلیم وتربیت اور اس کے حسن ادب پر زیادہ توجہ دیا ہے اسلام چاہتا ہے کہ انسان کے اندر شروع سے دینی اور دنیوی ذمہ داریوں کا شعور واحساس تازہ رہے اور والدین اپنے بچوں کی تربیت اسلام کی روشنی میں کریں۔مذکورہ سوال کا جواب یہی ہے کہ اس کے مخاطب دراصل بالغ مرد و عورت ہی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اکثر جگہ مخاطب مرد ہی ہیں۔بجز مخصوص مسائل کے عورتیں بھی ان مسائل میں ضمنا شامل ہو جاتی ہیں، یہاں پر بالغین ہی مخاطب ہیں کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت پر توجہ رکھیں، مذکورہ تین اوقات میں بغیر اجازت بالغ مرد وعورت کے کمرہ میں نہ جائیں، واقعات اور تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بچوں کی تربیت کا زمانہ ان کی کم سنی اور لاشعوری کے ایام ہیں، کچی عمر میں جو بات بچوں کے ذہن میں جم جاتی ہے، شعور اور

Marfat.com

عقل کے پختہ ہونے پر بھی کسی صورت سے ان کے ذہنوں سے جاتی نہیں ہے۔

لفظ جُنَاح

مذکورہ آیت میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ کہ ان تین اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں بلا اجازت آنے جانے کے لئے تم پر جناح (گناہ) نہیں ہے اگر چہ لفظ جناح آیا ہے جو عموماً گناہ کے معنی میں آتا ہے یہاں پر لا جناح کے معنیٰ یہ ہے کہ تمھارے لئے کوئی مضائقہ اور تنگی نہیں ہے، اس سے بچوں کے مکلّف اور گناہ گار ہونے کا شبہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

بچوں کو ڈانٹنے کی شرعی حیثیت

ان تین اوقات کے علاوہ (فجر سے پہلے، دوپہر کے بعد اور عشاء کے بعد) دوسرے اوقات میں نابالغ بچے اور گھر کے خادم عورتوں اور مردوں کے کمرے میں یا ان کے تخلیہ کی جگہوں میں بلا اجازت آجاسکتے ہیں، اگر اس صورت میں تم کسی نامناسب حالت میں ہو، ستر غلیظ کھلی ہوئی ہو۔ یا باہم مباشرت کی صورت میں مبتلا ہو اور وہ بلا اجازت کے آجائیں تو تم کو ڈانٹنے یا سزا دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تمھاری اپنی حماقت اور بدتہذیبی ہوگی کہ کام کاج کے اوقات میں اپنے آپ کو ایسی نامناسب حالت میں رکھا اور چونکہ یہ اوقات عموماً پردہ کے نہیں ہوتے، اس لئے ان میں اعضاء مستورہ کو چھپائے رکھنا، تمھارا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے، البتہ اگر وہ تخلیہ کے مذکورہ تین اوقات میں تمھارے تربیت و تعلیم کے باوجود بلا اجازت آجائیں تو وہ قصوروار ہیں۔ ان کو سزا دی جاسکتی ہے، اگر تم نے اپنے بچوں اور خادموں کو یہ تہذیب نہیں سکھائی تو تم گنہگار ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی لونڈی کو بھی اس کا پابند کر رکھا ہے کہ ان تین اوقات میں بغیر اجازت میرے پاس نہ آیا کریں۔

لفظ عورات کی تحقیق

آیت میں جو ثلث عورات لکم" مذکور ہے۔ کہ تین اوقات تمہارے لیے عورات ہیں، عورت اردو میں تو صنف نازک کے لیے بولا جاتا ہے مگر عربی میں اس کے معنی پردہ اور خطرہ کی جگہ کے ہیں۔ اور یہ لفظ اس چیز کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ جس کا کھل جانا آدمی کے لیے باعث شرم وحیاء ہو۔ یا جس کا ظاہر ہونا اسکو ناگوار ہو۔ یہ سب معنی باہم مناسبت رکھتے ہیں، اور آیت

Marfat.com

کے مفہوم میں کسی حدتک شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان اوقات میں لوگ تنہاء یا اپنی بیویوں کے ساتھ ایسی حالتوں میں عام طور پر ہوتے ہیں۔ جن میں گھر کے بچوں اور خادموں کا اچانک تمہارے پاس آجانا نامناسب ہے۔ لہٰذا ان کی تربیت کرو، کہ ان تین اوقات میں جب وہ تمہارے خلوتوں میں آنے لگیں تو پہلے اجازت طلب کرلیا کریں چپ چاپ خاموشی کیساتھ نہ گھس جایا کریں ہوسکتا ہے کہ تم پردہ کی حالت میں نہ ہو اور یہ آنا دونوں کے لیے شرم کی بات ثابت ہو۔ اور ناگوار خاطر بھی۔

ان چیزوں میں جو بکثرت پیش آتی ہیں۔ اور جس سے بچنا اور محفوظ رہنا مشکل ہو تو شریعت اس میں سہولت کے کچھ پہلو نکال دیتی ہے۔ مثلاً بلی کثرت سے گھروں میں آتی ہے۔ بلکہ اسکو پالتے بھی ہیں۔ اور کبھی وہ کھانے اور پینے کی چیزوں میں منہ ڈال دیتی ہے۔ اگر شریعت اس کے منہ ڈالی ہوئی چیزوں کو نجس یا حرام کردیتی تو یقیناً لوگوں کو اس سے بہت پریشانی پیش آتی۔ اسلئے شریعت نے کچھ صورتیں سہولت کی نکال دی ہیں۔ اسی طرح یہاں پر بچوں اور خادموں کا مسئلہ ہے۔ کہ ان کی بار بار کی اجازت طلبی سے بہت دشواری اور پریشانی پیش آسکتی ہے۔

نوٹ لیکن یہ سہولت کے پہلوؤں کے نکلنے کا کام صرف علماء مجتہدین کا ہے۔ ہر شخص کو اس باب میں اجتہاد کی اجازت نہیں ہے۔ مثلاً کوئی یہ دلیل پیش کرے کہ کتا بھی پالا جاتا ہے وہ بھی گھر میں رہتا ہے۔ چیزوں میں منہ ڈالتا ہے۔ لہذا اسکا جھوٹا ممنوع نہیں ہونا چاہیے۔ تو قیاس قطعاً غلط ہوگا۔ کیونکہ شریعت نے کتا پالنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

تین اوقات ہی کی تخصیص نہیں

اس باب میں فقہاء نے صراحت کردی ہے۔ کہ ان ہی تین اوقات کی تخصیص نہیں ہے۔ نزول قرآن کے وقت عامہ ان ہی تین اوقات میں آرام کی تھی۔ باقی اگر کسی دوسرے ملک میں خلوت کے اوقات دوسرے ہوں تو ان ہی اوقات کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اسکے موافق بچوں اور خادموں کو تربیت دی جائے گی۔ اور یہاں اوقات نیند اور تخلیہ کو متعین نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ نص میں عرف عام کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اور اس عرف عام کا فائدہ ان ممالک کو پہنچے گا جو چوبیس گھنٹہ یا اس سے زیادہ کا دن یا رات ہوتی ہے مثلاً گرین لینڈ (green land) یا آئس لینڈ (Ice land) ان ممالک میں تین ماہ کا دن ہوتا ہے۔ اور تین ماہ کی رات ہوتی ہے۔ ان میں ہر

Marfat.com

کام کے لیے اوقات مقرر ہیں۔اسی طرح نماز روزہ کی بھی گھنٹوں سے تعین کرلی جاتی ہے۔لہذا یہاں پر جواوقات نیند کے مقرر ہیں اسی حساب سے بچوں اور خادموں کواجازت وغیرہ کی تربیت دی جائے گی۔

مسائل مذکورہ میں گھر والوں کے لیے خصوصی رعایت ہے۔مثلاً کسی شخص نے اندرون کمرہ پردہ یا چک اٹھار کھی ہے اور خود سامنے ہی بیٹھ گیا یا کھلے دلان میں بغیر کسی حجاب کے بیٹھا یا لیٹا ہوا ہے۔تو گھر والوں کواب کسی مزید اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ہاں اگر اس نے پردہ ڈال لیا ہے یا دروازہ بند کرلیا تو پھر اجازت لینا گھر والوں کے لیے بھی ضروری ہوگی۔مگر جس کواس نے خصوصی طور پر اجازت دے دی ہو کہ تم میرے پاس بلا روک ٹوک آسکتے ہو۔وہ اس سے مستثنی رہے گا۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت تفسیر ابن کثیر نے بسند ابن ابی خاتم نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تین آیات ایسی ہیں جن پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ایک تو آیات استیذان ہے اور دوسری آیات ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم جسمیں بتلایا کہ سب سے زیادہ مکرم ومعزز وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔مگر آج کل معزز ومکرم وہ سمجھا جاتا ہے جسکے کچھ زر دنیا ہے۔چاہیے وہ اوصاف حقیقیہ سے بلکل بے بہرہ ہو۔تیسری آیات واذا حضر القسمة اولوالقربی ۔(آیۃ) جسمیں تقسیم میراث کے وقت وارثوں کواسکی ہدایت کی ہے۔کہ مال وراثت کی تقسیم کے وقت کچھ ایسے رشتہ دار بھی موجود ہوں۔جنکا ظابطہ میراث سے کوئی حصہ نہیں بیٹھتا۔ان کو بھی کچھ دیا کروتا کہ انکی دل شکنی نہ ہو۔

خلاصہ کتاب

(۱) اگر آپ کسی کے یہاں جائیں تو اسے کمرے یا مکان میں بلا اجازت نہ گھس جائیں بلکہ ضروری ہے کہ پہلے اجازت لے لیں۔

(۲) اگر دستک دینی ہو تو اسلامی طریقے کے مطابق۔

(۳) اجازت لینے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ دروازے کے قریب کھڑے ہو کر آپ کہیں السلام علیکم ورحمتہ اللہ ربرکاتہ کیا حاضر ہوسکتا ہوں۔

(۴) اگر جواب نہ آئے تو دوسری تیسری مرتبہ آپ اسی طرح سلام کیجئے گا۔پھر آپ سمجھ لیجئے کہ

اس وقت ملاقات کا موقعہ نہیں ہے کوئی عذر ہے لہذا واپس ہو جائے اور برا ہرگز نہ مانے۔

(۵) اجازت لیتے وقت آپ آڑ میں کھڑے ہوں ایسی جگہ نہ کھڑے ہوں کہ اندر سے سامنا ہو البتہ صاحب مکان جن سے اجازت لینی ہے وہ سامنے ہوں تو آپ سلام کریں اور حاضر ہونے کی اجازت لے لیں۔

(۶) اندر جھانکنا معیوب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی سخت ممانعت فرمائی ہے۔

(۷) ملنے پر صاحب خانہ مجبو نہیں کرنا چاہئے۔

(۸) خود اپنے مکان میں بھی سلام کر کے اور پکار کے جاؤ۔ گھر میں پہنچ کر گھر کے آدمیوں کو سلام کرو۔

(۹) اگر اندر سے پوچھا جائے کون ئے؟۔ تو اپنا پورا نام بتائیں یہ نہ کہیں ''میں'' اندر والا کیا جانے گا ''میں'' کون ہے۔

(۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو ہدایت فرمائی ناغہ کر کے ملنے جایا کرو۔ اس سے محبت بڑھے گی۔

(۱۱) کھانے یا ناشتہ کے وقت کسی کے گھر نہ جائیں اگر کسی ضرورت سے ایسے وقت جانا پڑے تو فارغ ہو کر جایئے اگر فراغت کا موقع نہ ملا ہو تو آپ جھوٹ نہ بولئے کہ میں فارغ ہو چکا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ اور بھوک جمع مت کرو۔ البتہ کسی اور صورت سے معذرت کر دو۔

(۱۲) اگر کسی دوسرے شہر میں کسی کے یہاں جانا ہو تو پہلے اطلاع کر دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کسی کے یہاں پہنچنے سے سختی سے ممانعت فرمائی ہے، یہاں تک کہ بلا اطلاع رات کو اپنے گھر میں پہنچنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔

(۱۳) جب آپ اندر داخل ہوں تو سلام کریں، مصافحہ معانقہ کے لیے آگے بڑھنا صاحب مکان کا کام ہے۔ اگر وہ آگے نہیں بڑھتا یا کسی کام میں مصروف ہے تو آپ اس کی مصروفیت میں خلل نہ ڈالیں۔

(۱۴) مجلس درس یا مجلس وعظ میں داخل ہوں یا مسجد میں جائیں جہاں لوگ نوافل تسبیح وظیفے میں مشغول ہوں تو آپ سلام نہ کریں، اگر کسی کو مخاطب دیکھیں تو بیشک آہستہ سے سلام کر لیجئے۔

Marfat.com

(۱۵) اندر داخل ہو کر سب سے بڑھیا جگہ نہ بیٹھے۔ صاحب مکان کی نشست پر بھی نہ بیٹھے۔ معمولی جگہ پر بیٹھ جائے یہ کام مالک مکان کا ہے۔ کہ آپ کو خود اپنی جگہ بٹھائے۔ یا آپ کے بیٹھنے کے لیے مناسب جگہ تجویز کرے۔

(۱۶) اگر آپ کو کھانے کی کوئی چیز پیش کی جائے تو کسی کے آگے نہ بڑھائے۔

(۱۷) قرآن پاک میں مردوں عورتوں کو ہدایت ہے کہ نظر نیچے رکھیں۔ اس حکم پر ہر جگہ عمل کیجئے۔ کسی کے یہاں پہنچ کر ہر طرف نظر دوڑائیے۔

(۱۸) آنحضرت ﷺ نے ہر موقع پر متانت سنجیدگی کی ہدایت فرمائی ہے۔ کسی کے یہاں جایئے تو گفتگو میں نرمی ہونی چاہیے۔ انداز میں سنجیدگی ہو۔ بلا اجازت کسی چیز کو مت چھیڑیئے۔ للچائی نگاہوں سے نہ دیکھے۔

(۱۹) زیادہ دیر نہ بیٹھے۔ بات بھی لمبی نہ کیجئے۔ جب کام ہو جائے تو فوراً اجازت لے لیجئے ہاں اگر مالک مکان اسرار کرے تو جتنی دیر آپ کو گنجائش ہو بیٹھ جایئے۔

(۲۰) بچوں کی تربیت اسلامی طریقے پر ہونی چاہیے۔ تاکہ شروع سے ہی ان باتوں کی عادت پڑھ جائے۔

(۲۱) کسی کے پاس جائے تو سلام سے یا روبرو بیٹھنے سے غرض کسی طرح سے اسکو اپنے آنے کی خبر دے اور بغیر اطلاع کے آڑ میں ایسی جگہ مت بیٹھئے کہ اسکو تمہارے آنے کی خبر نہ ہو کیونکہ شاید وہ کو یہ ایسی بات کرنا چاہے جس پر تم کو مطلع نہ کرنا چاہتا ہو بغیر اسکی رضا کے اس کی راز پر مطلع ہونا جائز نہیں۔ بلکہ اگر کسی بات کے وقت یہ احتمال ہو۔ کہ بے خبری کے گمان میں وہ بات ہو رہی ہے تو فوراً وہاں سے جدا ہو جانا چاہئے۔ یا اگر تم کو سوتا ہوا سمجھ کر ایسی بات کرنے لگے تو فوراً اپنا بیدار ہونا ظاہر کر دیجئے۔

(۲۲) جب کسی کے پاس ملنے یا کچھ کہنے جائیں اس کو کسی وجہ سے فرصت نہ ہو۔ مثلاً قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے یا وظیفہ پڑھ رہا ہے یا قصداً خلوت گاہ میں کچھ لکھ رہا ہے۔ یا سونے کے لیے آمادہ ہے یا قرائن سے اور کوئی ایسی حالت معلوم ہو جن سے غالباً اسکی طرف متوجہ ہونے سے خلل واقع ہوگا یا اسکو گرانی و پریشانی ہوگی۔ ایسے وقت میں اس سے سلام کلام مت کیجئے۔ بلکہ یا تو چلے جایئے اور بہت ہی ضروری بات ہو تو مخاطب سے پہلے پوچھ لیا جائے کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، یا فرصت کا انتظار کیا جائے۔

Marfat.com

(۲۳) جب کسی کے انتظار میں بیٹھنا ہوتو ایسے موقع پر اور اس طور سے نہ بیٹھے کہ اس شخص کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ تم اسکا انتظار کر رہے ہو بلکہ اس سے دور اور نگاہ سے پوشیدہ ہو کر بیٹھئے۔

(۲۴) جو شخص کھانا کھانے یا دعوت میں جا رہا ہو۔ یا بلایا گیا ہو اس کے ساتھ اس مقام تک نہ جایئے۔ کیونکہ صاحب خانہ شرما کر کھانے کی تواضع کرتا ہے اور دل اندر سے نہیں چاہتا۔

(۲۵) پرانے شناسا یا نئے آدمی سے سلام کے بعد فوراً اپنے نام کیساتھ متعارف کرا دیجئے کیونکہ بعض مرتبہ آپ بے تکلف ہو کر ملتے ہیں اور مخاطب پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور وہ نام بھی معلوم کرتے ہوئے شرماتا ہے۔ کیونکہ اس نے آپ کو نہیں پہچانا۔

(۲۶) جو شخص تیزی کیساتھ جا رہا ہو راستہ میں اسکو مصافحہ کے لیے مت روکیے۔ شاید اسکا کوئی حرج ہو اسی طرح اسکو ایسے وقت میں کھڑا کر کے بات میں نہ لگایئے۔

(۲۷) بعض افراد مجلس میں پہنچ کر سب سے الگ الگ مصافحہ کرتے ہیں اگرچہ سب سے تعارف نہ ہو اس میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ فراغت تک تمام مجلس مشغول و پریشان ہوتی ہے۔ مناسب یہی ہے کہ جس کے پاس ملنے کے لیے آئے ہیں۔ صرف اس سے ہی مصافحہ کیا جائے البتہ اگر دوسری سے بھی تعارف ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(۲۸) جب کسی سے ملنے جائیں اور تم کو کھانا کھانا منظور نہ ہو تو فوراً جاتے ہی میزبان کو اطلاع کر دیجئے۔

(۲۹) جس سے زیادہ بے تکلفی نہ ہو اس سے ملاقات کے وقت اس کے گھر کے حالات معلوم مت کیجئے۔

(۳۰) رات میں اگر اپنے ہی گھر میں دیر سے آنا ہو تو سونے والوں کا خیال رکھئے۔ مشکوٰۃ کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جب آپ ﷺ کے یہاں مہمان مقیم ہوتے عشاء کے بعد آپ ﷺ دیر سے تشریف لاتے چونکہ مہمان کے جاگنے اور سونے کا احتمال ہوتا اس لیے آپ ﷺ سلام تو کرتے مگر اتنی آہستہ کے اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھل جائے۔

شب برأت کو رسول اللہ ﷺ بستر پر اٹھتے اس خیال سے کہ حضرت عائشہؓ سو رہی ہونگی بے چین نہ ہو، آہستہ سے جوتے مبارک پہنتے اور آہستہ سے کواڑ کھولے اور آہستہ باہر

Marfat.com

قبرستان تشریف لے گئے۔اور آہستہ سے ہی کواڑ بند کئے جس قدر رعایت ہے کہ ایسی آواز یا کھڑکا بھی نہ کیا جائے جس سے سونے والے اچانک گھبرا کر اٹھے اور پریشان ہو۔

(۳۱) ایسے دو شخصوں کے درمیان میں جو قصداً پاس پاس بیٹھے ہوں انکے بیچ میں جا کر بیٹھنا بغیر اجازت کے جائز نہیں۔

(۳۲) مجلس درس یا مجلس واعظ وغیرہ میں جہاں پر بھی جگہ مل جائے بیٹھ جایئے۔لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ بڑھیے۔کیونکہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ ''ہم جب نبی کریم ﷺ کے پاس آتے تو جو شخص جس جگہ پہنچ جاتا وہاں ہی بیٹھ جاتا''۔

(۳۳) عیادت میں مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھیے کہ مریض کی گرانی کا سبب نہ ہو جائے کیونکہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے یا پاؤں پھیلانے میں یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ تکلیف ہوتا ہے،البتہ جسکے بیٹھنے مریض کو راحت وسکون ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

(۳۴) بیمار کے سامنے یا اسکے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں نہ کریئے کہ جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے،ناحق دل ٹوٹے گا بلکہ سنت طریقہ یہ ہی ہے کہ تسلی کی باتیں کی جائیں کہ انشاءاللہ سب دکھ تکلیف جاتی رہے گئیں۔

(۳۵) جو سفر کی تیاری میں مشغول ہو اس کے پاس بے وقت ملنے مت جائیں یا اس سے اتنی دیر باتیں نہ کریئے کہ وہ تنگ ہو جائے یا اس سے کسی کام میں حرج واقع ہونے لگے۔ جس سے مسافر کو مدد ملے یا اجازت دیدے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

(۳۶) کسی کے پاس بیٹھنا ہو تو اس قدر مل کر نہ بیٹھیے گا کہ اس کا دل گھبرا جائے اور نہ اس قدر فاصلے سے بیٹھیے گا کہ بات چیت وغیرہ کرنے میں تکلیف ہو۔مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو مت تکیے گا کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر عجیب قسم کا بوجھ سا معلوم ہوتا ہے۔بلکہ خود اسکی طرف متوجہ ہو کر بھی نہ بیٹھیے گا۔

(۳۷) جب کسی گھر مہمان جائیں تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کر دیئے،کیونکہ بعض دفعہ چیز تو ہوتی بے حقیقت مگر وقت کی بات ہے موقع نہیں کہ گھر والا اس کو پوری کر سکے ناحق میزبان کو شرمندگی ہوگی۔

Marfat.com

(۳۸) جب تم سے کوئی کسی کام کیلئے کہے تو اس کو سن کر ہاں یا نہیں ضرور زبان سے کچھ کہہ دینا چاہئے کہ کہنے والے کا دل ایک طرف ہو جائے تا کہ ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا اور تم نے سنا نہ ہو، یا وہ سمجھے کہ تم یہ کام کر دو گے اور تم کو کرنا منظور نہ ہو تو ناحق دوسرا بھروسے میں رہا۔

(۳۹) جب تم میں سے کوئی بات کرے تو بے توجہی سے نہ سنو کے بات کرنے والے کا دل اس سے افسردہ ہو جاتا ہے خصوصاً جو تمھاری ہی مصلحت کے لئے ہی کوئی بات کہہ رہا ہو یا تمھارے سوال کا جواب دیتا ہو۔

(۴۰) جس سے تم خود اپنی دینی یا دنیوی کوئی ضرورت پیش کرو اور وہ اس کے متعلق تم سے کسی بات کی تحقیق کرے تو گول مول مبہم جواب مت دیجئے صاف صاف اپنی غرض و مطلب پیش کر دیجئے۔ تکلف کے کنایات واشارات کا استعمال ادب اور مناسب نہیں ہے۔

(۴۱) بات ہمیشہ صاف اور بے تکلف کہہ دینی چاہئے۔ تکلف کی تمہید وغیرہ نہ باندھئے۔

(۴۲) بعض آدمی تھوڑی بات پکار کر زور سے کہتے ہیں اور تھوڑی بات بالکل آہستہ کہ بالکل سنائی نہ دے یا نا تمام سنائی دے دونوں صورتوں میں ممکن ہے کہ سامع کو غلط فہمی یا تردد یا الجھن ہو، بات کے ہر جز کو بہت ہی صاف کہہ دینا چاہئے۔

(۴۳) بات کو اچھی طرح توجہ سے سننا چاہئے اور اگر کچھ شبہ رہے تو بے تکلف بات کرنے والے سے فوراً دوبارہ تحقیق کر لینی چاہئے بغیر سمجھے محض اجتہاد سے عمل نہ کرے کیونکہ بعض مرتبہ غلط فہمی کے ساتھ عمل کرنے سے متکلم کو اذیت ہوتی ہے۔

(۴۴) اگر کسی کی پوشیدہ بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے ادھر اشارہ مت کریئے گا کہ ناحق اس کو شبہ ہوگا اور یہ بھی جب ہے کہ اس بات کا کرنا شرع سے بھی درست ہو۔ اور اگر درست نہ ہو تو ایسی بات کرنا گناہ عظیم ہے۔

(۴۵) اگر کسی مجلس میں کوئی خاص گفتگو ہو رہی ہو تو نئے آنے والے کو چاہئے کہ خواہ مخواہ سلام کر کے اپنی طرف متوجہ کر کے سلسلہ گفتگو میں مزاحم نہ ہو بلکہ چپکے سے الگ نظر بچا کر بیٹھ جائے باتوں میں توجہ نہ دے۔ پھر موقع سے سلام وغیرہ کر سکتا ہے۔

(۴۶) اگر کوئی ضرورت لے کر کسی کے پاس جائیں تو موقع پا کر فوراً اپنی بات کہہ دینی چاہئے

Marfat.com

انتظار نہ کرایئے بعض آدمی پوچھنے پر تو کہہ دیتے ہیں کہ صرف ملنے کی غرض سے آئے ہیں جب وہ میزبان بے فکر ہو گیا اور موقع بھی نہ رہا، تو اب کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ عرض کرنا ہے تو اس سے بہت اذیت ہوتی ہے اسی طرح جب بات کرنا ہو سامنے بیٹھ کر بات کرنی چاہئے پشت کے پیچھے سے بات کرنے میں الجھن معلوم ہوتی ہے۔

(۴۷) جب کسی شخص سے کوئی ضرورت پیش کرنی ہو جس کو پہلے بھی ذکر کر چکا ہو تو دوبارہ پیش کرنے کے وقت بھی پوری بات کہہ دینا چاہئے قرائن پر یا پہلی بات کے بھروسہ پر ناتمام بات نہ کہئے ممکن ہے مخاطب کو پہلی بات یاد نہ رہی ہو اور غلط سمجھ جائے یا نہ سمجھنے سے پریشان ہو۔

(۴۸) بعض آدمی پیچھے بیٹھ کر کھنکارتے ہیں تا کہ کھنکار کی آواز سن کر یہ شخص ہم کو دیکھے۔ اور پھر ہم سے بات کرے اس حرکت سے سخت اذیت ہوتی ہے اس سے تو یہی بہتر ہے کہ سامنے آکر بیٹھ جائے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ ڈالے اور مشغول آدمی کیساتھ یہ بھی جب کرے کہ سخت ضرورت ہو ورنہ بہتر یہی ہے کہ اسکے فارغ ہونے تک ایسی جگہ بیٹھ جائیں کہ اسکو آنے کی اطلاع بھی نہ ہو۔ ورنہ اس سے بھی میزبان کبھی کبھی پریشان ہو جاتا ہے۔

(۴۹) کسی کا خط جس کو تم مکتوب الیہ (تمہارا تعلق) نہ ہو مت دیکھئے۔ نہ حاضرانہ جسے بعض آدمی لکھتے جاتیں ہیں۔ اور قریب میں بیٹھنے والا نظر بچا کر کنکھیوں سے دیکھتا جاتا ہے۔ اور نہ غائبانہ۔

(۵۰) لوگوں کی اذیت وتکلف کے اسباب کا انسداد نہایت ضروری ہے۔ شریعت نے حد درجہ اسکا خاص طور سے اہتمام کیا کہ کسی شخص کی کوئی حرکت، کوئی حالت دوسرے شخص کے لیے ادنی درجہ میں بھی کسی قسم کی تکلیف واذیت یا ثقل وگرانی یا ضیق وتنگی یا تکدر یا انقباض یا کراہت وناگواری یا تشویش وپریشانی یا توحش وخلجان کا سبب وموجب نہ ہو جائے اور حضور ﷺ نے اپنے قول اور اپنے فعل ہی سے صرف اسکے اہتمام کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ بعض خدام کی لاپراہی کی موقع پر ان اداب وملاقات کے عمل کرنے پر بھی مجبور فرمایا اور ان سے کام لے کر بھی بتلا دیا ہے۔ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ کسی سے

Marfat.com

ادنی درجہ بھی کلفت وایذاء نہ پہنچنے پائے۔ خواہ تکلیف خدمت مالی ہو یا جانی یا ادب و تعظیم کے لحاظ سے ہو اللہ تعالی ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (امین)

پاکیزہ معاشرہ کی تعلیم

تین اوقات میں اجازت لینے کا پابند بنانا، مردوں عورتوں، لڑکوں اور لڑکیوں، غلام، باندیوں، سب کیلئے عام ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے، کیونکہ اوقات مخصوصہ میں ہر ایک کا داخل ہونا تکلیف دہ اور ناگواری کا باعث ہوتا ہے۔ خواہ وہ بچی ہو یا بچہ، اپنا ہو یا بے گانہ، اس کے وجوب کی علت یہ ہے کہ ان تین اوقات میں آدمی خلوت اور تنہائی چاہتا ہے، کیونکہ بعض اوقات آدمی اپنی بیوی کیساتھ بے تکلفی میں ہوتا ہے بعض مرتبہ اعضاء مستورہ کھلے ہوئے بھی ہوتے ہیں۔

اگر لوگ اس کی احتیاط کرلیں کہ تین اوقات مذکورہ میں بھی اعضاء مستورہ کو چھپانے کی عادت ڈالیں۔ اور بیوی سے اختلاط بھی نہ کریں۔ کہ کسی کے آنے کا احتمال ہے تو اس صورت میں حکم واجب نہیں ہوتا کہ اپنے ان اوقات میں بچوں اور خادموں کو اجازت لینے کا پابند کریں۔ نہ اس پر اس حکم کا وجوب ثابت ہوگا۔ البتہ اس کا مستحب اور مستحسن ہونا ہر حال میں ہے مگر عام طور سے اس پر عمل کرنا متروک ہوگیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے تین آیات پر عمل نہ کرنے کا اپنے دور میں افسوس کا اظہار فرمایا تھا۔ لیکن اگر دور حاضر پر نظر ڈالی جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کتنا پر فتن زمانہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ تو خیر القرون میں افسوس فرما رہے ہیں جبکہ لوگوں کا مقصد ان کی زندگی کی ابتداء اور انتہا صرف تعلیمات اسلام پر عمل کرنا ہی تھا۔ لیکن آج شعائر اسلام اور اصول اسلام سے بعض لوگ انحراف اور بے رخی کا برتاؤ کر رہے ہیں، حالانکہ اسلام نے مکمل دستور حیات عطاء کیا ہے جس میں پیدا ہونے سے لیکر موت تک غرض زندگی کے تمام شعبہ جات کی مکمل تعلیم اور رہنمائی موجود ہے۔ پھر زندگی کا وہ گوشہ جس میں لوگوں سے متعلق شرم وحیاء وابستہ ہے بھلا اس کو کیسے تشنہ تکمیل چھوڑا جاسکتا تھا اس وجہ سے قرآن نے لوگوں کے سونے اور جاگنے کے طریقے تک پر بحث کی اور اس بات کی طرف خاص توجہ دی کہ آرام کا وہ وقت جب انسان اپنے آپ سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے۔ تو ایسی حالت میں بے روک ٹوک اس کے پاس نہیں پہنچنا چاہیے۔ کہ جس کی وجہ سے دونوں کو شرمندہ ہونا پڑے۔ اس لیے شریعت نے ملاقات کے اوقات

Marfat.com

کی تعین تک کردی ہے کہ آدمی کو کس وقت اور کس طرح ملنا چاہیے۔

چونکہ قرآن شریف نے پاکیزہ معاشرہ کی تعلیم دی ہے۔تاکہ کوئی کسی کی آزادی میں خلل انداز نہ ہو،سب آرام وراحت سے زندگی بسر کریں۔

جولوگ اپنے معاشرہ کو اسلامی تہذیب کا پابند نہیں بنائیں گے وہ خود بھی تکلیف میں مبتلا رہیں گے اور اپنی ضرورت وخواہش کا کام کرنے میں تنگی وپریشانی اٹھائیں گئے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

خیر اندیش

محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند

۵/ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

مآخذ کتاب

تفسیر حقانی	آداب المعاشرت
تفسیر بیان السبحان	تفسیر بیان القرآن
معارف القرآن	تفسیر ابن کثیر
تفسیر کبیر	تفسیر مظہری
روح المعانی	تفسیر جلالین
تفسیر ابن جریر	احکام القرآن جصاص
المنجد	الادب المفرد
القاموس	اور صحاح ستہ

Marfat.com

ضمیمہ مسائل آداب ملاقات

فہرست اضافہ شدہ مسائل

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سلام اور اسلام	56	غائبانہ سلام اور اس کا جواب	67
تحیہ کی تشریح اور اس کا تاریخی پہلو	56	اشاروں کے ذریعہ سلام کرنا	67
اسلامی سلام تمام دوسری اقوام کے سلام.....	56	غیر مسلم کو سلام کرنا؟	68
سلام کیا ہے؟	57	مخلوط مجلس میں سلام کرنے کا طریقہ	68
سلام کا جواب اور آپ ﷺ کا عمل	58	وداعی سلام اور اس کا جواب	69
خلاصہ	60	حاجی سے سلام ومصافحہ کرنا؟	69
کون کس کو سلام کرے؟	62	مصافحہ کی فضیلت	70
سلام کس وقت کیا جائے	63	مصافحہ ومعانقہ کے احکام	71
سلام کا ادنیٰ درجہ	65	مردوں کا عورتوں سے مصافحہ کرنا	72
سلام کرتے وقت جھکنا	65	مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ	72
ملاقات کے لئے کھڑے ہونا	66	مصافحہ اور معانقہ کی حقیقت	73
اجنبی عورت کو سلام کرنا؟	67	مصافحہ کی اغلاط	76

تمت بالخیر

Marfat.com

ضمیمہ مسائلِ آداب وملاقات

سلام اور اِسلام

واذاحییتم بتحیة فحیوا باحسن منھا ط الخ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سلام اوراس کے جواب کے آداب بتلائے ہیں:

تحیہ کی تشریح اوراس کا تاریخی پہلو

تحیة کے لفظی معنی ہیں کہ کسی کو "حیّاك اللّٰه" کہنا، یعنی اللہ تم کو زندہ رکھے، قبل از اسلام عرب کی عادت تھی کہ جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو "حیاك اللّٰه" یا "انعم اللّٰه بك عیناً" یا "انعم صباحاً" وغیرہ الفاظ سے سلام کیا کرتے تھے، اسلام نے اس طرزِ تحیہ کو بدل کر "السلام علیکم" کہنے کا طریقہ جاری کیا، جس کے معنیٰ ہیں "تم ہر تکلیف اور رنج ومصیبت سے سلامت رہو"۔

ابن عربیؒ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ لفظِ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے، اور "السلام علیکم" کے معنی ہیں کہ "اللّٰه رقیب علیکم"۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہے"۔

اسلامی سلام تمام دوسری اقوام کے سلام سے بہتر ہے

دنیا کی ہر مہذب قوم میں اس کا رواج ہے کہ جب آپس میں ملاقات کریں تو کوئی کلمہ آپس میں موانست اور اظہارِ محبت کیلئے کہیں، لیکن موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی سلام جتنا جامع ہے کوئی دوسرا ایسا جامع نہیں، کیوں کہ اس میں صرف اظہار محبت ہی نہیں، بلکہ ساتھ ساتھ ادائے حقِ محبت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کرتے ہیں کہ آپ کو تمام آفات اور آلام سے سلامت رکھیں، پھر دعاء بھی عرب کے طرز پر صرف زندہ رہنے کی نہیں، بلکہ حیاتِ طیّبہ کی دعاء ہے یعنی تمام آفات اور آلام سے محفوظ رہنے کی، اسی کیساتھ اس کا بھی اظہار ہے کہ ہم اور تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، ایک دوسرے کو کوئی نفع بغیر اس کے اِذن کے نہیں پہنچا سکتا، اس معنیٰ کے اعتبار سے یہ کلمہ ایک عبادت بھی ہے، اور اپنے بھائی مسلمان کو خدا تعالیٰ کی یاد دلانے کا ذریعہ بھی۔

Marfat.com

اسی کے ساتھ اگر یہ دیکھا جائے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء مانگ رہا ہے کہ ہمارے ساتھی کو تمام آفات اور تکالیف سے محفوظ فرمادے تو اس کے ضمن میں وہ گویا یہ وعدہ بھی کررہا ہے کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے مامون ہو، تمہاری جان ومال، آبرو کا میں محافظ ہوں۔

سَلام کیا ہے؟

ابنِ عربیؒ نے احکام القرآن میں امام ابن عیینہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

اَتدری ماالسلام !یقول انت امن منی۔

یعنی تم جانتے ہو کہ سلام کیا چیز ہے؟ سلام کرنے والا یہ کہتا ہے کہ تم مجھ سے مامون رہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تحیہ ایک عالمگیر جامعیت رکھتا ہے: (۱) اس میں اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہے۔ (۲) تذکیر بھی۔ (۳) اپنے بھائی مسلمان سے اظہارِ تعلق ومحبت بھی، (۴) اس کیلئے بہترین دعاء بھی (۵) اور اس سے یہ معاہدہ بھی کہ میرے ہاتھ اور زبان سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، جیسا کہ حدیثِ صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وارِد ہے: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ (الحدیث)

یعنی مسلمان تو وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے سب مسلمان محفوظ رہیں، کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

کاش مسلمان اس کلمہ کو عام لوگوں کی رسم کی طرح اداء نہ کرے بلکہ اس حقیقت کو سمجھ کر اختیار کرے، تو شاید پوری قوم کی اصلاح کے لیے یہی کافی ہوجائے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے باہم سلام کو رواج دینے کی بڑی تاکید فرمائی، اور اس کو افضل الاعمال قرار دیا، اور اس کے فضائل وبرکات اور اجر وثواب بیان فرمائے، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

”تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتے جب تک مؤمن نہ ہو، اور تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرلو تو تمہارے آپس میں محبت قائم ہوجائے گی، وہ یہ کہ آپس میں سلام کو عام کرو، یعنی ہر مسلمان کے لیے خواہ اس سے جان پہنچان ہو یا نہ ہو۔“

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

دریافت کیا کہ اسلام کے اعمال میں سب سے افضل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کھانا کھلا دو، اور سلام کو عام کرو خواہ تم اس کو پہنچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ (صحیحین)

مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد نے حضرت ابوامامہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں ابتداء کرے۔

مسند بزار اور معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اُتارا ہے، اس لیے تم آپس میں سلام کرو، کیونکہ مسلمان آدمی جب کسی مجلس میں جاتا ہے اور ان کو سلام کرتا ہے تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت کا ایک بلند مقام حاصل ہوتا ہے، کیونکہ اس نے سب کو سلام، یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد دلائی، اگر مجلس والوں نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا تو ایسے لوگ اس کو جواب دیں گے جو اس مجلس والوں سے بہتر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے۔

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بڑا بخیل وہ آدمی ہے جو سلام میں بخل کرے۔ (طبرانی، معجم کبیر عن ابی ھریرہؓ)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا صحابہ کرامؓ پر جو اثر ہوا اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اکثر بازار میں صرف اس لیے جایا کرتے تھے کہ جو مسلمان ملے اس کو سلام کر کے عبادت کا ثواب حاصل کریں، کچھ خریدنا یا فروخت کرنا مقصود نہ ہوتا تھا، یہ روایت مؤطاء امام مالک میں طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

سلام کا جواب اور آپؐ کا عمل

قرآن مجید کی جو آیت اوپر ذکر کی گئی ہے اس میں ارشاد ہے کہ جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس کا جواب اس سے بہتر الفاظ میں دو، یا کم از کم ویسے ہی الفاظ کہہ دو، اس کی تشریح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا "السلام علیک یارسول اللہ" آپؐ نے جواب یہ کلمہ بڑھا کر فرمایا "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ"۔ پھر ایک صاحب آئے اور انھوں نے سلام میں یہ یہ الفاظ کہے "السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ" آپ نے جواب میں ایک اور کلمہ بڑھا کر فرمایا "وعلیکم

Marfat.com

السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔ پھرایک صاحب آئے انہوں نے اپنے سلام ہی میں تینوں کلمے بڑھا کرکہا "السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔ آپؐ نے جواب میں صرف ایک کلمہ "وعلیک" ارشادفرمایا،ان کے دل میں شکایت پیدا ہوئی ،اورعرض کیایارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پرقربان، پہلے جوحضرات آئے آپ نے اُن کے جواب میں کئی کلمات دعاء کے ارشادفرمائے ،اورمیں نے ان سب الفاظ سے سلام کیاتو آپ نے "وعلیک" پراکتفاءفرمایا،آپؐ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے لیے کوئی کلمہ چھوڑاہی نہیں کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے ،تم نے سارے کلمات اپنے سلام ہی میں جمع کردیئے،اس لیے ہم نے قرآنی تعلیم کے مطابق تمہارے سلام کاجواب بالمثل دینے پراکتفاء کرلیا۔ اس روایت کوابن جریراورابن ابی حاتم نے مختلف اسانید کے ساتھ نقل کیاہے۔

حدیث مذکورسے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ سلام کاجواب اس سے اچھے الفاظ میں دینے کاجوحکم آیتِ مذکورہ میں آیاہے اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے الفاظ سے بڑھاکرجواب دیاجائے ،مثلاً اس نے کہا "السلام علیکم" تو آپ جواب دین "علیکم السلام ورحمۃ اللہ"۔اوراس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ"۔تو آپ جواب میں کہیں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاہ"۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ کلمات کی زیادتی صرف تین کلمات تک مسنون نہیں ہے اس سے زیادہ کرنامسنون ہیں، اورحکمت اس کی ظاہر ہے کہ سلام کاموقع مختصرکلام کرنے کامقتضی ہے،اس میں اتنی زیادتی مناسب نہیں ہے، جوکسی کام میں موقع مختصرکلام کرنے کامقتضی ہے، اس میں اتنی زیادتی مناسب نہیں ہے، جوکسی کام میں مخل یاسننے والے پر بھاری ہوجائے، اسی لیے جب ایک صاحب نے اپنے ابتدائی سلام ہی میں تینوں کلمے جمع کردیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے اورزیادتی سے احترازفرمایا،اس کی مزیدتوضیح حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس طرح فرمائی کہ مذکورہ تینوں کلموں سے زیادہ کرنے والے کویہ کہہ کرروک دیا کہ:

ان السلام قدانتھیٰ الی البرکۃ (مظہری عن البغوی) یعنی سلام لفظِ برکت پرختم ہوجاتاہے، اس سے زیادہ کرنامسنون نہیں ہے۔ (ومثلہ عن ابن کثیرا)

تیسری بات حدیثِ مذکورسے یہ معلوم ہوئی کہ سلام میں تین کلمے کہنے والے کے جواب میں اگرصرف ایک کلمہ ہی کہہ دیاجائے تووہ بھی اداء بالمثل کے حکم میں حکمِ قرآنی اَوردُّوھا

کی تعمیل کے لیے کافی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک کلمہ پر اکتفاء فرمایا ہے۔ (تفسیر مظہری)

خلاصہ

مضمونِ آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب کسی مسلمان کو سلام کیا جائے تو اس کے ذمہ جواب دینا تو واجب ہے، اگر بغیر عذرِ شرعی کے جواب نہ دیا تو گنہگار ہوگا، البتہ جواب دینے میں دو باتوں کا اختیار ہے، ایک یہ کہ جن الفاظ سے سلام کیا گیا ہے ان سے بہتر الفاظ میں جواب دیا جائے، دوسرے یہ کہ بعینہٖ انہی الفاظ سے جواب دیدیا جائے۔

اس آیت میں سلام کا جواب دینے کو تو لازم واجب صراحۃً بتلا دیا گیا ہے، لیکن ابتداء سلام کرنے کا کیا درجہ ہے، اس کا بیان صراحۃً نہیں ہے مگر اِذَا حُیِّیتم میں اس کے حکم کی طرف بھی اشارہ موجود ہے، کیونکہ اس لفظ کو بصیغۂ مجہول بغیر تعین فاعل ذکر کرنے میں اشارہ ہوسکتا ہے کہ سلام ایسی چیز ہے جو عادۃً سب ہی مسلمان کرتے ہیں۔

مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مقرّب وہ شخص ہے جو سلام کی ابتداء کرے۔

اور سلام کی تاکید اور فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ابھی آپ سُن چکے ہیں، ان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء سلام کرنا بھی سنتِ مؤکدہ سے کم نہیں۔

تفسیر بحر محیط میں ہے کہ ابتدائی سلام تو اکثر علماء کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے، اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ السلام تطوع والرد فریضۃ، یعنی ابتداء سلام کرنے میں تو اختیار ہے، لیکن سلام کا جواب دینا فرض ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکمِ قرآنی کی مزید تشریح کے طور پر سلام اور جوابِ سلام کے متعلق اور بھی کچھ تفصیلات بیان فرمائی ہیں، وہ بھی مختصر طور پر سن لیجئے، صحیحین کی حدیث میں ہے کہ جو شخص سواری پر ہو اس کو چاہئے کہ پیادہ چلنے والے کو خود سلام کرے، اور جو چل رہا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور جو لوگ تعداد میں قلیل ہوں وہ کسی بڑی جماعت پر گزریں تو ان کو چاہئے کہ سلام کی ابتداء کریں۔

ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں جائے تو اپنے گھر والوں کو

Marfat.com

سلام کرنا چاہئے کہ اس سے اس کے لئے بھی برکت ہوگی، اور اس کے گھر والوں کیلئے بھی۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان سے بار بار ملاقات ہو تو ہر مرتبہ سلام کرنا چاہئے، اور جس طرح اول ملاقات کے وقت سلام کرنا مسنون ہے اسی طرح رخصت کے وقت بھی سلام کرنا مسنون اور ثواب ہے۔

اختتامِ مضمون پر فرمایا: ۔ان اللّٰہ علی کل شیءٍ حسیبا ۵ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والے ہیں، جن میں انسان اور اسلامی حقوق مثل سلام اور جواب سلام کے سب اُمور داخل ہیں، ان کا بھی اللہ تعالیٰ حساب لیں گے۔ (معارف القرآن ص ۵۰۱ تا ص ۵۰۶، ج ۲)

سلام میں پہل کرنے کی فضیلت

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک تر وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔'' (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

تشریح اس فضیلت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو راستہ میں ایک دوسرے سے ملیں، کیونکہ اس صورت میں سلام کرنے کے حق کے سلسلے میں وہ برابر کی حیثیت رکھیں گے لہٰذا ان میں سے جو شخص پہلے سلام کرے گا وہ مذکور فضیلت کا مستحق ہوگا اس کے برخلاف اگر یہ صورت ہو کہ ایک شخص تو کہیں بیٹھا ہوا ہو، اور دوسرا شخص اس کے پاس آئے تو سلام کرنے کا حق اس دوسرے شخص پر ہوگا جو آیا ہے لہٰذا اگر وہ آنے والا سلام کرنے میں پہل کرے تو وہ فضیلت کا مخاطب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے سلام کرنے میں پہل کر کے درحقیقت اس حق کو ادا کر دیا ہے جو اس کے ذمہ تھا، ہاں اگر سلام کرنے میں وہ شخص پہل کرے جو بیٹھا ہوا تھا تو اس فضیلت کا وہ مستحق ہوگا۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو اختیار کرنے سے مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کیلئے اخلاص ومحبت کو فروغ دیتا ہے۔ ایک تو ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل کرنا۔ دوسرے کسی مسلمان کو اس کے نام کے ذریعہ مخاطب کرنا اور پکارنا جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جب وہ مجلس میں آئے تو اس کو (عزت واحترام کے ساتھ) جگہ دینا۔

مسئلہ جب کہیں آتے جاتے دو شخص آپس میں ملیں اور دونوں کی حیثیت یکساں نوعیت کی ہو، جیسے دونوں پیدل ہوں، یا دونوں سواری پر ہوں تو ان میں سے جو شخص پہلے سلام کرے گا وہ گویا یہ ظاہر کرے گا کہ خدا نے اس کو تکبّر وغرور سے پاک رکھا ہے۔

Marfat.com

مسئلہ سلام کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا فرض ہے، اگر کوئی شخص مجلس میں آئے اور وہاں سلام کرے تو مجلس والوں پر اس کے سلام کا جواب دینا فرض ہوگا۔ اور اگر وہ شخص اسی مجلس میں دوبارہ آئے اور پھر سلام کرے تو اب اس کے سلام کا جواب دینا ان پر فرض نہیں ہوگا بلکہ مستحب ہوگا۔

مسئلہ سلام اور اس کا جواب، دونوں کے الفاظ بصیغۂ جمع ہونے چاہئیں، اگرچہ مخاطب فردِ واحد ہو، تاکہ فرشتے جو ہر شخص کے ساتھ ہوتے ہیں، سلام میں مخاطب کے ساتھ وہ بھی شریک ہوں۔

(مظاہر حق ص ۳۵۹، جلد ۵)

مسئلہ جو شخص سلام کرتے وقت کسی نامشروع امر کا مرتکب ہو وہ سلام کے جواب کا مستحق نہ ہوگا۔ (مظاہر حق ص ۳۵۹، جلد ۵)

کون کس کو سلام کرے؟

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص سواری پر ہو، وہ پیدل چلنے والے کو سلام کرے، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے آدمی زیادہ تعداد والے آدمیوں کو سلام کریں۔" (بخاری و مسلم)

مسئلہ جو شخص سواری پر ہو (الخ) یہ حکم اصل میں تواضع وانکساری کی طرف راغب کرنے کے لیے ہے کیونکہ جو شخص سواری پر ہے اس کو گویا اللہ تعالیٰ نے پیدل چلنے والے پر برتری وفوقیت عطا فرمائی ہے، لہٰذا اس کو فروتنی ہی اختیار کرنی چاہئے، اسی طرح جو لوگ کم تعداد میں ہوں اور وہ ایسے لوگوں سے ملیں جو تعداد میں ان سے زیادہ ہوں تو ان کو بھی چاہئے کہ تواضع وانکساری کی بناء پر اور "اکثریت" کے احترام کے پیشِ نظر سلام کرنے میں ابتداء کریں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص کچھ لوگوں سے ملے اور یہ چاہے ان سب کو سلام کرنے کی بجائے ان میں سے چند کو سلام کرے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ سلام کا اصل مقصد آپس میں موانست واُلفت کو فروغ دینا ہے، جبکہ بعض دوسرے لوگوں کو سلام کرنا گویا باقی لوگوں کو وحشت واجنبیت میں مبتلا کرنا ہے اور یہ چیزیں اکثر اوقات تنفر وعداوت کا سبب بھی بن جاتی ہیں۔

مسئلہ بازار اور شارع عام کا حکم اس سے الگ ہے کہ اگر بازار میں یا شارع عام پر بہت سے لوگ آرہے ہوں تو وہاں بعض لوگوں کو سلام کرلینا کافی ہوگا، کیونکہ اگر کوئی شخص بازار میں شارع

Marfat.com

عام پر ملنے والے ہر شخص کو سلام کرنے لگے تو وہ اسی کام کا ہو کر رہ جائے گا اور اپنے امور کی انجام دہی سے باز رہے گا۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''چھوٹا بڑے کو، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو، اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والے کو سلام کریں۔'' (بخاری)

تشریح علماء نے یہ لکھا ہے کہ مذکورہ بالا حکم سر راہ ملاقات کے وقت کا ہے، مثلاً ایک شخص ادھر سے آ رہا ہے، دوسرا ادھر سے جا رہا ہے اور دونوں آپس میں ملیں تو اس صورت کے لیے یہ حکم ہے کہ ان دونوں میں جو شخص چھوٹا ہو وہ بڑے کو سلام کرے، لیکن وارد ہونے یعنی کسی کے پاس یا مجلس میں جانے کی صورت میں سلام کی ابتداء وارد کو کرنی چاہئے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اور خواہ کم تعداد والے لوگ ہوں یا زیادہ تعداد والے لوگ۔ (مظاہر حق جدید، ص ۳۳۹، ۵)

سلام کس وقت کیا جائے؟

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص جب اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے تو چاہئے کہ (پہلے) اس کو سلام کرے اور اس کے بعد اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا (بڑا) پتھر حائل ہو اور پھر اس سے ملاقات ہو تو اس کو (دوبارہ) سلام کرے۔'' (ابوداؤد)

تشریح مطلب یہ ہے کہ اتنے معمولی وقفہ کی جدائی ومفارقت کے بعد بھی سلام کرنا مستحب ہے، چہ جائیکہ زیادہ عرصہ کے بعد ملاقات ہو، گویا یہ حدیث سلام کے استحباب اور ہر موقع پر اس ادب کو ملحوظ رکھنے کو مبالغہ کے طور پر بیان کرتی ہے، واضح رہے کہ سلام کی اہمیت کے باوجود بعض صورتیں ایسی ہیں جو سلام کرنے سے مستثنیٰ (الگ) ہیں۔ اس شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے جو پیشاب کر رہا ہے پاخانہ (فلیش وباتھ روم) میں ہو، یا جماع میں مصروف ہو یا اسی طرح کی کوئی اور حالت ہو تو اس وقت اس شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے، اور جواب دینا اس پر واجب نہیں ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص سو رہا ہو یا اونگھ رہا ہو، یا نماز پڑھ رہا ہو، یا اذان دے رہا ہو، یا حمام (غسل خانہ) میں ہو، یا کھانا کھا رہا ہو اور نوالہ اس کے منہ میں ہو، اور ان صورتوں میں اس کو اگر کوئی سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا، نیز خطبہ کے وقت نہ تو سلام کرنا چاہئے اور نہ سلام کا جواب دینا چاہئے، اور جو شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہو، اس کو بھی سلام نہ کیا جائے، اگر کوئی سلام کرے

Marfat.com

تو تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ تلاوت روک کر سلام کا جواب دے اور پھر "اعوذباللہ" پڑھ کر تلاوت شروع کردے۔ (مظاہر حق، ص ۳۴۸، جلد)

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ غیر مسلم اور فاسق اور بدعتی کے سلام کا جواب واجب نہیں ہے۔ تفسیر سراج میں لکھا ہے کہ کافر کو ابتداءً سلام کرنا حرام ہے۔ لیکن بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس زمانے میں ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے غیر مسلم کو سلام کرنا جائز ہے، مگر اولیٰ یہ ہے کہ دل سے نیت نہ کرے صرف ہاتھ کا اشارہ سے اور اگر زبان سے بھی کہے تو ملائکہ کی نیت کرے، اگرچہ بظاہر غیر مسلم کو سلام کرنا معلوم ہو، مگر باطن میں نیت اور ہو۔ (یا آداب عرض ہے، یاھداک اللہ وغیرہ کے الفاظ سے سلام وتعلق کا اظہار کرے۔ لیکن آج کل بعض حضرات غیر مذاہب والوں کے الفاظ میں سلام کرتے ہیں یہ غیر مناسب ہے)۔

مسئلہ نماز پڑھنے والے، خطبہ پڑھنے والے اور حج کی لبیک کہنے والے کو سلام کرنا مسنون نہیں اور نہ ان پر جواب دینا لازم ہے۔

مسئلہ قرآن وحدیث پڑھنے والا علمی مذاکرہ کرنے والا سلام کا جواب نہ دے۔

مسئلہ مسنون ہے کہ مرد جب اپنے گھر میں جائے تو بیوی کو سلام کرے اور بیوی شوہر کو سلام کرے اور قرا ابتداءً محرم عورت کو سلام کرنا مسنون ہے۔

مسئلہ سوار پیدل کو اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹا بڑے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔ جو شخص سلام کا جواب نہیں دیتا اسکی روح گندی ہوجاتی ہے۔

مسئلہ جو شخص شطرنج یا جُوا وغیرہ کھیل رہا ہو، یا گا رہا ہو، یا کبوتر اڑا رہا ہو، یا ایسا فعل کرتا ہو تو اس کو سلام نہ کرنا چاہئے۔ (تفسیر السبحان، ص ۴۹۱، جلد ۱)

مسئلہ سلام میں پہل کرنا اگر اکیلا شخص ہو تو سنت عینی ہے اور اگر جماعت ہو تو سنت کفایہ ہے یعنی اگر جماعت میں سے ایک نے سلام کردیا (یا جواب دیدیا) تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا، لیکن ثواب اُس کو ملے گا جس نے سلام کیا ہے اور اگر سب سلام کریں گے تو سب کو ثواب ملے۔ اور جس شخص کو ایک جماعت نے سلام کیا ہو اس کو ایک جواب سب کو دینا کافی ہے۔ سلام کا جواب دینا کل جماعت پر واجب ہے، لیکن اگر ایک نے بھی جواب دے دیا تو اَوروں کی طرف سے یہ وجوب ساقط ہوجائے گا۔

(تفسیر بیان السبحان ص ۴۹۱ ج ۱۔ ومظاہر حق ص ۳۴۷، ج ۵)

Marfat.com

مسئلہ اگر گھر میں کوئی فرد نہ ہوتو مستحب یہ ہے کہ اس طرح کہے ''السلام علینا وعباداللہ الصالحین'' تاکہ وہاں جو فرشتے ہوں ان کو سلام پہنچے۔ (مظاہر حق ص ۳۴۸، ج ۵)

مسئلہ سلام کلام سے پہلے یعنی ملاقات کے پہلے سلام کرنا چاہئے اور اس کے بعد بات چیت کرنی چاہئے۔ سلام کرنے سے پہلے بات چیت شروع کر دینا اچھا نہیں ہے۔

(مظاہر حق ص ۳۴۹، جلد ۵)

مسئلہ جو اذان واقامت کہہ رہا ہے، یا دینی کتابوں کا درس دے رہا ہے یا انسانی ضروریات استنجاء وغیرہ میں مشغول ہے اس کو اس حالت میں سلام کرنا بھی جائز نہیں اور اس کے ذمہ جواب دینا بھی واجب نہیں۔ (معارف القرآن ص ۵۰۶، ج ۵)

سلام کا ادنیٰ درجہ

مسئلہ سلام کا ادنیٰ درجہ السلام علیکم کہنا ہے اور اگر السلام علیک یا سلام علیک کہا جائے تو بھی کافی ہوگا اور جواب میں ادنیٰ درجہ وعلیک السلام اور وعلیکم السلام ہے، اور اگر واؤ نہ لگایا جائے تو بھی کافی ہوگا۔

مسئلہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جواب میں صرف علیکم کہا جائے تو جواب پورا نہیں ہوگا۔ اور اگر جواب میں وعلیکم کہا جائے (یعنی واؤ لگایا جائے) تو اس صورت میں دونوں قول ہیں۔ (مظاہر حق ص ۳۴۵، ج ۵)

مسئلہ اگر کوئی شخص السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ وبرکاتہٗ کہا جائے، اسی طرح اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ۔

مسئلہ افضل یہی ہے کہ جواب میں وعلیک السلام یا وعلیکم السلام ہی کہا جائے۔

مسئلہ اگر دو شخص ملیں اور دونوں ایک ہی ساتھ السلام علیکم کہیں تو دونوں میں سے ہر ایک پر جواب دینا واجب ہوگا۔ (مظاہر حق ص ۳۳۷، ج ۵)

سلام کرتے وقت جُھکنا

حدیث سے واضح ہے کہ سلام کے وقت جُھکنا، جیسا کہ کچھ لوگوں کا معمول ہے اور بعض جگہوں پر اس کا رواج بھی ہے، یہ خلافِ سنت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس

بناء پر پسند نہیں فرمایا کہ یہ چیز رکوع کے حکم میں ہے اور رکوع اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

مسئلہ اگر کوئی شخص کسی کے سامنے زمین بوسی کرے یا اس کے آگے پیٹھ کو جھکائے تو اس کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا البتہ گنہگار ہوگا کیونکہ زمین بوسی کرنا یا جھکنا تعظیم کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ عبادت کی نیت سے، اور اگر عبادت کی نیت سے اس طرح کا فعل کیا جائے گا تو وہ یقیناً کافر ہو جائے گا۔

(مظاہرِ حق ص ۳۷۱، ج ۵)

ملاقات کے لیے کھڑے ہونا

آنے والے کی تعظیم کے طور پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا قیام یعنی کھڑے ہو جانا مکروہ نہیں ہے اور یہ کہ قیام بنفسہٖ مکروہ نہیں ہے بلکہ قیام کی طلب و پسندیدگی مکروہ ہے چنانچہ وہ قیام ہرگز مکروہ نہیں ہوگا جو کسی ایسے شخصوں کے لیے کیا جائے جو نہ تو اپنے لئے قیام کی طلب رکھتا ہو اور نہ اس کو پسند کرتا ہو۔

مسئلہ کھڑے ہونے کی ممانعت کا تعلق اس شخص کے حق میں ہے جو بیٹھا ہوا ہو، اور بیٹھے رہنے تک لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں۔

حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص نظر آئے جو علم و فضل اور بزرگی کا حامل ہو تو اس کی تعظیم و توقیر کے طور پر کھڑے ہو جانا جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ ایسے شخص کے آنے پر کھڑے ہونا جو نہ صرف یہ کہ اس اعزاز کا مستحق نہ ہو بلکہ اپنے آنے پر لوگوں کے کھڑے ہو جانے کی طلب و خواہش بھی رکھتا ہو وہ مکروہ ہے۔ اور اسی طرح بے جا خوشامد و چاپلوسی کے طور پر کھڑے ہونا بھی مکروہ ہے، نیز دنیاداروں کے لیے کھڑے ہونا اور ان کی تعظیم کرنا بھی مکروہ ہے اور اسکی بارے میں سخت وعید منقول ہے۔

(مظاہر حق، ص ۳۸۰، ج ۵)

مکروہ و ممنوع یہ چیز ہے کہ اپنی تعظیم و احترام کرانے کے اور بڑائی کے اظہار کے لیے اپنے سامنے لوگوں کے کھڑے رہنے کو پسند کیا جائے اور اگر یہ صورت نہ ہو تو پھر مکروہ و ممنوع نہیں ہوگا۔

(مظاہر حق ص ۳۸۳، ج ۵)

اور وعید کا تعلق بھی اس شخص کی ذات سے ہے جو بطریق تکبر و نخوت لوگوں کو یہ حکم دے کہ وہ اس کے سامنے کھڑے رہیں یا وہ لوگوں کے لیے ضروری قرار دے کہ وہ جب بھی اس کے

Marfat.com

سامنے آئیں کھڑے رہیں۔(رفعت قاسمی)

اجنبی عورت کو سلام کرنا؟

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے ان کو سلام کیا۔ (احمد)

تشریح یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ کسی فتنہ وشر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبتلا ہونے کا کوئی خوف وخطرہ نہ تھا اس لیے آپؐ کیلئے عورتوں کو بھی سلام کرنا روا تھا، لیکن آپؐ کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان کیلئے یہ مکروہ ہے کہ وہ اجنبی عورت کو سلام کرے، ہاں اگر کوئی عورت اتنی عمر رسیدہ ہو کہ اس کی طرف کسی فتنہ وضرر میں مبتلا ہونے کا کوئی خوف نہ ہو اور نہ اس کو سلام کرنا دوسروں کی نظروں میں کسی بدگمانی کا سبب بن سکتا ہو تو اس کو سلام کرنا جائز ہوگا۔ (مظاہر حق، ص ۳۴۶ جلد ۵)

غائبانہ سلام اور اس کے جواب

مسئلہ اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے سلام پہنچائے تو مسنون یہ ہے کہ سلام پہنچانے والے پر بھی سلام بھیجا جائے اور جس کی طرف سے اس نے سلام پہنچایا ہے اس پر بھی یعنی جب کوئی شخص کسی کی طرف سے سلام پہنچائے تو جواب میں یوں کہا جائے علیك وعلی فلان السلام۔ یاوعلیك السلام۔ چنانچہ نسائی کی روایت میں یہ الفاظ بعینہٖ منقول ہیں۔(مظاہر حق ص ۳۵۰، جلد ۵)

اشاروں کے ذریعہ سلام کرنا؟

یہودی اور عیسائی سلام کرنے یا سلام کرنے کا جواب دینے کے لیے یا دونوں ن کیلیے محض اشاروں ہی پر اکتفا کر لیتے تھے، سلام کا لفظ نہیں کہتے تھے جو حضرت آدمؑ اور ان کی ذریت میں سے انبیاء واولیاء کی سنت اور طریقہ ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکاشفہ ہوا کہ میری اُمت کے کچھ لوگ بے راہ روی کا شکار ہو کر سلام کرنے کا وہ طریقہ اختیار کریں گے جو یہودیوں اور دوسری غیر اقوام کا ہے۔ جیسے انگلیوں یا ہتھیلیوں کے ذریعہ اشارہ کرنا، ہاتھ جوڑ لینا، کمر یا سر کو جھکانا، اور صرف سلام کرنے پر اکتفاء کر لینا وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا آپؐ نے پوری امت کو مخاطب کرتے ہوئے اس بارے میں تنبیہ بیان فرمائی اور یہ وعید بیان کی کہ جو شخص سلام کے ان

Marfat.com

رسم ورواج کو اپنائے گا جو اسلامی شریعت اور ہماری سنت کے خلاف ہین تو اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا شمار ہماری اُمت کے لوگوں میں نہیں ہوگا۔ (مظاہر حق، ص ۳۴۷، جلد ۵)

غیر مسلم کو سلام کرنا؟

مسئلہ غیر مسلم کو ''السلام علیکم'' نہ کہو۔ کیونکہ سلام میں پہل کرنا درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے مستحق وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو اسلامی تہذیب کے پیرو ہوں اور مسلمان ہوں، اس اعزاز کا استحقاق ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا جو دین کے دشمن اور خدا کے باغی ہیں، اسی طرح ان باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ سلام اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ذریعہ الفت ومحبت کے مراسم کو قائم کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ لوگ سلام میں خود پہل کریں اور السلام علیک یا السلام علیکم کہیں تو اس کے جواب میں صرف ''ھداك الله'' کہا جائے۔

(مظاہر حق، ص ۳۴۰، جلد ۵)

''ادب'' کے معنٰی ہیں وہ قول وفعل جس کو اچھا اور قابلِ تعریف کہا جائے۔ یا ادب کا مطلب یہ ہے کہ ہر بات کو درستی اور اچھائی کے ساتھ اچھے موقع پر کہا جائے اور ہر کام کو احتیاط اور دُور اندیشی کے ساتھ انجام دیا جائے۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ''ادب'' کا مطلب یہ ہے کہ نیکی وبھلائی کی راہ کو اختیار کیا جائے اور گناہ وبُرائی کے راستہ سے اجتناب کیا جائے۔ (مظاہر حق، ص ۳۳۵، ج ۵)

اس لیے اگر غیر مسلموں کو سلام کی بجائے ''آداب عرض'' کہہ دیا جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مخلوط مجلس میں سلام کرنے کا طریقہ

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی ایسی جماعت کے پاس سے گزرے یا کسی ایسی مجلس میں پہنچے جس میں مسلمان بھی ہوں اور غیر مسلم بھی، اور مسلمان خواہ ایک ہی ہو یا کئی ہوں تو مسنون یہ ہے کہ مسلمانوں یا مسلمان کا قصد کرکے پوری جماعت کو سلام کرے، نیز علماء نے لکھا ہے کہ اس صورت میں چاہے تو السلام علیکم کہے، اور نیت یہ رکھے کہ اس سلام کے اصل مخاطب مسلمان ہیں۔ اور چاہے یوں کہے ''السلام علیکم علیٰ من اتبع الھُدیٰ''۔

نیز علماء لکھتے ہیں کہ اگر کسی مشرک وغیر مسلم کو خط لکھا جائے تو مسنون یہ ہے کہ مکتوب

الیہ کو سلام لکھنے کے بجائے وہی الفاظ لکھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل (روم کے بادشاہ) کو لکھے تھے یعنی سلام علی من اتبع الھدیٰ۔ (مظاہر حق ص ۳۴۳، جلد ۵)

وِداعی سلام اور اس کا جواب

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم گھر میں گھسو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔

تشریح حدیث شریف کے الفاظ "فاودعواھلہ" جو وداع سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گھر سے باہر جاتے وقت اپنے اہل وعیال کو سلام کے ذریعہ وداع کہو۔ اس ہی لیے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس رخصتی سلام کا جواب واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کیونکہ یہ سلام اصل میں دعاء اور وداع ہے۔

اور اس کے یہ معنٰی بھی ہوسکتے ہیں کہ اپنے اہل وعیال کے پاس سلام کو ودیعت (امانت) رکھو، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب تم نے رخصت ہوتے وقت اپنے اہل وعیال کو سلام کیا تو گویا کہ تم نے خیر وبرکت کو اپنے اہل وعیال کے پاس امانت رکھا جس کو تم آخرت میں واپس لوگے۔ جیسا کہ کوئی شخص اپنی کوئی چیز کسی کے پاس امانت رکھتا ہے اور پھر اس کو واپس لے لیتا ہے۔

اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ تم سلام کو اپنے گھر والوں کو ودیعت (امانت وسپردگی) میں دے دو تاکہ تم لوٹ کر ان کے پاس آؤ تو اپنی ودیعت (امانت) کو واپس لے لو، جیسا کہ امانتیں واپس لی جاتی ہیں۔ یہ بات گویا اس امر کی نیک فال لینے کے مرادف ہے کہ گھر سے رخصت ہونے والا سلامتی کے ساتھ لوٹ کر آئے گا اور اس کو دوبارہ سلام کرنے کا موقع ملے گا۔ (انشاءاللہ)۔ (مظاہر حق ص ۳۴۹، ج ۵)

حاجی سے سلام ومصافحہ کرنا؟

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم حاجی سے ملاقات کرو تو اس کو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرو اور اس سے اپنے لیے بخشش کی دعاء کرنے کو کہو، اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اور یہ اس لیے ہے کہ اس کی بخشش کی جاچکی ہے۔" (احمد)

تشریح جو شخص اس کے گھر (بیت اللہ) کی زیارت کے لیے جاتا ہے وہ اللہ کا مہمان ہو جاتا ہے، جس طرح میزبان اپنے مہمان کی ہر جائز خواہش کا احترام کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے مہمانوں کی لاج رکھتا ہے اور جو وہ دعاء مانگتے ہیں قبول فرماتا ہے وہ اگر اپنی مغفرت و بخشش چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں مغفرت و بخشش کی دولت سے نوازتا ہے۔

حاجی مستجاب الدعوات ہو جاتے ہیں جس وقت کہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اور گھر واپس آنے کے چالیس روز بعد تک ایسے ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ زمانہ میں دستور تھا اور اب بھی ہے کہ جب حجاج اپنے گھر واپس آتے تھے تو لوگ ان کے استقبال کے واسطے جایا کرتے تھے اور ان کی غرض یہ ہوتی تھی کہ چونکہ اس شخص کی مغفرت ہو چکی ہے اور یہ گناہوں سے پاک ہو کر آیا ہے، اس سے مل کر مصافحہ کریں پیشتر اس کے کہ وہ دنیا میں ملوث ہو جائے تا کہ ہم کو بھی ان سے کچھ فیض پہنچے (اگرچہ آج کل یہ غرض کم اور نام ونمود کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے)۔

چنانچہ اس حدیث میں بھی حاجی سے سلام ومصافحہ کرنے کے لیے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ اس وقت تک دنیا میں ملوث اور اپنے اہل وعیال میں مشغول نہیں ہوتا بلکہ اس وقت تک وہ راہِ خدا ہی میں ہوتا ہے اور گناہوں سے پاک وصاف ہوتا ہے اور اس صورت میں حاجی چونکہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے اس لیے فرمایا گیا کہ اس سے اپنے لیے مغفرت و بخشش کی دعاء کراؤ تا کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے، اور تمہیں مغفرت و بخشش سے نوازے۔

علماء لکھتے ہیں کہ عمرہ کرنے والا، جہاد کرنے والا اور دینی طالب علم بھی حاجی کے حکم میں ہے۔ یعنی جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے گھر آئیں تو ان سے بھی گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام ومصافحہ کیا جائے اور دعاء مغفرت کی درخواست کی جاہے کیونکہ یہ لوگ بھی مغفور ہوتے ہیں۔

(مظاہر حق ص ۲۷۹، جلد)

مصافحہ کی فضیلت

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب دو مسلمان ملتے ہیں اور (آپس میں ایک دوسرے سے) مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جُدا ہونے سے پہلے خدا تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے۔" (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ان میں کا ایک اپنے دوسرے ساتھی کو سلام کرتا ہے تو ان میں سے وہ مسلمان اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے جو کشادہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ اپنے دوسرے ساتھی سے ملتا ہے، اور پھر جب دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سو (۱۰۰) رحمتیں نازل کرتا ہے (اور) نوے رحمتیں تو اس پر جس نے پہل کی اور دس رحمتیں اس پر جس سے مصافحہ کیا ہے۔ (مظاہر حق ص ۳۷۰)

مصافحہ ومعانقہ کے احکام

باہمی ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے، نیز دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہئے ، محض ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا غیر مسنون ہے کسی خاص موقعہ یا کسی خاص تقریب کے وقت مصافحہ کو ضروری سمجھنا غیر شرعی بات ہے۔ چنانچہ بعض مقامات پر جو یہ رواج ہے کہ کچھ لوگ عصر کی نماز یا جمعہ کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور علماءؒ نے تصریح کی ہے کہ تخصیص وقت کے سبب اس طرح کا مصافحہ مکروہ ہے اور بدعتِ مذمومہ ہے ہاں اگر کوئی شخص (مہمان) مسجد میں ایسے وقت آئے کہ آئے کہ لوگ نماز میں مشغول ہوں یا نماز شروع کرنے والے ہوں اور وہ شخص نماز ہو جانے کے بعد ان لوگوں سے مصافحہ کرے تو یہ مصافحہ بلاشبہ مسنون مصافحہ ہے، بشرطیکہ اس نے مصافحہ سے پہلے سلام بھی کیا ہو، تاہم یہ واضح رہے کہ اگرچہ کسی متعین اور مکروہ وقت میں مصافحہ کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس وقت مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے تو اس کی طرف سے ہاتھ کھینچ لینا اور اس طرح بے اعتنائی برتنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ اس کی وجہ سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھانے والے شخص کو دُکھ پہنچے گا اور کسی مسلمان کو دُکھ نہ پہنچانا آداب کی رعایت سے زیادہ اہم ہے۔

مسئلہ مصافحہ کے لیے ہاتھ دینا سنت ہے لیکن مصافحہ کا یہ طریقہ ملحوظ رہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھے، محض انگلیوں کے سروں کو پکڑنے پر اکتفاء نہ کرے، کیونکہ محض انگلیوں کے سروں کو پکڑنا مصافحہ کا ایسا طریقہ ہے جس کو بدعت کہا گیا ہے۔

مسئلہ معانقہ یعنی ایک دوسرے کو سینے سے لگانا مشروع ہے خاص طور سے اس وقت جب کہ کوئی شخص سفر سے آیا ہو، لیکن اس کی اجازت اسی صورت میں ہے جب کہ اس کی وجہ سے کسی برائی میں مبتلا ہو جانے یا کسی شک وشبہ کے پیدا ہو جانے کا خوف نہ ہو۔

مسئلہ جو معانقہ برے خیال اور جنسی جذبات کے تحت ہو وہ مکروہ ہے اور جس معانقہ کا تعلق محبت واکرام کے جذبہ سے ہو وہ بلاشک وشبہ جائز ہے۔ (مظاہر حق ص ۳۶۸، جلد ۵)

مسئلہ تقبیل یعنی ہاتھ یا پیشانی وغیرہ چومنا بھی (جب کہ فتنہ وشک وشبہ کا خوف نہ ہو، جائز ہے، بلکہ بزرگانِ دین اور متبعین سنت علماء کے ہاتھ پر بوسہ دینے کو بعض حضرات نے مستحب کہا ہے لیکن مصافحہ کے بعد خود اپنا ہاتھ چومنا کچھ اصل نہیں رکھتا، بلکہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے اور مکروہ ہے۔ (مظاہر حق ص ۳۶۸، ج ۵)

مَردوں کا عورتوں سے مصافحہ کرنا

مسئلہ جوان مردوں کو جوان عورتوں سے مصافحہ کرنا حرام ہے اور اس بوڑھی عورت سے مصافحہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جس کی طرف جنسی جذبات مائل نہ ہو سکتے ہوں۔

مسئلہ بوڑھا مرد جو جنسی جذبات کی فتنہ خیزیوں سے بے خوف ہو چکا ہو اس کو جوان عورت سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

مسئلہ عورت کی طرح خوش شکل امرد (بے ریش لڑکے) سے بھی مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ واضح رہے کہ جس کو دیکھنا حرام ہے اس کو چھونا بھی حرام ہے بلکہ چھونے کی حرمت، دیکھنے کی حرمت سے زیادہ سخت ہے۔ (مظاہر حق ص ۳۶۷، ج ۵)

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ

سوال عیدین میں مصافحہ ومعانقہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہیئت اور کیفیت معین فرمادی ہے اس میں تغیُّر جائز نہیں اور مصافحہ چونکہ سنت ہے اس لیے عبادات میں سے حسبِ قاعدۂ مذکورہ اس میں ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف پہلی ملاقات کے وقت بالاجماع یا رخصت کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے۔ بس اب اس کے لیے ان دو وقتوں کے سوا اور کوئی موقع ومحل تجویز کرنا تغیر عبادت ہے جو ممنوع ہے، لہٰذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نمازِ پنجگانہ مکروہ وبدعت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۰۸ بحوالہ شامی)

Marfat.com

مصافحہ اور معانقہ کی حقیقت

دین کی جس قدر بھی ضروری باتیں تھیں ان پر حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ وتبع تابعینؒ اوراس کے بعد اسلافؒ اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں اس لیے کہ ان کو ثواب حاصل کرنے اور دین کا کام کرنے اور چھوٹی سی سنت ادا کرنے کا ہم سے زیادہ شوق وجذبہ تھا جس چیز کو انہوں نے دین سمجھا، اہتمام کے ساتھ اس پر عمل کیا۔ اور جن چیزوں کو قدرت ہونے کے باوجود نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دین میں سے نہیں ہیں یا ضروری نہیں ہیں۔

مصافحہ وگلے ملنا (معانقہ) گو اپنے طریقہ سے مسنون ہیں۔ سلام ومصافحہ اور گلے ملنا داخلِ عبادت ہیں اور عبادت کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہی ادا کیا جائے تو جب ہی عبادت میں شمار ہوگی اور ثواب کے حقدار ہوں گے، ورنہ بدعت ہوجائے گی اور ثواب کے بجائے گناہ اور عذاب ملے گا۔

حدیث شریف میں عیدین اور دوسری نمازوں کے بعد مصافحہ اور گلے ملنے کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا۔ اور صحابہ کرامؓ جن کو سنت نبویہؐ سے بے نظیر عشق تھا، ان کے یہاں، یا ان کے بعد اسلافِ کرامؒ کے عمل سے بھی عید کے موقع پر اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ شریعتِ مطہرہ سے مصافحہ ومعانقہ وغیرہ ملاقات کرتے وقت تو ہے نہ کہ نمازوں کے بعد۔ شریعت نے جو عبادت کا موقع ومحل مقرر کردیا ہے اس کو اسی کے مطابق ادا کیا جائے گا تو ثواب ہوگا۔

شارح مشکوٰۃ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ بے شک شرعی مصافحہ کا وقت شروع ملاقات کا وقت ہے لوگ بلا مصافحہ ومعانقہ کے ملتے ہیں اور آپس میں خیر وعافیت معلوم کرتے ہیں اور پھر جب نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں تو مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں، یہ کہاں کی سنت ہے؟

البتہ اگر کسی شخص سے عید کے روز اسی وقت ملاقات ہورہی ہے تو مصافحہ اور گلے ملنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن خواص کو اس مصافحہ اور گلے ملنے سے بھی بچنا چاہئے تاکہ عوام الناس اس کو دین کا جزو سنت نہ سمجھیں، مگر ایسا طور طریقہ اختیار کیا جائے جس سے لوگوں میں غم وغصہ اور نفرت وبیزاری نہ پائی جائے۔

ایسے موقع پر ملا علی قاریؒ کی ہدایت پر عمل کیا جائے تو مناسب رہے گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بے موقع مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچ کر اس کا دل نہ دکھائے

اور بدگمانی کا سبب نہ بنے بلکہ آہستگی اور نرمی سے اس کو سمجھا کر مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کردے یعنی عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ اور گلے ملنا سنت نہیں ہے اور نہ دوسری نمازوں کے بعد۔

اللہ تعالیٰ اس پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

یکم شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۳/ مارچ ۱۹۹۴ء بروز پیر (یوم عید)

سلام کی اغلاط

مسئلہ بعض لوگ السلام علیکم کے بجائے خط میں سلام مسنون لکھدیتے ہیں، سو اگر خط میں کوئی یہ لکھے کہ بعد سلام مسنون عرض ہے، تو چونکہ شریعت میں یہ صیغہ سلام کا نہین بلکہ السلام علیکم ہے اس لیے اس صیغہ سلام مسنون کا جواب دینا واجب نہ ہوگا، اگرچہ سلام مسنون لکھنا جائز ہے۔

(الافاضات ص ۱۹۹، ۷)

فائدہ اس سے ثابت ہوا کہ بعض اکابر کے خطوط میں جو بعد سلام مسنون لکھا ہے وہ اس لیے ہے کہ انہوں نے مخاطب پر جواب واجب کرنے سے احتیاط فرمائی ہے جیسے چھینکنے پر الحمدللہ آہستہ کہنا یا آیتِ سجدہ کو کھلی ہوئی آواز سے پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہے تاکہ دوسروں پر واجب نہ ہو۔

مسئلہ سلام کا صیغہ حدیث شریف میں ہے السلام علیکم یا اس کے قریب قریب الفاظ آئے ہیں ''پس اور کوئی لفظ'' آداب، بندگی، کورنش، وغیرہ کہنا یہ سب بدعتِ سیئہ ہے ''جس سے بچنا ضروری ہے'' خیر! اگر کوئی سلام کے لفظ سے بہت ہی بُرا مانے تو اس کو حضرت سلامت، یا تسلیم یا تسلیمات کہنے تک گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ (فروع الایمان ص ۷۵)

مسئلہ سلام کے وقت جو اکثر لوگوں کی عادت ہاتھ اٹھانے کی ہے یہ عادت میرے نزدیک ضروری الترک ہے کیونکہ سلام کے ادا ہونے میں تو ہاتھ اٹھانے کو کوئی دخل نہیں، بس ہاتھ اٹھانا تعظیم کے لیے ہے ''جو کہ درست نہیں۔'' (مقالات، ص ۳۰۰)

مسئلہ بعض لوگ سلام کے جواب میں صرف سر ہلا دینا یا ہاتھ صرف اُٹھا دینا کافی سمجھتے ہیں اس کے متعلق جاننا چاہئے کہ ''قرآن مجید میں ہے کہ جب تم کو کوئی سلام کرے تو اس سے اچھا جواب دو یا ویسا ہی لوٹا دو''۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلام کے جواب میں ''صرف'' سر ہلا دینا یا ہاتھ اٹھا دینا کافی نہیں''۔ اس طرح جواب نہیں ہوتا بلکہ زبان سے جواب دینا ذمہ رہ جاتا ہے۔

مسئلہ بعض عورتیں سلام شریعت کے قاعدہ کے بالکل خلاف کرتی ہیں۔ بعض تو سلام کو

صرف سام کہتی ہیں، چار حروف بھی پورے ان کی زبان سے نہیں نکلتے حالانکہ عورتوں میں بھی السلام علیکم کہنے کا بلکہ مصافحہ کرنے کا رواج ہونا اوران دونوں باتوں کو پھیلانا چاہئے دونوں باتیں ثواب کی ہیں۔ (بہشتی زیورص۶۰،۱۰)

مسئلہ اوراس سے بھی زیادہ تعجب یہ ہے کہ جواب دینے والی سارے کنبہ کا نام گنوادیتی ہے کہ بھائی جیتا رہے اور بیٹا زندہ رہے اور شوہر خوش رہے ''وغیرہ'' لیکن ایک لفظ وعلیکم السلام نہ کہا جائے گا (حالانکہ وعلیکم السلام کہنا سنت ہے)۔ (تسہیل المواعظ ،ص۴۷۰،ج۱)

مسئلہ اکثر جگہ عورتوں میں (پہلے تو سلام کا آپس میں رواج تھا ہی نہیں) اب بھی اس قسم کا رواج ہے کہ بجائے ''زبان سے'' سلام کے ماتھے پر ہاتھ رکھدیا (بس اسی کو کافی سمجھ لیا) اُدھر سے جواب ملا جیتی رہو، بچے جیتے رہیں، ٹھنڈی سہاگن رہو۔ اور جو ذرا لکھی پڑھی ہوئیں تو صرف لفظِ سلام کہہ دیا۔ مگر چند روز سے یہاں بحمداللہ اس قصبہ (تھانہ بھون) میں عورتوں میں بھی آپس میں السلام علیکم کا رواج ہوگیا ہے۔

مسئلہ سلام میں یہ بے احتیاطیاں کی جاتی ہیں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ وقت سلام کا ہے یا نہیں، ذکر، قرآن، خطبہ، اذان، وغیرہ سب میں آتے جاتے سلام کرتے ہیں مثل مشہور ہے۔ ''اوچھے نے سیکھا سلام صبح دیکھے نہ شام''۔ حالانکہ عبادت کے وقت خواہ وہ ذکر ہو یا قرآن یا نماز، ان وقتوں میں سلام کرنا منع ہے۔ دوسرے جو شخص گناہ میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کرے کیونکہ گنہگار کی تعظیم جائز نہیں اور سلام کرنا ایک قسم کی تعظیم ہے اس لیے اس کو سلام نہ کرے۔

تیسرے پیشاب، پاخانہ کی حالت میں اور کھانے پینے کی حالت میں بھی سلام نہ کرنا چاہئے۔ (معاشرت کے حقوق ص۳۷۷)

خلاصہ یہ کہ فقہاء نے تین موقعوں میں سلام کرنا منع کیا ہے۔ (۱) جب کوئی طاعت میں مشغول ہو۔ (۲) اسی طرح جب کوئی معصیت میں مشغول ہو۔ (۳) اور تیسرا موقع یہ کہ حاجتِ بشریہ میں مشغول ہو۔ (الکلام الحسن ص۱۱۷)

مسئلہ بعض لوگ جوان عورتوں کو سلام کرتے یا اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، حالانکہ فقہاء نے نامحرم جوان عورت کو سلام کرنے یا اس کا سلام لینے (یعنی سلام کا جواب دینے) سے منع کیا ہے۔ (اصلاح الرسوم)

مسئلہ بعض جگہ آداب وتسلیمات وغیرہ کہنے کا رواج ہے یہ غلط اور خلافِ شریعت ہے۔

Marfat.com

لطیفہ ایک شخص نے ایسے موقع پر اصلاح کی خاطر طنزِ ملیح کے طور پر یہ لطیفہ کیا کہ ایک مجلس میں جا کر کہا کہ میرا بھی سجدہ قبول ہو، لوگوں نے کہا کہ یہ کیا واہیات ہے؟ کہا کہ حضور ہر آنے والا شخص مختلف الفاظ سے سلام کر رہا ہے، کوئی آداب قبول ہو کہتا ہے کوئی بندگی، کوئی کورنشات، کوئی اور کچھ، حتیٰ کہ سب صیغے (الفاظ) ختم ہو گئے، میں نے سوچا کہ اب میں کیا کہوں، تو میرے لیے سجدہ کے سوا کچھ باقی نہ تھا، اس لیے میں نے اس کو اختیار کیا۔ خلاصہ یہ کہ سلام میں خلافِ شرع الفاظ استعمال نہ کرنا چاہئے۔ (وعظ الارتیاب)

مسئلہ بعض نے سلام کے بارے میں ایک نہایت سخت غلطی کی کہ ایک طالبِ علم نے اپنے والد ماجد کو جا کر سلام کیا تو وہ کہنے لگے کہ بیٹا! یہ بے تمیزی ہے، آداب کہا کرو۔ صاحبو! یاد رکھو کہ سلام کو بے تمیزی کہنا کفر ہے، کیونکہ سلام کو بے تمیزی کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بے تمیزی کہنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بے تمیزی کہنے والا کافر ہے، اگر توبہ نہ کرے تو حکومتِ اسلامیہ کو اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ (تسہیل المواعظ، ص ۳۲۹، ج ۲)

مُصافحہ کی اَغلاط

مسئلہ لوگ مصافحہ کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اتنا ضروری نہیں، فقہاء کا قول تو حجت ہے انہوں نے تصریح کی ہے کہ فلاں فلاں مواقع پر سلام نہ کیا جائے انھیں مواقع میں سے یہ بھی ہے کہ جب کوئی پانی پی رہا ہو یا کھانا کھا رہا ہو تو اس وقت سلام نہ کرو، اسی طرح اگر کوئی وظیفہ پڑھتا ہو یا قرآن پڑھتا ہو تو ایسی حالت میں بھی ان کا فتویٰ ہے کہ سلام نہ کرو۔ اسی طرح اور بھی مواقع ہیں جہاں سلام منع ہے حالانکہ سلام فی نفسہٖ مصافحہ سے زیادہ ضروری ہے۔

حدیث میں آیا ہے "ان من تمام تحیاتکم المصافحه" جس کا مطلب یہ ہے کہ مصافحہ متمم سلام ہے اور سلام کے لیے کچھ قواعد مقرر ہیں، جیسا کہ اوپر مذکور ہے، تو مصافحہ کے لیے جو اس کا تابع ہے بطریق اولیٰ ہوں گے۔ مثلاً لکھا ہے کہ اذان کے وقت سلام نہ کرو، کھانا کھاتے وقت سلام نہ کرو، اور بھی مواقع ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ مشغولی کے وقت سلام نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشغولی کے وقت مصافحہ بھی نہیں چاہئے۔

مسئلہ آج کل لوگ غضب ہی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں گردن جھکائے وظیفہ پڑھتا تھا، ایک شخص آئے اور مصافحہ کے لیے کھڑے رہے، میں نے آنکھیں بند کر لیں تا کہ وہ (مشغولی اور عدیم الفرصتی دیکھ کر) چلے جائیں مگر وہ اس پر بھی نہ گئے اور پکار کر کہا کہ مصافحہ! میں نے بھی کہہ

Marfat.com

دیا وظیفہ: اور بعض لوگ کندھا پکڑ پکڑ کر کھینچتے ہیں کہ مصافحہ کر لیجئے، مصافحہ کیا ہوا بلائے جان ہو گیا۔
(حسن العزیز، ص ۴۳۰، ج ۴)

مسئلہ بہت سے علماء تو وِداعی مصافحہ کو بدعت کہتے ہیں مگر خیر ہمارے علماء جائز کہتے ہیں چونکہ وداع کے وقت سلام تو نصوص سے ثابت ہے اور مصافحہ متمم سلام ہے تو مصافحہ بھی درست ہوا۔
(حسن العزیز، ص ۴۲۵، ج ۴)

مسئلہ مصافحہ کی ترکیب میں مشہور ہے کہ انگوٹھوں کو دباوے، یہ بے اصل ہے اور یہ حدیث کہ انگوٹھوں میں رگِ محبت ہے موضوع ہے۔ (حسن العزیز، ص ۲۳۶، ج ۴)

مسئلہ بعض لوگ مصافحہ میں ہاتھ پکڑے رہتے ہیں چھوڑتے ہی نہیں، اس سے اُلجھن ہوتی ہے کسی کے ہاتھ کو خواہ مخواہ محبوس کر لینا بُرا ہے۔

مسئلہ اسی طرح ایسے وقت مصافحہ کرنا بھی تکلیف دینا ہے جب ہاتھ خالی نہ ہوں جیسے ایک ہاتھ میں جوتا ہے، دوسرے میں چھتری ہے۔

مسئلہ اسی طرح جو آدمی کام میں مشغول ہو اس سے مصافحہ نہ کرنا چاہئے اس سے تکلیف ہوتی ہے اور حرج بھی ہوتا ہے۔

مسئلہ اسی طرح جو شخص تیزی سے چلا رہا ہے اس کو مصافحہ کے لیے روکنا، یہ بھی نہیں چاہئے۔

مسئلہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ بعد وعظ کے وعظ کہنے والے سے ضرور مصافحہ کرتے ہیں (حالانکہ وعظ سے پہلے بھی واعظ کو دیکھ چکے تھے لیکن باوجود موقعہ اور وقت ملنے کے اس وقت سلام ومصافحہ نہیں کیا تو وعظ کے بعد کرنا گویا وعظ کی خصوصیت قرار دی، حالانکہ شریعت میں مصافحہ کے لیے وعظ کی تعیین اور خصوصیت ثابت نہیں، سو اس لیے اول تو یہ بدعت ہے اور پھر تکلیف بھی ہے۔
(تسہیل المواعظ، ص ۵۸۵، جلد اول)

مسئلہ بعض لوگ مصافحہ کر کے اپنے ہاتھ کو چومتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے جہالت کا نتیجہ ہے اور مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص ۳۰۲، ج ۲ بحوالہ شامی، ص ۳۳۷، ج ۵)

مسئلہ بعض لوگ سلام علیک کرتے وقت ماتھے پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں یا جُھک جاتے ہیں اور بعض مصافحہ کر کے سینہ پر ہاتھ رکھتے ہیں، یہ سب خلافِ شرع اور بے اصل ہے۔ (اغلاط العوام، ص ۲۴۶)

مسئلہ مصافحہ مسلمانوں کی باہم ملاقات کے وقت بعد سلام کے مسنون اور مشروع ہے اور چونکہ مصافحہ تکملۂ سلام ہے تو سلام کے بعد ہونا چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص ۳۲۱ جلد ۲ بحوالہ ترمذی شریف ص ۹۷ جلد ۲)

Marfat.com

مسئلہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں میں تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مسنون ہے، بدعت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۰۹، جلد ۲)

مسئلہ ایک دوسرے کو سلام کرتے وقت ''السلام علیکم'' کے لفظ کے ساتھ ہاتھ نہ اٹھائے۔ اگر سامع (سلام کا سننے والا) دُور ہو یا اونچا سنتا ہو تو اس کو سلام کی آواز پہنچائے اور سننے میں شک ہو تو سلام کے لفظ کے ساتھ ہی ہاتھ سے اشارہ کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص ۳۹۵، جلد ۲)

مسئلہ مصافحہ دو ہاتھ سے مسنون ہے اور غیر مقلدین جس حدیث کو پیش کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہاتھ سے مصافحہ فرمایا تب ہی تو صحابیؓ کا ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان ہو گیا اور صحابیؓ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا ہو، یہ حدیث اس بارے میں قطعی نہیں ہے اس لیے کہ جب دونوں طرف سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ہوگا تو لامحالہ ایک ہاتھ دو ہاتھوں کے درمیان ہوگا اور یہاں صحابی تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اپنی سعادت مندی بیان فرما رہے ہیں کہ میرا ایک ہاتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا، یہ بتلانا مقصود نہیں ہے کہ میں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا اور صحابہؓ سے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مصافحہ کے لیے دونوں ہاتھ بڑھائیں اور صحابی ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں (ایسی بے ادبی و بے تہذیبی تو غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کا ایک اثر حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا نقل فرمایا ہے اور اس کے بعد اسی اثر سے مصافحہ کے دو ہاتھ سے ہونے پر استدلال فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ حضرت حمادؒ کا عمل بھی پیش کیا ہے کہ انہوں نے محدثِ کبیر امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے دو ہاتھ سے مصافحہ فرمایا۔ اگر ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہوتا تو یہ حضرات محدثین ضرور اس پر نکیر فرماتے۔

ملاحظہ ہو امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: باب المصافحة۔ قال ابن مسعود رضی اللہ عنه علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم التشهد وكفي بين كفيه۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم فرمائی اس حالت میں کہ میرا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا (خیال رہے کہ یہ تعلیم کا موقعہ ہے جس طرح بیعت کے وقت ہوتا ہے)۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے۔ باب

Marfat.com

الاخذبالیدین دوہاتھ سے مصافحہ کرنا) اوراس کے ثبوت میں ابنِ مسعودؓ کا یہ اثر اور حضرت حمادؒ کا عمل پیش کیا ہے، فرماتے ہیں باب الاخذبالیدین وصافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیه۔ حدثنا ابونعیم قال حدثنا سیف بن سلیمان قال سمعت مجاهداً یقول حدثنی حدثنی عبداللّٰه ابن مخبرة ابو معمرقال سمعت ابن مسعود یقول علمنی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وكفی بین كفیه التشهد كما یعلمنی السورة۔ (البخاری شریف، ص۹۲۶، ج۲)

امام بخاریؒ کے اس طرز سے بین طور پر ثابت ہوا کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہو۔

شامی میں ہے: والسنة ان تكون بكلتایدیه۔ (درمختاروالشامی، ص۳۳۶، ج۵)

مجالس الابرار میں ہے: والسنة ان تكون بكلتا یدین۔ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو۔ (مجالس الابرار، ص۲۹۸، مجلس۵۰)

ابوالحسنت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: یعنی تمام فقہاء دوہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں۔

مجالس الابرار میں ہے: والسنة ان تكون بكلتایدیه۔ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے ہو، انتہیٰ۔ درمختار اور جامع الرموز میں بھی ایسا ہی ہے حضرت ابوامامہ سے روایت ہے: قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذاتصافح المسلمان لم تفرق اكفهما یغفر لهما۔ یعنی دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے ہاتھوں کے علیٰحدہ ہونے سے پہلے ان کے گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے انتہیٰ۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہونا چاہئے اس لیے کہ اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوتا تو حدیث میں لفظ اکفہا (اَکُفّ)، کفّ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ''ہاتھوں'' کی جگہ ''کفاہما'' ہوتا اور اس کے دلیل صحیح بخاری کی وہ تعلیق ہے جو ''باب الاخذ بالیدین'' میں ہے۔ وہ صافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ، حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے دور میں بھی یہی طریقہ مروّج تھا۔ اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر جو بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورتِ قرآن کی تعلیم کی طرح تشہد یعنی التحیات للہ الخ کی تعلیم دی اس حال میں کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ مصافحہ ملاقات کے وقت ہونے والا مسنون مصافحہ نہ تھا، بلکہ یہ تعلیم

Marfat.com

کے لیے تھا کیونکہ اکابر کسی خاص چیز کی تعلیم کے اہتمام کے لیے اپنے چھوٹوں کا ایک یا دونوں ہاتھ پکڑ کر تعلیم دیا کرتے ہیں، اور اگر اس مصافحہ کو ملاقات کا تسلیم کرلیا جائے تو اس کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں سے ہو رہا ہے اور ابنِ مسعودؓ کی جانب سے فقط ایک ہاتھ کا ہونا یقینی اور قطعی نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھوں سے ہونے کا امکان ہے کیونکہ لفظ کف واحد کے لیے نہیں بلکہ جنس کے معنٰی میں ہے اور اسی طرح لفظ ید کا استعمال محاورات عرب آیاتِ قرآنیہ واحادیث نبویہ میں بمعنی جنس ثابت ہے تو اس صورت میں لفظِ ایک اور دو ہاتھ کو متضمن اور شامل ہوگا اور اکثر مقامات میں دوید کے موقع پر لفظِ ید آیا ہے اس اعتبار سے جس حدیث میں اخذ بالید وارد ہے اس کی مراد ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا نہیں بلکہ وہاں دونوں صورتوں کا احتمال ہے کہ ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے، البتہ اگر کسی جگہ حدیثِ صحیحہ اور صریحہ سے یہ بات معلوم ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہے تو فقہاء کے اقوال کو چھوڑنا پڑے گا اور اس تصریح صریح کے بغیر فقہاء کے اقوال پر عمل کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ اردو مبوّب ص ۱۱۷ مطبوعہ پاکستان)

اس حدیث کے متعلق محدثِ جلیل حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ ''تذکرۃ الخلیل'' میں ہے:

''ایک بار آپ ٹونک تشریف لے گئے اور بندہ ہمراہ تھا، چند اہلِ حدیث ملنے آئے اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا، حضرتؒ نے حسبِ عادت دونوں ہاتھ بڑھائے اور مسکرا فرمایا کہ مصافحہ اس طرح ہونا چاہیے۔ وہ بولے حدیث میں ہے، صحابیؓ کہتے ہیں:۔ وکان یدی فی یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں تھا، آپ نے بے ساختہ فرمایا پھر متبع سنتِ (نبویؐ) ہم ہوئے یا تم؟ (تذکرۃ الخلیل، ص ۲۰۴)

لہٰذا مصاحہ دو ہاتھ سے ہی مسنون ہے نہ کہ ایک ہاتھ سے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ بعض حضرات صلح کرانا اس کو سمجھتے ہیں کہ جہاں دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا، فوراً دونوں کا مصافحہ کرادیا خواہ فریقین کے دلوں میں کچھ بھی بھرا ہوا ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ پہلے معاملہ کی اصلاح کرو پھر مصافحہ کرو، ورنہ بغیر اصلاح معاملہ کے مصافحہ بے کار ہے، اس سے فریقین کے دل کا غبار نہیں نکلتا، تو مصافحہ کے بعد پھر مکافحہ یعنی مقاتلہ (لڑائی جھگڑا) شروع ہو جاتا ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ص ۱۲۹ جلد اول)

Marfat.com

(مکمل و مدلل)

مجموعہ مسائل

حضرت مولانا رفعت قاسمی

استاد دارالعلوم دیوبند

مسائلِ مساجد ❁ مسائلِ شرک و بدعت ❁ مسائلِ آدابِ ملاقات

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور فون: 7321118

Marfat.com